خوفِ خدا کے سچے واقعات



مؤلف

مولانا ارسلان بن اختر

خوفِ خدا کے سچے واقعات

مؤلف

مولانا ارسلان بن اختر

شعبہ تحقیق و تصنیف:

مکتبہ ارسلان

بلمقابل نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔

فون: 0333-2103655

مکتبہ ارسلان بلمقابل نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

خط و کتابت کا پتہ: مکتبہ زکریا، سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 4855305

نام کتاب .... خوف خدا کے سچے واقعات
مؤلف .... مولانا ارسلان بن اختر
باہتمام .... مولانا ارسلان بن اختر
اشاعت اوّل .... جنوری 2006
قیمت ....

اسٹاکسٹ: نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔ فون: 2722080

ملنے کا پتہ:
کراچی: بیت الکتب گلشن اقبال نزد اشرف المدارس، کراچی
مکتبہ بخاری گلستان کالونی، لیاری فون 7520385۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔
بیت القران اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔
اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔
لاہور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔
راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

فہرس

باب نمبرا

انبیاء علیہم السلام کا خوف خدا

باب نمبر۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خوف خدا

باب نمبر۳

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا خوف خدا

باب نمبر # 4

صحابہ کرامؓ اور خوف خدا

باب نمبر 5

اولیاء اللہ اور خوفِ خدا

باب نمبر 6

محدثین اور خوفِ خدا

باب نمبر # 7

بادشاہ اور خوف خدا

باب نمبر ۱

انبیاء علیہم السلام

کا

خوف خدا

سیدنا آدم علیہ السلام اور خوف خدا

ا............ آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا بلا واسطہ کلام

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ حیاء کی وجہ سے بھاگنے لگے۔تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وناد اھما ربھما الم انھکما عن تلکما الشجرہ واقل لکماان الشیطان لکما عدومبین

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (آدم وحوا) کو پکارا اور یہ فرمایا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت کے پھل کھانے سے روکا ہوا نہیں تھا؟اور کیا تم کو یہ اطلاع دے کر خبردار نہیں کر دیا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے،اس سے بچنا ہوگا۔

حدیث میں اس کی تفصیل یہ ہے،ابی بن کعبؓ مرفوعاروایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک لمبا آدمی بنایا تھا (قد کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا) سر پر بہت بال تھے جیسے کھجور کا درخت، جب انھوں نے درخت کو چکھا،جس سے اللہ نے منع فرمایا تھا تو بدن پر سے کپڑے گر گئے ستر نظر آنے لگا، جنت میں دوڑتے پھرتے تھے۔پھر ایک درخت میں بال الجھ گئے۔یہ اس سے چھڑانے لگے۔تب اللہ تعالیٰ نے پکارا:۔

اے آدم! کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے؟

کہا:نہیں اے رب! میں شرمندہ ہوں۔(روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے)

آنسوؤں کے پانی سے پھول کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر اس قدر روئے ہیں کہ آپ کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے پیدا ہو گئے اور اسی پانی سے حق تعالیٰ نے خوشبودار پھول پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ندامت اور گریہ وزاری سے آپ کی عبدیت کو پختہ فرما کر اس درجہ پر پہنچا دیا جس درجہ عبدیت پر تاج خلافت عطا ہونا علم الٰہی میں تجویز ہوا تھا۔

ایک لغزش پر تین سو سال ندامت سے رونا

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اپنی لغزش کو یاد کرتے ہوئے ایک طویل عرصہ تک روتے رہے یہاں تک کہ ندامت کے باعث آسمان کی طرف نگاہ بھی نہ کی۔ فرشتے آپ کی زیارت کے طالب ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام پیام الٰہی لئے حاضر ہوئے اور کہا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے! ذرا آسمان کی طرف نگاہ تو اٹھایئے نیز آج تک اوپر نظر نہ کرنے کا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں اس لغزش کے باعث سر اوپر اٹھانے میں شرمندگی محسوس کرتا ہوں!!

ایماندارو! ذرا غور کرو۔ قیامت کے روز گناہوں کے باعث جو حال ہوگا، اس کے بارے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتے ہیں:

نا کسوا رؤسھم عند ربھم.

قیامت کے دن بندے اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہونگے۔

وہب نے کہا: آدم علیہ السلام جنت سے نکلنے کے بعد تین سو سال تک روئے اور لغزش ہو جانے کے بعد کبھی آسمان کی طرف اپنا سر نہ اٹھایا۔

حضرت نوح علیہ السلام اور خوف خدا

۲............حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو نصیحت فرمائی:۔

میرے پیارے بیٹے! قبر میں اس حال میں ہرگز داخل نہ ہونا کہ تیرے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو، اس لئے کہ کبریائی کی چادر اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس چادر کو پھاڑنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوجاتا ہے۔

اے میرے پیارے بیٹے! قبر میں اس حال میں ہرگز داخل نہ ہونا کہ تیرے دل میں ذرہ برابر بھی رحمت الٰہی سے ناامیدی ہو اس لئے کہ (بدبخت) گمراہ آدمی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے۔

تین سو سال رونے سے آنکھوں کے نیچے کھالیاں پڑ گئیں

وہب بن ورد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بیٹے کے متعلق عتاب فرمایا اور کہا:

......انی اعظک ان تکون من الجاھلین......

......میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو......

تو آپ تین سو سال تک روتے رہے، یہاں تک کہ رونے کی وجہ سے آنکھوں کے نیچے کھالیاں سی بن گئیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور خوف خدا

۳........... حضرت داؤد علیہ السلام چالیس سال تک اپنی لغزش کے باعث روتے رہے، نیز توبہ کی قبولیت کے بعد بھی اپنا منہ چھپائے رکھتے۔ لوگوں نے آپؑ کی زیارت پر اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا میں تو منہ دکھانے کے قابل نہیں: اللہ اللہ!!

(تفصیل سورۂ انبیا میں بالوضاحت موجود ہے)

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی:

مجھ سے اس طرح ڈر جیسے شیر سے ڈرا کرتا ہے۔

خوف کا اثر دل میں ہوتا ہے دل میں خوف ہونے کی نشانی یہ ہے کہ دنیوی لذتوں سے دل بیزار رہے اور خاکساری اور فروتنی پائی جائے۔ عاقبت کا اندیشہ اور آخرت کا محاسبہ و مواخذہ دل میں سمائے اور تکبر، حسد، حرص دنیا باقی نہ رہے اور مانند اس کے ہو جائے، جس کو شیر نے پکڑا ہو۔

نہ کھانے کی سدھ رہے، نہ طاقت جماع کی باقی نہ رہے اور خوف والے کے بدن کی علامت، زردی اور لاغری ہے۔ معصیت کی خواہش نہیں رہتی اور جو شہوت سے باز رہے اس کو صاحب عفت کہتے ہیں اور حرام سے اپنے آپ کو باز رکھے تو اس کو صاحب وراع کہتے ہیں۔ اگر شبہات سے یا ایسے حالات سے جس میں اندیشہ حرام کا ہو اس سے بچے اس کو متقی کہتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ سے بلا واسطہ کلام

حضرت عبدالعزیز ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو آپ کی آواز بیٹھ گئی۔ آپ نے عرض کیا یا اللہ! صدیقین کی آواز صاف ہے اور میرا گلا بیٹھ گیا ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو آپ بہت بد دل ہو گئے آپ کا رنج و غم بڑھ گیا۔

آپ نے عرض کیا : یا اللہ! کیا آپ میرے رونے پر رحم نہیں فرمائیں گے۔

وحی آئی : اے داؤد! تجھے اپنا رونا یاد ہے گناہ یاد نہیں ہے۔

عرض کیا : یا اللہ میں اپنا گناہ کیسے فراموش کر سکتا ہوں ...... میرا حال تو یہ تھا کہ جب میں زبور کی تلاوت کرتا تھا...... تو بہتا ہوا پانی ٹھہر جایا کرتا تھا...... چلتی ہوئی ہوا رک جایا کرتی تھی ...... پرندے میرے سر پر سایہ فگن ہو جایا کرتے تھے...... اور وحشی جانور میری محراب میں جمع ہو جایا کرتے تھے...... یا الٰہی! یہ کیسی وحشت ہے...... جو تیرے اور میرے درمیان پیدا ہو گئی ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

اے داؤد! وہ طاعت کا انس تھا...... یہ معصیت کی وحشت ہے۔

اے داؤد! آدم میری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے...... میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا...... اس میں اپنی روح پھونکی ...... اسے فرشتوں کا مسجود بنایا ...... اسے اپنے اکرام کا خلعت پہنایا...... اپنے تاج کا وقار اس کے سر پر رکھا...... اور پھر جب اس نے تنہائی کا شکوہ کیا...... تو میں نے اپنی باندی حوا سے اس کا جوڑا بنایا...... اور اسے اپنی جنت میں رہنے کا شرف بخشا...... پھر اس نے نافرمانی کی...... تو میں نے اسے ذلیل اور برہنہ کر کے اپنے سے دور کر دیا۔

اے داؤد! میری بات سن! میں حق کہتا ہوں اگر تو نے ہماری اطاعت کی...... تو ہم تیری اطاعت کریں گے...... جو تو مانگے گا وہ دیں گے...... اور اگر تو نے ہماری نافرمانی کی...... تو ہم تجھے نظر انداز کر دیں گے...... اس کے باوجود اگر تو نے ہماری طرف رجوع کیا...... تو ہم تجھے قبول کریں گے۔

داؤد علیہ السلام کا انمول وعظ

حضرت یحییٰ ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نوحہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو سات دن پہلے سے کھانا پینا ترک کر دیتے اور عورتوں کے پاس بھی نہ جاتے پھر جب ایک دن باقی رہ جاتا تو ان کے لئے ایک منبر جنگل میں نکالا جاتا۔

آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم فرماتے تھے کہ وہ با آواز بلند اعلان کریں یہاں تک کہ وہ آواز شہروں اور اطراف میں پھیل جائے اس آواز سے جنگل پہاڑ ٹیلے، بتکدے اور عبادت خانے گونج اٹھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اعلان فرماتے کہ جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ سننا چاہتا ہے وہ آئے۔ چنانچہ جنگلوں سے وحشی جانور پہاڑوں سے درندے، گھونسلوں سے پرندے اور گھروں میں رہنے والی پردہ نشین خواتین آتیں اور لوگ بھی جمع ہوتے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لاتے منبر پر تشریف رکھتے۔ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے منبر کو گھیر لیتے ہر صنف کے افراد الگ الگ رہتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے پہلے آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرماتے۔ لوگ چیخنے چلانے لگتے پھر جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے۔ اس سے زمین کے اندر رہنے والے جانور، کچھ وحشی درندے اور کچھ انسان مر جاتے۔ پھر قیامت کی دہشتوں کا ذکر ہوتا اور اپنے نفس پر گریہ فرماتے، اس سے ہر صنف کے بہت سے افراد مر جاتے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام یہ دیکھتے کہ مرنے والوں کی کثرت ہوگئی ہے تو عرض کرتے:

> ابا جان! آپ نے سننے والوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بنی اسرائیل کے بہت سے گروہ مر چکے ہیں اور بے شمار وحشی درندے، حشرات الارض بھی ہلاک ہو چکے ہیں۔

آپ یہ سن کر دعا مانگنے لگتے۔ اسی اثناء میں بنی اسرائیل کا کوئی عابد باآواز بلند کہتا ہے:

اے داؤد! تو نے جزا مانگنے میں جلدی کی ہے۔

راوی کہتے ہیں اتنا سنتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر جاتے۔

داؤد علیہ السلام کی مناجات

جب حضرت سلیمان علیہ السلام یہ کیفیت دیکھتے تو ایک چارپائی منگواتے اور مرنے والوں کو اس پر لٹاتے اور یہ منادی کراتے کہ اگر کسی کا دوست، عزیز یا شناسا داؤد کے اجتماع میں تھا تو وہ چارپائی لے کر جائے اور اسے اٹھا لائے اس لئے کہ جنت اور دوزخ کے ذکر نے اسے ہلاک کر ڈالا ہے؟ ایک عورت چارپائی لے کر آتی اور اس پر اپنے شوہر کو یہ کہتے ہوئے لٹاتی!

اے وہ شخص جسے دوزخ کے ذکر نے ہلاک کر دیا!

اے وہ شخص جسے خوف خدا نے قتل کر دیا!

اب حضرت داؤد علیہ السلام کو افاقہ ہوتا تو آپ کھڑے ہوتے اور سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے عبادت خانے میں چلے جاتے، اندر سے دروازہ بند کر لیتے اور عرض کرتے:۔

اے داؤد کے مالک! کیا تو داؤد سے ناراض ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام اسی طرح اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مشغول رہتے یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر دستک دیتے اور عرض کرتے:

میں جو کی ایک روٹی لے کر حاضر ہوا ہوں آپ کچھ تناول فرمالیں

اور اپنے مقصد پر تقویت حاصل فرمائیں

آپ اس روٹی میں سے کسی قدر کھاتے اور پھر بنی اسرائیل میں تشریف لے جاتے۔

تیس ہزار افراد کا خوفِ خدا سے ہلاک ہو جانا

یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام چالیس ہزار افراد سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اللہ سے ڈرایا' یہاں تک کہ ان میں سے تیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے' صرف دس ہزار افراد کے ساتھ آپ واپس تشریف لائے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے پاس دو باندیاں تھیں جن کے سپرد یہ کام تھا کہ جب حضرت داؤد خوف خدا کی وجہ سے تڑپنے لگیں اور بے ہوش ہو جائیں تو یہ دونوں باندیاں آپ کے اعضاء کو لپٹ جائیں تا کہ آپ کے جسم کے جوڑ سلامت رہیں۔

سرخ کیڑے کا روزانہ 1000 مرتبہ اللہ کی حمد کرنا

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حجرے میں بیٹھے زبور پڑھ رہے تھے۔ دیکھا کہ مٹی میں ایک سرخ کیڑا نکلا ہے انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کیڑے کو اللہ تعالیٰ نے کس بات کے لئے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کیڑے کو حکم دیا اور وہ بول اٹھا اور کہا:

اے اللہ کے نبی! میرا دن ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ہر روز ایک ہزار بار یہ پڑھا کروں:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

اللہ پاک ہے......اور اللہ کی حمد ہے......اور اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں......اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

اور میری ہر شب اس طرح گزرتی ہے کہ رات کو میرے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ ہر شب کو ایک ہزار بار پڑھوں:

اللّٰھم صل علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ اٰلہ واصحبہ وسلم

اے اللہ! حضرت محمد نبی امی (ﷺ) پر رحمت فرما اور آپ کی آل

اور آپ کے اصحاب پر سلامتی فرما۔

اب آپ کیا کہتے ہیں، تاکہ میں آپ سے استفادہ کروں؟ حضرت داؤد علیہ السلام اس کیڑے کو حقیر جاننے پر شرمندہ ہو گئے، اللہ سے ڈر کر توبہ کی اور اسی پر بھروسہ کیا۔

آنسوؤں سے گھاس اُگ گئی

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن برابر سجدے میں پڑے روتے رہے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ آئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

اے داؤد! تم کیوں روتے ہو اگر تم ننگے، بھوکے، پیاسے ہو تو بتلاؤ تاکہ میں کپڑا اور پانی بھیجوں۔

اس پر انہوں نے ایسا سانس لیا کہ ان کے سانس کی گرمی سے لکڑی میں آگ لگ گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ میرا گناہ میری ہتھیلی پر نقش فرما دے تاکہ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کر لی پھر جب وہ کھانے پینے کے لیئے ہاتھ بڑھاتے تو اپنے اس نقش کو دیکھ کر روتے اور اتنا کہ پیالہ جو پانی سے نہ بھرا ہوتا ان کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔

روایت میں آتا ہے کہ داؤد علیہ السلام اس قدر روئے کہ ان کی طاقت زائل ہو گئی۔ عرض کی اے ارحم الرحمین آپ میرے رونے پر رحم نہیں فرماتے؟

ارشاد ہوا اے داؤد تم رونے کا تو ذکر کرتے ہو اور تمھیں خطائیں بھول گئیں۔ عرض کی:

اے اللہ! میں اپنی خطاؤں کو کیسے بھول سکتا ہوں کہ اس سے پہلے میں جب زبور پڑھتا تھا...... تو نہر میں بہتا ہوا پانی تھم جاتا تھا...... اور چلتی ہوئی ہوائیں رک جاتی تھیں...... اڑتے ہوئے جانور میرے سر پر اور وحشی جانور میری محراب میں جمع ہو جاتے تھے...... اب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں...... اے اللہ! یہ کیسی وحشت اور کیسی نفرت ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہوا:۔

اے داؤد! وہ طاعت و بندگی کا انس تھا اور یہ معصیت کی وحشت ہے۔ اے داؤد آدم میرا بندہ تھا، اسے میں نے اپنے دست لطف سے پیدا کیا، اپنی روح اس میں پھونکی، ملائکہ کو اس کے سجدے کیا حکم دیا، کرامت و بزرگی کا لباس اسے پہنایا اور وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا، اس نے اپنی تنہائی کا گلہ کیا تو میں نے حوا کو پیدا کیا اور دونوں کو بہشت میں رکھا۔ اس نے ایک خطا کی تو میں نے اسے ننگا کر کے اپنی بارگاہ سے زمین پر بھیج دیا

اے داؤد! تو سن اور حق کو سمجھ کہ تو ہماری طاعت و بندگی کرتا تھا تو ہم تیرے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے۔ تو نے جو سوال کیا ہم نے پورا کیا، تو نے گناہ کیا ہم نے مہلت دی۔ اس کے باوجود اب بھی توبہ کر کے ہماری طرف رجوع کرو گے تو ہم قبول کر لیں گے۔

چالیس ہزار میں سے تیس ہزار مخلوق کی خوف خدا سے ہلاکت

حضرت یحیٰی بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنے گناہ پر نوحہ کرتے تو ہفتہ ہفتہ بھر کچھ نہ کھاتے اور اپنی حرم میں تشریف نہ لے جاتے پھر صحرا میں چلے جاتے اور حضرت سلیمان سے منادی کا حکم کرتے اور آواز لگاتے کہ اللہ کے بندو جو داؤد کا نوحہ سننا چاہتا ہے وہ آجائے۔ تو بستیوں سے آدمی، آشیانوں سے پرندے، بیابانوں اور پہاڑوں سے وحشی جانور اور درندے وہاں جمع ہو جاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان فرماتے تمام مخلوق فریاد کرتی پھر جنت و دوزخ کا حال بیان کرتے پھر اپنے گناہ پر نوحہ کرتے حتیٰ کہ بہتیری مخلوق خوف و ہراس سے مر جاتی، تب حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے کے پاس جا کر عرض کرتے:۔

بابا جان بس کیجئے کہ بہت سی مخلوق تاب نہ لا کر ہلاک ہوگئی اور

آواز لگاتے کہ اپنے مردے اٹھا کر لے جاؤ لوگ انہیں اٹھا کر لے جاتے۔ حتیٰ کہ ایک دن چالیس ہزار مخلوق جو اس مجلس میں جمع تھی اس میں سے تیس ہزار مر گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں، ان کا یہی کام تھا کہ خوف کے وقت حضرت کو سہارا دے کر رکھتیں، تا کہ ان کے اعضاء جوڑ کے سبب مسلسل کپکپی اور رعشہ کا شکار تھے اکھڑ نہ جائیں۔

40 سال تک روتے رہے

مجاہد نے کہا، جب داؤد علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپ چالیس روز تک سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے سبزی اگ آئی، جس نے سر کو چھپا لیا

پھر پکارا: اے رب! پیشانی زخمی ہوگئی اور آنکھیں خشک ہوگئیں۔

ان کو آواز آئی: کیا تو بھوکا ہے کہ تجھے کھانا دیا جائے؟ یا بیمار ہے کہ شفاء دی جائے یا مظلوم ہے کہ تیری مدد کی جائے؟

تو آپ کے منہ سے ایسی آہیں نکلیں کہ ساری سبزی میں ہیجان پیدا ہوگیا اس وقت اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کو بیمار سمجھ کر لوگ بیمار پرسی کے لئے آتے حالانکہ ان کو صرف اللہ کا ڈر ہوتا تھا کوئی بیماری نہ ہوتی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حالت خوف خدا

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے تھے:

رب ارزقنی عینین هطالتین یبکیان بذروف الدموع و یشفیان من خشیتک قبل ان یعود الدمع دما و الاضراس جمرا.

اے میرے پروردگار! مجھے رونے والی ایسی آنکھیں عطا فرما

......جو آنسو بہا کر روئیں ......اور آپ کے خوف سے پاک کر دیں...... پہلے اس کے آنسو خون بن جائیں...... اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔

جو آج روئے گا وہ کل رونے سے بچ جائے گا

اسماعیل بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زیادہ رونے کی وجہ سے ملامت کی جاتی تو آپ فرماتے:

تم مجھے رونے کے دن سے پہلے......اور ہڈیوں اور جبڑوں کے جلنے سے پہلے......رونے کے لئے چھوڑ دو......اور اس سے پہلے بھی کہ میرے متعلق...... نہایت طاقتور فرشتوں کو حکم دیا جائے......جو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے......وہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انھیں حکم ملتا ہے۔

ابوادریس خولانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

میں رونے کے دن سے پہلے اپنے آپکو رلاتا ہوں، اور جب رونا فائدہ نہ دے اس سے پہلے اپنے آپ کو رلاتا ہوں۔

پھر آپ نے ایک انگارہ منگایا اور اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا جب وہ جلنے لگا تو اسے اٹھالیا اور فرمایا اللہ کے عذاب سے حفاظت ہو۔

جب اولوالعزم رسولوں کا یہ حال ہے تو گناہگاروں کو تو جہنم سے خوب خوف کرنا چاہیئے

حضرت داؤد علیہ السلام پر خشیت الٰہی کا اثر

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے کبھی اپنا سر مارے حیا کے آسمان کی طرف نہیں اٹھایا یہاں تک کہ وفات پائی اور دعا میں یوں عرض کیا کرتے:۔

الٰہی! اگر میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں...... تو زمین باوجود وسعت کے مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے...... اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں...... تو جان میں جان آجاتی ہے...... تو پاک ہے، بارِ خدایا! میں تیرے بندوں میں سے جو طبیب ہیں...... ان کے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں...... وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہیں...... تو خرابی ہے اس کی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا۔ اسی وقت چیختے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اٹھے یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ آپ کے گرد درندے اکٹھے ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہیں، مجھ کو وہی چاہیئے جو اپنی خطا پر رو دے اور میرے سامنے روتا ہی آئے اور جو خطاوار نہیں اس کا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے؟

اور جب آپ کو کوئی کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے:

مجھے رونے دو پہلے اس کے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیاں جل جائیں اور آتشیں بھڑک اٹھیں اور پیشتر اس کے کہ میں ایسے فرشتوں کے حوالے ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور خوف خدا

۴............ سلیمان علیہ السلام کی خار پشت سے گفتگو

ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک پیالہ آب حیات کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک لائے اور کہا:-

حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے...... کہ آپ یہ جام نوش کریں تو قیامت تک نہ مریں گے۔

سلیمان علیہ السلام نے جن وانس وحیوانات سے اس بات کا مشورہ کیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا:-

مبارک ہے پیجئے اور حیات ابدی حاصل کیجئے۔

تب سلیمان نے اندیشہ کیا کہ کوئی اس مشاورت سے خالی تو نہیں رہا۔ ایک خار پشت باقی رہ گیا تھا۔ سو خیال میں گزرا اور اسے بھی بلانے کے لئے گھوڑے کو بھیجا۔ وہ اس کے ساتھ نہ آیا تب حضرت نے کتے کو بھیجا، خار پشت اس کے ساتھ چلا آیا۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا:-

تیرے ساتھ کچھ مشورہ کرنا ہے لیکن یہ تو بتا کہ گھوڑے سے زیادہ کونسا جانور شریف ہے جو تو اس کے بلانے سے نہ آیا اور کتا جو سب جانوروں سے خسیس اور نجس و ناپاک جانور ہے اس کے ساتھ چلا آیا اس کا کیا سبب ہے؟

خار پشت بولا:-

گھوڑا اگرچہ شریف ہے لیکن بے وفا ہے یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے دوسرے یہ کہ دشمن کو بھی اپنے اوپر سوار کر لیتا

ہے اور کتا ہر چند کہ خسیس ونجس ہے لیکن وفادار ہے ایک لقمہ کسی کا کھاوے تو ساری عمر اس کا احسان نہ بھولے۔

تب سلیمان نے کہا:-

ایک جام، آب حیات کا میرے پاس بھیجا گیا ہے اور اسکے پینے یا نہ پینے کا مجھے اختیار ہے۔ سب نے مجھے اس کے پینے کی رائے دی ہے۔ بھلا تیری اس میں کیا صلاح ہے؟ پیوں یا رد کروں۔

خار پشت نے پوچھا:-

یہ آب حیات فقط آپ کے لئے آیا ہے...... یا سب عیال واطفال وعزیز بھی اسے پیویں گے؟

فرمایا:- مجھ اکیلے کو اس کے پینے کا حکم ہے۔

خار پشت بولا:-

تو اس کا پینا مناسب نہیں، کیونکہ ہر ایک عزیز تمھارے روبرو جب مرے گا تو ان کے غم و ماتم سے یہ جانِ شیریں آپ کو تلخ ہوگی ۔عزیز دوست جب کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف ہے۔

یہ بات سلیمان کو پسند آئی اور وہ آب حیات واپس کردیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور خوف خدا

۵............ روتے روتے بینائی چلی گئی

بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات والا برکات سے اتنا اشتیاق پیدا ہوا کہ آپ مسلسل دس سال تک روتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دوبارہ روشنی بحال فرمادی۔ پھر گیارہ سال تک روتے رہے یہاں تک کہ آنکھوں کی روشنی پھر ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر کرم فرمایا اور آنکھیں پہلے کی طرح صحیح وسالم دیکھنے لگیں مگر:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

عشق الٰہی کا غلبہ مزید تیز ہوا اور اسی طرح گیارہ برس تک زاروقطار روتے ہوئے گزر گئے، حتیٰ کہ آنکھوں کی بینائی پھر جواب دے گئی، اللہ تعالیٰ نے پھر روشنی عطا فرمادی، نیز خطاب فرمایا:

اے میرے شعیب! اگر تم جنت کے طالب ہو اور دوزخ سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو سنو! تمہیں جنت عطا کی اور دوزخ کو تم پر حرام ٹھرایا۔ اب تو خوش ہو جاؤ۔

آپ نے عرض کیا:

الٰہی! نہ مجھے جنت کی طلب ہے نہ میں جہنم کے ڈر سے روتا ہوں میں تو صرف اور صرف تیرے عشق میں مبتلا ہوں۔

آواز آئی اچھا پھر روتے رہیئے اور اپنے عشق کی تکمیل کرتے رہیئے۔ چنانچہ مزید دس برس تک عشق خداوندی میں آنسو بہاتے رہے یہاں تک کہ اپنی آنکھیں اپنے رب کے حضور نثار کردیں۔

شعیب علیہ السلام یہاں تک روئے کہ بینائی جاتی رہی، پھر خدا نے ان کو بینائی عطا فرمائی پھر اس قدر روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔

خدائے تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی حالانکہ خدا کو سب سے زیادہ معلوم ہے کہ اگر آپ کا رونا دوزخ کے خوف سے ہو تو میں آپ کو اس سے امن دیتا ہوں اور اگر آپ کا رونا جنت کے شوق میں ہو تو میں جنت کو آپ کے لئے واجب کئے دیتا ہوں انھوں نے عرض کیا:

"اے میرے رب! نہ میں اس کی وجہ سے روتا ہوں اور نہ اس کی وجہ سے، بلکہ میں تو صرف آپ کے شوق میں روتا ہوں۔"

خدا نے وحی بھیجی:-

اچھا تو پھر روئیے کیونکہ اس بیماری کا تو سوائے رونے کے کوئی علاج ہی نہیں۔

(حوالہ احیاء العلوم)

حضرت اسحاق علیہ السلام اور خوف خدا

۷............آپ کی ولادت سے سارے بت سرنگوں ہو گئے

آپ سائرہ علیہ السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تو اسی رات یہاں کے بت خانوں میں سارے بت سرنگوں ہو گئے اور وہ بت یہ پکار اٹھے:

...... **لا الہ الا اللہ اسحق نبی اللہ**......

بعد ازاں جب آپ بڑے ہوئے اور رسالت کی چادر پہنی تو ہمیشہ طاعت اور نماز میں مشغول رہتے، کسی وقت بھی یاد الٰہی سے خالی نہ رہتے، ہمیشہ ڈر کے مارے کانپتے رہتے۔ چنانچہ قصص انبیاء میں لکھا ہے:۔

جب رات ہوتی تو آپ گلے میں زنجیر ڈال کر پیٹھ باندھ لیتے۔
اور ساری رات اس طرح بسر کرتے۔ اور دن کو تبلیغ و رسالت کا
کام کرتے چنانچہ آپ کی ساری عمر اسی طرح بسر ہوئی۔

آپ کو معجزہ وصف یہ ملا کہ آپ کی نسل سے ستر پیغمبر مرسل پیدا ہوئے۔ اور بنی اسرائل کے صاحب ملت بنے۔ سارے درویش! انبیاء اولیاء خوف الٰہی کے مارے اسی طرح پگھلتے آئے ہیں جیسے سونا کٹھالی میں اس واسطے کہ اپنا انجام کسی کو معلوم نہیں کہ جہاں سے کیسے جائے گا۔

☆☆☆☆☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خوف خدا

٦........... دو میل تک دل کی دھڑکن کی آواز

ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنی خطا یاد آتی تو غشی طاری ہو جاتی اوران کے دل کی آواز ایک میل کے فاصلہ سے سنائی دیتی تھی۔ کسی نے آپؑ سے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں پھراس قدر غم کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو دوستی کو بھول جاتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لغزش کا جب ذکر کیا جاتا، تو ان پر غشی طاری ہو جاتی اور میل دو میل سے ان کے دل کی دھڑکن سنی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی جانب بھیجا، انہوں نے ان کو کہا:

جبار تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کیا آپ نے کوئی خلیل (گہرا دوست) دیکھا ہے جو اپنے خلیل سے ڈرتا ہو۔

انہوں نے فرمایا: اے جبرائیل! جب میں اپنی لغزش کو یاد کرتا ہوں اوراس کے انجام پر غور کرتا ہوں تو اپنی خلعت بھی بھول جاتا ہوں۔

میرے بھائیو! جب انبیاء کرام علیہم السلام، اولیائے صالحین اور زاہدین کا یہ حال ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز میں مشغول ہوتے تو میل بھر کے فاصلے سے ان کے آہ وبکا کی آواز سنائی دیتی۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف کی وجہ سے ان کے سینے سے ہنڈیا کے ابلنے کی سی آواز آتی۔

عبداللہ بن ریاح انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے کعب سے...... ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب...... کی تفسیر میں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ جب جہنم کا ذکر ہوتا تو جہنم کی وجہ سے بہت دردمند ہو جاتے اور جہنم کی وجہ سے بہت آہیں بھرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خوف خدا

۸.........حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمنائے دیدار الٰہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدار الٰہی کی تمنا کی:۔

...... رب ارنی ......میرے رب! مجھے زیارت سے نوازیئے۔

جواب آیا: ...... لن ترانی ...... تم ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

اس کلام کے بعد حضرت کلیم اللہ کو کسی نے بھی مسکراتے نہیں دیکھا، البتہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے غمی اور خاموشی کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

جسے اس کا مالک فرمادے کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا تو وہ غمناک کیوں نہ رہے۔

ایک مرتبہ آپ کوہ طور پر مناجات میں محو تھے کہ ارشاد ہوا میرے کلیم! تم نے بھوکا پیاسا اور پریشان رہنا کیوں پسند کرلیا ہے؟ آپ کے دل سے ایک ہوک سی بلند ہوئی اور پھر عرض گزار ہوئے!

الٰہی! تجھے سب کچھ معلوم ہے جب تو نے فرمادیا ہے...... لن ترانی......اسی وقت سے میری بھوک اور پیاس مٹ چکی ہے، آرام وسکون ختم ہوگیا ہے۔اب میں نے غم کو اپنا مونس و ہمدم بنا لیا ہے۔

ارشاد ہوا:

اگر تم میرے دیدار کے طالب ہو اور محشر میں میری ملاقات کے تمنائی ہو تو شکم سیری سے پرہیز کرو، قلب وجگر کو پیاسا رکھو، آنکھوں کو نمناک اور دل کو ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہنے دو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور خوف خدا

۹............کثرت گریہ سے رخسار پھٹ گئے اور دانت !!!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا میں بہت رویا کرتے تھے، ایک دفعہ اتنا روئے کہ ان کے رخسار پھٹ گئے۔ ان پر سے گوشت اور چمڑا غائب ہوگیا اور بالآخران کے دانت واضح طور پر نظر آنے لگے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے یہ دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا فرمایا بیٹا! مجھ سے تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی اگر میں تمہارے دانتوں کے چھپانے کا بندوبست کروں تو کیسا رہے گا؟

آپ نے عرض کی: بہت بہتر جیسے آپ کی مرضی۔

آپ کی والدہ محترمہ نے اون لے کر اس سے ایک پھاہا سا بنایا اور آپ کے چہرے پر رخساروں کی جگہ رکھ دیا، لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام جب رونا شروع کرتے تو وہ پھاہا تر ہو جاتا، آپ کی والدہ محترمہ اس گیلے پھاہے کو اتار کر اس کی جگہ نیا پھاہا رکھ دیتیں، حضرت یحییٰ علیہ السلام پھر روتے اور پھاہا پھر آپ کے آنسوؤں سے تربتر ہو جاتا، آپ کی والدہ محترمہ اسے پھر بدل دیتیں کئی بار ایسا ہوا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گریہ وزاری اور خوفِ جہنم

حضرت زکریا علیہ السلام جب اپنے ماننے والوں کو نصیحت کرتے تو لوگوں سے پوچھ لیتے کہ تم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام تو نہیں بیٹھے، اگر آپ بیٹھے ہوتے تو حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی زیادہ رقت قلبی کا لحاظ رکھتے ہوئے قیامت اور جہنم کا ذکر نہ کرتے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی رقت قلبی

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام مجمع میں ایک طرف سر ڈھانپ کر چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ حضرت زکریا علیہ السلام انہیں دیکھ نہ سکیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام آئے اور حسب معمول وعظ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں حضرت یحییٰ (علیہ السلام) تو نہیں بیٹھے؟ چونکہ لوگوں کو آپ کی موجودگی کا علم نہ تھا اس لئے سب نے کہا نہیں۔ لہٰذا بڑے رقت آمیز لہجے میں اپنے وعظ کا آغاز کیا اور فرمایا:-

بھائیو! میری باتیں غور سے سنو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو...... ابھی ابھی جبرائیل امین یہ پیغام لے کر آئے ہیں......

> اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ایک درجہ تیار کر رکھا ہے...... جس کا نام وادی سکوان ہے......، اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ بنایا ہے...... جس کو غضبان کہا جاتا ہے...... جہنم کی اس وادی سے صرف وہی بچ سکے گا...... جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت رویا کرتا تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جب آپ کا یہ وعظ سنا تو ایک دردناک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کافی دیر بے ہوش رہنے کے بعد جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے پھر رونا شروع کر دیا اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور سر میں خاک ڈالتے ہوئے جنگل کی طرف چل دیئے۔ آپ کی حالت دیکھ کر سب لوگ بھی روتے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے جنگل کی طرف چل دیئے مگر جنگل میں تلاش بسیار کے باوجود آپ کو نہ پا سکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام اس حالت سے بہت زیادہ پریشان ہو گئے اور ان کی گمشدگی کے غم کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ لوگ آپ کو چارپائی پر ڈال کر آپ کے گھر واپس لائے۔ جب آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ صورتحال دیکھی تو لوگوں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے ان کو سب کچھ بتا دیا، جس سے ان کی آنکھوں میں

بھی آنسو آ گئے اور حضرت یحییٰ کی والدہ نے جب یہ بات سنی تو صبر نہ کر سکیں اپنی لاٹھی اٹھائی اور یحییٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکل پڑیں۔

آپ کی والدہ تین دن تک مسلسل آپ کو تلاش کرتی رہیں مگر آپ نہ ملے۔ بالآخر آپ کی والدہ نے چند چرواہوں کو دیکھا جو جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے۔ انہوں ان چرواہوں سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ چرواہوں نے کہا اور تو ہمیں کچھ معلوم نہیں البتہ گذشتہ رات ہم نے اس پہاڑ سے کسی آدمی کی آواز سنی تھی جو یہ کہہ رہا تھا۔

ہائے افسوس! جہنم میں وادی سکوان بھی ہے۔

ہائے افسوس! وہاں غضبان پہاڑ بھی ہے۔

ہائے افسوس! جہنم کی آگ کتنی سخت گرم ہے۔

آپ کی والدہ پہاڑ کی طرف گئیں تو دیکھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام وہاں غمزدہ اور پریشان حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی کچھ کہے جا رہے ہیں جو چرواہوں نے بتایا تھا۔ انھوں نے آپ کو اٹھایا اور سینے سے لگایا اور پھر ساتھ لے کر واپس گھر کی طرف لوٹ آئیں۔ گھر آ کر آپ کی والدہ نے جو کی روٹی اور گوشت آپ کے سامنے رکھا اور کہا:

بیٹا! اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے اولاد پر جس حق کی قسم اٹھائی ہے میں تجھے اسی کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ میری بات مان جا! یہ کھانا کھا لے اور کم از کم آج کی رات ہی آرام کر لے۔ یہ بوسیدہ کپڑے بھی اتار دے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام ماں کی مامتا کے سامنے مجبور ہو گئے اور رو پڑے۔ لیکن پھر کھانا تناول کرنا شروع کر دیا اور کھانے کے بعد سو گئے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ کے پاؤں کو ہلا کر آپ کو بیدار کر دیا۔ کہنے لگے:۔

"جناب یحییٰ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ شاید آپ کو میرے گھر سے بڑھ کر کوئی اور اچھا گھر مل گیا ہے جس کی وجہ سے آپ آرام سے سو رہے ہیں؟ مجھے میری عزت و جلال کی قسم! اگر آپ میری جنت کو ایک بار دیکھ لیتے تو ساری عمر اس کے

شوق میں ہی روتے رہتے اور اگر آپ میری تیار کی ہوئی آگ کو
دیکھ لیتے تو اس کے خوف سے آپ کی ہڈیاں پگھل جاتیں''

یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے بستر سے اٹھے اور شدت غم سے روتے ہوئے باہر نکل گئے اس کے بعد ان کی والدہ نے ان کی میت ہی دیکھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کسی بد بخت ظالم نے قتل کر دیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک رات جو کی روٹی پیٹ بھر کھالی اور عبادت الٰہی میں حاضر نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی:

''اے یحییٰ! کیا تو نے اس دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا ہے؟ یا
میری جوار رحمت سے بہتر تو نے کوئی جوار پالیا ہے؟ مجھے عزت و
جلال کی قسم! اگر تو جنت الفردوس کا نظارہ کر لے اور جہنم کو دیکھ
لے تو آنسوؤں کے بدلے خون روئے اور اس مرقعہ کی بجائے
لوہے کا لباس پہنے''

ایک دن حضرت زکریا اپنے بیٹے کے پیچھے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانی میں کھڑے ہوئے پیاس سے بے تاب ہیں اور خدا سے التجا کرتے ہیں:

قسم ہے تیری عزت کی! جبتک معلوم نہ ہو کہ تیرے پاس میرا درجہ کیا ہے ہرگز پانی نہ پیوں گا آپ اتنا روتے تھے کہ آپ کے چہرہ پر گوشت باقی نہیں رہا تھا اور آپ کے دانت نظر آتے تھے اور آپ کی والدہ نمدہ کے ٹکڑے باندھتی تھیں تا کہ لوگ نہ دیکھیں۔ (احیاء العلوم)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ہم عمر دوستوں کو جواب

حضرت یحییٰ بن زکریا جب بچے تھے تو بیت المقدس میں عبادت کرتے، جب لڑکے انہیں کھیل کود کی خاطر بلاتے تو فرماتے کہ بھائی اللہ نے مجھے کھیلنے کے واسطے پیدا نہیں فرمایا۔ جب پندرہ کا سن ہوا تو مخلوق سے نکل کر صحرا میں چلے گئے۔

ایک دن ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام ان کے تعاقب میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ کم پانی میں پاؤں رکھے کھڑے ہیں اور پیاس کے مارے ہلاکت کے قریب

ہیں اور عرض کررہے ہیں:

اے اللہ! قسم ہے تیری عزت کی جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہولے
کہ تیرے نزدیک میرا رتبہ کیا ہے میں پانی نہیں پیوں گا۔

اور اس قدر روتے کہ ان کے رخسار پر گوشت باقی نہ رہا، دانت نکل آئے، نمدے کے دو ٹکڑے ان کے رخساروں پر رکھ دیئے گئے، تاکہ مخلوق یہ ہیئت کذائی نہ دیکھے۔ انبیاء کے اس قسم کے حالات بہت ہیں۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیں ننگی ہوگئیں تو ان کی والدہ نے نمدے کی دو تہیں ان رخساروں پر باندھ دیں۔

بچپن میں خوف خدا کا انداز

یحییٰ علیہ السلام ابھی بچے تھے کہ خوف الٰہی سے اس قدر روئے کہ رخسار مبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ الغرض ایک روز پہاڑ پر سر سجدے میں رکھ کر رو رہے تھے آپ کی والدہ صاحبہ بھی جا نکلیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شفقت مادرانہ کی۔ آپ نے سمجھا کہ شاید ملک الموت ہے، اس لئے کہا کہ ذرا ٹھر جا، تاکہ میں والدہ کا دیدار کرلوں۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ نے نعرہ مار کر کہا اے جان مادر! میں ملک الموت نہیں میں تیری ماں ہوں مرے ساتھ چل اور کھانا کھالے۔ الغرض حکم عدولی نہ کرکے آپ والدہ کے ہمراہ گھر آئے والدہ صاحبہ نے فرمایا:

اے یحییٰ! تو ابھی بچہ ہے تو نے ایسا گناہ نہیں کیا جس کے سبب تو اس قدر روتا ہے۔ عرض کی آپ سچ فرماتی ہیں لیکن اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں ڈال دیں تو کیا آپ مجھے چھڑا سکتی ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی پس پھر آپ پر واجب نہیں کہ مجھے رونے اور یاد الٰہی سے باز رکھیں کیونکہ مجھے اس کی تدبیر آج ہی کرنی ہے تاکہ میں روز قیامت کو عذاب دوزخ سے رہا ہوسکوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خوف خدا

۱۰............قیامت کے خوف سے تمام بال سفید ہو گئے

حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ ہمیں کوئی نشانی دکھائیں۔ آپ نے فرمایا کیا؟ کہنے لگے کوئی مردہ زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ ان کو ایک قبر پر لے گئے اور قبر پر لے جا کر آپ نے مردے سے کہا:

قم باذن الله......تو اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا!

اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو تھوڑی دیر کے لئے زندہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان قبر میں سے اٹھا اس کے بال سفید تھے مگر اس کا چہرہ جوانوں جیسا لگ رہا تھا۔

پوچھا : تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں نوح علیہ السلام کا نیک بیٹا ہوں۔

ایک بیٹے کا تو کفار کے ساتھ حشر ہوا اور وہ ڈوب گیا تھا۔

آپ نے فرمایا : اچھا تجھے مرے ہوئے کتنا وقت گزر چکا؟

اس نے کہا : چار ہزار سال ہو گئے ہیں۔

پھر پوچھا : بتاؤ تمھارے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟

کہنے لگا : میں قبر میں تھا تو سخت سزا تھی لیکن جب مجھے......**قم باذن الله** کہا گیا تو میں یوں سمجھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے تو قیامت کے خوف کی وجہ سے میرے تمام بال سفید ہو گئے ہیں۔ میں سمجھا کہ شائد مجھے قیامت کے لئے کھڑا کیا جا رہا ہے وہ ایسا دن ہوگا کہ...... **یوم یجعل الولدان شیبا**......جس دن کی سختی بچوں کو بھی بوڑھا کر کے رکھ دے گی۔

اب بتایئے کہ اس وحشت کے دن میں ہمیں اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونا ہے اور انسان کے نیک عملوں کا اس کے سر کے اوپر سایہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موت سے ڈرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی موت کو یاد کرتے تو ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ باوجود یہ کہ انھیں روح اللہ کا اعزاز حاصل تھا، پھر بھی ان کے دل میں اتنا خوف پیدا ہو جاتا تا کہ پسینہ سے ان کی جگہ تر ہو جاتی۔ درحقیقت ان کا یہ پسینہ سرتاپا خون ہی تو تھا۔ جب روح اللہ کا یہ حال تھا تو بوقت مرگ ہمارا کیا حال ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر والوں سے خطاب

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حواریوں (وہ لوگ جو آپ پر ایمان لانے کے بعد آپ کی مصاحبت میں آپ کے ہمراہ رہتے تھے) کے ہمراہ قبرستان میں ایک قبر پر کھڑے تھے۔ اسی موقعہ پر آپ کے حواریوں نے قبر کی تاریکی، اس کی تنگی اور اس کی وحشت کا ذکر کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں اس سے بھی زیادہ تنگ و تاریک مقام پر تھے جب اللہ تعالیٰ فراخ کرنا چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے"

(کتاب الزہد لابن حنبل ص ۵۴)

احیاء میں ہے عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد کیا:

"اے حواریوں کی جماعت کے لوگو! تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم لوگ کفر سے ڈرتے ہیں"

کسی نبی کو برسوں گرسنگی، جون اور برہنگی کی شکایت رہی۔ خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کیا آپ کو یہ پسند نہیں آیا کہ میں نے آپ کے دل کو کفر سے معصوم و محفوظ بنا دیا یہاں تک کہ

آپ مجھ سے دنیا طلب کریں۔

اس پر انھوں نے خاک لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہنے لگے: اے رب! میں راضی ہوں مجھے آپ کفر سے بچائے رکھیئے۔ (احیاء العلوم)

میں نے تفسیر قرطبی میں سورۂ رعد کے متعلق بروایت حضرت محمد ﷺ دیکھا ہے، اگر خدا میں معافی رحمت اور درگزر کرنے کی صفت نہ ہوتی تو کسی کو عیش گوارہ نہ ہوتا اور اگر اس میں عقاب وعید اور عذاب دینے کی صفت نہ ہوتی تو سب بھروسہ کر بیٹھتے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک بستی پر گزر

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک بستی سے گزر ہوا دیکھا تو سب برباد ہوئے پڑے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسا ہے۔

فصب علیهم ربک سوط عذاب . ان ربک لبا لمرصاد

''تیرے رب کے عذاب کا کوڑا برسا ہے''

میرے بھائیو! آج کے کفر پر اللہ تعالیٰ کا کوڑا کیوں نہیں برس رہا؟ کہ آج کھرا اسلام دنیا میں کوئی نہیں، آج کھرے کلمے والے کوئی نہیں۔ جس زمانے میں، جس وقت میں ماضی میں، مستقبل مین، حال میں جب بھی یہ کلمے والے حقیقت والا کلمہ سیکھ لیں گے تو اللہ کے عذاب کا کوڑا بڑی سے بڑی مادی طاقت پر برسے گا۔

چاہے وہ ایٹم کی طاقت ہو،

چاہے وہ تلوار کی طاقت ہو،

چاہے وہ حکومت کی طاقت ہو۔

اللہ کے عذاب کا کوڑا برسے گا جب کلمے والے وجود میں آئیں گے۔

عیسٰی علیہ السلام فرمانے لگے یہ سب اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام کی آواز پر مردے زندہ ہوتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردے سے سوال جواب

آپ نے نداء کی: **یا اهل القریه**......اے بستی والو!

جواب آیا : **لبیک یا نبی الله** ...... لبیک اے اللہ کے نبی!

آپ نے فرمایا : **ماذا جنا یتکم وما ذا سبب هلا ککم** ......

تمھارا گناہ کیا تھا تمھیں کس سبب سے ہلاک کیا گیا؟

آواز آئی : **حب الدنیا و صحبة تواغیت** ......

ہمارے دو کام تھے جس کی وجہ سے ہم ہلاک ہوئے، ایک تو دنیا سے محبت تھی اور ایک تواغیت کے ساتھ صحبت تھی۔

آپ نے فرمایا: تواغیت کی صحبت سے کیا مطلب ہے؟

آواز آئی : برے لوگوں کا ساتھ دیتے تھے، بروں کی صحبت میں بیٹھتے تھے،

پھر پوچھا : دنیا کی محبت سے کیا مطلب ہے؟

آواز آئی : دنیا سے محبت اس طرح تھی...... **کام لو لدھا** ...... جیسے ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے، جب دنیا آتی تھی تو خوش ہوتے تھے، جب دنیا ہاتھ سے نکل جاتی تھی تو غمگین ہو جاتے تھے، حلال حرام کا خیال کئے بغیر دنیا کماتے تھے اور جائز ناجائز کی پرواہ کئے بغیر دنیا خرچ کرتے تھے کمائی میں حلال حرام کو نہیں دیکھتے تھے اور خرچ کرنے میں بھی جائز ناجائز کو نہیں دیکھتے تھے، اس پر ہماری پکڑ ہوئی۔

آپ نے فرمایا: پھر تمھارے ساتھ کیا ہوا؟

آواز آئی : **بتنا با لعافیة و اصبحنا فی الهاویه**......رات کو اپنے گھروں میں سوئے لیکن جب صبح ہوئی تو ہم سب کے سب ہاویہ میں پہنچ چکے تھے

آپ نے فرمایا: **وما هاویه**...... یہ ہاویہ کیا ہے؟

آواز آئی : سجین...... یہ سجین ہے۔

آپ نے پوچھا: وما سجین...... یہ سجین کیا ہے؟

آواز آئی : کل جمرة منها مثل اطباق الدنیا کلها ،و دفنت ارواحنا فیها...... اے اللہ کے نبی! سجین وہ قید خانہ ہے جس کا ایک ایک انگارہ ساتوں زمینوں کے برابر بڑا ہے اور ہماری ارواح کو اس کے اندر دفن کر دیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: تم ہی ایک بول رہے ہو، دوسرے کیوں نہیں بولتے ؟

آواز آئی : اے اللہ نبی! تمام لوگوں کو آگ کی لگام چڑھی ہوئی ہیں، وہ نہیں بول سکتے، میرے منہ میں لگام نہیں ہے، میں اس لئے بول رہا ہوں۔

فرمایا : تو کیوں بچا ہوا ہے؟

کہنے لگا : میں ہاویہ کے کنارے پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے منہ پر لگام بھی نہیں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ تو رہتا تھا لیکن ان جیسے کام نہیں کرتا تھا ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میں بھی پکڑا گیا، اب میں کنارے پر بیٹھا ہوں لیکن لگام نہیں چڑھی، پتہ نہیں نیچے گرتا ہوں یا اللہ اپنے کرم سے مجھے بچاتا ہے، مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام جب موت کو یاد کرتے تو آپ کے جسم سے خون پھوٹ آتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی، نوح علیہ السلام کے بیٹے ''سام'' سے گفتگو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے ایک قبر دیکھی تو فرمایا یہ نوح علی علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر ہے۔ جب طوفان آیا تو سارے مر گئے پھر تین بیٹوں سے نسل چلی

......سام......حام......یافث......

ہم سارے سام کی اولاد ہیں، سارے یورپ والے یافث کی اولاد ہیں اور

سارے افریقی حام کی اولاد ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ سام کی قبر ہے۔

انہوں نے کہا یا نبی اللہ اس کو زندہ تو کریں۔ انہوں نے حکم دیا وہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گئے، بات چیت فرمائی۔ پھر فرمایا: واپس چلا جا۔ کہا:

''اس شرط پر واپس جاتا ہوں کہ مجھے دوبارہ موت کی تکلیف نہ ہو کہ موت کا درد آج بھی میری ہڈیوں میں موجود ہے''

نصیحت آموز خواب

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقام پر تشریف فرما تھے، آپ کے چند ساتھی بھی ساتھ تھے کہ ایک دم ایک شخص حیرانی و پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں حاضر ہوا اور کچھ عرض کرنا چاہا۔ آپ نے حلم و وقار کے ساتھ اسے بیٹھنے کو کہا: جب اس کی طبیعت کی شورش رفع ہوئی تو آپ نے اسے معروضات پیش کرنے کو کہا۔

اس نے کہا حضور! میں نے آج صبح کے وقت ایک نہایت بھیانک خواب دیکھا ہے، نہ جانے میرے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ خدا کے لئے میری مدد فرمائیں۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں۔ اچانک ایک شیر کے دھاڑنے کی آواز سن کر بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک کنویں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوفناک شیر میرا پیچھا کرتا ہوا آ رہا ہے، میں نے دیکھا کہ ایک درخت کی جڑیں اس کنویں میں لٹک رہی ہیں۔

میں شیر سے بچنے کے لئے اس درخت کی جڑ کو پکڑ کر کنویں میں اترنے لگا۔ اتنے میں شیر کنویں کے منہ پر آ گیا۔ وہ نہایت غصے میں مجھے اوپر سے گھورنے لگا۔ شاید وہ اس انتظار میں تھا کہ میں اوپر آؤں تو وہ مجھے اپنا لقمہ بنائے۔ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ کنویں میں کتنا پانی ہے میں نے جو نیچے نگاہ ڈالی تو لرز اٹھا۔ کیونکہ وہ کنواں خشک تھا اس میں پانی کے بجائے ایک نہایت خوفناک اژدھا تھا جو منہ پھاڑے اس انتظار میں تھا کہ میں نیچے

اتروں اور وہ مجھے ہڑپ کر لے۔ کنویں کے منہ پر شیر اور تہہ میں خوف ناک اژدھا۔ دونوں مجھے نگلنے کے لئے تیار۔ یا خدایا! میں کیا کروں؟ درخت کی جڑ کی ایک شاخ ہی میرا واحد سہارا تھی۔ میں نے اسے مضبوطی سے تھام لیا اور تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرنے لگا۔

اتفاقاً تھوڑی دیر بعد جو میں نے نگاہ اٹھائی تو ایسا منظر دیکھ کر میں کانپ اٹھا اور موت میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ کیا دیکھا کہ ایک سفید اور ایک سیاہ پرندہ ہے اور دونوں کنویں میں لٹکی ہوئی اس جڑ کو کتر رہے ہیں۔

اب میری موت یقینی تھی کیونکہ جس تیزی سے اس شاخ کو وہ پرندے کتر رہے تھے بہت جلد وہ شاخ ٹوٹ جاتی اور میں دھڑام سے اژدھے کے منہ میں چلا جاتا۔ امید کی نبض ڈوبنے لگی اور میں سخت اضطراب میں تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

جسم پر لرزہ طاری تھا اور سارا بدن پسینے میں شرابور۔ حضور! میں بھاگا بھاگا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، خدا کے لئے مجھے ناامید نہ فرمائیے۔ اس خواب کی تعبیر بتلائیے کون سی مصیبت آنے والی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں اس خواب کو سن کر چمک اٹھیں۔ فرمایا: یہ خواب نہیں حقیقت ہے مگر افسوس کہ تم لوگ خواب کو حقیقت اور حقیقت کو خواب سمجھنے کو عادی ہو۔ سن!

وہ فرشتہ اجل ہے جو ہر وقت تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔ درخت کی جس جڑ کو پکڑ کر تو لٹکا ہوا تھا یہ تیرا تار حیات ہے اور وہ دو سفید اور سیاہ پرندے دن اور رات ہیں جو تیری زندگی کی مہلت کو کم سے کم کرتے جا رہے ہیں۔

کنویں کی تہ میں جو اژدھا منہ کھولے ہوئے تجھے نگل لینے کے انتظار میں تھا، یہ اژدھا نہیں تیری قبر ہے۔ جس میں ایک نہ ایک دن گر جانا ہے۔ حقیقت کو خواب سمجھنے والے اب بھی ہوش کے ناخن لے۔

پانچ ہزار سال تک موت کی سختی نہیں بھولی

ابوعمران جونی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سام بن نوح کے دوبارہ زندہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ان کی قبر دکھلا دو۔ لوگ آپ کو ان کی قبر پر لے گئے۔

آپ ان کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے سام اللہ کے اذن سے کھڑا ہو جا۔ وہب کہتے ہیں سام زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے تو ان کا سر اور داڑھی سفید تھی۔

عیسیٰؑ نے کہا: اے سام جب تمھارا انتقال ہوا تھا اس وقت تو تمھارے بال سیاہ تھے۔

سام نے کہا: ہاں لیکن میں نے جب آواز سنی تو خیال کیا کہ قیامت قائم ہو گئی اس لئے قیامت کے خوف سے میری داڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے۔

عیسیٰؑ نے پوچھا: آپ کو فوت ہوئے کتنا زمانہ ہوا؟

سام نے فرمایا: پانچ ہزار سال اور اب تک مجھے روح نکلنے کی سختی نہیں بھولی۔

عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب قیامت کا ذکر آتا تو گمشدہ بچے والی ماں کی طرح چلا کر روتے اور فرماتے ابن مریم کو قیامت کے ذکر پر خاموش بیٹھنا مناسب نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غار میں سوئے ہوئے سے ناصحانہ کلام

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک دفعہ ایک غار میں گئے جس میں ایک مرد سویا ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا: اے دنیا جہان سے بے خبر انسان اٹھو، جاگو، کچھ کام کرو تا کہ اسکی مزدوری اور اجرت حاصل کر سکو۔

اس نے کہا: میں نے دونوں جہان کے کام مکمل کر لئے ہیں میں اب ابدالآباد تک فارغ ہو چکا ہوں۔

آپ نے فرمایا: اے مرد راہ کونسا کام تم کر چکے ہو؟

اس نے کہا: دنیا میرے نزدیک دنیا ایک پر کا (تنکے) کے برابر ہے ساری دنیا کو میں ایک روٹی کے عوض دے دیتا ہوں اور روٹی کتے کو دے دیتا ہوں جس طرح اسے ہڈی دی جاتی ہے لہٰذا میں اب ایک مدت سے دنیا کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہوں میں بچہ نہیں ہوں بلکہ بالغ آدمی ہوں اور چونکہ بالغ ہوں اس لئے مجھے دنیا کے لہوولعب سے کیا کام ہے

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو کہا:

اب تم جو چاہو کرو، جب تم دنیا سے فارغ ہو چکے ہو تو مزے سے سو جاؤ، تمھیں اچھی نیند مبارک ہو، اب تجھے دنیا سے کوئی ہمدردی اور دلچسپی نہیں رہی، تم نے تمام کرنے والے کام یک بارگی کر لئے ہیں۔

سونا اگر چہ سرخ رنگ کا اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اگر اسے ہاتھ میں بند رکھو گے تو وہ آگ ہے چونکہ تیری آنکھ کو راستے پر کوئی چور نظر نہیں آتا اس لئے تم سونے چاندی کو اپنے اندھے پن کی وجہ سے محفوظ رکھتے ہو۔

حالانکہ کئی دفعہ یوں بھی ہوا ہے کہ ایک جو کے برابر سونے کی خاطر ایمان اور جان دونوں سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اگر سینکڑوں خزانے بھی تو نے چھپا رکھے ہیں، تاہم اس کا اصل مقصد کچھ فائدہ حاصل کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب اس سارے خزانے سے انسان کا حصہ صرف ایک روٹی ہے تو پھر خواہ مخواہ دولت جمع کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانی کے مٹکے کا عارفانہ کلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایسی نہر سے پانی پیا جس کا پانی بہت ہی میٹھا تھا۔ بلکہ وہ پانی گلاب سے بھی زیادہ خوش ذائقہ تھا۔ وہاں کسی شخص نے اس نہر کے پانی سے مٹکا بھر کر رکھا ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس مٹکے سے بھی پانی پیا، مگراس مٹکے کا پانی اتنا کڑوا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منہ بھی تلخ ہوگیا۔آپ مٹکے کے پاس آئے اور کہنے لگے:

یہ بات کیا ہے کہ نہر کا پانی اور مٹکے کا پانی ایک ہی ہیں، مگر مٹکے کا پانی اتنا کڑوا ہے کہ میرا منہ بھی تلخ ہوگیا۔جبکہ نہر کا پانی شربت کی طرح میٹھا تھا۔آخر یہ راز کیا ہے؟

اللہ کے حکم سے مٹکے نے جواب دیا اور کہا:

> اے عیسیٰ! میری مثال ایک بوڑھے آدمی کی طرح ہے جسے ہر وقت موت کا ڈر رہتا ہے، میرے پیالے کو نیچے رکھ دو۔کیونکہ میں کبھی کوزہ کی شکل میں، کبھی مٹکے کی شکل میں، اور کبھی کونڈے کی شکل میں ہوتا ہوں، خواہ مجھے ہزار بار مٹکا ہی بنایا جائے۔پھر بھی مجھے موت کی تلخی یاد رہتی ہے۔موت کی تلخی کو یاد رکھ کر میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ میرا پانی بھی کڑوا ہوگیا ہے۔

اے غافل انسان! تم مٹکے سے ہی یہ راز حاصل کرو اور غفلت کی وجہ سے خود کو مٹکا نہ بناؤ۔تم نے اپنے آپ کو غفلت میں الجھا رکھا ہے۔اعراض معلوم کرنے والے موت آنے سے پہلے سنبھل جاؤ اور اس حقیقت کو پالو۔جب تم اپنی زندگی میں اپنی حقیقت کو نہیں پہچانو گے، تو مرنے کے بعد اس راز کو کیسے معلوم کرو گے؟

نہ تو اس زندگی میں تجھے اپنے آپ کی کچھ خبر ہے اور نہ ہی تیرے جود پر موت کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے۔جو شخص زندگی میں غافل ہوگیا ہو وہ درحقیقت مردہ اور گم کشتہ ہے اولاد آدم ہونے کے باوجود اس میں آدمیت نہیں ہے اور جس درویش پر ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہوں وہ اپنی حقیقت کو کیسے معلوم کرسکتا ہے؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ

حضرت تھانوی کے مواعظ میں دو پیغمبروں کا ذکر ہے، ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ یہ دونوں باہم خالہ زاد بھائی ہیں، رشتہ بھی قریب کا ہے لیکن ان دونوں کی شان الگ الگ ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت الٰہی کا غلبہ تھا، وہ ہر وقت روتے رہتے تھے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ وہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے، ایک دفعہ دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا:

بھائی صاحب! آپ اللہ تعالیٰ سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟ اتنا خوف کیوں ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم بھی تو ہیں۔ دیکھئے آپ نے روتے روتے اپنے رخسار بھی خراب کر لئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں دیکھتا ہوں آپ روتے ہی نہیں۔ جب دیکھو ہنستے رہتے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیئے۔

حالانکہ دونوں اللہ کے نبی ہیں، دونوں برحق ہیں، دونوں کا حال اپنی اپنی جگہ سچا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے ایک فرشتہ نازل فرمایا اس نے ان دونوں سے عرض کیا:

''اللہ پاک نے مجھے آپ دونوں کی خدمت میں بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا حال بھی درست ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا حال بھی صحیح ہے''

''خشیت الٰہی سے رونا بھی برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسکرانا بھی سچ ہے۔ رونا بھی چاہیئے اور مسکرانا بھی چاہیئے''

لیکن فرمایا کہ ''حضرت یحییٰ علیہ السلام کا جو حال ہے وہ تنہائی میں ہونا چاہئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال جلوت میں ہونا چاہیئے۔یعنی جب سب کے سامنے ہو تو چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہیئے اور جب تنہائی میں ہو تو اپنے گناہوں پر رونے والا ہونا چاہیئے''

لہٰذا ہمارے لئے راہِ عمل یہ ہے:-

تنہائی میں اپنے گناہوں، اپنی کوتاہیوں، خامیوں، کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی عدم ادائیگی پر رونا چاہیئے، کہ یا اللہ میں بہت خطا کار ہوں، آپ کے احکام کی بجا آوری میں بڑا غافل اور نالائق ہوں آپ سے معافی چاہتا ہوں معاف کردیجئے۔تنہائی میں یہ جذبہ ہو اور سب کے سامنے چہرے پر مسکراہٹ ہو۔

(مواعظ تھانوی)

حضرت یعقوب علیہ السلام اور خوف خدا

۱۱.......... عزرائیل کے تین قاصد

زہرالریاض میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ملک الموت سے بھائی چارہ تھا۔ایک دن ملک الموت حاضر ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا

: تم ملاقات کے لئے آئے ہو یا روح قبض کرنے کو؟

عزرائیل نے کہا : صرف ملاقات کو آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا : مجھے ایک بات کہنی ہے۔

ملک الموت بولے : کہیے کون سی بات ہے؟

آپ نے فرمایا : جب میری موت قریب آجائے اور تم روح قبض کرنے کو آنے والے ہوتو مجھے پہلے سے آگاہ کردینا۔

ملک الموت نے کہا : بہتر! میں اپنی آمد سے پہلے آپ کے پاس دو تین قاصد بھیجوں گا۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا اور ملک الموت روح قبض کرنے کو پہنچے تو آپ نے کہا تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ اپنی آمد سے پہلے میری طرف قاصد بھیجو گے۔عزرائیل نے کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا۔

پہلے تو آپ کے سیاہ بال سفید ہوئے...... یہ پہلا قاصد تھا۔

پھر بدن کی چستی و توانائی ختم ہوئی............ یہ دوسرا قاصد تھا

اور بعد میں آپ کا بدن بھی جھک گیا...... یہ تیسرا قاصد تھا۔

اے یعقوب علیہ السلام ہر انسان کے پاس میرے تین قاصد آئے ہیں۔

مضنی الدھی والایام والذنب حاصل
وجاء رسول الموت والقلب غافل
یعمک فی الدنیا غرور و حسرہ
و عیشک فی الدنیا محال و باطل
زمانہ گزر گیا اور گناہوں کو چھوڑ گیا
موت کا قاصد آپہنچا اور دل (خدا سے) غافل ہی رہا
تیری دنیاوی نعمتیں دھوکہ اور فریب ہیں
دنیا میں تیرا ہمیشہ رہنا محال اور کذب محض ہے

فرشتے اور خوفِ خدا

حضرت جبرائیل علیہ السلام اور خوفِ قیامت

ا...... حضرت جبرئیل علیہ السلام انتہائی عظیم المرتبت فرشتے ہیں۔ یہ جب بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آتے تھے تو ایک معمولی سے غلام کی مانند اجازت لے کر آیا کرتے تھے۔ ایک دن یہ عظیم الشان فرشتہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ اچانک کانپنے لگا اور آنحضرت ﷺ کی پناہ میں آ گیا ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں گزری تھی کہ اسرافیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پیغام دے کر چلے گئے، حضرت اسرافیل کے چلے جانے کے بعد حضرت جبرائیل پرسکون ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا:-

تمھیں کیا ہو گیا تھا اور کیوں کانپ رہے تھے؟

جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا:

”جب میں نے اسرافیل کو آسمان سے زمین کی جانب آتے ہوئے دیکھا تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں قیامت تو نہیں آنے والی ہے کیونکہ بروز قیامت حضرت اسرافیل بیت المقدس سے صور پھونکیں گے“

حضرت عزرائیل علیہ السلام پر غلبۂ عظمت الٰہیہ کا اثر

۲...... تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام پر جب حق تعالیٰ شانہ کی عظمت وجلالت کا ظہور ہوتا ہے تو سکڑ کر مثل چڑیا گوریا ہو جاتے ہیں۔

80,000 سال عبادت کرنے والا ملعون کیسے بنا؟

۳...... اسرافیل علیہ السلام نے لوح محفوظ میں دیکھا کہ ایک بندہ خدا کی اسی ہزار برس تک عبادت کرتا ہے پھر خدا اس کی عبادت کو رد کر دیتا ہے اور اس کو ملعون بنا دیتا ہے۔

اسرافیل علیہ السلام اس خوف سے رو دیئے کہ کہیں وہ بندہ میں ہی نہ ہوں۔ فرشتوں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا۔ اس پر تمام فرشتے رو پڑے، ہر ایک اس خوف سے کہ کہیں میں ہی وہ بندہ نہ ہوں۔

پھر سب کہنے لگے آؤ عزرائیل کے پاس چلیں کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے دعا کرے، چنانچہ اس کے پاس گئے اور اس سے ماجرا بیان کیا، اس نے کہا:

''اے اللہ! ان پر آپ غضب ناک نہ ہوں''

اس نے ان سب کے لئے تو دعا مانگی اور اپنے نفس کو بھول گیا۔ کیونکہ اس نے یوں دعا نہ کی تھی:

''اے اللہ! ہم سب پر غضب نہ کیجئے''

اور بعض کا قول ہے کہ ابلیس نے جنت کے دروازے پر دیکھا تھا کہ خدا کا ایک مقرب بندے کو ایک حکم ہوتا وہ بجا نہیں لاتا۔ ابلیس نے کہا: اے رب! مجھے حکم ہو تو میں اس پر لعنت کروں۔ چنانچہ ہزار برس تک خود ہی اپنے اوپر لعنت کرتا رہا۔

ساتوں آسمان پر ابلیس کے نام

۴...... پہلے آسمان پر اس کا نام عابد تھا، دوسرے پر راکع تھا، تیسرے پر ساجد، چوتھے پر خاشع، پانچویں پر قانت، چھٹے پر مجتہد، ساتویں پر زاہد۔ پھر اس کے بعد اس کا نام ابلیس تھا کیونکہ وہ خدا کی رحمت سے ناامید تھا۔

حضرت میکائیل و جبرائیل علیہ السلام کے رونے کی وجہ

۵...... روایات میں ہے کہ جب شیطان لعنت کا شکار ہوا تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام ہمیشہ روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی آئی کہ تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے غصہ اور تدبیر سے ہم مامون نہیں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے یعنی واقعی ڈرتے رہنا چاہیئے۔

فرشتوں نے رونا کب بند کیا؟

۶...... حضرت ابن المنکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو پیدا کیا تو تمام ملائکہ رویا کرتے تھے۔ جب اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا تب وہ چپ ہوئے، اس لئے کہ وہ سمجھ گئے کہ دوزخ ہماری خاطر پیدا نہیں کی گئی۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین میرے پاس آئے تو خوف خداوندی سے لرزاں و ترساں آتے۔

میکائیل علیہ السلام نے ہنسنا کب چھوڑا؟

۷...... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میکائیل علیہ السلام کو میں نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ جب سے اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے تب سے وہ نہیں ہنسے۔

ملائکہ علیہ السلام کا خوف

۸......اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

یخافو ن ربھم من فوقھم و یفعلو ن ما یوء مرون

وہ اپنے اوپر سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو انہیں حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جن کندھے اللہ کے ڈر سے کانپتے رہتے ہیں اور پھر پوری حدیث بیان کی۔

حاملین عرش کا خوفِ خدا

۹...... ہمیں یہ بات پہنچی کہ عرش اٹھانے والے فرشتوں کی آنکھوں سے نہروں کی طرح آنسو بہتے ہیں اور جب وہ سر اوپر اٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں تو پاک ہے جیسے تجھ سے ڈرنے کا حق ہے ایسا ڈرا نہیں جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو میرے نام سے جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں وہ یہ بات نہیں جانتے۔

جبرائیل علیہ السلام کا جہنم کے خوف سے روتے رہنا

۱۰...... جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا وہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے پرانی مشک کی طرح تھے۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ تو کہا:

جب سے اللہ نے جہنم کو پیدا کیا ہے اس ڈر سے میری آنکھیں خشک نہیں ہوئیں کہ میں اللہ کی نافرمانی کروں اور مجھے اس میں ڈال دے۔

نہروں کی طرح فرشتوں کے آنسو

۱۱...... یزید رقاشی نے کہا: عرش کے گرد اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جن کے آنسو قیامت تک نہروں کی طرح چلیں گے۔ وہ اس طرح اللہ کے ڈر سے لرزتے ہیں کہ جیسے ہوا ان کو اڑا کر لے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! تم کیوں خوف کرتے ہو جبکہ تم میرے پاس ہو؟ تو وہ کہتے ہیں:

اے رب! جتنا ہم تیری عزت و عظمت کو جانتے ہیں...... اگر زمین والے جان لیں...... تو کھانا پینا چھوڑ دیں...... اور بستروں پر نہ لیٹیں...... جنگلوں کی طرف نکل جائیں...... اور بیلوں کی طرح ڈکارتے رہیں۔

محمد بن منکدر نے کہا: جب سے جہنم پیدا ہوئی، فرشتوں کے دل لرزنے لگے۔ پھر جب آدم پیدا ہوئے تو ان کے دل کو سکون ہوا۔

فرشتوں کو اللہ کا حکم

۱۲...... روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا۔ ان کو وحی آئی کہ تم اتنا کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے ڈر سے بے خوف نہیں۔ حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو۔ میرے ڈر سے بے خوف نہ ہو۔

خشیت الٰہی کا فرشتوں پر اثر

۱۳...... اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہیں ہنستے۔ اس خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہم کو عذاب نہ دے۔

محمد ابن المنکد رار شاد فرماتے ہیں کہ جب دوزخ پیدا کی گئی تو فرشتوں کے دل ان کے سینوں سے باہر آگئے اور جب انسان پیدا کیا گیا تو وہ اپنی جگہ واپس آئے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میکائیل ہنستے کیوں نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب سے دوزخ کی تخلیق ہوئی میکائیل نے مسکرانا بند کر دیا۔ (احمد۔ابن ابی الدنیا)

یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار فرشتے ہیں ان میں سے کوئی بھی اس وقت سے نہیں ہنسا جب سے دوزخ پیدا کی گئی، اس خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس سے خفا نہ ہو جائیں اور اسے دوزخ کی آگ میں نہ ڈال دیں۔



باب نمبر ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اور

خوف خدا

حضور ﷺ اور خوفِ خدا

جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات محض اللہ کے رحم و کرم سے ہوگی

ا...... ذیل میں چند حدیثیں وہ درج کی جارہی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ خوف خدا اور فکر آخرت کے لحاظ سے خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا کیا حال تھا اور ان کی زندگی پر اسکے کیا اثرات پڑتے تھے۔

عن جابر قال قال روسول الله صلی الله علیه السلام
لا ید خل احد ا منکم عمله ا لجنة و لا یجیره من النار
ولا انا الا برحمةالله (رواه السلم) ۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی کا عمل اس کو جنت میں نہ لے جاسکے گا اور نہ دوزخ سے بچا سکے گا اور میرا بھی یہی حال ہے مگر اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں بھی اپنے عمل اور اپنی عبادت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم ہی سے جنت میں جاسکوں گا۔ آپؐ کے دل کی خوف و خشیت کی کیفیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ کافی ہے۔

آندھی و بارش کے وقت آپ ﷺ کی دعا

۲...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب ہوا زیادہ تیز چلتی تو آپ کی زبان پر یہ دعا جاری ہوجاتی:

اللھم انی اسئلک.. الخ ...... اے میرے اللہ! میں تجھ

سے سوال کرتا ہوں اس ہوا کی بھلائی کا اور اس میں جو کچھ ہے
اسکی بھلائی کا اور جس مقصد کے لئے بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی کا
اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اسکے شر سے اور اس میں جو کچھ ہے
اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے بھیجی گئی ہے اس کے شر سے

اور جب آسمان پر ابر آتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا اور اضطراب کی یہ حالت ہوتی کہ کبھی باہر آتے، کبھی اندر جاتے، کبھی آگے آتے کبھی پیچھے ہٹتے، پھر جب بارش ہو جاتی (اور خیریت سے گزر جاتی) تو یہ کیفیت آپ سے دور ہوتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ ﷺ کی اس حالت کو سمجھ لیا اور آپؐ سے پوچھا کہ تیز ہوا کو اور ابر کو دیکھ کر حضور کی یہ کیفیت کیوں ہو جاتی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

عائشہ (میں ڈرتا ہوں کہ) شاید یہ ابر و باد اس طرح کا ہو جو (حضرت ھود پیغمبر کی قوم) عاد کی طرف بھیجا گیا تھا (جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے) کہ جب ان لوگوں نے اس بادل کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ابر ہمارے لئے بارش لانے والا ہے (حالانکہ وہ بارش والا ابر نہ تھا، بلکہ آندھی کا ہلاکت خیز طوفان تھا، جو ان کو تباہ کرنے ہی کے لئے آیا تھا)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا حاصل اور مقصد صرف یہی ہے کہ حضور ﷺ کے قلب مبارک پر اللہ کے خوف وخشیت کا ایسا غلبہ تھا کہ ذرا ہوا تیز چلتی تو آپ گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے اسکے خیر کے حاصل ہونے کی اسکے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے۔ اور جب آسمان پر ابر نمودار ہوتا تو اللہ کے جلال کی دہشت و ہیبت سے آپ کا یہ حال ہو جاتا کہ کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے، کبھی آگے بڑھتے، کبھی پیچھے ہٹتے۔

آپ کی کیفیت اس خوف اور ڈر سے ہوتی کہ کہیں بادل کی شکل میں ویسا عذاب

نہ جیسا قوم ہود کی طرف بھیجا گیا تھا، جسے اپنے علاقہ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر نادانی سے وہ خوش ہوئے تھے اور انہوں نے اس کو ابر رحمت سمجھا تھا، حالانکہ وہ عذاب کی آندھی تھی۔

آندھی کے وقت آپ ﷺ کی حالت

۳..... حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں:-

جب ہوا بدلتی تھی اور تیز آندھی چلتی تھی تو سرکار دو عالم ﷺ کا چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور کمرے میں پھرنے لگتے تھے، کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے جاتے۔ (بخاری و مسلم)

سرکار دو عالم ﷺ کے چہرہ مبارک پر تغیر اور یہ اضطرابی حرکات دراصل اللہ تعالیٰ کے خوف سے تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے سورۃ الحاقہ کی ایک آیت تلاوت فرمائی اور بے ہوش ہو گئے۔ (ابن عدی۔بیہقی)

ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے بطحا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھی اور بے ہوش ہو گئے۔ (بزار۔ابن عباس)

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو آپ کے سینے کے جوش کی آواز اس طرح سنائی دیتی جیسے ہانڈی میں ابال کی آواز آتی ہے۔

(ابوداؤد و ترمذی۔عبداللہ بن الشخیر)

کمزور یقین والوں کا عمل

۴..... حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ باہر نکلا، یہاں تک کہ آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہو گئے اور کھجوریں چن چن کر کھانے لگے، فرمایا: اے ابن عمر! تم کیوں نہیں کھاتے؟

میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے خواہش نہیں ہے۔

فرمایا: مجھے تو خواہش ہے، یہ چوتھی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ مجھے کھانے کی کوئی چیز ملی۔ حالانکہ اگر میں اپنے پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھے روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا۔ اے ابن عمر! تمھارا کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہو گے جو اپنے سال بھر کا رزق چھپا کر رکھیں گے؟ ان کے دلوں کا یقین کمزور ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ بخدا ہم وہاں سے ہٹے بھی نہیں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:۔

وکاین من دابہ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھو السمیع العلیم . (پ ۲۱ آیت ۶۰)

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال ذخیرہ کرنے......اور شہوات کی اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا...... جو شخص خالی زندگی کے لئے دینار جمع کرتا ہے......(تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ) زندگی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے......آگاہ رہو! نہ میں درہم و دینار جمع کرتا ہوں......اور نہ آنے والے کل کے لئے رزق چھپا کر رکھتا ہوں۔

(ابن مردویہ فی التفسیر، بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے کے لوگوں سے فرمایا:

تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو کہ تمہاری نگاہ میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک (یعنی بہت ہی خفیف اور ہلکے ہیں) ہم

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کو مہلکات میں سے شمار کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاک زمانہ میں مسلمانوں پر یعنی آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام پر خوف خدا کا اتنا غلبہ تھا، اور وہ آخرت کے حساب وانجام سے اس قدر لرزاں وترساں رہتے تھے کہ بہت سے وہ اعمال جن کو تم لوگ معمولی سمجھتے ہو، اور بے پروائی سے کرتے رہتے ہو، اوران سے بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے، وہ ان کو مہلک سمجھتے تھے، اوران سے بچنے کا ایسا ہی اہتمام رکھتے تھے، جیسے ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

نضر تابعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ کالی آندھی آئی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے پوچھا، کہ اے ابوحمزہ! کیا ایسی کالی اور اندھیری آندھیاں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی آپ لوگوں پر آتی تھیں؟

انہوں نے فرمایا:-

اللہ کی پناہ! وہاں تو یہ حال تھا، کہ ذرا ہوا تیز ہو جاتی، تو ہم قیامت کے خوف سے مسجد کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔ (ابوداؤد)

ابی بن کعب سے روایت ہے کہ جب دوثلث شب گزر چکتی تو آپ ﷺ باآواز یہ الفاظ ادا فرماتے:-

لوگو! خدا کو یاد کرو زلزلہ آرہا ہے اس کے پیچھے آنے والا آرہا ہے موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی۔ فرمایا کرتے تھے لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تم کو ہنسی کم اور رونا زیادہ آتا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر طرز سے خطبے میں فرمایا:

اے معشر قریش!!!! اپنی آپ خبر لو، میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا
اے بنی عبد مناف!!! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا

اے عباس بن عبد المطلب !!! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا
اے صفیہ رسول خدا کی پھوپھی !!! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا
اے محمد کی بیٹی فاطمہ !!! میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا

حالت نماز میں آپ ﷺ کی کیفیت

۵...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو رونے کی وجہ سے آپ کے سینے میں ہنڈیا کے ابلنے جیسی آواز آتی۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو بھی یہی دونوں احوال پیش آتے ہیں۔

ابن شیخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں آپ ﷺ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آ رہی ہے جیسے چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے جیسے ہانڈی کے جوش مارنے کی آتی ہے

(دلائل النبوۃ ص ۳۵۷، ابوداؤد ص ۱۳۰، شمائل ترمذی ص ۲۱)

ڈرنے والے دل کے لئے حضور ﷺ کی دعا

۶...... آپ ﷺ خوف خدا سے سسک سسک کر رو رہے تھے، بکا و خشیت جو عبدیت کی صفات میں سے اعلیٰ ترین صفت ہے، جو قلب خاشع کا اثر ہے جس کی آپ ﷺ نے دعا مانگی ہے اور قلب میں خشیت نہ ہونے سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ آپ کی دعاؤں میں سے ہیں

اللھم انی اسئلک قلبا خاشعا...... اے اللہ خشیت والا دل عطا فرما۔

اعوذ بک من قلب لا تخشع...... نہ ڈرنے والے دل سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت

۷...... آپ کا یہ رونا خوف اور جلال خداوندی کی وجہ سے تھا۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہ رونا آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا کہ ان کے بارے میں

منقول ہے کہ ان کے سینے سے رونے کے گھٹن کی ہانڈی کے جوش مارنے کے مثل ایسی آواز سنائی دیتی جو ایک میل کی مافت سے سنائی دیتی تھی۔ (شرح مناوی ص ۱۱۶)

ملا علی قاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کو خدا نے کمال خوف وخشیت سے نوازا تھا اسی وجہ سے تو آپ ﷺ نے بھی فرمایا ہے میں تم میں سے زیادہ خدا کی مغفرت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری)

آپ ؐ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زائد ہو جائے اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء "

''اہل علم ومعرفت بندے ہی خدا سے ڈرتے ہیں'' (جمع الوسائل ص ۱۱۶)

نمازوں میں وہ ضبط گریہ اشک غم کے پینے سے
نکلتی تھی صدا پکتی ہوئی ہانڈی کے سینے سے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رونا

۸...... حضرت عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو خود آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کر دی اور جب میں

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھیدو جئنا بک علیٰ ھٰئولاء شھیدا

(سورہ النساء آیت ۴۱)

پر پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا

۹...... حضرت ابو جحیفہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرات صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار، ضعف کمزوری ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے جن میں اقوال قیامت اور عذابوں کا ذکر ہے بوڑھا کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے معلوم ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے **سورہ ھود اور سورہ واقعہ و مرسلات و عم یتسآء لون، اذلشمس کورت** نے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی)

یعنی میں ان سورتوں کو پڑھ کر جن میں قیامت کا ذکر ہے بوڑھا ہو گیا ہوں، قیامت کے حالات معلوم ہونے پر اور یہ یقین ہونے پر کہ اس سخت دن میں ہم بھی موجود ہوں گے اور معلوم نہیں اچھوں میں ہوں گے یا بروں میں اور عرش کے سایہ میں ہونگے یا تپتی ہوئی زمین پر پسینہ پسینہ ہو رہے ہونگے؟ جس قدر بھی رویا جائے کم ہے اور جس قدر بھی اس دن میں اپنے کو گھلایا جائے کم ہے۔

بعض حضرات نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور سوال کیا کہ سورہ ھود میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے آپ بوڑھے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اس سورت میں جو یہ آیت

......**فاستقم کما امرت**......جیسا تم کو حکم دیا اسی طرح مستقیم رہو

ہے، میں اس کی وجہ سے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ حکم خداوندی پر پورا پورا نہ چلا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کی گرفت نہ فرمالیں۔

سبحان اللہ! اس سردار دو جہاں ﷺ کا حال دیکھو جن کا اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بخش دیا اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اور جن کی وجہ سے ارب ہا ارب انسان جنت میں جائیں گے اور جنہوں نے مصیبتوں پر مصیبتیں سہہ کر دین حق کو پھیلایا اور دنیا سے

پورا پورا اعراض کیا، وہ ڈر رہے ہیں کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا پورا پورا حق ادا نہ ہوا۔

اور ایک ہم سیہ کار ہیں کہ جنہیں گناہوں سے فرصت نہیں اور اعمال میں کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ تھوڑا بہت، غلط سلط، الٹا سیدھا عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے ذمے اجر واجب سمجھ لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے عمل میں کتنا کھوٹ ہے اور کتنے لاتعداد گناہ ہم اپنے سر تھوپ رکھتے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کا حق کس سے ادا ہو سکتا ہے بس بندے کی تو اسی میں خیر ہے کہ گناہوں کا اقرار اور قصور کا اعتراف کرتا رہے۔

رسول اللہ ﷺ کیسی اچھی نماز پڑھا کرتے تھے مگر پھر بھی فرض نماز کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ کہا کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

موت گھر کی دیوار بنانے سے بھی قریب ہے

۱۰...... حضرت عبداللہ بن عمر روایت فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنا گھر لیپ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تھوڑا سا گھر درست کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: موت اس سے بھی پہلے آ جانے والی ہے۔ (احمد و ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اس کے سنوارنے میں لگے ہوئے ہو اور اجل سر پر کھڑی ہے نہ معلوم کب آ جائے، گھر سنور بھی نہ سکے اور موت آ پہنچے۔ اس سے اچھا یہی ہے کہ اپنے عمل ہی سنوارنے میں انسان لگے۔ اتنی زندگی کا بھی بھروسہ نہیں ہے جتنی دیر میں گھر درست کیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے یہی لوگ دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز و اکرام حاصل کرنے والے ہیں''

وہ تین اوقات جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا

۱۱...... ایک بار حضرت عائشہ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ قیامت میں اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:
تین موقعوں پر تو کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔

نامۂ اعمال کے اڑنے کے وقت
میزان کھڑی ہونے کے وقت
اور پل صراط سے گزرنے کے وقت

روزِ قیامت 70 ہزار پراسرار اژدھوں کا نزول

۱۲......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں کیسے خوشحال اور مزے دار زندگی والا ہو سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا صور منہ میں لے چکا ہے اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے''

مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اب کیا پڑھا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

''حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل علی اللّٰہ توکلنا''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سن کر بے ہوش ہو گئے:

ان لدینا انکا لا و جحیما ...... ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے

(سورہ المزمل ۱۲)

مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے بعض انگلیوں کو بعض میں ڈال کر عملی طور پر وہ

منظر دکھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر اژدھے مقرر کر دیتا ہے، ان میں اگر کوئی ایک بھی زمین پر ایک پھنکار مار دے تو اس پر کبھی سبزہ نہ اگے، ایسے اژدھے اسے کاٹتے ہیں یہاں تک کہ حساب کا دن آجاتا ہے۔

مجھ پر موت کی منزل کو آسان کر دے! دعاء نبوی ﷺ

۱۳...... میں اس پیغمبر کا غلام خادم اسلام ہوں جس کے بارے میں میری اماں صدیقہ فرماتی ہیں کہ آقا ﷺ کا جب آخری وقت آیا تو پانی کا پیالہ ساتھ تھا۔ حضور ﷺ اس میں ہاتھ ڈبوتے ، پانی نکال کر چہرے پر، آنکھوں پر پھیرتے اور ٹھنڈی سانس لے کر فرماتے:

اللھم ھون علی سکرات الموت مولیٰ

اے اللہ! اپنے محمد کو موت کی تکلیف سے بچانا۔

بی بی کہتی ہیں کہ میں ڈر گئی کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں سے یہ معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ پیالے سے ہاتھ نکالتے تو پیالے کا پانی گرم ہو جاتا، اتنا بخار تھا۔

آقا نے سکرات سے پناہ مانگی ہے، دعا کریں اللہ ہم سب کو موت آسانی سے عطا فرمائے۔

ہر ایک کو جہنم سے گزرنا ہے

۱۴...... غزوہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ ان میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو رخصت کرنے لگے تو وہ رونے لگے۔

لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں دنیا سے محبت یا تم سے عشق کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے:

وان منکم الا واردها کان علی ربک حتما مقضیا

یعنی تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس جہنم پر گزر نہ ہو یہ اللہ جل شانہ کا حتمی اور اٹل فیصلہ ہے۔

معلوم نہیں کہ اس پر گزرتے ہوئے میرا کیا بنے گا؟ مسلمانوں نے انہیں تسلی دی اور کہا: اللہ آپ کو ہماری طرف صحیح وسلامت لوٹائیں۔ اس پر حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے۔ جن میں انہوں نے اپنے لئے شہادت کی دعا مانگی ہے۔

لکننی اسال الرحمن مغفرة وضربة ذات فرع تقذف الزبدا

اوطعنة بیدی حران مجهزة بحربة تنفذالاحشاء والکبدا

حتی یقولو اذا مروا علی جدثی ارشدک الله من غاز وقد رشدا

چنانچہ وہ اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔

(کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۵۴۔ وتاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۹)

قبر کو دیکھ کر رونے سے زمین نم ہوگئی

۱۵...... ایک بار ایک جنازہ میں شریک تھے، قبر کھودی جارہی تھی، آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے زمین نم ہوگئی۔ پھر فرمایا بھائیو! اس دن کے لئے سامان رکھو۔

مسلسل نماز پڑھنے سے پاؤں پھٹ گئے

۱۶...... آنحضرت ﷺ ساری ساری رات نماز پڑھتے اور اپنے اللہ کے حضور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے رہتے۔ خوف خدا کی کیفیت طاری ہوتی تو ایسے مستغرق ہوتے کہ دن رات کی پہچان نہ رہتی، مسلسل نوافل سے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔ جب آنجناب سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے۔

''یارو! اگر قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو کون اسے روک سکتا ہے''

گریہ وبکا (خشیت الٰہی) کی وجہ سے اکثر آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے جب آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی:

فکیف اذا جئنامن کل امۃ بشھید و جئنابک علی ھٰؤلاء شھید

تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ اکثر نماز میں رقت طاری ہوتی اور آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دفعہ جب سورج گہن پڑا تو نماز کسوف میں آپ ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور فرماتے تھے:

''اے میرے اللہ! تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو لوگوں پر میرے ہوتے عذاب نہیں نازل کرے گا''

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی فرمایا کرتے تھے:۔

خوف آخرت ہی درحقیقت گناہوں سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ دلوں میں خوف آخرت کی روح جب تازہ تھی اور آخرت کی جواب دہی کا جذبہ غالب تھا تو مسلمان کے اخلاق واعمال آج سے مختلف تھے، ان کی زندگی ایمان وعمل کی ضیا پاشیوں سے منور تھی۔ لیکن آج یہ جذبہ سرد پڑ چکا ہے اسی لئے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوب چکی ہے۔ ہمارے سلف خوف آخرت کے جذبے سے سرشار تھے۔

اس مختصر مضمون میں اس سلسلے کے چند واقعات کی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے شاید ہمارے دل بھی اس مطاع گمشدہ سے دوبارہ بہرہ ور ہو جائیں اور ہماری زندگیاں پھر سے حیات نوع حاصل کرلیں۔

ہمارے اسلاف کرام، صحابہ، تابعین، ائمہ کی صفات کا سرچشمہ حضور اقدس ﷺ کی

ذات اقدس تھی، بلکہ ان نفوس قدسیہ پر آپ ﷺ ہی کی صفات کا عکس تھا۔

میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا؟

۱۷...... حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء افضل رسل تھے، محبوب خاص تھے تاہم خوف آخرت کا عالم یہ تھا کہ فرمایا کرتے تھے: مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا گزرے گی؟

آپ ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو آپ ﷺ تعزیت کو تشریف لے گئے۔ نعش رکھی تھی، ایک عورت نے نعش کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

خدا گواہ ہے کہ خدا نے تجھ کو نوازا!

آپ ﷺ نے پوچھا تم کو کیونکر معلوم ہوا؟ بولیں خدا نے ان کو نہیں نوازا تو کس کو نوازے گا؟ ارشاد ہوا:

مجھ کو بھی ان کی نسبت کی توقع ہے لیکن پیغمبر ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو جنگلوں میں نکل جاؤ

۱۸......ایک دوسری روایت میں زیادہ تفصیل ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے:

''میں ایسی چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے...... اور ایسی باتوں کو سنتا ہوں...... جن کو تم نہیں سنتے...... آسمان چر چرا رہا ہے...... اور اس کو چر چرانا چاہیئے...... چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے...... کہ جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے...... سجدہ میں نہ ہو...... بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں...... اگر تم جانتے ہوتے...... تو ہنستے کم...... اور روتے زیادہ...... عورتوں سے لذت گوشی نہ کرتے...... اور جنگلوں کی طرف...... اللہ کا نام لیتے ہوئے نکل کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابوذر غفاری ہیں انہوں نے جب اس کو سنا تو فرمانے لگے: کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

اے جماعت قریش! اپنی خبر لو...... میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔

اے بنی عبد مناف...... میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا......

اے عباس بن عبدالمطلب...... میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا......

اے صفیہ! محمد ﷺ کی پھوپھی...... میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا......

اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی...... میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔

قبر کی روزانہ پکار

۱۹...... ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

تم لوگ اگر موت کو یاد رکھو...... تو اس طرح سے نہ ہنسو...... موت کو یاد رکھو...... قبر ہر روز کہتی ہے...... میں تنہائی کا گھر ہوں...... میں مٹی کا گھر ہوں......

مومن دفن ہوتا ہے...... تو قبر اس سے کہتی ہے:۔

خوش آمدید! میری پشت پر چلنے والوں...... میں تو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا...... اب جبکہ تو میرے قبضے میں آیا ہے...... تو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ میں کیا معاملہ کرتی ہوں......؟ اس کے بعد زمین تا حد نگاہ ہو جاتی ہے...... اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اور جب کوئی گناہ گار یا کافر بندہ دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے:۔

تو میری پشت پر چلنے والوں...... میں سب سے زیادہ ناپسند تھا۔
اب جبکہ تو میرے قبضے میں آیا ہے......تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں؟

اس کے بعد قبر اس کو دبا لیتی ہے...... یہاں تک کہ اس کی پسلیاں...... ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں......اور اس کو ڈسنے کے لئے ستر سانپ مقرر کر دیئے جاتے ہیں...... اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین پر اپنی پھنکار مار دے......تو قیامت تک زمین میں کچھ نہ اگے...... یہ ستر سانپ اس کو ڈستے رہتے ہیں......اور نوچتے رہتے ہیں تاوقتیکہ حساب و کتاب کا وقت آ جائے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔''

آسان حساب کتاب کی صورت

۲۰...... ابن ابی ہالہ کی ایک طویل حدیث میں آپ ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے...... کہ حضور ﷺ آخرت کے غم میں متواتر مشغول رہتے...... ہر وقت سوچ میں رہتے......ان امور کی وجہ سے کسی وقت بھی آپ ﷺ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی...... حضور ﷺ کو دعا کرتے سنا:

''اللھم حاسبنی حسابا یسیرا''

''اے اللہ مجھ سے آسان حساب لیجیو''

تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟

حضور ﷺ نے جواب دیا:

ان ینظر فی کتابه فیتجا وز عنه انه من نو قش فی الحساب یو مئذ یا عائشه هلک (مشکوة)

آسان حساب یہ ہے کہ خدا ایک شخص کے نامۂ اعمال کو دیکھے اور اس سے درگزر فرمائے اور اے عائشہ! جس کے حساب میں اس دن پوچھ گچھ ہوئی سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔

حضور ﷺ نے ساری زندگی کبھی قہقہہ نہیں لگایا

۲۱...... حدیث شریف میں آتا ہے سرکار دو عالم ﷺ کے متعلق کہ آپ ﷺ نے ساری زندگی کبھی قہقہہ نہیں لگایا۔ یہ جو زور کے ساتھ قہقہہ مار کے ہم ہنستے ہیں...... اس طرح امام الانبیا ﷺ نہیں ہنسے۔ کبھی بھی نہیں۔

کبھی بھی آپ ﷺ اتنے نہیں ہنسے...... کہ منہ مبارک کھل گیا ہو...... اور وہ کوا جو سامنے گوشت کا لوتھڑا ہے...... وہ نظر آیا ہو...... ایسا کبھی نہیں ہوا...... تبسم حضور ﷺ نے فرمایا، ضحک فرمایا...... جس سے صرف سامنے کے دانت ظاہر ہوتے تھے...... قہقہہ حضور ﷺ نے نہیں لگایا...... اس لئے کہ آپ ﷺ کو ان سارے مناظر کا پتہ تھا...... وہ ساری چیزیں آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے تھیں...... آپ ﷺ کو علم تھا یقین تھا۔ فرمایا:

لو تعلمون ما اعلم...... اگر تم بھی جان لو جو میں جانتا ہوں

لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول ﷺ کو اپنا حبیب کہا...... باوجود اس عظمت و بزرگی کے...... جب خوف خدا آنحضرت ﷺ پر طاری ہوتا...... تو ایسے مستغرق ہوتے...... کہ دن رات کی تمیز نہ رہتی تھی...... راتوں کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے...... تو آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔

جب جناب ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یارو اگر قیامت کے دن مجھے اور مرے بھائی عیسیٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے جو شخص اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرتا ہے اسے ظلم نہیں کہتے۔

ظلم اسے کہتے ہیں، جو کسی دوسرے کی ملکیت میں سے تصرف کیا جائے

موت تک اللہ سے اچھی امید رکھو

۲۲...... سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لا یموتن احدکم الا و یحسن ا لظن بربہ

تم میں سے جو شخص بھی مرے وہ اپنے رب سے حسن ظن رکھے۔

ایک حدیث قدسی میں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد منقول ہے:

انا عند ظن عبدی بی فلیظن ماشاء

میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں جو وہ چاہے گمان رکھے

حضرت سلیمانؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا:

''میرے سامنے رخصتیں بیان کرتے رہو اور جب تک میں نہ مر جاؤں، رجاء کا ذکر کرتے رہو تاکہ موت کے بعد میں اپنے مولا سے حسن ظن کے ساتھ ملاقات کروں''

اسی طرح حضرت سفیان ثوریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس سے ان کا اضطراب بڑھ گیا۔ بہت سے علماء ان کے پاس آئے اور ان سے رجاء کا بیان کرنے لگے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے وفات کے وقت اپنے صاحبزادوں سے فرمایا:

میرے سامنے ان روایات کا ذکر کرو جن میں رجاء وارد ہے اور حسن ظن کی ترغیب ہے۔

خدا کو محبوب بنانے والی دو چیزیں

۲۳......حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ مجھے میرے بندوں میں محبوب کر۔

عرض کیا کس طرح؟ فرمایا ان کے سامنے میرے انعامات اور احسانات بیان کر۔

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی سعادت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں موت سے

ہم کنار ہو، اور محبت دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

''معرفت اور دل سے دنیا کی محبت نکالنے سے''

یہاں تک کہ دنیا اسکے لئے محبوب کے اور اس کے درمیان ایک اہم مانع کی حیثیت اختیار کر جائے، ایک بزرگ نے سلیمان دارانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اڑ رہے ہیں، وجہ دریافت کی۔ فرمایا اب میں قید سے رِہا ہوں۔ صبح اٹھ کر انہوں نے سلیمان دارانی کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے بتایا کہ رات ان کا انتقال ہو گیا۔

دو قطرے اور دو نشان اللہ کو محبوب ہیں

۲۴...... حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اس آیت کو نازل فرمایا:

یآ یھا الذین اٰمنو اقو اانفسکم و اھلیکم نارا.

اے ایمان والو! تم خود اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

آپ ﷺ نے اسے تلاوت فرمایا تو ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو وہ بہت ہل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے نوجوان...... **لآ الہ الا اللّٰہ**...... کہو...... اس نے کہا۔

آپ ﷺ نے اس کو جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بشارت ہم سب کو نہیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہے؟ فرمایا تم نے اللہ کے اس فرمان کو نہیں سنا:

ذٰلک لمن خاف مقامی خاف و عید

یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور حشر کے عذاب سے ڈرتا رہے۔ (الحاکم۔ ترغیب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دو قطرے اور دو نشان خدا کو بہت محبوب ہیں......ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے......دوسرے خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرے......اور دو نشانیوں میں سے ایک وہ نشان......جو اللہ کے راستے میں جہاد وغیرہ سے......اور دوسرے نماز وغیرہ کی ادئیگی کی وجہ سے......پیشانی وغیرہ میں نشان پڑ جائے۔ (ترمذی)

عذاب قبر سے پناہ مانگو!

۲۵...... روایت ہے براءؓ بن عازب سے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازہ کے لئے روانہ ہوئے اور قبرستان میں پہنچے اور اب تک لاش قبر میں نہیں اتاری گئی تھی......پس رسول اللہ ﷺ بیٹھے، ہم لوگ بھی آپ کے گرد سر جھکائے بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے زمین کریدتے تھے، پھر آپ نے سر اٹھایا اور دو بار یا تین بار فرمایا: اللہ کے ساتھ پناہ مانگو عذاب قبر سے۔

موت کے وقت مومن کا استقبال واکرام

۲۶...... پھر فرمایا: مومن دنیا سے گزرتا ہے......اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے......تو آسمان سے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں......ان کے چہرے آفتاب کے مثل سفید اور نورانی ہوتے ہیں......اپنے ساتھ جنت سے کفن اور خوشبو لاتے ہیں......اور اس کے سامنے......جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں:

اے پاک نفس بدن سے باہر آ اور پروردگار کی طرف روانہ ہو

پس روح ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ ٹپکتا ہے (چاہے تم کو اس کے خلاف کچھ اور نظر آتا ہو یعنی ظاہراً اس کو تکلیف وکرب میں دیکھتے ہو) اور ملک الموت

روح کو لیتے ہیں...... اور فوراً فرشتے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں...... اور جنت کا کفن پہناتے ہیں...... اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں...... اب اس سے مشک سے زیادہ خوشبو نکلتی ہے...... اور اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔

جب کسی فرشتہ کی جماعت سے ملاقات ہوتی ہے...... تو پوچھتے ہیں یہ کس کی مبارک روح ہے......؟ یہ کہتے ہیں فلاں بن فلاں کی روح ہے...... اور دنیا میں اس کا جو نام تھا...... عمدگی کے ساتھ وہ نام لیتے ہیں...... یہاں تک کہ آسمانی دنیا تک پہنچ جاتے ہیں...... اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔

جب دروازہ کھلتا ہے...... تو اس آسمان کے سب فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں...... اور اس کا بھی دروازہ کھلواتے ہیں...... اس آسمان کے بھی سب فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں...... جب اسی طرح ساتوں آسمان طے کرتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> اس کا نامۂ اعمال علیین میں لکھو...... اس کو (یعنی اس کی روحِ مثالی کو) زمین کی طرف لوٹا دو...... کیونکہ میں نے اس کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں ملاؤں گا...... اور اسی سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔

پس اس کی روح مثالی، جسم مثالی میں ڈالی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور بٹھاتے ہیں اور

پوچھتے ہیں	:	تیرا رب کون ہے؟
وہ کہتا ہے	:	میرا رب اللہ ہے۔
پھر پوچھتے ہیں	:	تیرا دین کیا ہے؟
وہ کہتا ہے	:	میرا دین اسلام ہے۔
پھر پوچھتے ہیں	:	یہ کون شخص ہے؟ جو تمھارے پاس بھیجے گئے تھے۔
وہ کہتا ہے	:	یہ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر دونوں فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تو نے ان کو کس طرح پہچانا؟ وہ کہتا ہے میں قرآن پڑھا اوران پر ایمان لایا اوران کی سچائی کو معلوم کیا۔ تب آسمان سے ایک منادی پکارے گا:

''سچ کہا میرے بندے نے، اس کے واسطے جنت کا فرش بچھاؤ
اور جنت کا لباس اس کو پہناؤ اوراس کے واسطے جنت کا دروازہ
کھول دو تاکہ جنت کی ہوا اور خوشبو آئے''

اس کی قبر جہاں تک نگاہ جاوے گی کشادہ کردی جائے گی پھراس کے پاس ایک مرد آئے گا، نورانی چہرہ، عمدہ لباس خوشبو والا اور کہے گا: تجھ کو مبارک ہو یہ آرام اوراسی دن کا وعدہ دنیا میں تجھ سے کیا گیا تھا۔

وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ تمہارے چہرہ سے نیکی برستی ہے۔ وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں جو تو نے دنیا میں اللہ کے واسطے کیا تھا۔ مردہ کہے گا اے رب قیامت قائم کر، قیامت قائم کر، تاکہ میں اپنے گھر کے لوگوں سے جلد ملاقات کروں اوراپنی خیریت بیان کروں۔ (یعنی جسمانی راحت وآرام میں ہرطرح مشغول ہوں گو جسم مثالی میں روح مثالی حالت برزخ میں بھی چین اور راحت میں رہتی ہے)

کافر کی موت کے عبرتناک حالات

۲۷...... فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کافر دنیا سے گزرتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو آسمان سے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، سیاہ چہرے والے، کمل لئے ہوئے اورمیت کے سامنے جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت اس کے پاس آکر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں:

''اے خبیث روح بدن سے باہر نکل اور اللہ کے غضب اور غصہ کی طرف چل''

اس کی روح بدن کے اندر گھستی ہے، ملک الموت سختی سے کھینچتے ہیں جیسے لوہے کی کانٹے دار سیخ کو ریشم میں ڈال کر کھینچیں ...... جب روح نکل آتی ہے تو فوراً کمل میں لپیٹ لیتے ہیں...... اوراس سے سڑے ہوئے مردار سے بھی زیادہ خراب بدبو نکلتی ہے...... پھراس کو

آسمان کی طرف لے جاتے ہیں...... جب فرشتوں کی جماعت پر گزرتے ہیں ......تو وہ پوچھتے ہیں...... یہ کس کی خبیث روح ہے......اور دنیا میں جو نام اس کا تھا......اس سے بدتر نام اس کا بتاتے ہیں...... یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں......اور دروازہ کھلواتے ہیں اس کے واسطے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

لا تفتح لهم ابواب السماء

یعنی ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا،اس کا نامہ اعمال سجین میں لکھو جو سب سے نیچے زمین کے اندر ہے۔ پھر اس کی روح سجین کی طرف ڈال دی جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی

ومن يشرك بالله فكانما خر من السمآء فتخطفة الطير او تهوى به الريح فى مكان سجيق

یعنی جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور چڑیوں نے اس کو نوچنا شروع کیا یا اس کو ہوا نے گہری خندق میں ڈال دیا۔

اس کے بعد اس کی روح مثالی اس کے جسم مثالی میں ڈالی جائے گی اور دو فرشتے اس کے پاس آکر اس کو بٹھائیں گے اور!

پوچھیں گے	:	تیرا رب کون ہے؟
وہ کہے گا	:	ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔
پھر پوچھیں گے	:	تیرا دین کیا ہے؟
وہ کہے گا	:	ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔
پھر پوچھیں گے	:	یہ کون شخص ہیں؟ جو پیغمبر بنا کر تمہارے پاس بھیجے گئے تھے۔
وہ کہے گا	:	ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔

اس وقت آسمان سے منادی پکارے گا:

''جھوٹا ہے میرا بندہ،اس کے واسطے آگ کا فرش بچھاؤ اور آگ کا

لباس پہناؤ اور دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو"

پس دوزخ کی گرمی اور تیزی اس کو پہنچے گی......اور اس کی قبر تنگ ہو گی......اس طرح کہ......اس کی پسلیاں چور چور ہو جائیں گی......اس کے پاس ایک شخص بدصورت، بدتر لباس، بدبودار آئے گا اور

کہے گا : یہ عذاب تجھ کو مبارک ہو اسی دن کا وعدہ دنیا میں تجھ سے کیا گیا تھا۔

یہ پوچھے گا: تو کون شخص ہے؟ تیرے چہرے سے برائی نکلتی ہے۔

وہ کہے گا : اے رب قیامت نہ آوے (تاکہ عذاب جسمانی حقیقی سے بچا رہوں گو جسم مثالی پر عالم برزخ میں بھی عذاب ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:-

......من مات فقد تامت قیامته......

یعنی مرنے کے بعد ہی مردے کو عذاب و ثواب شروع ہو جاتا ہے گو جسم مثالی ہو

قیامت کے دن کی ہولناکی !!!

۲۸......ایک دن حضرت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا:

قیامت کے دن تمام لوگ برہنہ پا، برہنہ تن، اور بغیر ختنہ کئے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:-

اے اللہ کے رسول! کیا مرد اور عورتیں ایک ساتھ (اس حال میں) اٹھائی جائیں گی کہ ایک دوسرے کے برہنہ بدن کو دیکھتے ہونگے؟

حضور ﷺ نے جواب دیا:-

اے عائشہ! معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اس کے ہول اور پریشانی کا یہ عالم ہو گا کہ کسی کو بھی اپنے یا دوسرے کے تن بدن کا ہوش نہ ہو گا سب کے اوپر نجات کی فکر سوار ہو گی۔

خوف الٰہی اختیار کرو!

۲۹...... حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جو قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے: ''وہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں''

یعنی وہ لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں، جو کچھ دیتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ تو کیا یہاں کرنے سے مراد چوری اور زناء ہیں؟ (کہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں) حضور ﷺ نے جواب دیا کہ (نہیں اس سے یہ مراد نہیں بلکہ)

کام سے مراد نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ ہے کہ کرتے ہیں اور ڈرتے اس لئے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سب کچھ قبولیت سے محروم ہی رہے۔ (ترمذی)

اللہ کا خوف رکھنے کی تاکید

۳۰...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی امامت فرمائی۔ صفوں کے آخر میں ایک شخص نے غلط طریقے پر نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے شخص! تمھیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں تم نہیں دیکھتے کہ تم کس طرح نماز ادا کرتے ہو؟ تم سمجھتے ہو کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ رہتا ہے، خدا کی قسم میں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح کہ سامنے دیکھتا ہوں۔

خوف خدا بخشش کا ذریعہ بن گیا

۳۱...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ

ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ کبھی بھلائی نہیں کی۔ ایک روایت کے مطابق اس شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔

اس نے مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور میری نصف خاک جنگل میں اڑا دینا اور نصف کو دریا میں بہا دینا۔

خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مجھ پر رحم نہ کیا تو مجھے ایسا عذاب ہوگا کہ ایسا عذاب کسی کو نہ کیا ہوگا۔

جب وہ شخص مر گیا تو وارثوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا لیکن خالق و مالک نے دریا اور خشکی کو حکم دیا کہ اس کی خاک کے ذرات کو جمع کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا:

''اے رب! تیرے خوف سے اور تو میرے حال سے خوب واقف ہے''

اس کی عرضداشت سن کر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔ (مسلم شریف)

خیر اللہ کے خوف میں ہے

۳۲...... حضرت عمرو سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

آگاہ رہو! دنیا حاضر مال ہے، جس میں سے نیک اور بد کھاتے ہیں اور آخرت سچ ثابت ہونے والا زمانہ ہے، جس میں قدرت والا حقیقی بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔

آگاہ رہو! بھلائی اپنی تمام شاخوں سمیت جنت میں ہے اور برائی اپنی تمام شاخوں سمیت جہنم میں ہے۔ اللہ کے خوف میں تمھاری خیر ہے۔ آگاہ رہو! تم اپنے اعمال کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو جس نے ذرا برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے دیکھے گا اور جس نے ذرا برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا۔ (مسند امام شافعی)

باب نمبر ۳

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

کا

خوف خدا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ

ا...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ قرب حاصل تھا۔آپ تمام مسلمانوں میں سب سے افضل تھے۔آپؓ کے مراتب و درجات بیان سے باہر ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے لفظوں میں آپؓ کو اللہ کی خوشنودی اور جنت کی بشارت دی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ہی کو حضور کا خلیفہ اور جانشین بنایا۔آپ کی قوت وشوکت کا یہ عالم تھا کہ پورا عرب آپؓ کے زیر اقتدار تھا۔

آپؓ کی فوجیں ایک طرف شام کے میدانوں میں رومی سلطنت کی فوجوں سے نبرد آزما تھیں۔تو دوسری طرف عراق میں فارس کی سپاہ سے سرگرم و جنگ و پیکار تھیں۔اور دونوں ملکوں پر فتوحات ان کے قدم چوم رہی تھیں۔اس شان وشوکت اور اقتدار کے باوجود آپؓ ہر وقت اور ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہتے تھے۔اور آخرت کی باز پرس سے ترساں اور خائف رہتے تھے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی

۲...... آپؓ نہایت رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو خشوع وخضوع کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے کہ آس پاس کے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔نرم دلی اور رقت کے باعث بات بات پر سرد آہیں بھرتے تھے۔یہاں تک کہ آپ کا لقب... اَوَّاهُ مُنِیب ...یعنی بہت

آہیں بھرنے والا اور خدا سے رجوع کرنے والا پڑ گیا تھا۔

نماز میں کھڑے ہوتے تو لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے۔ رقت قلب کی وجہ سے اتنا روتے تھے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ خوف آخرت اور عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ کوئی سر سبز درخت دیکھتے تو کہتے! کاش میں درخت ہی ہوتا کہ آخرت کے جھگڑوں سے آزاد ہوتا۔ کسی باغ کی طرف سے گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ بھر کر فرماتے:

> پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ جہاں چاہتے ہو، چرتے چگتے ہو، جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو، بیٹھ رہتے ہو۔ اور قیامت کے دن تم سے کوئی حساب نہ ہوگا۔ کاش کہ ابو بکر بھی تمہاری طرح ہوتا۔

ایک بار فرمایا:

> اے کاش میں سڑک کے کنارے کا ایک درخت ہوتا کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا تو مجھے اپنے منہ میں رکھ کر چبا لیتا۔ پھر میں مینگنی بن کر نکل جاتا، لیکن انسان نہ بنا ہوتا۔ (خلفائے راشدین)

فکر آخرت کی تلقی ترغیب

۳...... خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے تو سب سے پہلے لوگوں کو خدا سے ڈرنے کی تلقین کرتے۔ عبداللہ بن حکیمؒ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا جس میں حسب ذیل کلمات ارشاد فرمائے:

> ''اے لوگو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ کی ایسی تعریف کرو جس کا وہ سزاوار ہے۔ اور خوف و امید دونوں کو ملحوظ رکھو۔ اور دعا مانگنے کے ساتھ الحاف (الحاح وزاری) بھی اختیار کرو۔''

دیکھو خدا نے زکریا اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا ہے۔

فرمایا۔اس شخص کولاؤ جسے میں نے مارا تھا۔وہ شخص ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا۔خلیفۂ رسول نے فرمایا:

''میں نے تمہیں اس مہار سے مارا تھا تم بھی مجھے اس مہار سے مار کر اپنا بدلہ لے لو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔انہوں نے کہا۔اے خلیفۂ رسول یہ رسم قائم نہ کیجئے،آپؓ نے بلاوجہ تو نہیں مارا تھا،حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دی تھی۔فرمایا یہ صحیح ہے۔مگر قیامت میں اس کا محاسبہ ہوا تو اس کا جواب کیا دوں گا۔

زبان نے مجھے برباد کردیا

۸...... ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔دیکھا تو اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔بولے خدا آپؓ کو معاف فرمائے ایسا نہ کیجئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسی زبان نے تو مجھے برباد کیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ اسوہ ہمارے لیے بہت بڑی موعظت ہے۔ہم اپنی زبان کی طرف سے کتنے غافل اور بے پروا ہوتے ہیں۔کہ جو بھی منہ میں آتا ہے زبان سے نکل جاتا ہے۔ہمیں ذرا بھی پروا نہیں ہوتی۔ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زبان مبارک سے ہماری جیسی کوئی بات نکلی،پھر بھی آپ اپنی زبان کو یا یوں کہئے کہ خود اپنے آپ کو سزا دے رہے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں خشیت الٰہی

۹...... جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتا ہوں کے وہ میری بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز کا امام بنے اور سیدہ عائشہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا،اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!

ان ابا بکر اذا قام فی مقامک لم یسمع الناس من البکی

اَنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ يَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَّكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ

''وہ نیکیوں کے معاملے میں تیز گامی سے کام لیتے تھے اور ہمیں خوف اور رغبت کے ساتھ پکارتے تھے۔ اور ہمیشہ ہمارا خشوع رکھتے تھے''

خوف خدا سے رونے کا حکم

۴...... اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ ایک روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا

لوگو! پارسال گرمیوں میں تمہارے نبی ﷺ سے سنا تھا...... یہ کہہ کر رونے لگے پھر طبیعت کو سنبھال کر فرمایا: پارسال گرمیوں میں تمہارے نبی ﷺ سے سنا تھا...... اتنا کہا اور پھر رونے لگے، پھر فرمایا کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش اور عافیت طلب کرو۔

ایک روز آپؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ کہاں ہیں وہ حسین و روشن چہرے والے جو اپنے شباب سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ سلاطین جو بڑے بڑے شہر بساتے تھے۔ اور ان کو قلعہ بند کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بہادر جو میدانِ جنگ میں فتح و غلبہ حاصل کیا کرتے تھے۔ زمانے کی گردشوں نے ان کو پست کر دیا۔ اور ان کے بازو توڑ دیئے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضور ﷺ کی حضرت رافع کو نصیحت

۵...... ایک بار ایک صحابی، جن کا نام رافع طائیؓ تھا، آپ سے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا:

خدا تم پر برکتیں و رحمتیں نازل فرمائے۔ نمازیں پڑھا کرو۔ روزے

رکھا کرو زکوۃ دو اور حج کیا کرو۔ اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی حکومت و امارت قبول نہ کرنا۔ دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ اور قیامت کے روز اس سے سختی سے حساب لیا جائے گا۔ اور اس کا اعمال نامہ بہت لمبا ہو جائے گا۔ (خلفائے راشدین)

کمال ایمان اور کمال خوف

٦...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی عظمتِ ایمانی کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے:۔

ابو بکرؓ کا ایمان تمام مسلمانوں کے مجموعی ایمان پر بھاری ہے۔

اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی نسبت فرماتے تھے۔

''اگر میرا ایک پاؤں جنت میں ہو اور دوسرا اس سے باہر ہو تو بھی میں اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے محفوظ تصور نہیں کرتا''

یہ ارشاد خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شدتِ ایمانی کا نتیجہ ہے۔ جس کا ایمان جتنا قوی ہو گا وہ اتنا ہی اللہ اور آخرت سے ڈرے گا۔ آخرت کیطرف سے بے نیازی اور اطمینان ایمان کی نہیں غفلت اور ضعف ایمان کی علامت ہے۔

خوفِ آخرت کا اظہار اعمال سے

٧...... حضرت ابو بکرؓ نے ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں ارشاد فرمایا، کہ آج میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا۔ سب لوگ آئیں مگر اجازت لئے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا یہ اونٹ کی مہار لو اور خلیفۂ رسول کی خدمت میں جاؤ ممکن ہے کہ تمہیں بھی ایک اونٹ مل جائے۔

وہ شخص مہار لیے ہوئے آیا اور بغیر اجازت لیے بارگاہِ خلافت میں چلا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بطورِ تادیب اسی مہار سے اس کو مار دیا۔ جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو

بے شک ابو بکرؓ کی حالت ایسی ہے کے جب وہ آپ ﷺ کے
مصلے پر کھڑے ہوں گے تو وہ تلاوت کرتے ہوئے اتنا روئیں
گے کہ نمازیوں کو ان کی تلاوتِ قرآن سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ میں
ان کی طبیعت کو جانتی ہوں۔ میں ان کی بیٹی ہوں۔

بیت المال سے وظیفہ

۱۰...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بیت المال سے آپؓ کے لیے سالانہ ڈھائی ہزار درہم مقرر ہوئے (جو ہمارے ہاں کے حساب سے تقریباً ۶۲۵ روپے ہوتے ہیں) اسی پر آپ کا گزارا تھا۔ ایک روز بیوی نے کہا میٹھا کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اس پر فرمایا مجھے جو کچھ بیت المال سے ملتا ہے اس سے زیادہ تو نہیں لے سکتا ہوں۔ اسی میں سے بچا بچا کر کسی روز میٹھا پکا لینا۔

چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور چند روز بعد کوئی میٹھی چیز پکا کر سامنے رکھ دی۔ آپ نے فرمایا تم روزانہ کتنا بچاتی رہی ہو۔ انہوں نے کوئی خاص مقدار بیان کر دی (جو پیسہ آدھا پیسہ روزانہ کے قریب ہو گی) اس پر آپ نے بیت المال کو لکھ کر بھیجا کہ میرے وظیفہ میں سے مستقل اتنی مقدار کم کر دی جائے کیونکہ میٹھا کھائے بغیر بھی گزارا ہو سکتا ہے اور اہلیہ نے جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جانور پر نظر پڑی (جو مزے سے درختوں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا) اس جانور کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا:

(اے جانور!) تو کس قدر مزے میں ہے کہ کھاتا پیتا ہے۔ اور
درختوں کے سائے میں پھرتا ہے۔ اور آخرت میں تجھ سے کوئی
حساب کتاب نہیں۔ کاش ابو بکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

مشتبہ مال کا ایک لقمہ قے کر کے نکال دیا

۱۱...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، اس سے آمدنی کی ایک خاص مقدار روزانہ کی مقرر کر رکھی تھی کہ مجھے کما کر روزانہ اتنی آمدنی دے دیا کرو۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ غلام کچھ کھانا لے کر آیا، اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ اس میں سے ابھی ایک ہی لقمہ کھانے پائے تھے کہ اس غلام نے عرض کیا کہ آپؓ روزانہ سوال کرتے تھے۔ کہ یہ چیز کس ذریعہ سے کمائی؟ مگر آپؓ نے آج کچھ بھی نہ پوچھا۔

ارشاد فرمایا: بھوک کی شدت کی وجہ سے کچھ معلوم کرنے کا دھیان ہی نہ رہا۔ اب بتاؤ؟

اس نے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر میرا گزر ہوا، ان کا کوئی شخص بیمار تھا۔ میں نے کچھ منتر پڑھ کر دم کر دیا۔ انہوں نے (اس کے بدلے) کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ آج جو میرا ادھر سے گزر ہوا۔ تو چونکہ ان کے ہاں شادی تھی۔ اس لیے انہوں نے بہت زیادہ کھانا پکا رکھا تھا۔ اسی میں سے انہوں نے کچھ مجھے دیا جو اس وقت آپکے سامنے حاضر ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا۔ تو نے مجھے برباد ہی کرنے کا سامان کر دیا۔ اس کے بعد منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ لقمہ (جو سخت بھوک کی حالت میں کھایا گیا تھا) نہ نکلا حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ پانی کے ذریعے قے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بہت بڑا پیالہ پانی سے بھرا ہوا منگا کر اس میں سے تھوڑا تھوڑا پی کر قے فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لقمہ نکل آیا۔

کسی نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے ایک لقمہ کی وجہ سے مشقت برداشت کی۔ جواباً ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ

''جو جسم حرام سے پرورش پائے، اس کے لیے دوزخ کی آگ ہی بہت مناسب ہے۔'' مجھے ڈر ہوا کہ اس لقمے کی وجہ سے میرے

جسم کا کوئی حصہ پرورش نہ پائے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ پر خوف خدا کا بے حد غلبہ تھا۔ کسی چڑیا کو دیکھتے تو فرماتے کہ کاش میں تیری ہی طرح کا ایک پرندہ ہوتا۔ اور انسان نہ ہوتا۔ (تاکہ میں قیامت کے دن اعمال کے حساب سے بچ جاتا۔)

حضرت صدیق اکبر کی حالت

۱۲...... حضرت ابو بکر صدیقؓ جو باجماع امت انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچے اور بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ ان کے دل میں خوف خدا کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو کوئی سخت بات کہہ دی۔ بعد میں ان سے فرمایا:

"تم مجھے جواب میں یہی بات کہہ دو تاکہ بدلہ ہو جائے۔"

انہوں نے انکار کیا تو ان کے انکار پر فرمانے لگے۔ کہ یا تم مجھے یہ کلمہ کہہ دو ورنہ میں حضور اکرم ﷺ کو شکایت کر دوں گا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ایک سخت بات کہہ دینے پر اتنا اللہ کا ڈر اور خوف دامن گیر ہوا اور ہماری حالت کیا ہے؟؟؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے، ایک جانور کو سکون سے لیٹے ہوئے دیکھا تو ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا:-

"تو کتنے لطف میں ہے کھاتا ہے پیتا ہے درختوں کے سائے میں
پھرتا ہے۔ آخرت میں تجھ سے کوئی حساب کتاب نہ ہوگا کاش کہ
ابو بکر تجھ جیسا ہوتا۔"

نزاع باہمی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خوف آخرت

۱۳...... حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت ربیعہ بن کعب سلمیؓ کے درمیاں ایک زمین کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زبان سے کوئی سخت بات نکل گئی۔ بعد میں

احساس ہوا تو فرمایا: ربیعہؓ تم بھی کوئی ایسی سخت بات کہہ لو، وہ اس بات کے لیے راضی نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے تمہاری شکایت کردوں گا۔ مطلب یہ تھا کہ کسی طرح ربیعہؓ بدلہ لے لیں۔ پھر بھی نہ صرف انہوں نے بدلہ نہ لیا بلکہ زمین سے بھی دست برداہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی میں چلے تو ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہو گئے۔ ربیعہؓ کے قبیلے والے ان کی حمایت کے لیے تیار ہو گئے۔ بولے کیا خوب سخت بات بھی کہی اور حضور سے شکایت کرنے بھی جارہے ہیں۔

ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم چپ رہو جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے رفیق غار ہیں۔ انہوں نے تم کو دیکھ لیا تو غضب ناک ہو جائیں گے۔ اور حضور ﷺ نے ان کو غضب ناک دیکھا تو حضور کو بھی غصہ آجائیگا اور ان دونوں کے غصے سے اللہ کا غصہ بھڑک اٹھے گا۔ اور ربیعہ رضی اللہ عنہ تباہ ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی گزارشات پیش کیں۔ حضور ﷺ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روش کی تحسین کی۔ فرمایا تم نے اچھا کیا جو تم نے پلٹ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہی بات نہیں کہہ دی۔

تم یوں کہو کہ ابوبکرؓ اللہ تعالےٰ آپ کی غلطی معاف فرمائے۔ ربیعہ رضی اللہ عنہ نے تعمیلِ ارشاد کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور زاروزار رونے لگے۔ (فتح الباری)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ سے معافی مانگنا

۱۴...... اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات میں بحث ہوگئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے کوئی سخت جملہ نکل گیا۔ اس پر آپؓ بہت ہی شرمندہ ہو گئے اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگنے لگے، لیکن حضرت عمرؓ نے معاف نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرائے ہوئے

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے ان کی تسکین کے لیے تین مرتبہ فرمایا۔ ابوبکر خدا تمہیں بخش دے گا۔

ادھر حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہیں اپنے انکار پر بہت افسوس ہوا۔ وہ پہلے حضرت ابوبکر کے گھر گئے۔ وہاں ملاقات نہ ہوئی تو تلاش کرتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر حضور رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک غصے سے تمتمانے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ دوزانوں بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ! میں ہی بہت ظالم تھا۔ خدا کی قسم میں نے ہی زیادتی کی۔ اس طرح حضور ﷺ کا غصہ کم ہوا تو آپؐ نے فرمایا:-

> میں مبعوث ہوا تو سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میری تصدیق کی۔ اور جان و مال سے میری مدد کی۔ کیا تم ان کو مجھ سے چھڑا دو گے؟ (بخاری)

صحابہ کرامؓ کی یہ حق پسندی اور انصاف کوشی آخرت پر پختہ ایمان اور جزاوسزا پر کامل یقین رکھنے کا ہی نتیجہ تھی۔ کیا خدا بیزار اور آخرت فراموش لوگوں کو یہ بلند اور پاکیزہ کردار نصیب ہوسکتا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق خود ہی اندیشۂ آخرت کے پیکر نہ تھے۔ دوسروں کو بھی آخرت سے ڈرنے اور نیکی کی زندگی گزارنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

۱۵...... حضرت ابوبکرؓ کا وقتِ آخر تھا، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ خلیفہ نامزد کرنے کے بعد انہیں ایک نصیحت فرمائی۔ جس کے جملے سے فکرِ آخرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس کے چند حصے درج ذیل کئے جارہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا:

اے عمرؓ! اللہ کا جو حق رات سے متعلق ہے وہ اسے دن میں قبول نہیں فرماتا۔ اور جو

دن سے متعلق ہے وہ اسے رات میں قبول نہیں فرماتا۔ ہر عمل کا اس کے وقت کے ساتھ بجالانا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک نفل نہیں قبول فرماتا جب تک تم فرض ادا نہ کرو۔

اے عمرؓ! کیا تم غور نہیں کرتے کہ (دنیا میں) دراصل انہیں کا پلہ میزان بھاری ہے جن کا پلۂ میزان اتباع حق کی وجہ سے آخرت میں بھاری ہوگا۔ جن کا پلۂ میزان ہلکا ہوگا وہ ان کے اتباعِ باطل کی وجہ سے ہوگا، اور حقیقت یہ ہے کہ جس پلۂ میزان میں باطل کے سوا کچھ نہ ہو اسے ہلکا ہی ہونا چاہیے۔

اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جہاں بھی دوزخیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کی بد اعمالی کے ساتھ کیا ہے۔ اس لیے جب تم ان کا ذکر کرو گے تو کہو گے مجھے امید ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہونگا۔

اسی طرح جہاں اللہ نے اہلِ جنت کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نیک عملی کے ساتھ کیا ہے۔ اس لیے کہ ان سے جو بد اعمالی سرزد ہوگی (ان کی نیک عملی کی وجہ سے) درگزر فرمائے گا۔ پس جب تم ان کو یاد کرو گے تو کہو گے کہ میرے اعمال ان کے سے کہاں؟ اگر تم نے میری وصیت کو یاد رکھا تو تمہارے لیے موت سے زیادہ کوئی غائب کسی حاضر سے زیادہ عزیز نہ ہوگا۔ اور (موت آکر رہے گی) تم ایسے نہیں کہ موت کو عاجز کردو۔ (ابن اثیر)

نعمتوں کے ملنے پر فکرِ آخرت

۱۶...... ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانی مانگا، خادم شہد ملا ہوا پانی لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے منہ سے ابھی اتنا قریب بھی نہیں کیا تھا کہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رلا دیا۔ جب رونا کم ہوا تو پھر منہ سے گلاس لگایا پھر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ لوگ سمجھے کہ جان جانِ آفرین کے سپرد کردیں گے۔ دیر تک روتے رہے افاقہ ہوا تو رونے کا سبب پوچھا؟

آپؓ نے فرمایا: میں ایک دن حضور ﷺ کے ساتھ چلا جارہا تھا کہ میں نے دیکھا

کہ رسول اللہ ﷺ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں حالانکہ اس وقت بظاہر کوئی چیز سامنے نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس چیز کو دور کر رہے ہیں بظاہر تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''یہ دنیا آراستہ و پیراستہ ہو کر میرے سامنے آئی ہے۔اس کو اپنے سے دور کر رہا ہوں۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا میرے پاس سے یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ آپ ﷺ تو مجھ سے محفوظ رہے، لیکن آپ ﷺ کے بعد آنے والے مجھ سے محفوظ نہیں رہیں گے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا:۔

''میں اس لیے روتا ہوں کہ کہیں دنیا میرے پاس تو نہیں آ گئی۔''

انمول خطبہ

۱۷...... حضرت صدیق اکبر کے خطبات دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی طرف میلان سے پُر ہوتے تھے۔ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:۔

کہاں ہیں وہ خوبصورت چہرے والے جن کو اپنی جوانی اور شباب پر ناز تھا؟ کہاں ہیں وہ عظیم بادشاہ جنہوں نے شہر بسائے اور پھر ان کو ناقابل تسخیر دیواروں سے محفوظ کیا؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو میدان جنگ میں دادِ شجاعت دیتے تھے۔آج زمانے نے ان کو پیس کر رکھ دیا ہے۔اور پستی کے اندھیروں میں ڈال دیا ہے۔

ابو بکر کی چڑیا سے گفتگو

۱۸...... خوف آخرت کا یہ حال تھا کہ آپؓ جب کسی چڑیا کو کسی درخت پر اچھلتے پھدکتے دیکھتے تو ٹھنڈی سانس بھر کر فرماتے:۔

''چڑیا تو کس قدر خوش نصیب ہے جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے۔ درختوں سے میٹھے پھل کھاتی ہے اور چشموں سے پیاس بجھاتی ہے اور مرنے کے بعد تجھ سے ان نعمتوں کے بارے میں کچھ باز پرس نہ ہوگی، مگر ابوبکرؓ کو خطرہ ہے کہ اس سے تمام نعمتوں کا حساب طلب کیا جائے۔''

کبھی کسی درخت کو دیکھتے تو بے اختیار فرماتے:

یا لیتنی کنت شجرۃ تعضد

کاش کہ میں درخت ہوتا، جو کاٹ دیا جاتا

وددت انی خضرہ تا کلنی الدوان

کاش میں گھاس ہوتا مجھے چوپائے کھاجاتے

(الاصابہ ج ۳ ص ۱۹۸)

آخری سانس

۱۹...... حضرت عائشہ ؓ بنت الصدیقؓ فرماتی ہیں کہ انتقال کے روز فرمایا:

ای یوم ھذا ...... آج کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا...... **یوم الاثنین** پیر کا دن

''قال فانی ارجو ما بینی و بین الیل''

مجھے امید ہی کہ اب میری زندگی اور موت کے درمیان آنے والی رات ہی کا فاصلہ باقی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ عالم نزع میں میں نے اپنے والد ماجد کو جب دیکھا تو میری زبان پر یہ شعر تھا:

من لا یزال دمعہ مقنعا فانہ لا بد مرۃ مدفوق

جو آنسو ہمیشہ دامن ضبط میں رہے ایک دن وہ بھی بہ جائیں گے

فقال ابو بکرؓ لیس کذالک ای بنیه ولکن جائت سکرہ الموت بالحق ذالک ما منت منه تحید

(الاصابه ج۳ص ۱۹۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پیاری بیٹی! یہ بات نہیں بلکہ یوں کہو کہ موت کی بے ہوشی اپنی سچائی کے ساتھ آ پہنچی بیٹی حقیقت ہے جس سے تو بدکتا رہتا تھا۔

قرض کی ادائیگی کی فکر

۲۰...... حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے معاملات سے فارغ ہو چکے تو اپنے گھر کے منتظم معیقیبؓ کو بلا کر پوچھا۔ تم میرے گھر کے منتظم تھے۔ میرا تمہارا حساب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے پچیس درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں، میں نے ان کو معاف کیا۔

آپ نے فرمایا: خاموش رہو۔ میرا سامانِ آخرت قرض سے تیار نہ کرو۔ یہ سن کر معیقیب رو پڑے۔ خلیفۂ رسول نے فرمایا۔ معیقیب! رونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، صبر سے کام لو۔ مجھے امید ہے کہ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جو میرے لیے دنیا سے زیادہ اچھی اور پائیدار ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ کو طلب کر کے ہدایت فرمائی کہ معیقیب کو پچیس درہم دے دیئے جائیں۔

اب ذرا یہ بھی دیکھیے کہ رسول خدا کا یہ جلیل القدر خلیفہ اور اسلامی حکومت کا سب سے بڑا سربراہ کس کفن میں اپنے رب اور اپنے برگزیدہ آقا کے حضور حاضر ہونے جا رہا ہے جس کا وہ خلیفہ تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کفن

۲۱...... آپ نے اپنی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بلا کر پوچھا؟

رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا؟

بولیں تین کپڑوں میں۔ خلیفۂ رسول کے جسم مبارک پر دو کپڑے تھے فرمایا کہ یہ دو کپڑے موجود ہیں۔ تیسرا بازار سے منگوالینا۔ آپ کی چہیتی بیٹی نے عرض کیا ہم تینوں کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں۔

فرمایا: جانِ پدر نئے کپڑوں کے سب سے زیادہ مستحق مردوں سے زیادہ زندہ ہیں۔ لہو اور پیپ کے لیے یہی کپڑے ٹھیک ہیں۔ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان بالآخرت اتنا قوی، زندہ اور تازہ تھا کہ دنیا ہی میں آپؓ کی نظروں کے سامنے آخرت کی منزلوں کے احوال اور کیفیات موجود رہتی تھیں۔

مجھے میرے ملبوس دو کپڑوں میں کفن دیا جائے

۲۲...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ مجھے میرے انہی دو کپڑوں میں کفنایا جائے جو اس وقت میں پہنے ہوئے ہوں۔ (ان میں سے ایک کپڑا دھلا ہوا تھا) آپ نے فرمایا کہ نئے کپڑوں کے مستحق زندہ لوگ ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اوصیٰ ابو بکرؓ ان یکفن بثوبین علیه کان یلبسهما قال کفنونی فیهما فان الحی افقر الی الجدید من المیت فکفن ابوبکر فع ثوبین احد هما غسیل.

(الاصابه)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ انہیں انہی دو کپڑوں میں کفنا دیا جائے جو وہ پہنے ہوئے ہیں۔ فرمایا مجھے انہی دونوں کپڑوں میں کفنا دینا اس لئے کہ زندہ شخص نئے کپڑے کا مردے سے زیادہ حاجت مند ہے چناں چہ آپ کو انہی دو کپڑوں

میں کفنا دیا گیا۔ ان میں سے ایک دھلا ہوا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ دونوں کپڑے دھلے ہوئے تھے، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کفن کا کپڑا قبر کی مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے، لہٰذا نئے کپڑے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے انہی دو کپڑوں کا کفن دے دینا جن میں اس وقت نماز ادا کرتا ہوں۔ (اصابہ ج ۳ ص ۲۰۵)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زہد پر عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو

۲۳...... حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے ہیں ہم نے انکے مال سے حبہ بھر بھی ناجائز نہیں کھایا۔ ہم نے ان کے کھانے میں سے نہایت معمولی کھانے سے اپنا پیٹ بھرا ہے۔ اور معمولی لباس زیب تن کیا ہے اور ہمارے پاس مال غنیمت میں سے بھی کچھ نہیں مگر صرف یہ ایک حبشی غلام اور یہ اونٹ جسے ہم گھریلو ضرورتوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور معمولی کپڑے کا ٹکڑا (جو جانوروں پر ڈالنے کے کام آتا ہے) میں جب فوت ہو جاؤں تو یہ سب سامان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر سبکدوش ہو جائیں۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں نے ایسا ہی کیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ ثانی) کے پاس یہ تمام اشیاء بھیجی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر گر رہے تھے اور آپ کی زبان مبارک پر یہ جملہ تھا

"اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے، ابوبکر نے اپنے بعد آنے والے (خلفاء) کے لئے بہت مشکل پیدا کر دی ہے۔"

پھر فرمایا: اے غلام ان چیزوں کو اٹھا لو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (جو کہ قریب بیٹھے تھے) کہنے لگے:۔

سبحان اللہ! آپؓ ابوبکرؓ کے اہل وعیال سے (ان کی ضرورت کا

سامان) یہ حبشی غلام اور یہ ان کا بار برداراونٹ اور یہ معمولی
کپڑے کاٹکڑا جس کی قیمت پانچ درہم ہوگی چھین رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھرتمہاری کیارائے ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا (یہ چیزیں آپ کے اہل وعیال ہی کولوٹادو)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کوحق کے ساتھ بھیجا ہے!
میری حکومت میں ایسا ہرگزنہیں ہوگا اور یہ کبھی ممکن نہیں، جن اشیاء
کوحضرت ابوبکرؓ وفات کے وقت اپنے گھر سے نکال گئے میں اب
انہیں انکے اہل وعیال کے پاس واپس بھیجوں اس عمل سے موت
زیادہ قریب ہے۔ (اصابہ ج ۳)

موت کے موضوع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

اعتبرو یا عباد اللہ بمن مات منکم .

اللہ کے بندو! تم میں سے جو مر گئے ان کی موت سے عبرت حاصل کرو۔

۲۴...... آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر متمکن ہوتے ہی مدینہ منورہ میں منادی کرادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں جس غزوہ کے لئے تیاری شروع کردی تھی اس کی تکمیل کے لئے کل صبح مدینہ سے باہر مقام جرف میں سب لوگ جمع ہوجائیں تاکہ وہاں سے اس مہم کے لئے لشکر روانہ کردیا جائے۔

اگلے دن حسب اعلان مقام عود پر اہل مدینہ کا اجتماع ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

حمد وصلوٰۃ کے بعد:

ان اللّٰہ اصطفی محمدا علی العالمین و عصمہ من

الایفات و انما انا متبع و لست بمبتدع فان استقمت فتابعونی و ان زغت فقر مونی.

بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام عالم پر فضیلت دی ہے......اور تمام آلام جہاں سے آپؐ کی حفاظت فرمائی ہے......اور میں آپؐ کا تابع فرمان ہوں......نافرمان نہیں ہوں......اگر میں راہ راست پر رہا......تو تم میری اطاعت کرنا......اور اگر میں صراط مستقیم سے بھٹک گیا......تو تم میری گوشمالی کرنا۔

اے لوگو! یہ شام وسحر کی گردش تمہیں موت کی اطلاع دے رہی ہے...... جو کہ تمہاری آنکھوں سے غائب ہے......حتیٰ الامکان لحہ بھر ضائع کئے بغیر......اعمال صالحہ میں مشغول ہو جاؤ...... اس سے قبل کہ تمہارے پاس موت آپہنچے...... اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ......نیک اعمال بجالانے میں عجلت سے کام لو...... جو لوگ موت کو بھول جاتے ہیں وہی اعمال صالحہ کی بجا آوری میں تاخیر کرتے ہیں۔خبردار! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا۔

الجِد الجِد ـالنجاة النجاة ...... کوشش کرو، کوشش کرو نجات اسی میں ہے۔

ان لیس للانسان الا ما سعیٰ!......انسان کو اسکی کوشش ہی کا پھل ملے گا پس پردہ تمہارے اعمال پر ایک نگہبان ہے۔

احذروا اللموت و اعتبروا باالأباء و الابنآء و الاخوان.

موت سے ڈرو اور اپنے آباء و اجداد اور اولاد اور بھائیوں سے عبرت حاصل کرو (سوچو کہ وہ کہاں گئے)

اللہ تعالیٰ وہی اعمال قبول فرماتا ہے...... جو صرف اس کی رضا کے لئے ہوتے ہیں......جن میں ریا (جو کہ شرک ہے) کی آمیزش نہ ہو......اللہ کے بندو! جو تم سے پہلے فوت ہو گئے......ان سے عبرت حاصل کرو۔

تفکرو فیمن کان قبلکم این کانو امس و این هم الیوم این الجبارون اللذین کان لهم ذکر القتال

والغلبه فی مواطن الحرب .

اورفکر کرو ان لوگوں کے بارے میں...... جو تم سے پہلے گذر گئے...... وہ کل کہاں تھے......؟ اور وہ آج کہاں ہیں......؟ کہاں ہیں وہ تند خو......؟ سخت دل جابر لوگ...... جن کے رعب، دبدبہ، سطوت اور جلالت کا تذکرہ...... میدان جنگ میں زبان زد خواص وعوام تھا...... دنیا نے ان کو پچھاڑ دیا...... اور پیوند خاک ہو گئے۔

کہاں گئے...... وہ بڑے بڑے نامور سلاطین......؟ جنہوں نے زمین پر اپنے نشانات اس طرح چھوڑے...... کہ اس پر بڑے بڑے عظیم وعالی شان محلات تعمیر کئے...... مگر بالآخر وہ منہدم ہو گئے...... اور ان کا تذکرہ بھی محو ہو گیا۔

......وصارو کلا شی ء...... اور وہ ایسے ہو گئے جیسے کہ کبھی تھے ہی نہیں۔

......الا ان الله قد ابقیٰ......

خبردار سن لو اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ باقی رہیگا۔

......فان نحن اعتبر نابهم نجونا......

اگر ہم نے ان سے عبرت حاصل کرلی...... تو نجات پا جائیں گے...... اور اگر ہم نے اسکی پرواہ نہ کی تو...... کنا مثلهم ...... ہم بھی ان ہی کی طرح نابود ہو جائیں گے۔

......این الوضاء ه الّسنه وجوههم ......

کہاں گئے وہ پیکر حسن ورعنائی جو اپنے شباب پر اتراتے تھے؟

صارو اترابا...... وہ مٹی ہو گئے۔

اور جو انہوں نے آگے (آخرت میں) بھیجا...... (یعنی برائیاں) وہ ان کے لئے سامان حسرت بن گیا...... کہاں ہیں وہ لوگ......؟ جنہوں نے دنیا میں عظیم سلطنتیں قائم کیں اور عظیم الشان شہر بسائے...... اور حیرت انگیز مضبوط قلعے تعمیر کئے...... اور ان کو بیش بہا سامان آرائش سے مزین کیا۔

وہ یہ سب کچھ اپنے رشتہ داروں کیلئے چھوڑ گئے...... دیکھو انکے محلات میں کس

شان سے دوسرے لوگ آباد ہیں...... اور خود وہ (یہ محلات تعمیر کرنے والے) قبروں کے اندھیروں میں محصور ہیں۔

هل تحس منهم من احد او تسمع لهم ركزا

کیا آپ ان میں سے کسی کو بھی دیکھتے ہیں یا ان کی آہستہ آواز بھی سنتے ہیں۔

دنیا میں جن پہ جان چھڑکتے تھے سب عزیز
تنہا پڑے ہیں آج وہ کنج مزار میں

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ

۴۵...... موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرمارہے تھے:

''جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی بیشک وہ فلاح پا گیا...... اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھلا ہوا گمراہ ہے...... اپنے آپ کو اتباعِ خواہشات نفس سے بچاؤ...... بے شک وہ شخص کامیاب ہوا...... جو لالچ اور خواہش اور غصے سے بچایا گیا...... اور تم اپنے آپ کو فخر وناز سے بچاؤ...... اس آدمی کے لیے فخر کی کونسی بات ہے...... جو مٹی سے پیدا ہوا...... اور پھر مٹی ہی کی طرف لوٹے گا...... پھر اسے کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے...... جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا۔

منها خلقنا كم و فيها نعيد كم ومنها نخرجكم تارة اخرى

ہم نے تمہیں اسی (مٹی) سے پیدا کیا، اور اسی (مٹی) میں لوٹائیں گے اور پھر قیامت کے دن اسی (مٹی) سے دوبارہ نکالیں گے۔

اے بندۂ خاکی! آج تو زندہ ہے اور کل مردہ ہوگا...... لہٰذا زندگی کو غنیمت سمجھو اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہو...... مظلوم کی بددعا سے بچو...... اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرلو۔ (ابن ابی دنیا فی کتاب الحذر وابن عساکر من حدیث ابن عمر)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تیسرا خطبہ

۲۶...... یزید بن ہارون بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ایک ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا...... جس پر اللہ نے انعام کیا اور رزق میں وسعت دی...... اور اس کے بدن کو تندرستی عطا کی...... لیکن اس نے اپنے رب کے ان انعامات کی ناشکری کی۔

اس سے پوچھا جائے گا...... کہ تو نے اپنے اس دن کے لیے کیا عمل کیا تھا...... ؟ جب وہ کوئی نیکی اپنے نامہ اعمال میں نہ پائے گا...... تو رونا شروع کر دے گا...... یہاں تک کہ اس کے آنسو خشک ہو جائیں گے...... پھر اس کو عار دلائی جائے گی...... اور رسوا کیا جائے گا...... کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بیش قیمت عمر...... غفلت میں ضائع کر دی جو اسے عبادت کے لیے عطا کی گئی تھی...... بعد ازاں وہ خون کے آنسو بہائے گا...... اس کے بعد پھر اسے عار دلائی جائے گی...... اور رسوا کیا جائے گا...... حتیٰ کے وہ حالتِ تاسف میں اپنی انگلیاں اپنے دانتوں سے چبا ڈالے گا۔

پھر اسے عار دلائی جائے گی...... اور رسوا کیا جائے گا...... اس معاملے میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کیا تھا...... تو وہ چیخ مار کر اتنا روئے گا...... کہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اس کے دونوں رخساروں پر گر پڑیں گی...... اور ہر ایک پتلی کی لمبائی چوڑائی تین تین میل ہوگی...... اس کے بعد پھر اسے عار دلائی جائے گی...... اور رسوا کیا جائے گا...... یہاں تک کے وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے جہنم میں بھیج دے۔ اور مجھے اس مقام پر کھڑا رکھنے سے معاف فرما۔

انہ من یحادد اللہ ورسولہ فإن لہ نار جھنم خالداً فیھا
ذالک الخزی العظیم (التوبہ ۶۴)

”جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا سو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔“ (حیاۃ الصحابہ حصہ نہم صفحہ ۴۹۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خوف خدا

ا...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بعد حضور نبوی میں آپ کو خصوصی امتیاز و تقرب حاصل تھا۔ آپؓ اسلام سے پہلے بھی قریش مکہ میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تو اس شان سے کہ اسلام کی شمع مسکرا اٹھی اور بیت اللہ جگمگا گیا۔

کوہستان مکہ نے پہلی مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ جانفزا سنا۔ جو بارگاہ نبوت سے حضرت فاروق اعظمؓ کے قبول اسلام کی مسرت میں بلند کیا گیا تھا۔ حق کے ساتھ حضرت عمرؓ کی محبت اور باطل کے اتھ آپ کی دشمنی ضرب المثل تھی، اس لیے آپ ''فاروق اعظم'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ بھی زبان وحی ترجمان سے جنتی ہونے کی بشارت پا چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اعمال کے وزن کیے جانے سے قبل تم لوگ اپنے اپنے اعمال کا وزن کرلو اور حساب ہونے سے پہلے اپنے اپنے نفس کا حساب کرلو اور بڑی پیشی کے واسطے تیاری کرلو اور قیامت کا دن ہوگا جس روز تمہیں پیش ہونا ہے کہ خدا سے پوشیدہ رہنے والا شخص پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔

دو رکعت کی حسرت ہوگی !!!

۲...... روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک قبر کو دیکھا تو وہاں پر سواری سے اتر گئے اور اتر کر دو رکعت نفل پڑھی اور پھر سواری پر سوار ہوکر آگے تشریف لے گئے۔ ساتھ میں جو حضرات تھے انہوں نے سمجھا کہ شاید کسی خاص آدمی کی قبر ہے۔ اس لیے یہاں اتر کر دو رکعت نفل پڑھ لیں۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے آپ یہاں کیوں اترے؟

انہوں نے فرمایا:

بات اصل میں یہ ہے کہ جب میں یہاں سے گزرا......تو مجھے یہ خیال آیا کہ جو لوگ قبروں میں پہنچ چکے ہیں......ان کا عمل منقطع ہو چکا ہے......اور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ......یہ لوگ قبروں کے اندر اس بات کی حسرت کرتے ہیں......کہ کاش ہمیں اتنا موقع اور مل جائے کہ ہم دو رکعتیں اور پڑھ لیں......اور حسرت کے باوجود ان کے پاس نفل پڑھنے کا موقع نہیں ہوتا...... مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دے رکھا ہے......اس لیے چلو میں جلدی سے دو رکعت نفل پڑھ لوں......اس لیے میں نے اتر کر دو رکعت نفل پڑھ لیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ جن کو یہ فکر عطا فرماتے ہیں۔ وہ اپنے ایک ایک لمحے کو اس کام میں لاتے ہیں۔

نیکیوں سے میزان عمل بھرلو

۳...... یہ وقت کے لمحات بڑے قیمتی ہوتے ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے کہ موت کی تمنا نہ کرو اس لیے کہ موت کے بعد معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔

ارے جو کچھ فرصت اور مہلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی ہے سب کچھ اسی میں ہونا ہے۔ آگے جا کے کچھ نہیں ہوگا اس لیے دنیا میں جو لمحات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اس کو غنیمت سمجھو اور اس کو کام میں لو۔

مثلاً اگر ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ دو، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے میزان عمل کا آدھا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ ''الحمد للہ'' کہہ دیا تو اب میزان عمل کا پورا پلڑا بھر گیا۔ دیکھئے یہ لمحات کتنے قیمتی ہیں۔ لیکن تم لن کو گنواتے پھر رہے ہو۔

آدھا سر اور آدھی ڈاڑھی سفید

۴...... روایت میں ہے کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، اس کا آدھا سر آدھی داڑھی سفید تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری یہ حالت کس طرح ہوئی؟

اُس نے کہا: میں فلاں قبرستان میں گیا تھا، ناگاہ میں نے دیکھا ایک شخص ایک آدمی کو دُرے مارتا ہے۔ جب وہ دُرہ اس کے جسم پر پڑتا ہے تو سر سے پاؤں تک وہ آگ ہو جاتا ہے، مجھ کو دیکھ کر وہ آدمی لپٹ گیا اور فریاد کی کہ میری مدد کرو۔

دُرہ مارنے والے نے کہا کہ ہرگز مدد نہ کرنا یہ کافر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک مرتبہ عصر کی نماز جماعت سے فوت ہوگئی تو انہوں نے اس کی تلافی میں ایک باغ جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی صدقہ کر دیا۔

حضرت ابن عُمر رضی اللہ عنہ کی جس دن نماز فوت ہو جاتی، اس دن شام کو ساری رات جاگتے۔ ایک دن مغرب کی نماز کو دیر ہوگئی تھی تو دو غلام اس کی تلافی میں آزاد کیے۔

جب کسی شخص کو عبادات میں سستی پیدا ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کسی ایسے بندے کی صحبت میں رہے جو عبادت میں زیادہ انہماک سے مشغول ہو۔ اور اگر کسی ایسے کی صحبت میسّر نہ آوے تو پھر ایسے لوگوں کے احوال کو عبرت کی نگاہ سے پڑھا کرے۔ (اس میں بہت سے واقعات رَوضۃ الریاحین میں لکھے ہیں جس کا مختصر اردو ترجمہ نُزہَۃ البساتین بھی ہے)

خولہ رضی اللہ عنہا کی عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

۵...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے، تو ان کا دربان (الجارود العبدی) بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی وہ دونوں باہر نکلے ہی تھے کہ راستے میں انہیں ایک عورت ملی، حضرت عمرؓ نے اس کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور بولی: ذرا ٹھہرو عمر مجھے تم سے کچھ بات کہنی ہے۔

وہ بولے: کہو کیا کہنا ہے؟ تو وہ کہنے لگی: اے عمر مجھے وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے، جب تم عمیر کہلایا کرتے تھے اور عکاظ کے بازار میں لڑکوں سے کشتی لڑا کرتے تھے، پھر کچھ ہی عرصہ بعد تم عمر کہلانے لگے، وقت گزرتا رہا اور پھر وہ دن بھی آیا جب تم امیر المومنین کہلانے لگے،

سو تمہیں چاہیے اپنی رعیت کے معاملے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو،
اور جان لو کہ جو موت سے ڈرا وہ ناکامی اور پچھتاوے سے ڈرا۔

تو جارود ایک دم بول اُٹھا: اے، تمہاری اتنی ہمت کہ تم امیر المومنین کے سامنے اتنی جرأت کا مظاہرہ کرو، تو حضرت عمرؓ کہنے لگے: اسے کچھ مت کہو جارود، کیا تم اسے نہیں جانتے؟ یہ خولہ بنت الحکیم ہے کہ جس کی بات اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندیوں سے سُنی تھی۔ تو خدا کی قسم عمر کیلئے اس کی بات سننا اور بھی لازم ہے۔ اُن کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا:-

قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ

(اے پیغمبر) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی اور خدا سے شکایت (رنج وملال) کرتی تھی خدا نے اس کی التجاء سن لی۔ (مختصر منہاج القاصدین: ص ۱۲۸)

کمال فضیلت اور کمال خوف

۶...... حضرت عمر فاروقؓ وہ شخص ہیں جو خود حضورﷺ کی زبانی یہ خوشخبری سن چکے ہیں کہ "عمر فی الجنۃ" عمر جنت میں جائے گا۔ اس بشارت کے بعد اس بات کا کوئی احتمال نہیں رہتا کہ جنت میں نہ جائیں، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب کا ڈر اور اس کی امانت کا اتنا احساس ہے۔

ایک موقعہ پر آپؓ نے فرمایا:-

"قیامت کے روز اگر میں اس امانت کے حساب کے نتیجے میں برابر برابر بھی چھوٹ جاؤں کہ میرے اوپر نہ کوئی گناہ ہو اور نہ

کوئی ثواب ہو اور مجھے اعراف میں بھیج دیا جائے (جو جنت اور
جہنم کے درمیان ایک علاقہ ہے اس میں ان لوگوں کو رکھا جائے گا
جن کے گناہ اور ثواب برابر ہوں گے) تو میرے لیے یہ بھی کافی
ہے۔ اور میں خلاصی پا جاؤں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس بات کا احساس جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اگر اس احساس کا تھوڑا ذرہ بھی اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں ڈال دے تو ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

روتے روتے ڈاڑھ تر ہوگئی

۷...... کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا

بھلا ہو آپ کا جنت ہو آپ کو عطا!
میری بیٹیوں اور ان کی ماں کو کپڑے کیجیے عطا!

اس زمانے میں ہماری حفاظت کیجیے!
قسم ہے آپ کو ہم پر عنایت کیجیے!

حضرت عمر نے فرمایا: اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو کیا ہوگا؟
تو وہ اعرابی بولا: اے ابا حفص، میں چلا جاؤں گا
حضرت عمر نے فرمایا: اگر تم چلے گئے تو کیا ہوگا؟
تو وہ اعرابی بولا:

قسم خدا کی آپ سے کیا جائے گا سوال!
جس دن کرے گا فیصلہ خدائے ذوالجلال!

دونوں کے درمیان کھڑے ہوں گے محترم!
ایک طرف جنت ہوگی تو دوسری طرف جہنم!

یہ سن کر حضرت عمرؓ اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی اور پھر اپنے غلام سے کہا کہ

اسے میری قمیض دے دو، اُس دن کے لیے، اس کے اشعار کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا کی قسم میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

شام کے سفر سے واپس آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مملکت کے کاموں سے فارغ ہو کر گشت پر نکلے۔ اس طرح وہ عوام سے ملتے اور ان کے حالات معلوم کرتے اور انتظامات کو بہتر سے بہتر بناتے جاتے۔ کسی حاکم کی شکایت سننے میں آتی تو اس کی تحقیقات کر کے اس کو دور کرتے۔ پھرنے پھرانے میں بہت سی باتیں اُنہیں اپنے بارے میں بھی معلوم ہو جاتیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کثرت عبادت

۸...... آپ خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے، جب صبح ہوتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔

وامر اھلک با الصلوٰۃ واصطبر علیھا

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔

اور نماز میں عموماً ایسی آیتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت وجلال کا بیان ہوتا ہے۔ اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے

ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع

بلاشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہنے والا ہے، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں۔

تو اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

خوفِ آخرت نے بیہوش کر دیا

۹......اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورہ تکویر کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے

وَاِذَا الصُّحف نشرت...... جب سب لوگوں کے اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

تو بیہوش ہو کر گر پڑے، اور ایسی حالت ہوئی کہ کئی روز تک لوگ عیادت کو آتے رہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ آیت:

وَاِذَا اُلقوا منها مکاناً ضیقاً مقرفید عوا ھنالِکَ ثُبُوْرًا

اور جب انھیں زنجیروں میں باندھ کر ایک تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا۔ تو وہ موت کو پکاریں گے۔

پڑھی تو اس قدر خشوع وخضوع طاری ہوا کہ اگر کوئی شخص جوان کے حال سے واقف نہ ہوتا دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی۔ (خلفائے راشدین)

خوفِ آخرت کے اثر سے ایک مہینے تک بیمار رہے

۱۰...... ایک بار کسی شخص کے گھر کی طرف سے گزر ہوا وہ نماز میں سورہ والطور پڑھ رہا تھا جب آیت پر پہنچا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ...... تیرے رب یقیناً واقع ہو کر رہنے والا ہے۔

تو آپ سواری سے پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ دیکھنے کو آتے تھے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خوف جہنم

۱۱...... ایک بار آپ نے ایک صحابی سے کہا۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے۔ ہجرت کی، جہاد کیا اور بھی بہت سے نیک اعمال کئے، اس کے بدلے میں، ہم صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائیں؟

انھوں نے کہا: خدا کی قسم نہیں! ہم نے حضور ﷺ کے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی، بہت سے نیک کام کیے۔ اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔ ہم کو ان اعمال سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے میں عذابِ الٰہی سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر ہو جائے۔ (اسوۂ صحابہ)

آخرت کا بدلہ دُنیا میں ہی چکا دیا

۱۲...... ایک روز امیر المومنین حضرت عمرؓ کسی خاص سرکاری کام میں مشغول تھے۔ کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے آپ چلئے اور اس سے بدلہ دلایئے۔ اس شخص کے بے موقع آنے سے آپ کے کام میں خلل پڑ گیا۔ آپؓ جھنجھلا اُٹھے اور اسے ایک دُرّہ مار کر فرمایا۔

جب میں اس لیے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں اور میں اُن کی فریاد سنوں تو لوگ آتے نہیں۔ اور جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو لوگ آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں۔

حضرت عمر کی ڈانٹ کھا کر وہ شخص تو چلا گیا لیکن کچھ دیر بعد آپ کا مزاج ٹھنڈا ہوا۔ تو آپ کو اپنی سختی پر بہت افسوس ہوا، خدا کے سامنے جواب دہی کرنے کی بجائے آپ نے اسے ہی بہتر سمجھا کہ دنیا میں ہی اپنا بدلہ لے لے۔ چنانچہ آپ نے اس شخص کو بلا بھیجا وہ آیا تو آپ نے درہ اس کے سامنے رکھا اور فرمایا:-

یہ درہ لو اور جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا اسی طرح تم بھی مجھے مارو۔

اس شخص نے عرض کی کہ یا امیر المومنین! بھلا مجھ سے ایسی جرأت و گستاخی ہو سکتی ہے؟ میں نے خدا کے لیے اپنا حق معاف کر دیا۔

اس شخص کے معاف کرنے پر بھی حضرت عمرؓ کے دل کو اطمینان نہ ہوا۔ اسی طرح

خوفِ خدا اور اندیشہ آخرت دامن گیر رہا۔آپ گھر تشریف لے آئے دو رکعت نماز پڑھی ،اور پھر اپنے آپ کو اس طرح ملامت کرنا شروع کیا:

اے عمر! تو نیچ تھا خدا نے تجھے بلندی عطا کی۔تو گمراہ تھا خدا نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا تو ذلیل تھا خدا نے تجھے عزت دی اور اختیار سے نوازا۔تیرا یہ حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اُسے مار بھگایا۔کل خدا کے حضور میں اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو کیسا جواب دے گا؟

خوفِ خدا نے خدمت پر مجبور کر دیا

۱۳...... حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں رات کو گشت فرمایا کرتے تھے۔تا کہ کوئی شخص کسی قسم کی تکلیف میں ہو تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں۔ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے مدینے سے دور نکل گئے۔وہاں دیکھا ایک عورت کچھ پکار ہی ہے۔اور دو تین بچے اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے عورت سے حالت دریافت کی،تو معلوم ہوا کہ کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ان کی تسلی کے لئے ماں نے خالی ہانڈی چڑھادی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت کھانے کا سامان لینے کے لئے مدینے آئے،کندھے پر سامان رکھ کر چلنے لگے تو غلام نے کہا: میرے ہوتے ہوئے آپ بوجھ کیوں ڈھوتے ہیں؟ لایئے مجھے دیجئے۔

آپ نے فرمایا: تم آج تو میرا بوجھ اٹھا لو گے لیکن کل قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟ یہ کہہ کر آپ خود ہی اٹھا لے گئے۔

کڑکتی دھوپ میں اونٹوں کی تلاش

۱۴...... ایک بار کچھ سرکاری اونٹ گم ہو گئے۔گرمیوں کا زمانہ تھا اور دوپہر کا وقت۔ان دنوں عرب میں دھوپ اتنی تیز تھی کہ جیسے آگ برس رہی ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان

اونٹوں کے گم ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ دوپہر ہی میں ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ بڑی پریشانیوں کے بعد اونٹ ملے آپ ان کو لئے ہوئے واپس آرہے تھے، دھوپ سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، تمام جسم پسینے میں شرابور تھا، ادھر سے حضرت علی آرہے تھے۔

انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا تو تڑپ گئے، کہنے لگے امیر المومنین! ملازموں کو اونٹ تلاش کرنے کے لیے بھیج دیا ہوتا، خود آپ نے کیوں تکلیف کی؟ آپ نے جواب دیا:

> اے علیؓ! قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ملازموں سے نہیں مجھ سے جواب طلب کرے گا کہ اے عمر تو نے کیوں ایسی غفلت کی کہ سرکاری اونٹ گم ہو گئے؟

حضرت علیؓ جانتے تھے کہ جو شخص اپنے دل میں آخرت کا اتنا خوف رکھتا ہو وہ کتنا مبارک ہے۔ آپ نے کہا...... یا امیر المومنین آپ کامیاب ہو گئے...... حضرت عمر کو آخرت کا اتنا خوف تھا۔

> کہنے لگے: اے علیؓ! میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز مجھے میری نیکیوں کا اجر نہ ملے اور نہ گناہوں کے عوض میری پکڑ ہو میرے لیے بس یہی کامیابی ہے۔

دنیاوی نعمتوں سے پرہیز

۵!...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوراک اتنی معمولی اور روکھی سوکھی ہوتی تھی کہ مہمان یا سفراٗ آتے تو ان کو آپؓ کے ساتھ کھانے میں تکلیف ہوتی، کیونکہ وہ ایسی سادہ اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے۔ حفصؓ بن العاص آپ کے کھانے کے وقت موجود رہتے تھے لیکن کھانے میں شریک نہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ نے وجہ پوچھی؟ تو کہا کہ آپ کے دسترخوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اس کو ترجیح

نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا:

کیا تم سمجھتے ہو کہ میں لذیذ اور قیمتی کھانا کھانے کی قدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (خلفائے راشدین)

بیت المال میں احتیاط کی انتہا

۱۶...... آخرت ہی کی باز پرس کا احساس تھا جس کے باعث آپ کو اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بیت المال کا ایک حبہ بھی ناجائز صرف کرنا گوارہ نہ تھا، ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا، انھوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا ہے، اٹھا کر حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کو دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دیا، اور حضرت ابو موسیٰؓ کو بلا کر فرمایا: افسوس تم کو مدینہ میں آلِ عمرؓ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہیں آیا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امتِ محمدیہ کا مطالبہ میری گردن پر ہو؟ (خلفائے راشدین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شہد سے اجتناب

۱۷...... ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے قرض طلب کیا تھا، انہوں نے کہا۔ اے امیر المومنین آپ یہ رقم بیت المال سے قرض لے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ میں بیت المال سے قرض نہیں لوں گا کیونکہ اگر ادائیگی سے پہلے مر جاؤں تو وہ میرے ورثا سے قرض وصول کرے۔

ایک بار ایک شخص سے پینے کے لیے پانی مانگا، اس کے پاس شہد تھا اس نے وہی حاضر کر دیا۔ آپؓ نے شہد واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ میں اسے یوم قیامت کے حساب میں

شامل کرنا نہیں چاہتا۔

آخرت کی سختی سے بچنے کے لئے

سونے کے تمام ذخائر فدیہ کردوں گا!!!

۱۸...... حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولوء تھی نماز کی حالت میں آپؓ پر حملہ کیا، آپ کی زندگی کی امید نہ رہی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:۔

امیر المومنین! آپ کو جنت کی خوشخبری ہو...... دوسرے لوگوں نے جس وقت کفر کیا...... آپؓ نے اسلام قبول کیا...... اور لوگوں نے جس وقت...... آنحضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑا...... آپؓ نے حضور کی معیت میں جہاد کیا...... آنحضرت جس وقت دنیا سے رخصت ہوئے آپؓ سے راضی تھے...... آپ کی خلافت کے معاملے میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا...... اور اب آپ شہید ہو رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے سب کچھ سن لیا تو فرمایا۔ جو تم نے کہا ہے اسے ذرا پھر دہرانا۔ حضرت ابن عباس نے دوبارہ وہ باتیں کہیں۔ انھوں نے ساری باتیں سن کر فرمایا۔

واللّٰہ لو ان لی طلاع الارض ذھبا لافتدیت بہ من عذاب اللّٰہ قبل ان اراہ

اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، زمین میں جس قدر سونا چاندی ہے وہ سب کا سب مجھے مل جائے تو بھی پیش آنے والے دن کے خوف سے بچنے کے لیے میں سب کا سب فدیہ دے دوں گا۔

قیامت کے دن کا حساب کتاب اور اس دن کی جزا و سزا ایسی چیز ہے کہ حضرت عمر کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب جہنم سے ہی بچ جائیں۔

آخری وقت میں سر زمین پر رکھ دیا

۱۹...... حضرت عمرؓ کو اپنی تمام نیکیوں اور خدا کی رضا جوئیوں کے باوجود آخرت کی باز پرس کتنا شدید احساس تھا کہ اپنے بیٹے کا نام بھی پیش کرنے والے کو بھی اتنی سختی سے ڈانٹ دیا۔

حضرت عمرؓ کا یہ احساس آخر دم تک باقی رہا۔ چنانچہ آپ کا وقت آخر تھا، آپ کے صاجزادے حضرت عبداللہؓ آپ کا سر مبارک اپنے زانوں پر لئے بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ صاجزادے نے آپؓ کے حکم کی تعمیل کی، اور سر مبارک زمین پر رکھ دیا، آپ نے دونوں پاؤں برابر کیے اور فرمایا۔ میری اور میری ماں کی تباہی ہے اگر اللہ نے مجھے بخش نہ دیا۔ اور یہی کہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔

ایک بدوی کے مکالمہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رلا دیا

۲۰......ایک بار آپ کے پاس ایک بدو آیا، اور اس نے یہ شعر پڑھے۔

یاَ عمرَ الخَیرَ خیرَ الجَنَّہ اَلبِس بَنَاتِی وَ اُمُّھُنَّہ

اَقسِم باللهِ لَتَفعلَنَّہ!

یعنی اے عمر! بھلائی تو جنت کی بھلائی ہے۔ میری بیٹیوں کو اور ان کی ماں کو کپڑے پہنا، خدا کی قسم! تجھے ضرور ایسا کرنا ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر میں تمہارا کہنا نہ مانوں تو کیا ہوگا؟ بدو نے جواب دیا

تَکُونُ عَن حَالِی لَتَسئَلنَّہ وَالوقِفُ المسئُول یَبھَتَنَّہ

اِمَّا اِلَی النَّارِ وَاِمَّا جَنَّہ

قیامت کے روز میری نسبت سے تجھ سے پرسش ہو گیا تو تُو ہکا بکا رہ جائے گا۔ پھر دوزخ کی طرف جانا ہو گا یا جنت کی طرف۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر اس قدر روئے کے ڈاڑھی اشکوں سے تر ہو گئی پھر غلام سے فرمایا کہ میرا یہ کُرتہ اس غلام کو دے دو۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے۔ (الفاروق)

کاش میں تنکا ہوتا

۲۱...... ایک بار آپؓ کہیں جا رہے تھے راستے میں تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس وخاشاک ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا، کاش میری ماں ہی مجھے نہ جنتی۔ (ابن عساکر)

حضرت عمرؓ کا دل ہر لحہ خوف آخرت سے لرزاں و ترساں اور متفکر رہتا تھا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام لوگ جنتی ہیں۔ تب بھی میرے دل سے مواخدہ کا خوف زائل نہ ہو گا کہ شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہی ہوں" (خلفائے راشدین)

کاش میں ایک دنبہ ہوتا

۲۲......حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا ......وہ مجھے کھلا پلا کر موٹا کرتے رہتے ...... جب میں خوب موٹا ہو جاتا......اور ان کا محبوب دوست ان کو ملنے آتا......وہ (اس کی مہمانی کے لیے مجھے ذبح کرتے اور) میرے کچھ حصے کو بھون کر......اور کچھ حصے کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے......اور مجھے پاخانہ بنا کر نکال دیتے......اور میں انسان نہ ہوتا۔" (اخرجہ حناد ابو نعیم فی الحلیہ ۱/۵۲)

اللہ سے خوف وامید کی کیفیت

۲۳...... حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب جنت میں جاؤ گے تو مجھے (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا اور اگر کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا (ایمان اسی خوف وامید کی درمیانی حالت کا نام ہے)

(عند ابی نعیم فی الحلیة ۱/۵۳)

حمص کے گورنر کا مثالی زہد

۲۴...... حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل پر ہی موقوف نہیں حضرت عمرؓ کے مقرر کیے ہوئے اکثر عمال سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اہل حمص نے حضرت عمرؓ کے پاس اپنے عامل سعید بن عامر کی شکایت کر کے انہیں معزول کر دینے کا مطالبہ کیا۔

ان کی شکایت یہ تھی کہ جب تک دن اچھی طرح نہیں چڑھ جاتا کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ رات کو اگر ان سے کوئی ملنے آئے تو ملنا تو درکنار جواب بھی نہیں دیتے۔ ایک دن گھر سے باہر ہی نہیں نکلتے۔

جب حضرت عمرؓ نے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ عامل مذکور ہر روز آٹا گوندتا ہے۔ اور خود ہی روٹی پکاتا ہے۔ اس لیے دن چڑھے تک لوگوں سے نہیں مل سکتا۔ ساری رات عبادت سے گزار دیتا ہے، مہینے میں ایک دن اپنے کپڑے دھوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں ایک ہزار روپے بھیجے تاکہ وہ کسی نوکر کو مقرر کر لیں لیکن سعیدؓ نے انہیں لشکر میں تقسیم کر دیا۔

جب بعض صحابہ نے دیکھا کہ امیر المومنین جو رقم اپنے گزارے کے لیے بیت المال سے لیتے ہیں۔ وہ آپؓ کی ضروریات کو بھی کافی نہیں ہوتی اور آپؓ بہت تکلیف دہ

زندگی بسر کر رہے ہیں۔تو باہم صلاح مشورہ کر کے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (جو آپؓ کی صاجزادی تھیں) کے پاس آئے اور ان سے کہا۔آپؓ امیر المومنین سے عرض کریں کہ اس تکلیف دہ زندگی کو جوانہوں نے خود اپنے لیے اختیار کر رکھی ہے ترک کر دیں۔

چنانچہ حضرت حفصہ آپؓ کے پاس آئیں اور صحابہ کرام کی بات آپکے سامنے دہرادی۔لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے سختی سے انکار کر دیا اور ان لوگوں کے نام پوچھے جنہوں نے حضرت حفصہ کو یہ صلاح دی تھی۔حضرت حفصہ نے ان لوگوں کے نام بتانے سے انکار کر دیا۔کیونکہ اگر وہ بتا دیتیں تو حضرت عمرؓ ان کو سزا دیتے۔

ایک سبق آموز واقعہ

۲۵...... ایک مرتبہ کا واقعہ ہے اور بڑا عجیب واقعہ ہے یاد رکھنے کا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

حضرت فاروق اعظمؓ سفر پر جا رہے ہیں۔جاتے جاتے سفر کے دوران کچھ بھوک لگی وہ ہوٹلوں ریسٹورینٹوں کا زمانہ تو تھا نہیں کہ بھوک لگی تو کسی ہوٹل میں گھس گئے اور وہاں جا کر کھانا کھالیا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تلاش کیا کہ آس پاس بستی ہو۔لیکن وہاں کوئی بستی بھی نہیں تھی۔تلاش کرتے کرتے دیکھا کہ وہاں ایک بکریوں کا ریوڑ چر رہا ہے۔خیال ہوا کہ اس بکری والے سے کچھ دودھ لے کر پی لیں تاکہ بھوک مٹ جائے۔

اس سے جا کر کہا: میں مسافر ہوں مجھے بھوک لگی ہے۔مجھے ایک بکری کا دودھ نکال دو تو میں پی لوں، اور اس کی جو قیمت تم چاہو وہ میں تم کو ادا کر دوں۔

چرواہے نے کہا: جناب! میں آپ کو ضرور دودھ دے دیتا، لیکن یہ بکریاں میری نہیں ہیں میں تو ملازم ہوں، نوکر ہوں، بکریاں چرانے کے لیے مجھے میرے مالک نے رکھا ہے۔اور جب تک اس سے اجازت نہ لے لوں مجھے آپ کو دودھ دینے کا حق نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو آزمایا بھی کرتے تھے۔ آپ نے کہا کہ میں تمہیں ایک فائدے کی بات بتاتا ہوں، اگر تم اس پر عمل کرلو! پوچھا: کیا؟

آپ نے فرمایا ایسا کرو کہ ان میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو، میں تمہیں پیسے ابھی دیتا ہوں، میرا فائدہ ہوگا کہ مجھے دودھ مل جائے گا۔ ضرورت ہوگی تو میں اسے کاٹ کر کھا بھی لوں گا۔ اور پھر مالک جب تم سے پوچھے ایک بکری کہاں گئی؟ تو کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اور بھیڑیا تو بکریوں کو کھاتا ہی رہتا ہے۔ مالک کہاں تمہاری تحقیق کرتا پھرے گا کہ بھیڑیے نے کھایا یا نہیں۔ تم ان پیسوں کو اپنی جیب میں رکھ کر اپنی ضرورت پوری کرلینا۔ ایسا کرلو اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی۔

اس چرواہے نے یہ بات سنی اور سنتے ہی بے ساختہ جو کلمہ اس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

"یا ابن الملک !فاین اللہ ؟"

شہزادے تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں مالک سے جاکر جھوٹ بول دوں؟ اور یہ کہہ دوں کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا تو اللہ کہاں گیا؟ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ بے شک میرا مالک مجھے نہیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن مالک کا مالک، مالک الملک وہ دیکھ رہا ہے۔ اس کے پاس جاکر میں کیا جواب دوں گا؟ مالک کو تو میں خاموش کرسکتا ہوں لیکن مالک کے مالک کو کیسے خاموش کروں؟

فاروق اعظمؓ نے فرمایا:۔

جب تک تجھ جیسے انسان اس امت کے اندر موجود ہیں...... اس وقت تک اس امت پر کوئی فساد نہیں آسکتا...... جن کے اندر اللہ کے سامنے...... جواب دہی کا احساس موجود ہے...... جب تک یہ احساس باقی ہے...... اس وقت تک دنیا میں امن وسکون باقی ہے...... اور جب یہ ختم ہوگیا...... تو اس وقت کوئی انسان، انسان نہ رہے گا...... بلکہ بھیڑیا بن جائے گا...... جیسا کہ آج کل بنا ہوا نظر آرہا ہے۔

فردِ واحد کی فریاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گورنر کو سرزنش

۲۶...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میں ایک دفعہ صبح کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھا، ہم دونوں سوار تھے۔ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ ہماری طرف آرہا ہے۔ ہمارے قریب پہنچ کر وہ رونے لگا۔ والد نے اس سے پوچھا:

روتے کیوں ہو؟ اگر تم کسی بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہو، تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اگر خوف زدہ ہو تو تمہیں امن دیں گے۔ البتہ اگر تم نے کسی کو قتل کردیا ہے تو اس کے بدلے میں تمہیں بھی قتل کردیا جائے گا۔ اگر تم کسی جگہ رہنا نہیں چاہتے تو ہم تمہیں کسی اور جگہ آباد کردیں گے۔

اس نے عرض کیا میں بنی تمیم میں سے ہوں۔ میں نے شراب پی رکھی تھی۔ اس کی سزا میں آپؓ کے عامل ابوموسیٰ اشعریؓ نے مجھے کوڑے مارے، میرا منہ کالا کردیا، اور مجھے لوگوں کے درمیان گشت کرایا، اور انہیں حکم دیا کہ خبردار کوئی آدمی اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھے۔ نہ اپنے ساتھ بٹھائے، اور نہ کھانے میں شریک کرے۔

اس پر میں نے اپنے دل میں تین باتیں سوچیں یا تو تلوار لے کر ابوموسیٰ کا خاتمہ کردوں۔ یا شام چلا جاؤں جہاں مجھے کوئی نہیں جانتا، یا دشمن کے ساتھ مل جاؤں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں اور مزے اڑاؤں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا: شراب پینا ایک نہایت قبیح فعل ہے اور ایک مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ شراب پیئے لیکن یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔

آپؓ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا جس میں تحریر کیا: مجھے فلاں شخص کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے دوبارہ ایسا فعل کیا تو میں تمہارا منہ کالا کرکے تمام شہر میں پھرواؤں گا۔ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ اس شخص سے میل جول رکھیں اور اگر یہ شخص توبہ کرلے تو اس کی شہادت بھی قبول کرلیا کرو۔ خود حضرت عمرؓ نے اس شخص کو دو سو درہم دیئے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں قرآن اترا آیا

۲۷...... دنیائے اسلام میں صرف حضرت عمرؓ کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ خود رسول پاک ﷺ نے حق تعالیٰ سے مانگ کر لیا۔ ان کے قول و فعل کی تائید میں اللہ جل وشانہ نے آیات نازل فرمائیں ۔ بقول خاتم النبیین ﷺ اگر دنیا میں کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہی ہوتے۔ اور بقول دشمنانِ اسلام اگر دنیا میں ایک عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جاتا۔

پابندیٔ احکام اسلام میں جن کا یہ مقام تھا کہ خلاف شرع عمل پر اپنے لختِ جگر کی دھجیاں مجمع عام میں اُڑا دیں اور اُف تک نہ کی۔

عمر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

۲۸...... عشق رسول ﷺ میں جن کا مقام یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کی جب خبر سنی تو تلوار کھینچ کر آ گئے اور کہا کہ جس نے کہا کہ حضور وصال فرما گئے ہیں اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ دار الآخرت میں جن کا مقام یہ تھا کہ مخبر صادق نے وہاں جانے سے بہت پہلے ان کو داخلہِ جنت کی بشارت دیدی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خوف منافقت

۲۹...... حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا کیونکہ حضرت حذیفہؓ کو حضور ﷺ نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے ایسا علم ملا ہے کہ بتاؤں تو گلوں پر چھرے پھر جائیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپؓ سے منافقین کے نام تو نہیں پوچھتا لیکن اتنا بتا دو کہ ان میں عمر کا نام تو نہیں ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرتے رہنا چاہیے کہ ہمیں نیکی

اور پرہیز گاری کی نعمتیں مل جائیں۔ اعتکاف کرنے کے باوجود بھی ہماری بخشش نہ ہوئی تو ہمیں افسوس کرنا چاہیے۔ اعتکاف والوں کو یقین ہوتا ہے کہ ہمیں لیلۃ القدر مل جائے گی۔ اگر اعتکاف میں بھی ہم نے لایعنی کام نہ چھوڑے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟

عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مجوسی کا عذابِ قبر پر اعتراض

۳۰...... ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے پاس تین مُردوں کی کھوپڑیاں تھیں۔ وہ کہنے لگا اے عمرؓ! تمہارے صاحب (یعنی نبی ﷺ) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر مرے گا۔ وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

النار یعرضون علیھا غدوا عشیا

"صبح شام یہ لوگ آگ کے سامنے لاتے جاتے ہیں"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا بلاشبہ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان بالکل صحیح ہے۔

اس کے بعد اس مجوسی نے تین کھوپڑیاں نکالیں، اور کہا کہ یہ میرے باپ کی ہے، یہ میری ماں کی ہے، یہ میری بہن کی ہے۔ اور یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔ میں اپنا ہاتھ ان کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں تو مجھے کوئی گرمی محسوس نہیں ہوتی۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ یہ کھوپڑیاں آگ کے عذاب کی وجہ سے گرم ہونی چاہئیں لیکن گرم نہیں۔

مجوسی کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے خادم کے ذریعے حضرت علیؓ کو بلایا، جب حضرت علی جب آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اپنا اعتراض پھر دہراؤ، مجوسی نے اپنا اعتراض پھر دہرایا۔

حضرت علیؓ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا، اس کے بعد اس مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ یہ ٹھنڈے ہیں یا گرم؟

مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ تو ٹھنڈے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اب تو لوہے کو پتھر پر مار، مجوسی نے جب لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چنگاری نکلی،

بیمار رہے اور لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے رہے لیکن کسی کو آپ کی بیماری کا سبب نہ معلوم ہو سکا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت امید و خوف

۳۲...... حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ انکی عیادت کیلئے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم کس حال میں ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ مجھے امید بھی ہے اور ڈر بھی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

جب کسی مومن کے دل میں امید (مغفرت) اور خوف (عذاب)
جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ پاک اسکی امید کو پورا کرتا ہے اور اس خوف
سے اسے نجات بخشتا ہے۔

موت مکمل وعظ ہے

۳۳...... حضرت عمرؓ کی اپنی انگوٹھی میں یہ کلمہ لکھا ہوا تھا تا کہ انہیں ہر لحہ موت کا تصور رہے۔

"اے عمرؓ! دوسرے کی موت تیرے لئے نصیحت ہے۔"

حضرت عمر بن متوکل بیان کرتے ہیں مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر لکھا ہوا تھا۔ موت مکمل وعظ ہے۔ کسی کی موت کو دیکھیں تو نصیحت چاہنے والے کے لیے کسی موت سے بڑھ کر نہیں کوئی نصیحت ہے۔

روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں

۳۴...... عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی، سورہ یوسف پڑھتے ہوئے جب آپؓ اس آیت پر پہنچے...... انما اشکو بثی و حزنی

اس پر حضرت علیؓ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے لوہے اور پتھر کے درمیان آگ پیدا فرمادی اسی طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھے کوئی گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کردی ہو اور تجھے محسوس نہ ہو۔

یہ سن کر مجوسی لاجواب ہوگیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حضور ﷺ کا ارشاد بتایا ہے۔ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار سمجھیں ،اور وہ واقع میں بیمار نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تلاوت قرآن مجید کا اثر

۳۱...... امیرلمومنین حضرت عمرؓ پر اس قدر خوف غالب تھا کہ آپؓ قرآن مجید کی آیت سن کر بے ہوش ہو جاتے اور کئی کئی دنوں تک ان پر غشی کا دورہ پڑتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ ان کی عیادت (بیمار پرسی) کے لیے جایا کرتے تھے۔ اور ایک دفعہ آپ نے ایک تنکا ہاتھ میں نے کر فرمایا کہ کاش میں بجائے عمر ہونے کے یہ تنکا ہوتا۔

کبھی فرماتے کہ میں کوئی قابل ذکر شخصیت نہ ہوتا۔ کبھی یہ کہتے کہ کاش عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی۔ اور منقول ہے کہ آپؓ کے چہرے میں آنسوؤں کے بکثرت بہنے کی وجہ سے دو کالی لکیریں بن گئی تھیں۔

ایک مرتبہ خود ہی آپ نے سورۃ اذالشمس کی تلاوت کی جب وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت کی آیت پر پہنچے یعنی...... جب اعمال نامہ کھولے جائیں گے...... تو اس کو پڑھتے ہی ان پر اس قدر خوف طاری ہوگیا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

ایک دن آپ گدھے پر سوار ہو کر کہیں جارہے تھے اور کوئی آدمی اپنے گھر میں سورہ الطور پڑھ رہا تھا۔ جب آپ نے...... ان عذاب ربک لواقع...... کی آیت سنی تو گدھے پر سے اتر کر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ پھر گھر آ کر ایک مہینہ

الـی الـلّٰـه ......(میں اپنے رنج وغم کی شکایت بس اللہ ہی سے کرتا ہوں) تو روتے روتے آپؓ کی ہچکیاں بندھ گئیں، میں آخری صفوں میں کھڑا آپ کی ہچکیاں سنتا رہا۔"

تلاوت کے وقت حضرت عمرؓ کے رونے بلکہ شدت احساس کی وجہ سے بیمار پڑ جانے کے کئی واقعات حدیث اور سیر کی کتابوں میں منقول ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات قرآن پڑھتے ہوئے کسی آیت پر سے گذرتے تو اس قدر خوف وگریہ آپؓ پر طاری ہوجاتا کہ زمین پر گر پڑتے اور دو دو دن صاحب فراش رہتے ،لوگ آپؓ کو بیمار سمجھ کر عیادت و بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط

۳۵...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر پر گئے تو مصر کے گورنر نے بیت المال کی کوئی چیز انکو دیدی اور کہا کہ یہ تمہیں قرض کے طور پر دیتا ہوں، تم مدینہ میں جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دینا، قرض کے طور پر اس لئے دیتا ہوں کہ اگر یہ ضائع ہوگئی تو تمہارے ذمہ پڑیگی اور امانت کے طور پر دونگا تو ضائع ہونے کی صورت میں تم پر ضمان نہیں آئیگی ،کیونکہ امانت کا ضمان نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس مال سے اپنی تجارت کا سامان خرید لیا اور اسکو فروخت کیا، رقم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے اس مال سے تجارت کی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جی ہاں! حضرت عمرؓ نے کہا: کچھ نفع بھی ہوا؟ کہا کہ جی! فرمایا:

> وہ نفع لا دو! یہ بات صحیح تھی کہ گورنر نے یہ مال تمہیں قرض کے طور پر دیا تھا اور اس سے یہ مراد تھی کہ تم پر ضمان آئے، لیکن میں جانتا ہوں کہ انہوں نے مال تمہیں ایک خلیفہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے دیا اور وہ گورنر بیت المال سے اتنا بڑا قرض کسی عام آدمی کو نہ دیتا یہ

خلیفہ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے دیا ہے، اور میں اسکو تمہارے لئے جائز نہیں سمجھتا، اس منافع کو بیت المال میں جمع کرواؤ، اگر یہ کمال ضائع ہو جاتا تو ضمان بھی غریبوں پر آتا اور جو نفع ہوا وہ بھی عوام الناس کے لئے وصول ہوا۔

خوف الٰہی کی برکت

۳۶...... حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ تحریر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد...... تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں...... تم ہر وقت اللہ کا خوف اور ڈر اپنے سامنے رکھو...... اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ... جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو بچالیتا ہے...... اور جو شخص اللہ پر توکل کرے...... اور بھروسہ کرے اور اللہ کے بھروسے پر کام کرتا رہے...... اور مخلوق پر نظر نہ ہو...... تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسکی کفایت فرماتے ہیں ...... وہ اکیلا کافی ہے۔

حضرت عمرؓ کا جذبہ خدمت خلق

۳۷...... ایک رات آپ گشت فرمارہے تھے، ایک مکان کے اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا: کون ہو؟ اور کیوں رونے کی آواز آرہی ہے؟ وہ عورت اندر سے کہنے لگی:

میں بیوہ ہوں، خاوند میرا فوت ہو چکا ہے، بچے یتیم ہیں، بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے ہیں، تو میں نے چند ٹھیکریاں، چند پتھر دیگچی میں ڈال دیئے ہیں اور انکو ابال رہی ہوں، گڑ گڑ کی آواز آتی ہے، بچے

سمجھتے ہیں کچھ پک رہا ہے، بچے یونہی آہستہ آہستہ
سو جائینگے، وقت گذر جائیگا۔

آپؓ نے فرمایا: تم نے خلیفہ کو خبر نہیں کی؟ کہنے لگی:

میں پردے والی ہوں، میں بھوکی تو ہوں، لیکن میری غیرت تو
نہیں مر چکی ہے کہ میں بے پردہ ہو کر باہر نکلوں۔ بھوک ہے، مگر
غیرت نہیں مری میری، غیرت زندہ ہے حیاء والی ہوں۔

پھر فرمایا: تجھے اس حالت کی امیر المومنین کو کسی طریقے پر خبر کرنی تو چاہئے تھی؟ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین ہے عالم الغیب تو ہے نہیں، عالم الغیب تو اللہ کی ذات ہے۔ تجھے بتانا تو چاہئے تھا۔ تو عورت کہنے لگی:

میں کیوں بتاؤں؟ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے؟
وہ گلہ بان کس کام کا جسکو اپنے گلہ کا پتہ نہیں؟
وہ کس کام کا چرواہا جس کو اپنے ریوڑ کا پتہ نہیں؟
وہ کس کام کا حاکم جس کو اپنی رعیت کا پتہ نہیں؟
میں کیوں بتاؤں؟ اسکو خود خبر لینی چاہئے تھی۔

مولانا عبدالشکور نے لکھا ہے کہ وہ مائی جوش میں آکر کہنے لگی:۔

قیامت کا میدان ہوگا اور وہاں میں عمرؓ کو اللہ کے دربار میں لے
کے جاؤں گی، اور میرا دوپٹہ ہوگا، عمرؓ کی گردن ہوگی، اور اللہ کے
دربار میں پیش کروں گی کہ یہ ہے خلیفۃ المسلمین!!!
میرے بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ لیکن اس نے راشن نہ
پہنچایا...... یہ تو پھر قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔

اب اسے یہ نہیں پتہ کہ یہ ہی امیر المومنین ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا، دوڑتے اور روتے ہوئے بیت المال پہنچے، اور اس طرح رو رہے تھے جیسے بچے بلک بلک کر روتے

ہیں۔آپؓ نے فوری طور پر غلام سے فرمایا:
جلدی میری پیٹھ پر چاول اور سوجی رکھو، آٹا اور گھی رکھو، جو بھی ہے بیت المال میں دے دو، جلدی کرو۔اس نے کہا: حضرت! میں حاضر ہوں، میں اٹھا کے لے جاتا ہوں۔فرمایا:۔

نہیں! میں ہی لے کے جاؤں گا، آج یہ بوجھ تم اٹھالو گے، کل ان کی آہ اٹھی تو قیامت کے دن بوجھ کون اٹھائیگا؟ اللہ کے دربار میں تو کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا، میں خود ہی اپنے آپکو ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔یہ میری پیٹھ پر رکھو۔

آپ وہ چیزیں لے کر فوراً آئے، مائی سے کہا: مائی پردہ کرو۔اس نے پردہ کیا۔آپؓ اندر گئے۔جلدی سے کچھ حلوہ تیار کیا، کچھ چاول جو کچھ ہوسکتا تھا، جلدی جلدی خود تیار کیا۔

لکھا ہے کتابوں میں کہ جب لکڑیاں جل رہی تھیں؟ تو لکڑیاں گیلی تھیں، ان سے دھواں نکلتا تھا، آپ اسکو پھونکیں مارتے تھے کہ آگ جلے۔جب وہ دھواں اٹھتا تھا، تو اپنی داڑھی کو اور اپنے چہرے کو مخاطب کر کے کہتے تھے:

''اے عمر! اس چہرے پر اس داڑھی پر دھواں آتا ہے، کوئی بات نہیں آج یہ دنیا کا دھواں قبول کرلو، کل ان بچوں کی آہ اٹھی تو کہیں جہنم کا دھواں نہ پہنچ جائے، اس دھوئیں سے اپنے آپ کو بچاؤ''

پھر جب حلوہ وغیرہ تیار ہوا، تو آپؓ نے بچوں کو قریب کیا، اپنے ہاتھوں سے انکے مونہہ میں لقمے ڈالے۔وہ بچے کہنے لگے:

اماں! یہ تو ایسے پیار کرتا ہے جیسے اپنا ابا پیار کرتا تھا۔

اور پھر جب وہ بچے خوش ہوگئے، آپؓ نے اپنی گردن میں چادر ڈالی اور مائی کے پاس چلے گئے، اور اسکو کہا: میری اماں! عمر میں ہوں۔میں ہی خلیفۃ المسلمین ہوں، مجھ سے ہی سستی ہوئی، میں تیرے پاس راشن نہ پہنچا سکا، مجھے اطلاع نہ تھی۔

''اے اماں! قیامت کے دن مجھ سے نہ پوچھنا، آج میری گردن

میں یہ چادر ڈال کے مجھے ان مدینے کی گلیوں میں گھسیٹ لے،
لیکن قیامت کے دن مجھ سے کچھ نہ کہنا تا کہ اللہ کے دربار میں
میں شرمندہ نہ ہوں"

حدیث میں آتا ہے کہ اماں رو رہی تھی بچے رو رہے تھے، کہنے لگی:

مجھے تو پتہ ہی نہ تھا کہ تو خلیفہ ہے، قیامت کے دن اللہ کے
دربار میں، میں تیری سفارش کروں گی کہ اللہ! عمر کو بخش دے، اس
نے میرے روتے ہوئے بچوں کو سینے سے لگایا تھا۔

تو یہ دور تھا حضرت عمرؓ کا...... امیر المومنین...... خلیفۃ المسلمین کا۔

ویسے ہی پیغمبر ﷺ نے نہیں فرمایا تھا:

لو کان بعدی نبی لکان عمر

"اگر میرے بعد نبوت چلتی تو عمر نبی ہوتا"

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

حسنات العمر کعدد نجوم السماء

میرے عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمر! جب اس دنیا سے

باپ فوت ہو جائیگا...... اسکی اولاد روئے گی۔
خاوند فوت ہو گیا...... بیوی روئیگی۔
بیوی مرگئی...... گھر والے روئینگے، پریشان ہونگے۔
خاندان کا بڑا مر گیا...... خاندان والے روئینگے۔

"اے عمر! جب تو دنیا سے رخصت ہو گیا تو قیامت تک میرا اسلام
تیری جدائی میں روتا رہے گا۔"

خوف خدا سے رونے کی وجہ سے چہرے پر گڑھے

۳۸......خشیت الٰہی علم ویقین کا ثمرہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (فاطر ۲۸)

اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا علم اور آخرت پر غیر متزلزل یقین کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ خوف خدا سے اس قدر گریہ کناں رہتے کہ چہرہ مبارک پر سیل اشک کی مسلسل روانی سے آنکھوں کے نیچے نمایاں گڑھے پڑ گئے تھے۔

عن عبداللّٰہ بن عیسیٰ قال کان فی وجہ عمرؓ خطان اسودان من البکاء۔ (صفہ الصفوہ ج ا ص ۲۸۶)

عبداللہ بن عیسیٰؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے چہرے پر انکے رونے کے سبب (آنکھوں کے نیچے) دو دھاریاں پڑ گئی تھیں۔

خوف خدا اور کثرت عبادت

۳۹......سالم بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ کعب احبارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:

: ہم دنیا کے بادشاہ کے لئے آسمان کے بادشاہ کی طرف سے (سخت محاسبہ کا) خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

عمرؓ نے فرمایا : مگر جو اپنے نفس کا خود محاسبہ کرلے (تو کیا وہ بھی خطرہ میں ہے؟)

کعبؓ نے کہا : قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تورات میں اس آیت کے بعد یہی آیت ہے۔

پھر حضرت عمرؓ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر گئے۔

کرلیا جس نے خود حساب اپنا
اسکا پھر احتساب کیا ہوگا

قبر و قیامت میں پیش آنے والے خطرناک معاملات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ اپنے اہل و عیال کو آخری رات نماز تہجد کیلئے شفقتاً اٹھاتے۔ اس لئے نماز تہجد گناہوں سے حفاظت قرب الٰہی کا ذریعہ اور ظلمت قبر میں باعث تنویر ہے۔

نماز میں کثرت سے رونا

۴۰...... نماز میں عموماً ایسی صورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر، یا خدا کی عظمت و جلال کا بیان ہوتا۔ اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باوجود یہ کہ آخری صف میں ہوتا تھا لیکن حضرت عمر یہ آیت

انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ (یوسف ۸۶)

''میں اپنے غم والم کی شکایت بس اپنے اللہ ہی سے کر رہا ہوں''

پڑھ کر اس قدر زور سے روتے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔

(بخاری کتاب الصلوٰت باب اذا بکی الامام فی الصلوٰت)

نماز میں روتے روتے آنکھیں سوجھ گئیں

۴۱...... حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے...... ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع...... آپکے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا...... تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوجھ گئیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور خوف آخرت

۴۲...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کتنی بڑی شخصیت تھے کہ کیا کہئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرنے سے ذرا پہلے اپنی صاحبزادی

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا تھا کہ مجھے اس وقت تمام لوگوں میں عمر ؓ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں! خلیفۃ الرسول ﷺ اور امت کے پہلے امام کا یہ ارشاد وسیدنا عمر ؓ کی خوبیوں، نیکیوں اور صالح زندگی کی وجہ سے تھا۔

لیکن خود حضرت عمر ؓ کا یہ حال تھا کہ جب رات آتی تو اپنے پیروں پر درے لگاتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ اے عمر ؓ! آج تو نے کیا اچھا عمل کیا؟

حضرت انس بن مالک ؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضرت عمر ؓ کو مسجد سے باہر جاتے دیکھا تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی اس کے احاطہ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بیچ میں دیوار حائل تھی۔ اتنے میں، میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے:

> عمر بن خطاب! تو امیر المومنین بن گیا ہے۔ سنبھل کے چل اور اپنے آپ کو پہچان! اللہ کی قسم تجھے خوف خدا سے لرزتے رہنا چاہئے ورنہ سمجھ لے کہ عذاب دور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ...... ولا اقسم بالنفس اللوامة ...... کہ میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیر کی!

شدت خوف سے ایسے روتے کہ بیس بیس روز بیمار ہو جاتے

۴۳...... حضرت حسن ؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

...... ان عذاب ربک لواقع، ما له من دافع......

بے شک تیرے رب کا عذاب یقیناً ہو کر رہیگا، اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔

تو شدت خوف سے روتے ہوئے آپ کا سانس اکھڑ گیا اور بیمار ہو گئے، بیس روز تک آپ کی عیادت ہوتی رہی۔ اسی طرح ایک دفعہ اس آیت پر

واذا القوا منها مكانا ضيقا مقرنين دعوا هنالك ثبورا

اور جب وہ اس میں تنگ جگہ ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔

اس قدر خشوع وخضوع طاری ہوا کہ اگر کوئی ان کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائیگی۔ رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز صبح کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے کہ...... **وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم** ......تو زاروقطار رونے لگے۔ یہاں تک کہ قرات ختم کر کے رکوع پر مجبور ہو گئے۔

عبید بن عمیر ﷛ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، آپؓ نے سورہ یوسف کی تلاوت شروع کی جس وقت یہاں پہنچے...... **وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم** ......تو ایسے بے اختیار روئے کہ قرأت ختم کر کے مجبوراً رکوع میں چلے گئے۔

جنت کا ٹکٹ دنیا میں مل جانے کے باوجود خوف

۴۴......حضرت فاروق اعظمؓ اپنے کانوں سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد سن چکے کہ

"عُمَرِ فِي الْجَنَّةِ "عمر جنت میں جائیں گے۔

اور یہ واقعہ بھی سن چکے تھے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جب میں معراج پر گیا اور وہاں جنت کی سیر کی تو جنت میں میں نے ایک بہت شاندار محل دیکھا اور اس محل کے کنارے ایک خاتون بیٹھی وضو کر رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر کا محل ہے۔ وہ محل اتنا شاندار تھا کہ میرا دل چاہا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں۔ لیکن اے عمرؓ! مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی کہ تم بہت غیور انسان ہو۔ اس لیے میں اندر نہیں گیا اور واپس آ گیا۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو رو پڑے، اور عرض کیا...... **وعلیک یا رسول**

الله ...... یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے غیرت کروں گا۔

دیکھئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی زبان سے اپنے لیے جنت کی بشارت سن چکے تھے اور جنت میں اپنے محل کے بارے میں سن چکے تھے، اس کے باوجود آپ کا یہ حال تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ حضرت حذیفہؓ بن یمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جن کو حضور ﷺ نے منافقین کی فہرست بتا دی تھی۔ کہ مدینے میں فلاں فلاں شخص منافق ہے۔ آپ ان سے پوچھ رہے ہیں:۔

اے حذیفہؓ خدا کے لیے مجھے یہ بتا دو کہ کہیں ان میں میرا نام تو نہیں ہے۔

خیال یہ آ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے جنت کی بشارت تو دیدی لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد کے اعمال کی وجہ سے ان بشارتوں پر پانی پھر جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ خطرہ ہے، بہر حال جس شخص کو جتنی زیادہ معرفت ہوتی ہے اتنا ہی اس کو خوف بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ خوف جب تک دل میں کسی نہ کسی درجے میں حاصل نہ ہو۔ یاد رکھیے! اس وقت تک تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی

۴۵...... جب ملک فتح ہو گئے اور فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ تو حضرت عمرؓ کے بارے میں صحابہ نے مشورہ دیا کہ اب یہ بوڑھے ہو گئے ہیں اور فتوحات ہو گئی ہیں۔ اب ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہے۔ انہیں چاہیے کہ اچھا کھائیں اچھا لباس پہنیں، کوئی خادم رکھ لیں، جو کھانا پکایا کرے اور لباس و آرام کا خیال رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھ بڑے صحابی آپس میں مشورہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا بات کون کرے؟ انہوں نے سوچا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

بیٹی ہیں، اور ام المومنین ہیں۔

یہ حضرات، حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور بات عرض کی کہ امیر المومنین کو اب سختی پر نہیں رہنا چاہیے تھوڑی نرمی پر آنا چاہیے۔ اور آپ ان سے بات کریں اگر مان جائیں تو ہمارا نام بتا دیجئے اور اگر نہ مانیں تو ہمارا نام نہ بتایئے گا۔

حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ حضرت حفصہؓ نے کہا ابا جان اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اگر آپ خادم رکھ لیں جو آپ کے لیے کھانا پکایا کرے اور لباس اچھا پہن لیا کریں، آپ کے پاس دور دور سے وفد آتے ہیں کچھ آرام کر لیا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حفصہؓ یہ بات کس نے تجھ سے کہی، فرمایا کہ پہلے آپ یہ بتاؤ کہ مانتے ہو کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ پتا چل جائے کہ یہ بات کس نے کہی ہے تو میں مار مار کر ان کے چہرے لہولہان کر دوں۔

اے حفصہؓ ...... صاحب بیت ادریٰ بمافیہ ...... گھر والے کو پتا ہوتا ہے کہ گھر کے حالات کیسے ہیں۔ تو نبی کی بیوی ہے...... تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے...... اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

اے حفصہؓ تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ...... تو نے ایک مرتبہ چھوٹی سی میز پر آپ ﷺ کے لیے کھانا رکھ دیا تھا...... اور حضور ﷺ آئے تو...... آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا...... اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا نیچے رکھ...... میں کھانا میز پر نہیں کھاؤں گا...... آپ ﷺ نے کھانے کو نیچے رکھ کر کھایا تھا۔

حفصہؓ تجھے یاد ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ہی جوڑا ہوتا تھا...... جسے وہ دھو کر پہنتے تھے...... اور ابھی وہ کپڑا خشک نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت ہو جاتا۔ اور بلال آ کر کہتا تھا:

...... یا رسول اللہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ......

اور آپ ﷺ انتظار کرتے رہتے تھے ...... یہاں تک کہ جوڑا خشک ہوتا تھا...... اور اسی کو پہن کر جاتے تھے۔

اے حفصہؓ تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ...... تیرے گھر میں ایک ٹاٹ تھا...... جسے تو دہرا کر کے بچھاتی تھی...... رات کو آپ ﷺ کے آرام کے لیے...... ایک بار تو نے چوہرا کر کے بچھا دیا...... آپ ﷺ نے فرمایا! اے حفصہؓ اس ٹاٹ کو دہرا کر دے...... اس نے رات کو کھڑا ہونے سے مجھے روک دیا۔

اے حفصہؓ تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ...... ایک عورت نے حضور ﷺ کو دو چادریں ہدیہ میں بھیجی تھیں...... ایک چادر پہلے بھیج دی...... اور ایک چادر دیر سے آئی...... تو آپ ﷺ کے پاس کوئی کپڑا ہی نہیں تھا...... اسی چادر کو آپ ﷺ نے کانٹوں سے...... اور گانٹھ لگا کر اسے پہن کر جا کر نماز پڑھائی تھی۔

جب موت کا وقت قریب آیا...... تو بیٹے نے سر کو گود میں رکھا ہوا تھا...... آپ نے فرمایا: میرا سر زمین پر ڈال دے۔ حضرت عبداللہ ﷺ کو سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر کہا بیٹا میرا سر زمین پر ڈال۔ مجھے یاد نہیں کیا لفظ فرمایا:...... تُرِبَتْ یدکَ...... یا یوں فرمایا ...... ثَقُتکَ اَمکَ ُ...... تیری ماں تجھے روئے، تیرے ہاتھ ٹوٹے،

"مجھے زمین پر ڈال دے۔ میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرنا
چاہتا ہوں تا کہ میرے مولیٰ کو مجھ پر رحم آجائے۔

یہ وہ عمرؓ ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔ انتقال ہوا جنازہ پڑھایا گیا۔ جنازہ اٹھا حجرہ پاک کے سامنے جنازہ رکھا گیا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا اے ام المومنین! امیر المومنینؓ دروازے پر آچکے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

مرحبا امیر المومنین، مرحبا امیر المومنین
بے شک امیر المومنین کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

میرے بھائیو! اللہ نے دکھا دیا کہ جو نبی کے طریقے پر چلتا ہے میں اسے کیسے ساتھ ملاتا ہوں، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اوڑھنی سر پر رکھی اور باہر نکل گئیں اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں قیامت کے دن اٹھوں گا اور میرے دائیں طرف ابو بکر ؓ ہو گا اور بائیں طرف عمر ؓ ہو گا۔ اور بلال ؓ میرے آگے آگے اذان دیتا ہو گا''

عہد کی پابندی کا عبرت آموز واقعہ

۴۶...... حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت کا یہ بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس دو نوجوان ایک نوجوان کو پکڑ کر حاضر ہوئے۔ دونوں نوجوانوں نے پکڑے ہوئے نوجوان پر جرم عائد کیا کہ اس نے ہمارے باپ کو ہلاک کر دیا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے نوجوان! تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ کیا واقعی تم نے ان لوگوں کے باپ کو ہلاک کیا ہے۔

اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! بلا شبہ مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے۔ اور میں نے غصہ کی حالت میں ایک پتھر اٹھا کر ان کے باپ کو مارا جس کے لگنے سے وہ ہلاک ہو گیا۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا بالکل نہیں تھا۔

حضرت عمر ؓ نے اس کی بات سن کر فرمایا:

''اے نوجوان! اب چونکہ تم نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ اس لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ تجھ سے قصاص لیا جائے''

اس نوجوان نے خاموشی سے اپنا سر جھکا لیا۔ اب ان نوجوانوں سے دریافت کیا گیا کہ وہ اپنے والد کے بدلے میں کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم جان کے بدلے میں جان لیں گے۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہو گیا کہ وہ نوجوان جان کے بدلے میں جان پیش کرے گا۔ اس نوجوان نے فیصلہ سن کر حضرت عمر ؓ سے عرض کیا:۔

یاامیرالمومنین میں قصاص کے لئے حاضر ہوں لیکن ایک عرض داشت آپ کے حضور پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔حضرت عمرؓ نے اسے اپنی بات کہنے کی اجازت فرمائی۔اس پر نوجوان نے کہا:۔

میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو کہ ابھی نابالغ ہے۔میرے والد مرحوم نے مرنے سے پہلے کچھ سونا میرے سپرد کیا تھا اور مجھے وصیت کی تھی کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو میں اس کے سپرد کر دوں۔

میں نے اس سونے کو ایک ایسے مقام پر دفن کر دیا ہے جس کا میرے سوا کسی کو بھی نہیں۔اگر وہ سونا اس کو نہ ملا تو میں سمجھتا ہوں کہ روز قیامت اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔اس لیے مجھے کم از کم اتنی مہلت دے دی جائے کہ میں امانت اس کے حقدار تک پہنچا آؤں۔اس مقصد کے لیے مجھے تین دن کی ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اس نوجوان سے فرمایا میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا۔کہ تم تین دن بعد قصاص کے لیے حاضر ہو جاؤ گے۔اس وقت دربار فاروقی میں بے شمار لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔بڑے بڑے جید صحابہ کرامؓ بھی تشریف فرما تھے۔نوجوان نے دربار میں کھڑے سب لوگوں کی طرف نظر دوڑائی کہ شاید کوئی اس کا جاننے والا ہو جو اس کی ضمانت دے دے۔

اچانک اس کی نظر حضرت ابوذر غفاریؓ پر ٹھہر گئی۔اور اس نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''یہ میری ضمانت دیں گے''

حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا،اے ابوذر غفاریؓ کیا تم اس شخص کی ضمانت دیتے ہو؟انہوں نے فرمایا کہ بلاشبہ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ تین دن بعد حاضر ہو جائے گا۔

دونوں مدعی نوجوانوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی ضمانت پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تین دن کے لیے نوجوان کو رہا کر دیا۔

جب تیسرا دن آیا تو دونوں مدعی نوجوان پھر حضرت عمرؓ کے دربار میں حاضر ہو گئے حضرت ابوذر غفاریؓ بھی موجود تھے۔ دربار میں پہلے سے لوگوں کا ہجوم تھا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی آموجود ہوئے۔ لوگوں میں یہ چہ مگوئیاں کہ وہ نوجوان اپنی جان بچانے کے لیے چکا دے گیا۔ کون بے وقوف ہوگا جو اپنی جان بچ جانے کے بعد خود ہی اپنی جان دینے کے لیے آجائے گا۔

جوں جوں وعدہ ختم ہونے کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ضمانت دے کر ان کے باپ کے قاتل کو بھگا دیا ہے۔ جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر کہا اے ابوذرؓ! ہمارا مجرم کہاں ہے؟ حضرت ابوذر غفاریؓ نے بڑے ہی حوصلے اور پرسکون لہجے میں فرمایا۔

"اگر تیسرے دن کا مقررہ وقت گزر گیا اور وہ نوجوان حاضر نہ ہوا
تو اللہ کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا۔"

دربارِ فاروقی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور مقررہ وقت کے پورے ہونے کا انتظار ہو رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر مجرم نہ آیا تو جناب ابوذر غفاریؓ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا۔ جو اسلامی شرع کے مطابق ضامن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اس فیصلے کو سن کر جید صحابہ کرام بھی پریشان ہو گئے۔ اور دوسرے سب مسلمان بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اگر نوجوان نہ آیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ سے قصاص لیا جائے گا۔

چنانچہ لوگوں نے مقررہ وقت گزرنے سے پہلے ہی دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر راضی کرنا شروع کر دیا کہ وہ کسی طرح خون بہا قبول کرنے پر راضی ہو جائیں۔ لیکن

انہوں نے خون بہا لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک طرف سے شور اٹھا۔

لوگوں نے دیکھا کہ وہ مجرم بھاگتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ وہ پسینے میں شرابور دوڑتا ہوا دربارِ فاروقی میں حاضر ہو گیا۔ آتے ہی اس نے سب کو سلام کیا اور عرض کیا۔ اے امیر المومنینؓ! میں اپنے چھوٹے بھائی کو اس کے ماموں کے حوالے کر آیا ہوں۔ اور اس کی امانت بھی اس کو بتا دی ہے۔

''اب آپ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا فرمان پورا کریں میں حاضر ہوں۔''

تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اچانک لوگوں کے درمیان میں سے نکل کر حضرت ابوذر غفاریؓ آگے آئے۔ اور فرمایا:

''اے امیر المومنینؓ! اللہ کی قسم! میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ نوجوان کون ہے اور کس جگہ کا رہنے والا ہے۔ اور نہ ہی میں نے اس کو اس دن سے پہلے کہیں دیکھا تھا۔ لیکن جب اس نے سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھے اپنا ضامن بتایا تو مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں اس کا دل توڑ دوں، پھر مجھے اسکی شکل وصورت نے اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ یہ نوجوان اپنے وعدے کی ضرور پاسداری کرے گا اس لیے میں نے اس کی ضمانت دے دی۔''

نوجوان کے حاضر ہو جانے پر دربار فاروقی میں موجود لوگوں کے چہروں پر رونق کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور سب لوگ نوجوان کے وعدے کی پاسداری پر عش عش کر رہے تھے۔ وہ دونوں مدعی نوجوان بھی اس نوجوان کے اس فعل سے متاثر ہو گئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے با آواز بلند عرض کیا:

''یا امیر المومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا''

یہ آواز سن کر سب لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمرؓ بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش

ہوئے اور فرمایا: اے نوجوانو! تمھارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کردوں گا۔

نوجوانوں نے جواب دیا:

اے امیر المؤمنینؓ! ہم نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنے باپ کا خون معاف کیا ہے اس لیے اب ہم کچھ بھی لینے کا حق نہیں رکھتے اور نہ ہی لیں گے۔

امیر المؤمنینؓ نے بدلہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کردیا

۴۷...... ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کوئی کام کرنے میں بہت زیادہ مصروف تھے کہ اسی اثناء میں ایک آدمی اپنی شکایت لیکر حاضر ہوا اور کہنے لگا:

فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے آپ میرے ساتھ جا کر میرے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلا دلوادیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی بے وقت آمد ناگوار گزری اور غصے کی حالت میں اس کو ایک درہ مارتے ہوئے فرمایا:

جب میں اس کام کے لیے عدالت لگاتا ہوں اس وقت تو نہیں آتے اور جب میں دوسرے کاموں کے کرنے میں لگا ہوتا ہوں تو آکر کہتے ہو کہ ہمیں بدلہ دلوادیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر وہ آدمی واپس چلا گیا اس کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے کسی کو بھیج کر اسے بلوالیا اور اس کے ہاتھ میں درہ پکڑا کر فرمایا کہ لو مجھ سے بدلہ لو۔ اس آدمی نے عرض کیا، امیر المومنین! میں نے اللہ کی خاطر معاف کیا۔

عدالت فاروقی کا عظیم نمونہ

۴۸...... ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانہ خلافت میں بحرین سے کچھ

مشک کستوری آ گیا۔ آپؓ نے فرمایا کوئی عورت اسے تول دیتی تو میں اسے تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ میں تول دوں گی۔ فرمایا:

تم سے نہیں تلواتا، کیونکہ وہ تولتے وقت تمھارے ہاتھ میں لگے گا اور تمھارا ہاتھ گردن وغیرہ میں لگے گا۔ لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھارے حصہ میں دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ مشک آجائے گا کیونکہ مشک کا نفع خوشبو ہی ہے۔ جب تمھارے پاس خوشبو زیادہ آگئی تو تمھارے حصہ میں دوسروں سے زیادہ مشک آ گیا۔

حضرت عمرؓ کے فکر آخرت کا ایک واقعہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ راستہ میں گزر رہے تھے کہ ایک شخص پر نظر پڑی جو سر راہ ایک عورت سے باتیں کر رہا تھا آپ نے (یہ سمجھ کر کہ ایک غیر عورت سے باتیں کر رہا ہے) اس کے ایک درہ مار دیا۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ تو میری بیوی ہے۔ اس سے باتیں کرنے پر آپ نے مجھے کیوں سزا دی؟

آپ نے فرمایا تمھاری بیوی ہی ہے مگر تم راستے میں کھڑے ہو کر کیوں باتیں کر رہے ہو؟ جس سے مسلمان تمھاری طرف سے بے گمانی میں مبتلا ہو کر غیبت کریں گے۔ اس نے کہا ہم دونوں باہر سے آئے ہیں اور ابھی ابھی شہر میں داخل ہوئے ہیں اور یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ کہاں قیام کریں؟

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس کے جو درہ مارا تھا اس پر وہ پیشمان ہوئے اور آخرت کے بدلے سے بچنے کے لیے اس سے کہا:-

اچھا تم اپنا بدلا لے لو۔

اس نے کہا کہ میں نے معاف کیا۔ یہاں تک کے آپ نے اس سے بدلا لینے پر اصرار کیا۔ اس نے پھر کہا کہ میں معاف کیا۔ یہاں تک کے جب اس نے تین دفعہ معاف کر دیا تب آپ کا دل مطمئن ہوا اور آپ نے اسے جزاک اللہ کی دعا دی۔

(سیرت خلفائے راشدین)

بیت المال کے بارے میں احتیاط

۴۹...... حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے زمانے خلافت کا یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ ایک مرتبہ رات کو بیت المال میں بیٹھے کوئی خلافت کا کام انجام دے رہے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا آپ کو کچھ خلافت کے کام سے متعلق گفتگو کرنا ہے یا اپنے ذاتی مسئلہ میں بات کرنا ہے۔انہوں نے فرمایا مجھے اپنے ذاتی معاملے میں گفتگو کرنا ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا بس تو چلو کسی اور جگہ بات کریں گے۔کیونکہ بیت المال کی روشنی میں بیٹھ کر ذاتی کام کرنا درست نہیں ہے۔

جو زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب اٹھ جاتا ہے

۵۰......حضرت احنفؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا:

جو زیادہ ہنستا ہے ....اس کا رعب کم ہو جاتا ہے

جو مذاق کرتا ہے ....وہ اس کی وجہ سے ہلکا ہو جاتا ہے۔

جس میں جو وصف زیادہ ہوتا ہے...... وہ اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

جو جس قدر کلام کرتا ہے............وہ اسی قدر غلط الفاظ زیادہ استعمال کرتا ہے۔

اور اس کی حیا کم ہو جاتی ہے............ اور اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے۔

جس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے............اس کا دل مر جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لکھا: میں تجھ کو اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔

جو شخص اللہ سے ڈرا............ اللہ نے اس کی حفاظت کی۔

جس نے اللہ پر بھروسہ کیا...... اللہ اس کے لیے کافی ہو گیا۔

جس نے شکر کیا............اللہ اسے زیادہ دے گا۔

جس نے اللہ کے ساتھ قرض کا معاملہ کیا (یعنی اس کی عبادت کی) اللہ اس کو جزا دے گا۔ تقویٰ تمہاری زندگانی کا نصب العین ہونا چاہیے۔ اور تمہارے اعمال کا ستون اور تمہارے دل کے لیے اُجالا۔

بیشک اس شخص کا عمل مقبول نہیں جس کے لئے نیت نہیں اور اس شخص کے لئے مال نہیں جس کے لئے نرمی نہیں اور اس کے لئے نیا نہیں جس کے لئے پرانا نہیں (اسے نئے کی کیا قدر جس نے پرانا پہنا ہی نہ ہو)

جعفر بن زرقان بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماتحت عمال کی طرف لکھا۔ آسانی کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کیا کر اس سے پہلے کہ سختی سے حساب لیا جائے۔ اس لیے کہ جس آدمی نے آسانی کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کیا۔ اس سے پہلے کہ حساب کی سختی میں مبتلا کیا جائے۔ اسے خوشنودی باری تعالیٰ کی نعمتِ غیر مترقبہ نصیب ہوگی اور لوگ اس پر رشک کریں گے۔

اور جس شخص کو اس کی زندگی نے لہو ولعب میں مبتلا کیا۔ اور وہ اپنے معاصی میں گرفتار رہا، اس کا آخری انجام ندامت وحسرت ہوگا۔ تجھے جس چیز کے ساتھ نصیحت کی جارہی ہے۔ اس سے نصیحت پکڑ، تاکہ تو اس چیز سے رک جائے۔ جس سے تجھے روکا جارہا ہے۔ (کنز ج ۸ ص ۳۰۸)

موت اور قبر پشیمانیوں کا سمندر ہیں

۵۱......حضرت عمرؓ فرماتے ہے سمندر چار ہیں:

- ☆......خواہش نفس......گناہوں کا سمندر ہے
- ☆......نفس انسانی......خواہشات کا سمندر ہے
- ☆......موت......زندگیوں کا سمندر ہے
- ☆......قبر......پشیمانیوں کا سمندر ہے

آپؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؓ کے پیچھے نماز پڑھی، میں تین صف پیچھے تھا، لیکن آپ کے رونے کی آواز مجھے آ رہی تھی۔ آخرت کی جواب دہی کا اسقدر خوف تھا کہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر فرأت کے کنارے کوئی بکری بلاوجہ مر جائے ،تو مجھے ڈر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے آخرت میں سوال کرے گا۔

حضرت عمرؓ کا ہتھوڑوں سے ڈرانا

۵۲......حضرت سعیدؒ حضرت قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انہیں جہنم سے ڈراؤ، شاید وہ اس سے خوف کھائیں، کیونکہ اس کی گرمی سخت ہے، گہرائی بہت زیادہ ہے اس کا پانی کھولتی ہوئی پیپ ہے۔اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں۔

خوف آخرت سے بے ہوش

۵۳......صالح مری نے کسی کے سامنے یہ آیت پڑھی:

اذالا غلال فی اعناقہم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون.

جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی) ہوئی ہوں گی، جن کا دوسرا سرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا اوران زنجیروں سے ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں پہنچائیں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

تو ایک آدمی نے ایک زوردار چیخ ماری اوردم بخود ہوکر گر پڑا۔صالح مری کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس سے چلے گئے اورا سے چھوڑ دیا، کیونکہ ان کو اس کے بہت جلد افاقہ میں آنے کا اطمینان تھا۔

خوف خدا کا عالم

۵۴...... حضرت محمد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبہ میں...... اذا الشمس کورت...... پڑھ رہے تھے۔ جب...... علمت نفس ما احضرت...... پر پہنچے تو (رونے کے غلبہ کی وجہ سے) ان کی آواز بند ہوگئی۔ (اخرجه الشافعي كذافي المنتخب)

خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر فاروق ﷺ جیسے باجبروت خلیفہ کے بدن پر بارہ پیوند کا کُرتا ہوا کرتا تھا۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ، پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں۔ اور پھر اس حالت میں یا تو کندھے پر مشک لئے جا رہے ہوتے کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی پہنچانا ہے یا مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے ہوتے۔ اس لئے کہ کام کرتے کرتے تھک جاتے اور نیند کی جھپکی آ جاتی۔

حضرت عمر بن خطاب ﷺ قرآن کی آیتیں سنتے اور بیمار ہو جاتے۔ لوگ کئی دن تک ان کی بیمار پرسی کو آتے۔ ایک دن آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:

''اے کاش میں میں یہ تنکا ہوتا! اے کاش میں کوئی چیز قابل تذکرہ نہ ہوتا۔ اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ رونے کی وجہ سے آپ کے چہرے پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔''

حضرت عمر ﷺ نے موت کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے کفن میں جلدی کرنا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی کہ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ فرمایا:۔

اگر میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا معاملہ ہوا تو مجھے میرے مولیٰ سے جلدی ملا دینا اور اگر میرے ساتھ معاملہ شر کا ہوا تو اپنے کندھوں سے میرا بوجھ جلدی اتار دینا۔ عمر کا انجام تو اللہ جل جلالہ ہی جانتا ہے۔

شربت پیتے ہوئے اللہ کا ڈر

۵۵...... حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ پانی مانگا تو کسی نے ان کو پینے کے لئے شربت دے دیا۔ شربت کا گلاس منہ سے لگایا آنسو آ گئے اور وہ شربت کے گلاس میں آکر گرے۔ کسی نے کہا امیر المؤمنین کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے ایسا نہ ہو قیامت کے دن اللہ فرما دے:

اذهبتم طيبٰتكم فی حياتكم الدنيا واستمتعتم بها (سورة احقاف)

تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے

حالانکہ یہ آیت کفار کے بارے میں آئی ہے لیکن وہ اپنے پر اس کو چسپاں کر لیتے تھے۔ اتنا ان لوگوں کے دلوں میں خوف ہوتا تھا کہ پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا بنے گا؟ یہ غم ان پر سوار رہتا اور راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا۔

تتجافا جنوبهم عن المضاجع (سورہ الم سجدہ)

ان کے پہلو ان کے بستروں سے الگ رہتے تھے۔ اپنے رب کو مناتے تھے، کہتے تھے کہ آج کی رات سجدے کی رات، کبھی کہتے آج کی رات رکوع کی رات، کبھی کہتے آج کی رات قیام کی رات اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہو کر مانگتے تھے۔

حساب ہونے سے پہلے اپنا حساب خود کر لو!

۵۶......ان عمر بن خطاب قال حاسبوا قبل ان تحاسبوا فانه هو اهون او قال ايسر لحسابكم وزنوا انفسكم قبل ان توزنو اوتجهزوا للعرض الاكبر يومئذ تعرضون لاتخفىٰ منكم خافية .

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اپنا حساب خود کرلو اس سے قبل کہ تم سے حساب طلب کیا جائے۔اس لئے کہ یہ سہل ہے۔یا فرمایا کہ تمہارے حساب کے لئے یہ زیادہ آسان ہے (اور فرمایا) اپنا (یعنی اپنے اعمال کا) وزن کرلو۔اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے۔اور عدالت عالیہ میں حاضری کے لئے تیاری کرلو۔تم پیش کئے جاؤ گے تمہارے کوئی کام خفیہ نہیں۔

مومن کے دل میں امید اور خوف

۵۷...... حضرت سعید بن میسبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بیمار ہوئے، حضور ﷺ عیادت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! اپنے آپ کو کس حال پر پار ہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا:۔

(اللہ کے فضل وکرم کی) امید بھی لگائے ہوئے ہوں اور (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر بھی رہا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

جس مؤمن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتے ہیں۔اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے اسے بچا لیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

ا...... حضرت عثمان ﷺ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ سوم، آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں باری باری آپ کے عقد میں آئی تھیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ آپ کو بھی جنت کی بشارت مل چکی تھی، تمام اسلامی مملکتیں جس میں شام، مصر، عراق، ایران سب شامل تھے، آپکی خلافت وامارت کے ماتحت تھیں۔

آخرت کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا

۲...... اس مرتبہ ومنصب کے باوجود آپؓ کے خوف خدا اور اندیشہ آخرت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ تنبیہاً اپنے غلام کا کان مروڑ دیا، تو آخرت کی باز پرس کے خیال نے اتنا پریشان کیا کہ آپؓ نے غلام سے فرمایا۔ تم مجھ سے اسکا بدلہ لے لو، اور میرا کان مروڑو۔

اس نے حکم کی تعمیل میں آپکا کان ہاتھ میں لے لیا۔ آپؓ نے فرمایا: یوں نہیں، زور سے مروڑو۔ میں نے زور سے مروڑا تھا، دنیا میں بدلہ ادا ہو جانا آخرت کے عذاب سے بہتر ہے۔ (خلفائے راشدین)

حضرت عثمان بن مظعون ﷺ کے جنازہ میں جناب رسول ﷺ نے فرمایا: اور یہ مہاجرین اوّل میں سے تھے اور شہادت پائی۔ جب حضرت ام سلمہ ﷺ نے انکے بارے میں عرض کیا۔ اسکے بعد وہ فرمایا کرتیں کہ عثمان کے بعد میں کسی کا تذکیہ ہی نہ کروں گی!

دنیا خدا کی سرائے

۳...... حضرت عثمان ﷺ فرمایا کرتے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میں مرجاؤں تو دوبارہ زندہ ہی نہ کیا جاؤں۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں:

''دنیا خدا کی سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کے لئے وقف ہے اپنا توشہ لے لے اور جو کچھ سرائے میں ہے اسکا لالچ نہ کر''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبر کو دیکھ کر رونا اور اس کا سبب

۴...... اور رونا آجانا...... یہ دل کی نرمی کی علامت ہے۔ سردار دو عالم ﷺ روتے تھے...... اہل بیتؓ روتے تھے...... حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق آتا ہے کہ آپ جب کسی قبرستان سے گذرتے...... تو قبر کو دیکھ کر کے آپؓ اتنا روتے...... اتنا روتے...... حتیٰ بتل لحیته...... یہاں تک کہ آپؓ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی...... بھیگ جاتی تھی۔

کسی نے کہا: اے عثمان! تُو تو جنتی ہے...... تجھے تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

......عثمان فی الجنة...... تُو تو...... ذی النورین ہے...... دونوروں والا...... تیرے گھر تو نبی ﷺ کی دولخت جگر...... دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔

آپؓ تو خلیفہ راشد...... خلیفہ ثالث ہیں...... آپؓ کیلئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں دی ہیں...... پھر آپؓ کیوں اتنا روتے ہیں؟

فرمایا: میں نے بشارتیں بھی سنی ہیں...... لیکن میرے کانوں میں امام الانبیاء ﷺ کا یہ اعلان بھی گونج رہا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا:

القبر اول منزل من منازل الاخرة

قبر قیامت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو اس میں سے بچ گیا، بعد والی ساری منزلیں اس کے لئے آسان ہو جائیں گی، اور جو اس میں پھنس گیا بعد کی آنے والی منزلیں اس سے بھی سخت ہوں گی۔ اس لئے قبر دیکھ کے میں روتا ہوں۔

قبر کو ہم یاد نہیں کرتے حالانکہ قبر کو یاد کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن رومیؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے...... اور مجھے معلوم نہ ہو...... کہ

دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا...... تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی ...... مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا...... کہ دونوں میں سے کس طرف مجھے جانا ہے۔

(اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۶۰ واخرجہ ایضا احمد فی الزہد عن عثمان مثلہ کما فی المنتخب ۱۰۱۵)

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو...... اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی...... ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں...... اور روتے نہیں ہیں...... لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں......؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے...... جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا...... اس کے لئے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں...... اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا...... اس کے لئے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں......

اور میں نے حضور ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ...... قبر کا منظر اس سے زیادہ گھبراہٹ والا نہ ہو۔ (اخرجہ الترمذی وحسنہ)

رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو ایک قبر پر یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

فان تنج منها تنج من ذی عظیمة

و الا فانی لا اخالک ناجیا

(اے قبر والے!) اگر تم اس گھاٹی سے سہولت سے چھوٹ گئے تو تم بڑی زبردست گھاٹی سے چھوٹ گئے ورنہ میرے خیال میں تمہیں آئندہ کی گھاٹیوں سے نجات نہیں مل سکے گی۔

(جذ ذا فی الترغیب ۵/۳۲۲ واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۶۱ عن ھانی مختصراً)

روتے روتے ڈاڑھی تر ہو جاتی

۵...... امیر المومنین حضرت عثمان غنی ﷺ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے انکی داڑھی تر ہو جایا کرتی تھی۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین! آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کے پاس کیوں روتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ یقین رکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ......
قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے...... اگر اس میں
نجات مل گئی...... تو آگے کی منزلیں...... اس سے زیادہ آسان
ہونگی اور اس میں نجات نہ ملی...... تو اسکے بعد کی منزلیں اس سے
زیادہ سخت ہونگی......اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ......
قبر سے بڑھ کر خوفناک منظر میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

(مشکوٰۃ ج ا ص ۲۶)

اور بدکلامی سے رُکے رہتے ہیں اور آخرت سے رُکے رہتے ہیں
اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی ایسا خوفناک منظر
نہیں دیکھا جو قبر سے بڑھ کر خوفناک ہے۔ (احیاء العلوم الغزالی)

حضرت عثمان کو آخرت کی فکر

۶...... حضرت عثمانؓ کی داڑھی کے بال جب سفید ہوئے تو آئینہ میں دیکھ کر رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت خیر تو ہے؟ فرمایا موت کی نشانی آچکی ہے مگر عثمانؓ نے آخرت کیلئے تیاری نہیں کی۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ، جو پیغمبر ﷺ کے داماد ہیں اور بنو امیہ کے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں۔ حضور ﷺ کی پھوپھی کے فرزند ارجمند، سعادت مند ہیں، جو شہید قرآن

ہیں، جب قبرستان سے گزرا کرتے تو قبر کو دیکھ کر داڑھی مبارک بھیگ جاتی، روتے رہتے اور کہتے پتہ نہیں قبر بھی ملے گی یا نہیں؟

قبر کی فکر کرو

ے...... کسی نے پوچھا حضرت آپ کو تو مصطفیٰ ﷺ کی زبان سے جنت کا پروانہ مل چکا ہے، آپ کا بیڑہ پار ہے۔ فرمایا نہیں بھائی۔ سنو! جنت اور جہنم کی پہلی منزل قبر ہے، خاتمہ بالخیر ہے تو خیر ہے، خاتمہ بالخیر نہیں تو خیر نہیں، قبر کے عذاب سے بچ گیا تو جنت میں داخل ہو جائیگا۔ قیامت کے عذاب سے بچ جائیگا۔ یہیں پکڑا گیا تو دونوں جہاں برباد ہو گئے، قبر کی فکر کرو۔

خطبات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

''موت صبح وشام آنے والی ہے''

۸...... بدر بن عثمانؓ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ممبر رسول ﷺ پر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

وقال انکم فی دار قلعه و فی بقية اعمار تبادروا اجالكم بخير ما تقدرون عليه فلقداتيتم صبحتم او مسيتم الاوان الدنياطويت علي الغرور. (طبری جز خامس)

تم ایسی جگہ ہو جہاں سے تمہیں لازماً منتقل کر دیا جائیگا۔ اپنی باقی ماندہ زندگی میں موت سے پہلے پہلے نیکی جمع کر لو۔ یاد رکھو! موت صبح وشام آنے والی ہے۔ سن لو! یہ دنیا لپیٹی گئی ہے دھوکے پر۔

فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا و لا یغرنکم باللّٰہ الغرور. (لقمان ۳۳)
سو دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ وہ کہیں بڑا
فریب کار تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں رکھے۔

جو دنیا سے کوچ کر گئے ان سے عبرت پکڑو، سعی پیہم کرو، غفلت نہ کرو ورنہ تم سے بھی غفلت نہ کی جائیگی، کہاں چلے گئے وہ دنیا کے بیٹے اور انکے بھائی جنہوں نے ساری دنیا چھان ماری اور اسے آباد کیا۔ اور ایک طویل مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا۔ کیا دنیا نے انہیں پچھاڑ نہیں دیا۔ تم دنیا سے محبت نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ نے اس سے محبت نہیں کی۔ اور آخرت کی خواہش کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک مثال بیان فرمائی۔

واضرب لهم مثل الحيوٰة الدنيا كماء انزلناه منّ
السماء فاختلط بهٖ نبات الارض فاصبح هشيماً
تذروه الرياح وكان الله على كل شيء مقتدرا المال
والبنون زينه الحياة الدنيا والبقيات الصٰلحات خير
عند ربک ثواباً و خير املاً. (سورۃ کہف)

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان کیجئے۔ کہ وہ
ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو، پھر اسکے ذریعے
سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہو، پھر ریزہ ریزہ ہو جائے
کہ ہوا اسے اڑائے اڑائے پھرے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری
قدرت رکھتا ہے۔

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق ہیں، اور باقی رہ جانے
والے اعمال صالحہ آپ کے پروردگار کے پاس ثواب کے اعتبار
سے بھی کہیں بہتر ہے اور امید کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر۔ اور
لوگ آپ سے بیعت کی طرف متوجہ ہو گئے۔

موت سے قبل موت کی تیاری

۹............ حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔

اے ابن آدم! تو یہ اچھی طرح دلنشین کر لے۔ کہ موت کا جو فرشتہ تجھ پر مقرر ہے وہ وقت مقررہ پر تجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی روح قبض نہیں کرے گا۔ اللہ سے ڈر تقویٰ اختیار کر، موت کیلئے تیاری کر۔ تو اگرچہ اس سے غافل ہے مگر وہ تجھ سے غافل نہیں۔

اے ابن آدم! یاد رکھ اس سلسلے میں اگر تو نے غفلت کی اور تیاری نہ کی تو تیری جگہ کوئی دوسرا تیاری نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات لازمی۔ لہٰذا تو اپنے نفس کیلئے نیک عمل کر۔ اور اپنے نفس کو غیر کے سپرد نہ کر۔ (ابن عساکر و کنز العمال)

دنیا کی رنگینیوں سے بچو

۱۰......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

الاو ان الدنیا خضرة قد شهیت الی الناس ومال الیها کثیر منهم فلا ترکنو الی الدنیا ولا تثقوا بها فانها لیست بثقة واعلمو انها غیر تارکها الامن ترکها. (تاریخ طبری الجزء الخامس ص ۱۴۹)

اور بے شک دنیا سرسبز و شاداب ہے لوگوں کو بڑی مرغوب ہے، اور بہت سے لوگ دنیا کی طرف مائل ہوئے ہیں تم دنیا کی طرف مائل نہ ہونا نہ اس پر بھروسہ کرنا۔ یہ اعتماد کے قابل نہیں۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا چھوڑنے والی نہیں۔ مگر یہ کہ کوئی خود اسے چھوڑ دے۔

بہت دلکش نہایت ہی حسین ہے صورت دنیا

فساد و قتل وخوں، ظلم وستم ہے فطرت دنیا

قبر بڑی مصیبت کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمائے بس اسکی خیریت ہے۔ جب حضرت عثمان روتے روتے اپنی داڑھی آنسوؤں سے تر کر لیتے تھے تو فرماتے ہم کو قبر کو یاد کر کے اتنا رونا چاہئے؟

مومن کو 6 قسم کا خوف ہوتا ہے

۱۱...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ...... اعاذک اللہ من عذاب القبر...... اللہ تجھے عذاب قبر سے پناہ میں رکھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: عذاب قبر برحق ہے۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے جب بھی نماز پڑھی، عذاب قبر سے اللہ کی پناہ ضرور مانگی۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ مومن کو ہر وقت چھ قسم کا خوف دامنگیر رہتا ہے۔

۱...... اللہ کی طرف سے کہ کہیں وہ اسکے ایمان کو سلب نہ کرلے (کسی جرم کی وجہ سے)

۲...... فرشتوں کی طرف سے کہ کہیں وہ اسکے نامہء اعمال میں ایسی بات نہ لکھ دیں جس سے روز قیامت رسوائی ہو۔

۳...... شیطان کی طرف سے کہ وہ اسکے اعمال کو ضائع نہ کردے۔

۴...... موت کے فرشتے کی طرف سے کہ کہیں وہ اچانک غفلت کی حالت میں روح نہ نکال لے۔

۵...... دنیا کمینی کی طرف سے کہ کہیں وہ اسکو دھوکہ دیکر اسکو آخرت سے غافل کر کے اپنے میں مشغول نہ کرلے۔

۶...... بیوی بچوں کی طرف سے کہ کہیں وہ اسکو صرف اپنی خدمت میں مشغول نہ کرلیں اس طرح پر کہ وہ یاد خدا سے غافل ہوجائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۱...... حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔آپ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی، حضور ﷺ کی سب سے محترم صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے شوہر اور حضور ﷺ کے خلیفۂ چہارم تھے۔آپؓ حضور ﷺ کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔حضور ﷺ نے آپ کے بھی جنتی ہونے کی خبر دیدی تھی۔پھر بھی آپ آخرت کی باز پرس سے کتنے خائف رہتے تھے۔اس کا اندازہ آپؓ کے ایک دوست ضرار اسدیؒ کے بیان سے اچھی طرح ہوتا ہے۔وہ آپکی رات کی عبادت کے متعلق اپنا ذاتی مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خوفِ آخرت سے گریہ وزاری

۲...... خدا کی قسم! میں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو بارہا دیکھا جب رات ختم ہونے کو آتی تو وہ اپنی ڈاڑھی ہاتھ میں لے کر اس طرح بے قرار ہو جاتے جیسے کوئی سانپ کا کاٹا ہوا بے قرار ہو جاتا ہے۔اور بڑی دردناک آواز میں روتے اور کہتے۔

اے دنیا! جا میرے سوا کسی اور کو فریب دے......تو میرے سامنے کیوں آتی ہے......؟ مجھے کیوں اپنا شوق دلاتی ہے......؟ یہ بات مجھ سے بہت بعید ہے......میں تجھے تین طلاق بائنہ دے چکا ہوں......میں تجھ سے رجوع نہیں کر سکتا......تیری عمر کم ہے...... اور تیری قدر و منزلت بہت بے حقیقت ہے......آہ زاد راہ کم ہے اور سفر بہت طویل......اور راستہ وحشت ناک ہے۔

عبرت پذیری

۳...... حضرت علیؓ ہر اس چیز سے جو آخرت کی یاد دلانے والی ہوتی تھی انس رکھتے تھے۔ ایک دن آپ قبرستان میں بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا۔ اے ابوالحسن! آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟

فرمایا: میں ان لوگوں کو بہت اچھا ہم نشین پاتا ہوں، کسی کی بدگوئی نہیں کرتے اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔ (خلفائے راشدین)

آخرت کی تیاری

۴...... حضرت علی مرتضیٰؓ اپنے عہدِ خلافت میں بازاروں میں تشریف لے جاتے وہاں جو لوگ راستہ بھولے ہوتے انہیں راستہ بتاتے، بوجھ ڈھونے والوں کے بوجھ اٹھا دیتے، کسی کے جوتے کا تسمہ گر کر ٹوٹ جاتا تو اسے اٹھا کر دے دیتے اور یہ آیت پڑھتے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

ہم آخرت کا گھر ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سرکشی اور فساد کرنا نہیں چاہتے اور عاقبت کی فلاح و سعادت صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کا فکر انگیز وعظ

۵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو ایک خصوصی وصیت فرمائی تھی، یوں تو پوری وصیت ہمارے لیے ایک مجموعۂ درس و موعظت ہے۔ لیکن ہم یہاں اس وصیت کے ان حصوں کو نقل کر رہے ہیں جو فکرِ آخرت سے متعلق ہیں۔ حضرت امیر المومنینؓ فرماتے ہیں:۔

میرے دل کے ٹکڑے! دنیا نے مجھے چھوڑ دیا ہے...... اور پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے...... لیکن حوادثِ دہر کا سرکش گھوڑا ابھی...... میری مخالفت پر آمادہ ہے...... میں لمحہ بہ لمحہ آخرت سے قریب تر ہوتا جا رہا ہوں...... اس سے مجھے وہ عبرت ملی ہے...... جس نے مجھے دنیا کی ساری چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

میرے لختِ جگر! سب سے پہلے میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ...... زندگی کے تمام شعبوں میں...... تم خدا کی کامل اطاعت کو اپنا شعار بنالو...... ہر وقت اپنا قلب اس کی یاد سے تازہ رکھو...... اور اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو...... اور کس کی رسی اس سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہو سکتی ہے......؟ عبرت و موعظت کی غذا سے اپنے قلب کو زندہ رکھو...... زہد و تقویٰ سے اس کی حیوانیت ختم کر ڈالو...... اس میں یقین کی قوت پیدا کرو...... اور حکمت کا نور بھر دو...... موت کی یاد کی کثرت سے اسے تابع فرمان بناؤ...... پھر اس کی غفلت کا پردہ چاک کر دو...... تا کہ وہ مصائب و آلام کو دیکھے تو عبرت حاصل کرے...... اُسے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات سناؤ...... اور جو قومیں تم سے پہلے ہلاکت کی نذر ہو چکی ہیں...... ان کے دردناک افسانے پڑھو...... ان کے گھروں پر جا کر ان کے آثار و نشانات دیکھو...... اور غور کرو کہ انھوں نے کتنی شاندار عمارتیں بنائیں...... اور عیش و عشرت کے کتنے سامان فراہم کیے...... لیکن یہ سب کچھ بے کار رہا۔

تم ہی بتاؤ...... آج وہ کہاں ہیں......؟ ہاں اب وہ اپنے اعزاء و اقرباء اور وافر مال و دولت کو چھوڑ کر...... قبر کی تنہائیوں میں

جا چکے ہیں...... اس جگہ چلے گئے ہیں جہاں مال و دولت اور آل و اولاد...... کچھ بھی مفید طلب نہیں ہوتے۔

میرے نورِ نظر! تم اپنی نئی عمر سے دھوکہ مت کھانا...... موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں...... تمہیں بھی لامحالہ ایک دن وہیں جانا ہے ...... اس لیے آج ہی اس کی فکر کرو...... اور سفر سے پہلے زادِ سفر فراہم کرلو...... دنیا پر آخرت کو ترجیح دو۔

دل کے ٹکڑے! تمہارے سامنے دو راستے ہیں...... ایک بہت ہی دشوار اور تنگ ہے...... نوکیلے کانٹوں سے بھرا اور مصائب و آلام سے پُر ہے...... اس میں خوش نماء اور دلربا اشیاء معدوم ہیں...... عیش وعشرت کا نام نہیں...... لیکن اس راہ کا راہی جنت میں پہنچے گا...... اور خدا کی خوشنودی حاصل کرے گا...... یہی خدا کا راستہ ہے...... دوسرا راستہ کشادہ ہے...... سامان تفریح سے بھرا ہوا ہے...... عیش وعشرت کی اشیاء موجود ہیں...... ہر طرح کی نعمتیں اور لذتیں ہیں...... غم واندوہ کا نام ہی نہیں...... تکلیفوں کا گزر نہیں ...... لیکن اس کا انجام جہنم ہے...... جس کا نام سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں...... یہ طاغوت کا راستہ ہے...... آج ہی اپنے لیے کوئی ایک راستہ متعین کرلو انجام کار سوچ لو...... ورنہ یقین کرلو کہ موت کے بعد کوئی مفر نہ ہوگا...... نہ دنیا میں لوٹنے کی گنجائش ملے گی پھر کفِ افسوس ملنا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثالی زہد

٦...... آپ کی زندگی سادگی کی تصویر تھی۔ جاہ وحشم کا کیا ذکر، تکلف کا معمولی شائبہ تک

نہ تھا۔ اپنا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنا جوتا تک خود گانٹھ لیتے تھے۔ زمانہ خلافت میں تنہا بازاروں میں گھومتے پھرتے، بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے، کمزوروں اورناتوانوں کی مدد کرتے اور تاجروں اور دکانداروں کو یہ آیت پڑھ کر سناتے:۔

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰ خِرَۃُ نَجعلُھَالِلَّذِینَ لاَ یُرِیدُونَ عُلُوّاً فِي الْاَرضِ وَلاَفَسَاداًوَالْعَاقِبَۃُلِلْمُتَّقِینَ

مقامِ آخرت ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے، جو زمین پر بلندی اور فساد نہیں چاہتے۔ (القصص ۸۳)

اور فرماتے کہ یہ آیت عادل، متواضع اور صاحب قدرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

لباس اور غذا میں سادگی

۷...... غذا بہت معمولی اور لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زریرؓ آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔ کھانا بہت سادہ اور معمولی تھا۔ ابن زریرؓ نے عرض کیا۔ امیر المومنینؓ آپ کو پرندے کے گوشت کا شوق نہیں ہے؟ فرمایا:۔

خلیفۂ وقت کو مسلمانوں کے مال سے صرف دو پیالوں کا حق ہے۔ ایک خود کھائے اور اپنے اہل واعیال کو کھلائے۔ اور دوسرا خلقِ خدا کے سامنے پیش کرے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۸)

هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ غُرِّی غَیرِیْ قَدْتَبَتُّکِ ثَلاثاً لاَرَجْعَةَلِي فِیْکِ نَعُمْرُکِ قَصِیرُوَ عَیشُکِ حَقِیرُ وَخَطْرُکِ کَثِیرُ آه مِنْ قِلَّةِ الزَّ ادِوَ بُعدِ السَّفْرِ وَوَحْشَةَ الطَّرِیقِ

(صفة الصفرة ج ۱ص ۳۱۶)

افسوس، افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دے رکھی ہیں۔ تیری عمر قلیل، تیری عشرت حقیر ہے، ہائے ہائے سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زادراہ تھوڑا ہے۔ (روضہ النظرہ ج ۲ ص ۲۱۲)

یہ اوصاف سن کر امیر معاویہؓ رو دیئے اور فرمایا خدا ابوالحسن (حضرت علیؓ) پر رحم فرمائے، بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ (تاریخ اسلام شاہ معین الدین ج ۱ ص ۳۶۹، ۳۷۷)

ساتھ دیتا ہے بھلا کون کسی کا اس دم
جب ہمیشہ کے لیے کوئی جدا ہوتا ہے

تقسیم سے قبل حصہ لینے کا حق کس نے دیا؟

۸...... حضرت علیؓ کی خدمت میں یمن سے شہد کی بھری ہوئی مشکیں آئیں۔ اسی اثناء میں ان کے صاحبزادے کے پاس کچھ مہمان آگئے۔ روٹیاں تو بازار سے آگئیں اور سالن کی جگہ حضرت علیؓ کے غلام قنبر سے کہہ کر ایک مشک میں سے کچھ شہد لے لی۔

جب حضرت علیؓ نے شہد تقسیم کرنا شروع کیا تو انہیں اس واقعہ کا پتہ چلا۔ بیحد ناراض ہوئے اور کہا۔ تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ تقسیم سے پہلے شہد لے لو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ جب مجھے میرا حصہ ملے گا تو اتنی شہد واپس کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ لیکن تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ لوگوں کے حق سے پہلے اپنے اس حق سے فائدہ اٹھالو۔

سیدنا علیؓ فرمایا کرتے تھے:

فان الیوم عمل و لا حساب و غدا حساب ولا عمل

(جامع العلوم والحکم از ابن رجب حنبلی ص ۴۹۹)

آج عمل ہے حساب نہیں اور کل (قیامت کو) حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا

دنیا سے کوچ لازم ہے

۹...... عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:

ان الدنیا لیست بدار قرار کم کتب اللہ علیھا فناء و کتب اللہ علی اھلھا منھا الظن (ایضاً)

یہ دنیا تمہارے لیے قرار کی جگہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے بارے میں فنا کا فیصلہ کیا ہے۔اور دنیا کے رہنے والوں کے لیے کوچ لازم قرار دیا ہے۔

پانچ اہم ترین کام ضرور کرو

۱۰...... حضرت علی ؓ حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں (جس میں آپ ﷺ نے پانچ اہم امور کا ذکر فرمایا ہے۔

☆۱☆ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذلت وگناہ سے نکال کر عزت وتقویٰ سے ہم آغوش کر دیں اسے اللہ تعالیٰ تین نعمتوں سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔ اول یہ کہ مال ودولت کے بغیر اسے غنی کر دیتے ہیں۔ (یعنی غِناء قلبی اسے نصیب ہو جاتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے ''تونگری بدل است نہ بمال'') دوسری نعمت یہ کہ قوم وقبیلہ کے بغیر اسے معزز کر دیتے ہیں۔ تیسری نعمت یہ کہ کسی انیس وہم نشین کے بغیر اسے اطمینان قلبی نصیب کر دیتے ہیں۔

☆۲☆ جس شخص کے دل میں خوف خدا تعالیٰ جاگزیں ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ہر شے کے دل میں اسکا خوف ڈال دیتے ہیں۔ اور جس شخص کے دل میں خوف خدا تعالیٰ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ہر شے کا خوف اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

☆۳☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

☆۴☆ جو شخص طلب رزق اور حلال روزی کے حصول میں محنت اور جدو جہد کرنے سے شرم نہ کرے اور حصول رزق کا جو جائز طریقہ بھی سامنے آئے وہ اس پر عمل کرنے میں جاہ ومنزلت کو رکاوٹ نہ بننے دے تو اس کا بوجھ ہلکا ہوگا، دل مطمئن ہوگا اور اہل وعیال خوشحال ہوں گے۔

☆۵☆ جو شخص دنیا کی رغبت اپنے دل سے نکال دے تو اللہ تعالیٰ اسے علم وحکمت سے
اس کا دل بھر کر اس علم وحکمت کو اس کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔ اور دنیا سے
آخرت کی طرف صحیح وسالم (ایمان کے ساتھ) رخصت فرماتے ہیں۔

حضرات کرام! مذکورہ صدر حدیث میں کتنی پیاری اور قیمتی باتیں مذکور ہیں۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو ان باتوں پر عمل پیرا ہوں اور ان پانچوں خصال سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مایوسی بڑا گناہ ہے

۱۱...... مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک خائف کو فرمایا جس کی عقل بھی پریشان ہو چکی تھی اور خوف کے باعث وہ مایوس ہو چکا تھا۔

فرمایا : جو تیری حالت دیکھ رہا ہوں، کس چیز نے تجھے ایسا کر دیا؟
اس نے کہا: میرے گناہ بہت زیادہ اور عظیم ہیں:۔
فرمایا : تیرا ناس ہو، اللہ کی رحمت تیرے گناہوں سے (زیادہ اور) بڑی ہے۔
اس نے کہا: میرے گناہ اس قدر بڑے ہیں کہ کوئی چیز ان کا کفارہ نہیں بن سکتی۔
فرمایا : اللہ کی رحمت سے تیری مایوسی تیرے گناہوں سے بھی بڑا (جرم) ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہار افسوس

۱۲...... حضرت علیؓ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب منہ کر کے بیٹھے۔ آپ پر رنج اور پریشانی غالب تھی۔ سورج طلوع ہونے تک آپؓ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ افسوس کے ساتھ پلٹ کر فرمایا:

خدا کی قسم! میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا، آج کوئی
بات بھی ان کی مشابہت کی نہیں دیکھتا، وہ حضرات اس حالت میں

صبح کرتے تھے کہ......ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے......
چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے۔
وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے......سجدے میں پڑے رہتے
تھے......یا اس کے سامنے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے تھے......
کھڑے کھڑے......کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے تھے......
کبھی دوسرے پاؤں پر...... جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے
تھے......تو ایسے مزے میں جھومتے تھے کہ......جیسے ہوا میں درخت
حرکت کرتے ہیں......اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور شوق سے انکی
آنکھوں سے......اتنے آنسو بہتے کہ انکے کپڑے تر ہو جاتے......
اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔

غور کیجئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دور کے لوگوں پر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں جس دور میں صحابہ کرامؓ بھی موجود ہوتے تھے تو موجودہ دور کی غفلت کیا درجہ رکھتی ہوگی۔

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:

الناس نیام فاذا ماتوا اتبهوا

''لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی اس وقت جاگیں گے۔''

کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا

۱۳...... آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر جنت اور دوزخ میرے سامنے رکھ دیئے جائیں تو حق ہونے کا جتنا یقین مجھے بغیر دیکھے ہے، دیکھ کر بھی اسی قدر یقین رہے گا۔ یہ نہیں کہ اب جنت و دوزخ کا یقین کم ہو اور دیکھنے کے بعد زیادہ سے زیادہ ہو جائے گا۔ دیوانِ علیؓ کے نام سے جو ایک کتاب مشہور ہے۔ اس میں حضرت علیؓ کا یہ شعر نقل کیا گیا ہے۔

لیت امی لم تلدنی لیتنی کنت حبیتا

لیتنی کنت حشیشاً اکلتمنی البهم نیا

کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی۔ کاش! میں بچہ ہوتا اور بچپن میں ہی
اس دنیا سے چلا جاتا تاکہ حساب و کتاب سے بچ جاتا۔ کاش!
میں گھاس ہوتا جسے جانور کھا جاتے۔ (دیوان علی)

قبر عمل کا صندوق ہے

۱۴...... ایک مرتبہ حضرت علی ﷜ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر قبر والوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:-

اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو!
کہو کیا خبر ہے......؟ کیا حال ہے......؟ ہماری خبر تو یہ ہے کہ
تمہارے جانے کے بعد مال تقسیم کر لیے گئے...... اور اولادیں
یتیم ہو گئیں...... بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے...... یہ تو ہماری
خبر ہے...... تم بھی کچھ اپنی خبر سناؤ۔

اس وقت آپؓ کے ساتھ کمیل نامی ایک شخص تھے وہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد فرمایا:

اے کمیل! اگر ان کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب دیتے کہ
بہترین سامان پرہیزگاری ہے۔ یہ فرما کر حضرت علیؓ رونے لگے
اور فرمایا اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے بعد بات
معلوم ہو جاتی ہے۔ (منتخب کنز)

یہ قبر عمل کا صندوق ہے۔ اور یعنی انسان جو کچھ اچھا برا عمل کرتا ہے وہ اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہیں رہتا ہے۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں آ کر میت کا دل لگاتے ہیں اور اس کی دلداری کرتے ہیں۔ اور برے اعمال بری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اس کی اذیت کا سبب بنتے ہیں۔ یہ جو فرمایا: مرتے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے، کا مطلب میرے نزدیک

یہ ہے کہ جب انسان مرنے لگتا ہے تو موت کی کیفیت سے ہی اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا آگے کیا حال ہوگا۔ اعزاز و اکرام سے نوازا جاؤں گا یا ذلت و خواری ملے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کی کیفیت

۱۵...... حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی یہ عادت تھی کہ جب نماز کا وقت قریب آجاتا تو بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ فرمایا:۔

یہ اس کی امانت کی ادائیگی کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کر لیا اب دیکھنا چاہیے کہ پورا کرتا ہوں یا نہیں؟

روشن چہرے والا لڑکا

۱۶...... جامع الحکایات میں ہے کہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ وہ یوں کہ کوفہ میں ایک فاسق کا انتقال ہو گیا۔ حضرت علیؓ بھی اسکے جنازے اور تدفین میں شریک ہوئے۔ دفن کے بعد اس کی والدہ روتی ہوئی آئی اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے دامن سے لپٹ گئی اور اصرار کرنے لگی کہ میرے بیٹے کی صورت دکھائی جائے۔ جب اس کا شور و غل حد سے زیادہ بڑھا تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے قبر کھودنے کا حکم دیا۔

جب اس کے چہرہ پر نظر پڑی تو وہ حسن و جمال کا پیکر نظر آیا اس کا چہرہ اتنا منور تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔ آپ حیران ہوئے اور لوگوں سے اسکے معمولات کے بارے میں دریافت فرمایا: کسی نے بھی برائی کے علاوہ کوئی اچھائی نہ بتائی جب رات کو سوئے تو خواب میں سید عالم ﷺ کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ ساتھ ہی اس فاسق کو آپ ﷺ کی معیت میں نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، یا علیؓ اس کے دونوں رخساروں کا نوران آنسوؤں کا ہے، جب یہ کوئی گناہ کا ارتکاب کرتا پھر خشیتِ الٰہی سے اتنے آنسو بہاتا کہ اس کے رخسار تر ہو جاتے اسی رونے کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے اسے مغفرت و بخشش سے بہرہ مند کیا ہے۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

جب آنسو نکلیں تو چہرہ پر مل لو!

۱۷ ....عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال اذا بکی... احدکم من خشیۃ اللّٰہ... یفسح دموعہ ولید عھا تسیل علیٰ خدیہ یلقی ... بھا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اللہ کے خوف سے روئے پس اپنے آنسوؤں کو نہ پونچھے اور چھوڑ دے ان آنسوؤں کو کہ چہرے پر بہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ سے اسی حالت میں ملے گا۔

(کنزالعمال)

موت سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات

۱۸......حضرت علیؓ نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

اے اللہ کے بندو! موت سے فرار ممکن نہیں، اگر تم نے اس کے لیے تیاری کی تب بھی وہ تمہیں ضرور آ ملے گی۔اور اگر تم نے اس سے بھاگنے کی کوشش کی تب بھی وہ تمہیں ضرور آ پکڑے گی۔

قبر کی وحشت سے ڈرو!

۱۹...... فلاح وفوز ڈھونڈو اور اس کی عجلت کرو...... جلدی کرو بہت جلدی...... تمہاری تاک میں کوئی لگا ہوا ہے...... جو تیزی سے تمہارے قریب آ رہا ہے...... اور وہ قبر ہے...... قبر

کے اندھیرے اور اس کی تنگی اور اس کی وحشت سے ڈرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں قبر کی حقیقت

۲۰............سن لو! قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے...... یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر کی یومیہ پکار

۲۱......سن لو! قبر پورے دن میں تین مرتبہ پکارتی ہے کہ...... میں اندھیرے کا گھر ہوں ...... میں وحشت کا گھر ہوں...... میں کیڑوں کا گھر ہوں...... سن لو! اس کے بعد ایک سخت چیز...... یعنی آگ ہے...... جس کی حرارت نہایت شدید ہوگی...... اور اس کا گڑھا نہایت گہرا ہوگا...... اس کا زیور لوہا ہوگا...... اس کا نگران مالک (فرشتہ) ہوگا...... جہنم میں کوئی رحمت نہیں...... بلکہ وہ قہر خداوندی کا ہولناک مظہر ہے۔

سن لو! قبروں سے اٹھنے کے بعد ایسی جنت ہوگی...... جس کی چوڑائی ساتوں آسمان اور زمین کے برابر ہے...... اور وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے...... اللہ ہم سب کو پرہیزگاروں میں سے بنائے...... اور دردناک عذابِ جہنم سے پناہ دے۔ (کنز العمال ج ۸)

قیامت کا منظر

۲۲...... اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے۔ حضرت علیؓ ایک دن ممبر پر تشریف لائے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد موت کا ذکر کیا، اور فرمایا:

سن لو! ایک دن ایسا آجائے گا کہ...... بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بڑے حواس باختہ...... اور ہر حمل والی اپنے حمل کو ڈال دے گی...... اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ مست ہیں...... حالانکہ وہ مست نہ ہونگے...... لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا...... یہ فرما کر خود بھی رونے لگے...... اور جو آس پاس مسلمان تھے...... وہ بھی رو دیئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ص ٦)

دنیا کی حقیقت

۲۳...... صالح جلی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اللہ کے بندو! خبردار کہیں یہ دنیاوی زندگی...... تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے...... یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے...... جو گوناگوں بلاؤں سے گھرا ہوا ہے...... اور فناء ہونے کے لیے مشہور ہے...... اس کی زیبائش و آرائش سراسر دھوکہ ہے...... اور جو کچھ اس دنیا میں ہے۔ سب کا سب ضائع ہونے کے لیے ہے...... اور یہ دنیا اہل دنیا کے لیے چھوٹا بڑا ڈھول ہے...... جس کو لوگ باری باری بھرتے ہیں...... جو اس میں اترا وہ اس کے شر سے ہرگز نہ بچ سکا۔

اس دنیا کے رہنے والے عیش و عشرت میں مگن رہتے ہیں کہ...... اچانک اس دنیا کے مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتے ہیں...... اس دنیا میں عیش و عشرت اچھی چیز نہیں...... اور اس دنیا میں فراخی باقی رہنے والی نہیں...... بے شک اہل دنیا دنیا میں وہ نشانہ ہیں...... جس پر تیر مارا جاتا ہے...... دنیا ان پر اپنا تیر مارتی ہے...... اور موت ان کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

اللہ کے بندو! یہ دنیا تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گی...... جو تم سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا...... جن کی عمریں تم سے زیادہ طویل تھیں...... اور وہ طاقت میں وہ تم سے زیادہ تھے...... انہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے...... اونچی اونچی عمارتیں بنائیں...... آج ان کی آوازیں مائل بہ سکون ہیں...... یا دھیمی پڑ گئیں ہیں......

گردش روزگار سے ان کے جسم بوسیدہ ہو گئے ہیں......ان کے شہر خالی پڑے ہوئے ہیں......ان کی علامتیں مٹ چکی ہیں......مضبوط محلات اور تختوں کے بدلے......اور قیمتی تکیوں کی جگہ......ان کی قبروں میں پتھر اور کنکر لگے ہوئے ہیں......جو مٹی سے ملی ہوئی ہیں......اور زمین میں دھنسی ہوئی ہیں......ان کے فناء ہونے کو ان کی بربادی نے ظاہر کر دیا......اور ان کی بنیادیں مٹی میں مل گئیں۔

مقام قبر ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے......اور اس میں رہنے والے ایک دوسرے سے دور دور ہیں......کچھ ان میں سے وحشت ناک ہیں......کچھ ان میں سے اپنے انجام کار میں مشغول ہیں......آبادی کے ساتھ انہیں انسیت نہیں رہی......اور ان کی ہمسائیگی کا معاملہ ختم ہو چکا......باوجود یہ کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کے ہمسایہ تھے......اور ان کے مکان ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے......اب ان کے درمیان تعلق کیسے رہ سکتا ہے؟

ان کو بلاؤں نے ہلاک کر دیا......پتھر اور مٹی ان کو کھا گئی۔

وہ زندگی کے بعد ...... مردہ ہو چکے ہیں۔

اور پر عیش زندگی کے بعد......بوسیدہ ہڈی ہو گئے۔

ان کے احباب رنجیدہ ہوئے......اور مٹی میں جا بسے۔

اور اس طرح کوچ کر گئے کہ اب انہیں دوبارہ کبھی نہیں لوٹنا ہے۔

ہائے افسوس!!! ہائے افسوس!!!

سن لو! کہ یہ ایک کلمہ ہے......جسے کہنے والے نے کہا......اور اس کے آگے ایک عالم برزخ ہے......قیامت تک کے لیے......جب تک یہ اٹھائے جائیں گے......گویا کہ تم بھی اسی طرف گئے......جس طرف یہ پہلے لوگ لوٹ گئے......یعنی تنہائی اور بوسیدگی کی طرف قبرستانوں میں......اور تم لوگ بھی قبروں کے سپرد ہو گئے......اور تم بھی اس امانت کی جگہ پہنچ گئے۔

تمہارا کیا حال ہوگا......جب تمام امور حیات ختم ہو جائیں گے......اور مردے

قبروں سے اٹھالیے جائیں گے...... اور جو کچھ سینوں میں ہے...... واضح کر دیا جائے گا...... اور تمہیں جزاوسزا کے لیے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا...... اپنے کیے ہوئے گناہوں کے ڈر سے...... اسوقت دل دھڑک رہے ہوں گے ...... تمہارے پردے پھاڑ دیئے جائیں گے...... اور تمہارے کھلے اور چھپے عیب ظاہر ہو جائیں گے...... اس وقت ہر نفس کو...... اس کے اعمال کی جزاء دی جائے گی...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لیجزی الذین اسآء وا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ (النجم)

تا کہ اللہ پاک انہیں بدلہ دے جنہوں نے برے کام کیے اور اللہ پاک ان لوگوں کو جنہوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ دے گا۔

اور اعمال نامے سامنے لائے جائیں گے۔ پس تو دیکھے گا کہ مجرمین اس چیز سے ڈر رہے ہونگے جو نامۂ اعمال میں ہے۔ اور پکار رہے ہوں گے۔

نامۂ اعمال میں ہر چھوٹا بڑا عمل درج ہوگا

۲۴...... ہائے افسوس! یہ کس قسم کی کتاب ہے...... اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے...... نہ کوئی بڑا...... مگر ان سب کو شمار کر رکھا ہے...... اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے...... وہ سب کچھ اپنے نامۂ اعمال میں درج پائیں گے...... اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی کتاب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے...... اور اپنے اولیاء کا اتباع نصیب کرے...... یہاں تک کہ ہمیں دار المقام (جنت) میں ٹھہرائے...... بے شک اللہ ہی تعریف کے لائق ہے...... (کنز العمال ج ۸)

اٹھتے جنازوں سے عبرت لو!

۲۵...... جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور ان کے والد جعفر کے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت علیؓ ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ جب میت کو لحد میں اتارا گیا تو لوگ باآوازِ بلند رونے لگے حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:

سن لو! خدا کی قسم اگر لوگ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جس کو یہ میت دیکھ رہی ہے تو وہ اپنی میت کو بھول جائیں۔ اور بت شکن موت ہر انسان سے ملاقات کرے گی یہاں تک کہ وہ کسی کو نہیں چھوڑے گی۔

اس کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ کے بارے میں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں......جس نے تمہارے لیے بہترین تمثیلیں...... (اپنے کلام میں) پیدا کیں......اور تمہارے لیے موت کا وقت مقرر کیا......اور تمہارے لیے کان بنائے......تا کہ وہ کان اس چیز کو محفوظ کریں جو درپیش ہوں......اور آنکھیں بنائیں تا کہ وہ ان چیزوں کو دیکھیں جو مخفی ہوں......اور دل بنائے تا کہ وہ اچھائی اور برائی کو سمجھے اور نفع نقصان میں تمیز کرے۔

تمہیں بے مقصد پیدا نہیں کیا

۲۶...... بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے مقصد پیدا نہیں کیا......نصیحت اور خیر خواہی میں اس نے تم سے کمی نہیں کی...... بلکہ بہترین نعمتوں کے ساتھ تمہارا اکرام کیا ہے......اور تمہیں زیادہ سے زیادہ عطیات سے نوازا ہے......اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا پورے طور پر احاطہ اور شمار کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری نیکی و بدی کی جزا و سزا ضرور دے گا۔

دنیا ایک دھوکہ ہے!

۲۷...... اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو...... اور نیکی میں کمال طلب کرنے کی کوشش کرو...... اور خواہشات کو منقطع کر دینے...... اور لذتوں کو توڑ دینے والی موت سے پہلے حسن عمل کا سرمایہ فراہم کر لو...... دنیا کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں...... اور اس کی ہولنا کیوں سے کوئی مفر نہیں...... یہ ایک دھوکہ ہے جو ناپائیدار ہے...... یہ آفت جان نزاکت کے ساتھ گزر رہی ہے...... اور اپنی شہوتوں کا تابع بنا کر اپنے پیچھے آنے والوں کو ہلاک کر رہی ہے۔

عبرت کے نشانات سے عبرت پکڑو!

۲۸...... اے اللہ کے بندو! عبرت کے نشانات سے نصیحت پکڑو...... اور قرآن وسنت کے احکامات کی اطاعت کرو...... اور پر حکمت وعظوں سے نفع اٹھاؤ...... گویا تم موت کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہو...... اور تم کو مٹی کے گھر نے بلا لیا ہے...... گھبراہٹ میں ڈال دینے والی مصیبتوں نے...... جو صور کے پھونکے جانے سے...... اور قبروں سے مردے اٹھائے جانے سے...... اور میدان حشر کیطرف چلائے جانے سے...... اور حساب کتاب کے کھڑا کیے جانے سے...... پیش آنے والی ہیں۔

قیامت کی ہولنا کیاں

۲۹...... خدائے جبار کی قدرت نے گھیر رکھا ہے...... ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہے...... جو اس کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گا...... اور ایک گواہ ہے...... جو اس نفس پر اس کے ہر عمل کی گواہی دے گا...... اور تمام روئے زمین...... اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی...... اور اعمال نامے رکھے جائیں گے...... انبیاء اور شہداء کو لایا جائے گا...... اور ان سب کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا...... اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا...... اس دن بستیاں لرز اٹھیں گی...... اور پکارنے والا پکارے گا...... یہ اللہ سے ملنے کا دن ہے۔

اور سورج بے نور ہو جائے گا...... وحشی جانور اٹھائے جائیں گے...... اور چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے......اور شریر ہلاک ہو جائیں گے......اور دل کانپ رہے ہوں گے۔

جہنم کی وحشت ناکیاں

۳۰...... اہل جہنم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب نازل ہوگا......اور دردناک سزا اور دردناک عذاب ان پر مسلط ہوگا...... جہنم ظاہر کی جائے گی...... اس کے لیے آنکڑے ہونگے......اور ہلکی آواز بھی ہوگی...... اور ڈراؤنی کڑک دار آواز بھی ہوگی ......غصہ بھی ہوگا......اور دھمکی بھی......اس کی لپیٹیں بھڑک رہی ہونگی......اس کے گرم شعلے بلند ہو رہے ہونگے......اور اسکی گرم ہوا آگ لگا رہی ہوگی......اس میں رہنے والا خوش عیش نہ ہوگا......اس کی حسرتیں ختم نہ ہونگی......

اور اس کا رنج تمام نہ ہوگا جہنمیوں کے ساتھ ملائکہ ہوں گے...... جو جہنمیوں کو گرم پانی پلائے جانے کی بشارت دیں گے......اور دہکتی ہوئی آگ میں...... جھونکے جانے کی خبر دیں گے...... یہ لوگ اللہ پاک کی زیارت سے روک دیئے جائیں گے......

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو......اس شخص کی طرح نہ ڈرنا......
جو اللہ کے سامنے بظاہر ذلت وخضوع اختیار کرتا ہے......(مگر اس
کی نافرمانی سے باز نہیں آتا) اس شخص کی طرح ڈرو...... جو اس
سے ڈر کر بھاگتا ہے......اور پرہیزگاری اور دانائی حاصل کرتا ہے

اُس شخص کی طرح ڈرو...... جس نے اس کی نافرمانی سے بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو......اور آخرت کے لیے توشہ مہیا کیا ہو......اس توشہ سے پشت پناہی حاصل کر لی ہو......اور اللہ تعالیٰ بدلہ لینے کے لیے کافی ہے......اور علیم اور خبیر ہے......اور اللہ کی کتاب دعویٰ اور حجت کے لیے کافی ہے......اور جہنم سزا و بال کے لیے...... میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت کرتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۷۷)

دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے

۳۱...... ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا بیشک دنیا نے پیٹھ پھیر لی اور کوچ کی اطلاع دیدی۔اور آخرت سامنے آرہی ہے۔اور اس نے اطلاع کے لیے جھانکا ہے۔یہ دنیا آج نیکیاں کمانے کے لیے ہے اور قیامت کل ان کے بدلہ کی جگہ ہوگی۔

سن لو!!! تم آرزؤں اور ارمانوں میں گھرے ہوئے ہو۔جو شخص خواہشوں اور تمناؤں میں ڈوب گیا،وہ خسارے میں رہا۔

سن لو!!! اللہ کی رضا کے لیے رغبت کے ساتھ عمل کرو۔جس طرح کہ تم اللہ کے لیے ڈر کے ساتھ عمل کرتے ہو۔

سن لو!!! میں نے جنت جیسی کوئی جگہ نہیں دیکھی کہ اس کا طلب گار اس لیے ہو رہا ہوں،اور جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جسکو اس سے بھاگنا چاہیے تھا وہ سو رہا ہے۔

سن لو!!! جس آدمی کو حق نے نفع نہیں دیا اسے باطل ضرور نقصان دے گا۔اور جس نے ہدایت سے درستگی حاصل نہیں کی ،اس پر گمراہی ضرور غالب آئے گی۔

سن لو!!! تم کو کوچ کرنے کا حکم مل چکا ہے۔اور توشۂ آخرت کے لیے تم کو لائحہ عمل بتلا دیا گیا ہے۔

اے لوگو! سن لو!!! دنیا ایک موجودہ سامان ہے جس سے برا اور بھلا سبھی کھاتا ہے اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں بڑی قدرت رکھنے والا بادشاہ حکمرانی کرے گا۔

سن لو!!! شیطان تم کو فکر سے ڈراتا ہے۔اور کھلے گناہوں کا حکم کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی طرف سے بخشش اور فضیلت کا

وعدہ کرتا ہے۔اللہ بڑی قدرت والا اور جاننے والا ہے۔

جنت کا وعدہ یا جہنم کی دھمکی

۳۲......اے لوگو! اپنی عمر میں بھلائی کرو......تمہاری آخرت میں بھلائی کی جائے گی...... بے شک جس نے اللہ پاک کی اطاعت کی...... اللہ پاک نے اس کے لیے جنت کا وعدہ کیا ہے......اور جس نے اس کی نافرمانی کی......اس نے اس کو جہنم کی دھمکی دی ہے......جہنم ایک ایسی آگ ہے......جس کی شدت کم نہ ہوگی......اس کا قیدی رہائی نہ پائے گا......اس کی حرارت سخت ہوگی......اور اس کا گڑھا نہایت گہرا ہے......اس کا پانی پیپ ہے......بے شک وہ خطرناک چیز......جس کا میں تم پر خوف کرتا ہوں......خواہشات کا اتباع اور امید کا لامتناہی سلسلہ ہے......

(کنز ج ۸ ص ۲۲۰)

ایک روایت میں یہ خطبہ طویل ہے۔اور بعض روایات میں یہ آخری الفاظ ہیں۔

خواہشات کا اتباع حق سے روک لیتا ہے......اور لمبی امیدیں آخرت سے غافل کردیتی ہیں۔ (البدای والنہایہ ج ۸ ص ۷)

زیاد اعرابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جنگِ نہروان اور فتنہ کے بعد منبر پر تشریف لائے۔اللہ کی تعریف کی، آثار عبرتِ دنیا نے ان کی آواز گلے میں روک دی تو حضرت علیؓ روئے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی انکے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔اور اس پر آنسو بہنے لگے۔انہوں نے اپنی ڈاڑھی جھاڑی اس پر ٹپکے ہوئے قطرے کچھ لوگوں پر پڑ گئے تو ہم یہ کہا کرتے تھے کہ جس کسی پر ان کے آنسوؤں کا قطرہ پڑا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ کو حرام کردے۔

نجات پانے والے اور ہلاک ہونے والے

۳۳......حضرت علیؓ نے فرمایا:

اے لوگو! ان لوگوں میں سے نہ ہو...... جو بغیر عمل کے آخرت کی امید کرتے ہیں......اور آرزؤں کے طویل ہونے کی وجہ سے......توبہ میں تاخیر کرتے ہیں......دنیا کے بارے میں زاہدوں جیسی باتیں کرتے ہیں......لیکن دنیا میں وہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرنے والوں جیسے اعمال کرتے ہیں......

اگر انہیں دنیا سے کچھ دیا جاتا ہے......تو شکر نہیں کرتے......اور اگر ان سے دنیا روک لی جاتی ہے......تو صبر اور قناعت نہیں کرتے...... جو کچھ ان کو دیا گیا ہے......اس کے شکر سے غافل ہیں......اور باقی کے لیے مزید اضافہ کے متلاشی ہیں......لوگوں کو جن باتوں کا حکم دیتے ہیں......خود ان پر عمل نہیں کرتے......اوروں کو جن باتوں سے روکتے ہیں...... وہی خود کرتے ہیں......

صلحاء سے دوستی کا دم بھرتے ہیں...... اور ان جیسا عمل نہیں کرتے ہیں ......ظالمین سے بغض کا اظہار کرتے ہیں......مگر خود دوسروں پر ظلم کرتے ہیں......ان کے نفوس پر ان کے توہمات غالب ہیں......اور جو یقینی چیزیں ہیں......ان پر ان کے نفس کو قابو نہیں......اگر انہیں بے پروائی ملتی ہے......تو فتنہ اٹھاتے ہیں......اور اگر مریض ہوتے ہیں......تو کبیدۂ خاطر ہو جاتے ہیں......اگر محتاج ہوتے ہیں......تو رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں......پس ایسا شخص نعمت و عافیت دیا جاتا ہے......تو شکر نہیں کرتا......آزمایا جاتا ہے......تو صبر نہیں کرتا......گویا کہ کسی دوسرے کو موت سے ڈرایا گیا ہے......اسے نہیں۔

اے لقمۂ اجل بننے والو!

اے پنجرۂ موت کے اسیرو!

اے حجتوں کے وقت گونگے بن جانے والو!

اور اے وہ شخص جس کی سادگی پُرکاری ہے!

اور اے وہ شخص جس کے اور عبرتوں کے حاصل کرنیکے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی ہے۔

میں ایک حق بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب کسی نے نجات پائی ہے۔اس نے اپنے آپ کو سمجھنے سے نجات پائی ہے۔اور جب کوئی ہلاک ہوا ہے اپنے ہاتھوں کی بدولت ہلاک ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قو انفسکم واھلیکم ناراً (التحریم آیت ٦)

تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جنہوں نے وعظ سنا اور قبول کرلیا۔عمل کی طرف بلایا گیا تو فوراً عمل شروع کردیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا حکم

۳۴......حضرت یحیٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خطبہ میں فرمایا:۔

جو لوگ تم سے پہلے ہلاک ہوئے......وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کی وجہ سے ہلاک ہوئے......نہ تو انہیں ان کے شیوخ نے منع کیا......اور نہ علماء نے! اللہ تعالیٰ نے ان سب پر عذاب بھیج دیا۔

سن لو! تم نیک کاموں کا حکم کرتے رہو......اور برے کاموں سے منع کرتے رہو......اس سے قبل کہ تم پر وہ عذاب اتر آئے......جو تم سے پہلے ان لوگوں پر اترا......اور تمہیں جان لینا چاہیے کہ......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ تو روزی کاٹتی ہے......اور نہ موت قریب کرتی ہے۔

آسمان سے حکم اس طرح اترتا ہے......جیسے بارش کا قطرہ! ہر نفس کی طرف وہی حکم اترتا ہے......جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے......اہل و مال اور نفس میں کمی یا زیادتی کا

جب تم میں سے کسی کو اُس کے مال...... اور اہل اور نفس میں کوئی نقصان معلوم ہو...... اور یہ چیز اپنے کسی دوسرے میں نہ پائے...... تو یہ بات اُس کو فتنہ میں نہ ڈال دے...... بلکہ اللہ کی حکمت اور اُس کی رضا پر رضی رہے۔

دنیا اور آخرت کی کھیتی

۳۵...... کھیتیاں دو قسم کی ہیں۔ مال اور اُولاد، یہ دنیا کی کھیتی ہے۔ البتہ عمل صالح آخرت کھیتی ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کسی قوم کے لیے یہ دونوں کھیتیاں جمع کر دیتا ہے۔

(ابن ابی الدنیا وابن عساکر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نصیحتوں سے بھرپور خطبہ

۳۶...... حضرت علیؓ نے خطبہ میں فرمایا:

ہر قسم کی تعریف وتوصیف کے لائق وہ ذاتِ مقدس ہے...... جس نے مخلوق کو پیدا کیا...... اور اندھیری رات کے بعد سحر کا اجالا پیدا کیا...... مردوں کو زندہ کرنے والا ہے...... میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ...... اور کوئی عبادت کے لائق نہیں...... حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں...... بیشک وہ چیز جو کہ انسان کے بطور وسیلہ کام آئے گی...... ایمان ہے...... راہِ خدا میں جہاد کرنا کلمۂ اخلاص ہے...... کلمۂ اخلاق فطرت ہے...... (یعنی اصل دین اور نماز قائم کرنا) نماز دین کا ستون ہے...... اور زکوۃ ادا کرنا...... اس لیے کہ زکوۃ فریضۂ دینی ہے...... اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا...... اس لیے کہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے۔

اور بیت اللہ کا حج کرنا......اس لیے کہ یہ فقیری کو دور کرنے والا......اور گناہوں کو مٹانے والا ہے......اور صلہ رحمی کرنا اس لیے کہ یہ مال میں زیادتی...... اور عمر میں برکت کرنے والا ہے......اور آپس میں محبت کا ذریعہ ہے......اور چھپ کر صدقہ دینا...... کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ...... اور اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے والا ہے......اور بھلے کام کرنا...... یہ برے طریقوں پر مرنے سے بچاتا ہے......اور خوفناک چیزوں کے حملہ سے حفاظت کرتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے زبان تر رکھو یہ بہترین مشغلہ ہے......اور اس چیز کی رغبت کرو......جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے...... بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ عام وعدوں سے سچا ہے......نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرو......اس لیے کہ سنت محمدیہ کا اتباع......دوسرے انبیاءؑ کی سنتوں سے افضل ہے۔

ریاکاری شرک میں سے ہے اور اخلاصِ عمل ایمان میں سے ہے......کھیل کی مجلسیں قرآن کو بھلا دیتی ہیں......اس میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں......اور وہ گمراہی کی طرف بلاتے ہیں......عورتوں کے پاس بیٹھنا دلوں میں کجی پیدا کرتا ہے......اور ایسے شخص کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں......عورتوں کے پاس بیٹھنا......شیطان کے دام تزویر میں آنا ہے۔

اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو......اللہ پاک صداقت شعاروں کے ساتھ ہے......جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ ایمان کے مخالف ہے......سن لو! سچائی ایسے ٹیلے پر ہے جو نجات دینے والا...... اور کرامت دینے والا ہے......اور جھوٹ ایسے ٹیلے پر ہے......جو تباہ ہلاک کرنے والا ہے......حق کہا کرو اس سے معرفت پیدا ہوگی......حق پر عمل کرو تم اہل حق میں سے ہو جاؤ گے۔

ان لوگوں کی امانتیں ادا کرو......جن کے تم امین ہو......تم ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو......جو تم سے قطع تعلق کرتے ہیں......اور ان لوگوں سے احسان کرو...... جو تم کو محروم کرتے ہیں...... جب تم وعدہ کیا کرو اسے وفا کیا کرو......اور جب تم فیصلہ کیا کرو تو انصاف کیا کرو...... باپ دادوں کے کارناموں پر فخر نہ کیا کرو......

کسی کو برے لقب سے ہرگز نہ پکارو......آپس میں ہنسی مذاق نہ کرو......اور باہم عداوت نہ رکھو......ضعیف، مظلوم، مقروض اور مسافر کی امداد کیا کرو......اور غلاموں کو آزاد کرانے میں ان کی اعانت کرو...... بیواؤں اور یتیموں پر رحم کرو......اور ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو......اور سلام کرنے والے کو اس جیسا یا اس سے اچھا جواب دو۔

بھلے اور تقویٰ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد کرو......اور گناہ اور ظلم کے مددگار نہ بنو......اللہ تعالیٰ سے ڈرو...... بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے......مہمان کا اکرام کرو......پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو......مریضوں کی عیادت کرو...... جنازے کو کندھا دو اور تم اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔

اما بعد بیشک دنیا نے رخ پھیر لیا ہے......اور رخصت ہونے کی اطلاع دیدی ہے......اور بیشک آخرت نے سایہ ڈال دیا ہے......اور اطلاع کے لیے جھانکا ہے......اور بے شک آج کے دن شرط لگانا (عمل کرنا) ہے......اور کل قیامت کے دن (جزا پانا) سبقت لے جانا ہے۔اور بے شک جنت کی طرف سبقت کرنی ہے اور جہنم سے بھاگنا ہے۔

اور سن لو تم اب مہلت کے زمانہ میں ہو......اس کے پیچھے موت ہے......جس کا جلدی ذائقہ چکھنا ہے......جس نے اپنے عمل کو اس مہلت کے زمانہ میں......اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے قبل خالص کر لیا......اس کا کام اچھا ہو گیا......اور اسے کامیابی کی امید ہو گئی......اور جس نے اس میں کوتاہی کی......اس کا عمل خسارے میں پڑ گیا......اور اسے کامیابی کی امید نہیں رہی۔

رغبت اور ڈر، دونوں حالتوں میں عمل کرو......اگر تمہیں تمہاری مرغوب چیزیں

حاصل ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرو...... اور اس کے ساتھ اللہ کے خوف کو بھی شامل کرلو...... اور اگر تم پر خوف و وحشت کی چیزیں نازل ہوں...... تو اللہ کا ذکر کرو اور اسکے ساتھ اللہ کی رغبت کو جمع کرلو...... اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں...... اپنے بندوں کو بہترین اجر کی خوشخبری دی ہے۔

اور جس نے شکر کیا...... اللہ نے اس کے لیے نعمتوں میں اضافہ کیا...... اور میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی...... جس کا طالب سو رہا ہے...... (اس کے لیے نیک اعمال کر کے اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے) اور میں نے آگ جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی...... جس کو اس سے بھاگنا تھا وہ سو رہا ہے...... (برے اعمال کر کے اس میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے)

جس آدمی کو حق نفع نہیں دے گا اس کو باطل ضرور نقصان دے گا۔

اور جس کے لئے ہدایت کارگر نہ ہوگی اسے گمراہی اپنی طرف کھینچ لے گی۔

اور جس کو یقین نفع نہ دے گا۔ شک اس کو نقصان پہنچا کر رہے گا۔

بیشک تم لوگوں کو کوچ کا حکم مل چکا ہے...... تمہیں راستے کے لئے توشہ مہیا کرنے کی تلقین کردی گئی ہے...... سُن لو! زیادہ خوف کی چیز جس کا میں تم پر خوف کرتا ہوں...... دو باتیں ہیں...... لمبی لمبی امیدیں باندھنا...... اور خواہشات کا اتباع...... امیدوں کا طویل کرنا...... آخرت کو بھلا دیتا ہے...... اور خواہشات کا اتباع حق سے دور کر دیتا ہے...... سن لو! دنیا نے منہ موڑ کر قصد سفر کرلیا ہے...... اور آخرت کی منزلیں قریب آرہی ہیں۔

لمحہ لمحہ ہو رہے ہیں زندگی سے ہم بعید
لحظہ لحظہ موت کی جانب بڑھتے جاتے ہیں ہم

موت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ

۳۷...... واعلموا انکم میتون و مبعوثون من بعد الموت

وموقفون علی اعمالکم ومجزیون بها فلا یغرنکم الحیوة الدنیا فانها دار بالبلاء محفوفةو بالفناء معروفةو بالغدر موصوفة و کل ما فیها الی زوال.

اے لوگو! جان لو کہ تم سب مرنے والے ہو، اور موت کے بعد تمہیں پھر زندہ کیا جائے گا (عدالت خداوندی میں) تمہارے اعمال نا۔ے سامنے لائے جاہیں گے۔ اور تمہارے اعمال کی جزا تمہیں دی جائے گی

خبردار! دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ دنیا ایسا مقام ہے جو آفات سے لبریز ہے اور اس کا فنا ہونا یقینی ہے، اور اسکا دھوکہ دینا اس کی صفت ہے، اور جو کچھ بھی اس میں موجود ہے وہ زوال پذیر ہے۔

سات شیطانی باتیں

۳۸...... آپ نے فرمایا کہ یہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ (شیطانی حرکات یہ ہیں)

۱...... بہت زیادہ غصہ

۲...... زیادہ پیاس

۳...... جلد جلد جماہی کا آنا

۴...... قے آنا

۵...... نکسیر پھوٹنا

۶...... بول و براز

۷...... یاد الٰہی میں نیند کا غلبہ

انار کے دانے کو اسکی جھلی کے ساتھ کھانا چاہیے جو دانوں پر لپٹی ہوتی ہے۔ کہ یہ مقوی معدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ علم کے سامنے تیرا پڑھنا اور عمل کا تیرے روبرو پڑھنا برابر ہے۔ (حاکم) لوگ ایک ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن آدمی کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔

فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں آدمی کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ وہ خود کر کے جائے گا۔ اور اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔ کوئی عمل اخلاص اور تقویٰ کے بغیر قبول نہیں ہوتا۔ اے عالم قرآن عامل قرآن بھی بن عالم وہی ہے جس نے تعلیم قرآن پر عمل کیا اور علم وعمل میں موافقت پیدا کی۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ علماء کے علم اور عمل میں سخت اختلاف ہوگا۔ وہ لوگ حلقے باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کریں گے۔ یاد رکھو اعمال حلقہ ومجلس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہے۔

حسن خلق آدمی کا جوہر، عقل اس کی مددگار، اور ادب اس کی
میراث ہے، وحشت غرور سے بھی بدترین چیز ہے۔

مسئلہ تقدیر میں نہ الجھو

۳۹...... ایک شخص نے حضرت علیؓ سے عرض کیا مجھے مسئلہ تقدیر سمجھا دیں......

آپؓ نے فرمایا : اندھیرا راستہ ہے نہ پوچھ......

اس نے پھر اسرار کیا......

آپؓ نے فرمایا : وہ بحر عمیق ہے اس میں غوطہ مارنے کی کوشش نہ کر۔

اس نے پھر وہی عرض کیا......

آپؓ نے پھر فرمایا : یہ خدا کا بھید ہے تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی تفتیش نہ کر

اس نے پھر وہی سوال کیا......

تو آپؓ نے فرمایا : اچھا یہ بتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھے تیری مرضی کے مطابق بنایا ہے یا تیری خواہش کے موافق؟

اس نے جواب دیا : مجھے خدا نے اپنی مرضی کے موافق پیدا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا : بس وہ پھر تجھے جس طرح چاہے استعمال کرے، تجھے اس میں کیا اعتراض ہے۔

ہر مصیبت کی ایک انتہا ہوتی ہے اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک پہنچ کر رہتی ہے۔ عاقل کو چاہیے کہ جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو واویلا نہ کرے اور بھٹکتا نہ پھرے، بلکہ مرضی مولا پر راضی رہے۔ مانگنے پر کسی کو کچھ دینا تو بخشش ہے اور بغیر مانگے دینا سخاوت۔ عبادت میں سستی پیدا کرنا معیشت میں تنگی پیدا کرتا ہے۔ لذتوں میں کمی آجانا، گناہوں کی سزا ہے۔ پانچ باتیں یاد رکھو، کسی شخص کو گناہ کے علاوہ اور کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہیے، سوائے خدا کے اور کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔

(تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی)

آٹھ رہنما اصول

۴۰...... عقبہ بن ابو صہبا بیان کرتے ہیں کہ ابن ملجم نے جب حضرت علیؓ کو زخمی کیا تو آپ کے پاس حضرت حسنؓ روتے ہوئے آئے۔

حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا میرے پیارے بیٹے تمہیں کس چیز نے رلایا؟ حضرت حسنؓ نے عرض کیا کہ میں کس طرح نہ روؤں کہ آپ آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں ہیں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

> میرے پیارے بیٹے میری چار باتوں کو یاد کر لے۔ اور جو چار باتیں ان کے علاوہ ہیں ان کو بھی یاد کر لے تو جب تک ان پر عمل کرتا رہے گا یہ تجھے نقصان نہ پہنچائیں گی۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا

اے ابا جان! وہ کیا ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆......تمام دولت سے زیادہ بے پرواہ کرنے والی دولت عقل ہے۔

☆......اور سب سے بڑی محتاجگی حماقت ہے۔

☆......اور سب سے زیادہ وحشت کی چیز خود بینی ہے

☆......اور سب سے بڑی منزلت کی چیز اچھے اخلاق ہیں۔

چار لوگوں کی دوستی سے بچو

۴۱...... حضرت حسنؓ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ ابا جان یہ چار باتیں ہوئیں باقی چار باتیں بھی بتا دیجئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

☆...... احمق کی دوستی سے دور رہو اس لیے کہ وہ تجھے نفع پہنچانے کا اردہ کرے گا اور بغیر قصد تجھے نقصان پہنچا دے گا۔

☆...... اور تو جھوٹوں کی دوستی سے بھی دور رہ، اس لیے کہ جھوٹا نادانوں سے تیری دوستی کرا دے گا اور داناؤں کو تجھ سے دور رکھے گا۔

☆...... اور بخیل کی دوستی سے بھی دور رہ، کیوں کہ بخیل آدمی تجھ سے اس چیز کو دور کر دے گا جس کا تو زیادہ محتاج ہے۔

☆...... اور اپنے آپ کو فاسق وفاجر کی صحبت سے بچا اس لیے کہ وہ تجھے معمولی چیز کے عوض بیچ کھائے گا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ کثرت مال اور کثرت اولاد سرمایۂ نازش نہیں بلکہ کثرت علم اور وفور علم، اور عبادات کا اہتمام مایۂ افتخار ہیں۔ (کنز ج۸)

عمدہ اور اعلیٰ ترین چیزیں

۴۲...... حضرت علیؓ نے فرمایا کہ توفیق الٰہی بہترین راہنما ہے۔ اور اچھی خصلت بہترین

ساتھی ہے۔اور عقل افضل ترین دوست ہے۔اور ادب عمدہ میراث ہے۔اور خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت انگیز چیز نہیں۔ (کنز ج ۸ ص ۲۳۶)

عبرت کے لیے کسی کی موت کافی ہے

۴۳......عن علی رضی اللہ عنه ان من نعیم الدنیا یکفیک الاسلام نعمة و ان من الشغل یکفیک الطاعة شغلاً و ان من عبرة یکفیک الموت عبرة (منهیات)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں میں سے تیرے لیے نعمت اسلام کافی ہے اور تمام شغلوں سے اللہ کی اطاعت تیرے لیے کافی ہے اور مؤثر ترین عبرت موت ہے (یعنی کسی کی موت سے نصیحت حاصل کرنا۔)

موت کا یقین لذت وعشرت کو مکدر کر دیتا ہے

۴۴......عن علی رضی اللہ عنه انه قال من اشتاق الی الجنة سارع الی الخیرات و من اشفق من النار انتهیٰ عن الشهوات و من یتق بالموت انهدمت علیه الذات من عرف الدنیا هانت علیه المصیبات (منبهات)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔کہ جو شخص جنت کا طالب ہے، وہ نیک اعمال میں سبقت کرے اور جہنم سے ڈرتا رہے۔ وہ شہوات (گناہوں) سے رُک جائے، جسے موت کا یقین ہے، دُنیا کی لذتیں اس کے پاس پھٹکنے نہیں پاتیں۔اور جس نے دنیا کی

حقیقت پہچان لی، مصیبتیں اُس پر آسان ہو جاتی ہیں۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے، کہ اس چیز کی طرف نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے۔ اس چیز کی طرف دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے۔ نیز حضرت علیؓ نے فرمایا ہر دوستی بالآخر ٹوٹ جائے گی۔ مگر وہ دوستی باقی رہے گی جس کی بنیاد کسی حرص و لالچ پر نہ ہو۔ (کنز ج۸ص۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:۔

اے امیر المومنینؓ! اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپؓ اپنے دونوں ساتھیوں (حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ) سے ملاقات کریں۔ تو امید کو کم کیجئے اور پیٹ بھر کر نہ کھایئے۔ اور تہبند اونچا رکھیئے اور کرتے پر پیوند لگایئے اور چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے خود ہی درست فرمایئے۔ آپؓ ان دونوں حضرات سے مل جائیں گے۔ (کنز العمال ج۸ص۲۱۹)

بہت ہنسنا بہت رونا بہت کھانا بہت سونا
نہیں اچھا نہیں اچھا نہیں اچھا نہیں اچھا

باب نمبر ۴

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کا

خوف خدا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور خوفِ خدا

۱...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آخرت کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آنکھیں بیکار ہوگئی تھیں، ایک بار کسی نے روتے ہوئے دیکھ لیا تو کہنے لگے:

میرے رونے پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کے خوف سے سورج بھی روتا ہے۔

ایک مرتبہ پھر ایسا ہی اتفاق ہوا تو فرمایا۔

''خدا کے خوف سے چاند بھی روتا ہے۔''

آپ اس سوچ میں نہ پڑ جایئے کہ سورج اور چاند تو سیارے ہیں، حضرت عبداللہ نے یہ کیا فرمایا کہ ''سورج اور چاند بھی خدا کے خوف سے روتے ہیں''۔ خدا کی عظمت وجلال کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کے تاثرات اور احساسات سے سبق لیجئے۔ ان کو ہر شے خدا سے خائف اور ترساں نظر آتی تھی۔ پھر کیا سورج اور چاند کے متعلق سائنس کو سب کچھ علم ہو چکا ہے، بلا شبہ خدا کی تمام مخلوق اپنی ساخت اور بناوٹ کے مطابق خدا کی اطاعت بھی کرتی ہے۔ اور خدا کے اقتدار و جلال سے ڈرتی اور روتی بھی ہے، البتہ اس کے ڈرنے اور رونے کی کیفیت انسان کے رونے اور ڈرنے سے مختلف ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عبید بن عمرؓ سے ایک مرتبہ یہ آیت سنی۔

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علیٰ ھٰئو لاء شھیدا.

اے پیغمبر! اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لا کھڑا کریں گے؟ اور ان سب پر تمہیں گواہ لائیں گے۔

تو آپ اس قدر روئے کہ ڈاڑھی اور گریبان دونوں تر ہو گئے، آپؓ جب کبھی یہ آیت پڑتے

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلو بھم لذکر اللّٰہِ

کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے ہیں وہ وقت نہیں آیا کہ خدا

کی یاد کے لئے ان کے دلوں میں خشوع پیدا ہو۔

تو بے اختیار رو پڑتے اور دیر تک روتے رہتے۔

چرواہے کو حلال کی ترغیب

۲.........ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک جگہ چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا ہے ان کو اس جگہ سے دوسری جگہ بہتر نظر آئی تو چرواہے سے فرمایا۔

بکریوں کو اس جگہ سے دوسری جگہ لے جاؤ، کیونکہ قیامت کے
دن ہر راعی سے اسکی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ بکریوں کا تم پر حق ہے کہ ان کو اچھی سے اچھی جگہ چراؤ، قیامت کے روز ان بکریوں کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا، ایسے نیک اور خدا ترس انسانوں کو حکومت کرنے کا موقع ملے تو وہ جس خوبی سے انسانوں کا حق ادا کریں۔

ان کے رونے پر فرشتے بھی رو پڑے

۳.........ایک انصاری نے تہجد پڑھی اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے آج فرشتوں کو رلا دیا۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نہایت عمدہ شعر یاد آیا:

تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمد
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

فیضانِ محبت ہے یہ فیضان محبت
اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدہ تر ہے

بعض وقت اہل اللہ ہنستے بھی ہیں اور مزاح بھی کر لیتے ہیں، لیکن اس وقت بھی ان کا قلب اللہ کے دردِ محبت سے غافل نہیں ہوتا۔ (مواعظ حسنہ)

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

لبوں پہ ہے گو ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور حضرت مولانا محمد بن احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولهم مقامع من حديد كلما ارادو ان يخرجو امنها من غم اعيدو افيها (الحج ۲۱:۲۲)

اور ان کے مارنے کے لئے لوہے کے گرز (ہتھوڑے) ہوں گے (اور مصیبت سے کبھی نجات نہ ہوگی) وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے۔

جہنم کے ہتھوڑے کا وزن

۴............ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو ان مقمعا من حديد وضع فى الارض فاجتمع له الثقلان لما اقلو من الارض (خرفه الامام احمد)

اگر لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے اور اس (کو اٹھانے) کے لئے تمام انسان اور جنات مل جائیں تب بھی اسے زمین سے نہیں اٹھا سکیں گے۔

ریزہ ریزہ ہو کر پھر جمع ہو جانا

۵......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لو ضرب الجبل بمقامع من حديد التفتت ثم عاد (مسند احمد)

اگر لوہے کے ہتھوڑے سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے۔

یعنی اس ہتھوڑے میں ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ جس چیز پر مارا جائے وہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ اسی حالت میں آجاتی ہے تو دوزخیوں کو جب ضربیں لگیں گی تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہونے کے بعد اپنی پہلی حالت میں آجائیں گے۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں جب اہل جہنم کو آگ میں ہتھوڑوں کی ضربیں لگیں گی تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہونے کے بعد اپنی پہلی حالت میں آجائیں گے۔ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔

جب اہل جہنم آگ میں ہتھوڑوں کی ضربیں برداشت نہ کر سکیں گے......تو گرم پانی کے حوضوں میں غوطے لگائیں گے......اور (ان کی) تہہ میں چلے جائیں گے......جیسے دنیا میں کوئی آدمی پانی میں غوطہ لگاتا ہے......اور (اس کی تہہ میں) نیچے نیچے چلتا رہتا ہے۔ (کتاب الزھد امام احمد)

نوجوان اور خوف خدا

٦...... حضرت حذیفہ ﷺ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ ہے:

حضور ﷺ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے۔ جب اس نوجوان کی حضور ﷺ پر نگاہ پڑی...... تو وہ کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے گلے لگ گیا...... اور اسی میں اسکی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا...... حضور ﷺ نے فرمایا:۔

تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو...... جہنم کے ڈر نے اسکے جگر کے ٹکڑے کر دیئے...... اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے...... اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے پناہ عطا فرما دی ہے...... جو آدمی کسی چیز کی امید کرتا ہے وہ اسے ڈھونڈا کرتا ہے...... اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن قدامہ کذا فی الکنز)

حضور ﷺ کے الفاظ نے صحابہ کو ہلا دیا

٧............ حضور کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ کا ہاتھ اٹھا...... چہرہ سرخ ہو گیا...... آنکھیں عرش کی طرف اٹھیں...... فرمایا:

یطوی اللہ السماوات یوم القیامہ ثم یا خذ ھن بیدہ الیمنی

ثم یقول انا الملک ، این الجبارون، این المکتبرون

خدا سات آسمان، زمین، کو کاغذ کی طرح لپیٹ کر کہیں گے، کہاں ہیں پلاٹوں پر لڑنے والے...... گلیوں پر لڑنے والے...... زمین پر جھگڑنے والے...... بگڑنے والے...... آج ملک کا مالک میں ہوں۔

جب حضور ﷺ نے اشارہ کیا۔ صحابہ کہتے ہیں یوں محسوس ہوا جیسے زمین و آسمان کانپ رہے ہیں اور آسمان لپک کر محمد ﷺ کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہلا دیا، صحابہ کہتے ہیں:

ذرفت منہ العیون، وو حکت منہ القلوب

آنکھیں برسنے لگیں دل خدا کے خوف سے کانپ گیا۔

معاذ رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۸............ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الموت میں سخت علیل ہوئے تو یہ دعا بار بار مانگنے لگے:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں دنیا اور لمبی عمر سے اس لئے محبت نہیں کرتا تھا...... کہ بہت زیادہ نہریں بنواؤں...... اور بہت سے باغ لگاؤں۔ بلکہ میں تو اس لئے لمبی عمر کا طلبگار تھا...... کہ میں روزہ رکھ کر...... سخت پیاس کی مشقت برداشت کروں...... اور مصیبت جھیلتا رہوں...... اور ذکر کے حلقوں میں، علماء کی مجلسوں کے اندر اور ان کے مجمعوں میں بیٹھا کروں۔

پھر جب ان پر جانکنی کا عالم طاری ہوا اور نزع کے عالم میں ان پر شدید کرب و بے چینی نمودار ہوئی تو ان کی زُبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ:

رب ما اخنقنی خنقک فو عزتک انک تعلم ان قلبی یحبک.

اے میرے رب! تیری طرح تو کسی نے بھی میرا گلا نہیں گھونٹا تھا ......لیکن میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں...... کہ تجھے خوب معلوم ہے کہ میرا دل تجھ سے محبت رکھتا ہے۔

زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے اور آپؓ کی مقدس روح عالمِ بالا میں پہنچ گئی (احیاء العلوم)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور خوفِ خدا

۹............ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقوہ کی بیماری میں وفات کے قریب ہو گئے تو آپؓ نے لوگوں سے فرمایا: کہ مجھے بٹھاؤ تو لوگوں نے مسند کے سہارے آپ کو بٹھایا اور آپؓ دیر تک...... سبحان اللہ...... سبحان اللہ...... پڑھتے رہے اور زار زار روتے رہے۔ پھر یہ دعا مانگی:

یا رب ارحم الشیخ العاصی وذالقلب القاسی اللھم اقل العشرہ واغفر الزلہ وعد بحلمک علی من لم یرج غیرک ولم یثق باحد سواک.

اے میرے رب! گنہگار اور سخت دل بوڑھے پر رحم فرما ...... گناہوں کو معاف فرما دے...... اور لغزشوں کو بخش دے...... اپنے حلم کے ساتھ اس شخص سے برتاؤ فرما...... جس نے تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں رکھی...... نہ تیرے سوا کسی دوسرے پر کوئی بھروسہ کیا۔

تبرکات نبویؐ کے بارے میں وصیت

۱۰...... پھر فرمایا کہ مجھے غسل دینے کے بعد خزانہ سے وہ رومال نکالنا...... جس میں حضور ﷺ کا مبارک ملبوس...... اور آپ کے مقدس بالوں...... اور ناخنوں...... کا تراشہ محفوظ ہے۔ ان مقدس بالوں...... اور ناخنوں...... کو میری آنکھوں......، میرے منہ......، ناک اور کانوں میں رکھ دینا...... اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک لباس...... میرے بدن پر...... کفن کے نیچے رکھ دینا...... اور پھر مجھ کو قبر میں لٹا کر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

محمد بن عقبیؒ کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات آپہنچا تو بڑی حسرت کے ساتھ یہ فرمایا کہ:

یا لیتنی کنت جلا من قریش بذی طویٰ وانی لم ال من ھٰذا الامر شیئا.

اے کاش! میں قریش کا ایک مرد ہوتا جو مقام ''ذی طویٰ'' میں رہ جاتا اور سلطنت کے معاملہ میں کسی چیز کا میں والی نہ بنا ہوتا۔

اسکے بعد آپؓ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ کا فرزند یزید بن معاویہ دمشق میں موجود نہیں تھا۔ اس لئے ضحاک بن قیس نے آپ کے کفن و دفن کا انتظام کیا اور اسی نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (اکمال واحیاء العلوم واسد الغابہ)

ابو درداءؓ اور فکر آخرت

۱۱...... حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا ان کا کوئی مہمان آتا تو میری رگوں پر چھری پھیر کر مجھے ذبح کرتے خود بھی میرا گوشت کھاتے اور مہمان کو بھی کھلاتے۔ (عند ابن عساکر کمافی الکنز ۲/۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کاش میں یہ والا ستون ہوتا۔ (اخرجہ ابن سعد ۴/۱۲)

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے یہ کہا جائے کہ چاہے جنت اور جہنم میں سے کسی میں چلے جاؤ یا راکھ بن جاؤ تو میں راکھ بن جانے کو ترجیح دونگا۔

حنظلہ رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۱۲.......... حضرت حنظلہؓ بن الربیع سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے ابو بکرؓ ملے اور انہوں نے پوچھا: حنظلہ! کیا حال ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔انہوں نے فرمایا: پاک ہے اللہ! تم یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا، بات یہ ہے:

ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں......اور آپ دوزخ اور جنت کا بیان فرما کے ہم کو نصیحت فرماتے ہیں......تو ہمارا یہ حال ہو جاتا ہے کہ گویا......ہم دوزخ اور جنت کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل کر گھر آتے ہیں......، تو بیوی بچے، زمین......اور کھیتی باڑی کے کام......ہم کو اپنی طرف متوجہ اور مشغول کر لیتے ہیں......اور پھر ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس طرح کی حالت تو ہم کو بھی پیش آتی ہے۔ اسکے بعد میں اور ابو بکرؓ دونوں چلد یئے، اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

میں نے (اپنا حال بیان کرتے ہوئے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا:۔

حالت یہ ہے کہ ہم آپؐ کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ دوزخ اور جنت کا بیان فرما کر ہم کو نصیحت فرماتے ہیں، تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا دوزخ اور جنت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، پھر جب ہم آپؐ کی مجلس سے نکل کر گھر آتے ہیں، تو بیوی بچے، اور کھیتی باڑی کے دھندے ہم کو اپنے میں مشغول کر لیتے ہیں، اور ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے...... اگر تمہارا حال ہمیشہ وہ رہے...... جو میرے پاس ہوتا ہے......، اور تم دائماً ذکر میں مشغول رہو......، تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستے میں...... تم سے مصافحہ کیا کریں۔

لیکن اے حنظلہؓ! (اللہ نے اسکا مکلّف نہیں کیا ہے بلکہ) بس اتنا ہی کافی ہے کہ وقتاً فوقتاً یہ ہوتا رہے...... یہ بات آپ نے تین ۳ دفعہ ارشاد فرمائی۔

حضرت حنظلہ کی اس روایت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام میں آخرت اور دین کی فکر کس درجہ میں تھی کہ اپنی حالت میں معمولی تغیر اور ذرا سا انحطاط دیکھ کر وہ اپنے پر نفاق کا شبہ کرنے لگتے تھے۔

معاذ رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۱۳...... حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذؓ کے پاس سے گزرے وہ رو رہے تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں نے حضرت ﷺ سے سنی ہے:

ریا کا ادنیٰ درجہ بھی شرک ہے...... اور اللہ کو بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں...... جو متقی ہوں اور ان کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہوں...... یہ لوگ اگر نہ آئیں...... تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے...... اور اگر آ جائیں تو...... انہیں کوئی نہ پہچانے ...... یہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔ (اخرجہ الحاکم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۱۴............ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ میں داخل ہوئے۔ میں نے انکو سنا کہ وہ سجدہ میں سر رکھے کہہ رہے تھے:۔

(اے اللہ!) تو جانتا ہے کہ مجھے اس دنیا کے بارے میں قریش سے مزاحمت کرنے سے صرف تیرا خوف مانع ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ ۲۹۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے خوف سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ جس کی حد نہیں حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہوگئیں تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے ان کو روتے دیکھ لیا تو اس سے فرمانے لگے کہ تم میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے اور اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔

آنسو بہانے کی جگہ!

۱۵............ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حجر اسود کے پاس آئے اور اس پر منہ مبارک رکھ کر خوب دیر تک رونے لگے۔ پھر ہٹے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ آنسو بہانے کی جگہ ہے۔

(ابن ماجہ ص ف ۲۱۱ حاکم ج اص ۴۵۴)

حج یا عمرہ کے موقعہ پر آپ حجر اسود پر چہرہ مبارک رکھ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ حجر اسود قیامت کے لوگوں کے حق میں گواہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس حال میں اٹھا لائے گا...... کہ دیکھنے کے لئے اس کی دو آنکھیں ہوں گی...... اور

بولنے والی زبان ہوگی..... جس سے وہ اس شخص کے بارے میں شہادت دے گا..... جس نے اس کا استعمال حق کے ساتھ کیا ہوگا۔ (مسند احمد، بیہقی، دارمی)

خوف آخرت سے حواس کھو جانا

۱۶........... حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا اہل عراق میں سے ایک شخص پر گزر ہوا، جو گرا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے دریافت کیا اس کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اسکی یہ حالت ہے کہ جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو اسکی یہی کیفیت ہوتی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:-

وہ بھی اللہ پاک سے ڈرتے ہیں اور اس طرح نہیں گرتے ہیں۔

قابل رشک ایمان اور خوف خداوندی کا نصیحت آموز واقعہ

۱۷...... ایک بار عبداللہ بن عمرؓ سفر کو نکلے......اور ان کے ہمراہ ان کے ساتھی تھے...... دستر خوان بچھایا گیا...... اتنے میں ایک چرواہے کا گذر ہوا...... ابن عمرؓ نے اس کو بلایا۔

وہ بولا : میں روزہ سے ہوں۔

آپ نے کہا : ایسی گرمی میں روزہ! اور پھر تو بکریاں چراتا ہے؟

اس نے کہا : میں گذشتہ ایام کی تلافی کر رہا ہوں۔

پھر آپ نے پوچھا : کچھ بکریاں ہمارے ہاتھ بیچے گا؟

اس نے کہا : یہ میرے مولیٰ کی ہیں۔

آپ نے کہا : اگر تو اس سے کہے کہ بھیڑیا کھا گیا، تو وہ تجھے کیا کہے گا؟

اس پر وہ چرواہا یہ کہتا ہوا پیٹھ پھیر کر چلا یا!

خدا کہاں ہے...... خدا کہاں ہے...... خدا کہاں ہے؟

اس پر حضرت ابن عمرؓ بھی کہتے رہے کہ چرواہا کہہ گیا کہ خدا کہاں ہے؟ یہاں تک کہ مدینہ میں آپہونچے۔ پھر اس غلام کو دریافت کر کے خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا اور بکریاں خرید کر اسے ہبہ کر دیں اور اس سے کہا تیری بات نے تجھے دنیا میں آزادی بخشی، لہٰذا مجھے امید ہے کہ آخرت میں بھی تجھے رہائی دی گئی۔

مؤلف کہتا ہے حضرت ابن عمرؓ نے اس سے یہ جو کہا تھا کہ تیرا مولیٰ تجھے کیا کہے گا؟ اگر تو کہدے کہ بھیڑیا کھا گیا...... یہ محض امتحاناً تھا......نہ کہ آپ نے اسے جھوٹ بولنے کا حکم دیا۔

بڑھیا کی گائے اور ابن عمرؓ کا خواب

۱۸...... حضرت عمرؓ جو کہ دن کے وقت عدل قائم کیا کرتے......اور رات کے وقت لوگوں کی رکھوالی کرتے ......لوگوں کو برائیوں سے روکتے...... اور نیکی کرنے کا حکم دیتے......اور راتوں کو جاگ کر......مدینہ کی گلیوں میں گھوما کرتے تھے......تا کہ اگر کسی کے گھر کا دروازہ کھلا رہ گیا ہو تو بند کر دیں...... یا کسی کا جانور کھل گیا ہو تو......اسے اس کے مالک کے پاس پہنچا دیں......اور یا پھر کہیں کوئی بُرا کام ہوتا ہوا دیکھیں تو......لوگوں کو اس سے روک دیں۔

ایک دن مدینہ والوں نے دیکھا کہ آپ اپنی آستینیں چڑھائے تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں......تو لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! اس طرح تیزی کیساتھ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا:

''بیت المال کا ایک جانور کہیں گم ہو گیا ہے، میں اسکی تلاش میں جا رہا ہوں۔''

لوگوں نے کہا: اے! امیر المومنین آپ نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا......کون آپ کی سیرت پر عمل پیرا ہو سکے گا......آپ کسی کو بھیج دیتے اور......وہ جانور کو پکڑ کر لے آتا۔

آپؓ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھے گا، کسی اور سے نہیں۔ اس لئے مجھے ہی ان چیزوں کی دیکھ بھال کرنا ہے۔''

آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے بیٹے نے آپؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپؒ اسی طرح (کپڑے) دامن سمیٹے...... تیزی کے ساتھ کہیں جارہے ہیں تو...... آپؒ کے بیٹے نے آپؒ سے عرض کی: اے ابا جان ذرا رکئے!

آپؒ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو...... میں ابھی آگ سے جان بچا کر آرہا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: ابا جان آپ نے تو دنیا میں بڑے عدل سے کام لیا پھر آپ کیسے آگ سے پیچھا چھڑا کر آرہے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا:-

میرے بیٹے! انہوں نے مجھے میری رعایا کی وجہ سے...... آگ کے کنارے پر روک لیا...... اور مجھ سے ہر چھوٹی بڑی چیز کا حساب لیا...... حتیٰ کہ اس بڑھیا کے بارے میں بھی مجھ سے سوال کیا...... جس نے اپنی گائے کو بیچنا تھا...... اور اس کے لئے اس نے اس کے تھنوں کو باندھ دیا...... تا کہ اس کی کھیری میں دودھ زیادہ نظر آئے...... انہوں نے کہا کہ تو نے اسے اپنے جانور پر ظلم کیوں کرنے دیا۔

اتنا روتے کہ آنکھیں دکھ جاتیں

۱۹...... حضرت یعلیٰ بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری والدہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں وہ بہت رویا کرتے تھے۔ وہ اپنا دروازہ بند کر کے روتے رہتے...... یہاں تک کہ ان کی آنکھیں دکھنے لگ جاتیں...... اس لئے

میری والدہ ان کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ ۲۹۱/۱)

آنسوؤں سے لبریز آنکھیں

۲۰...... حضرت یوسف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان سننے لگ گئے تھوڑی دیر بعد) میں نے دیکھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(اخرجہ ابن سعد ۱۶۲/۴ واخرجہ ابونعیم فی الحلیہ ۳۰۵/۱ عن یوسف بن مالک مختصراً)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آیت:

﴿فکیف اذا جئنامن کل امة بشھید﴾

سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے۔ (سورۃ نساء آیت ۴۱)

آخر تک پڑھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رونے لگے...... اور اتنا روئے کہ ان کی داڑھی اور گریبان...... آنسوؤں سے تر ہوگیا...... حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے بتایا (جب میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اتنا زیادہ روتے ہوئے دیکھا تو) میرا دل چاہا کہ میں کھڑے ہو کر حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہوں کہ اب آپ بیان ختم کردیں کیونکہ آپ ان بڑے میاں کو بہت تکلیف پہنچا چکے ہیں۔ (عند ابن سعد ۱۶۲/۴)

ٹھنڈا پانی پی کر رو پڑے

۲۱...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ٹھنڈا پانی پیا اور رو پڑے اور رونا بھی تیز ہوگیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپؓ کو کیا شے رلا رہی ہے؟ تو فرمایا مجھے کتاب اللہ کی ہدایت یاد آ گئی

ولی بینھم و بین ما یشتھون (سباء:۵۴)

اوران میں اوران کے آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی (یعنی آرزو پوری نہ ہوگی)

مجھے معلوم ہے کہ دوزخی کی خواہش ٹھنڈے پانی کی (بھی) ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

افیضو اعلینا من الماء او ممارزقکم اللّٰہ (الاعراف:۵۰)

دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے! ہم پر تھوڑا سا پانی ہی خدا کے واسطے ڈالدو شاید کچھ تسکین ہو جائے یا اور ہی کچھ دیدو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے۔ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی یعنی جنت کے کھانے اور پینے کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے) (ابن ابی الدنیا)

روتے روتے زمین پر گر پڑے

۲۲...... حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عمر ﷺ کو سورۃ ویل للمطففین پڑھتے ہوئے سنا جب وہ...... یوم یقوم الناس لرب العالمین ...... (جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے) پر پہنچے تو رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے اختیار ہو کر زمین پر گر گئے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۳۰۵/۱ واخرجہ احمد نحوہ کمافی صفۃ الصفوۃ ۲۳۴/۱)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سورۃ بقرہ کے آخر کی یہ دو آیتیں پڑھتے تو رونے لگ جاتے:

﴿ان تبدو ا ما فی انفسکم او تخفوہ یحا سبکم بہ اللّٰہ﴾

''جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ

پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔"

اور فرماتے یہ حساب تو بہت سخت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

قرآن سنا اور آنسو نکل پڑے

۲۳...... حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب پڑھتے تو رونے لگ جاتے اور اتنا روتے کہ چپ کرنا اختیار میں نہ رہتا۔

﴿الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ﴾

"کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (من جانب اللہ) نازل ہوا ہے اسکے سامنے جھک جاویں۔" (سورۃ حدید آیت ۱۶)

(عند ابی نعیم ایضا فی الحلیہ ۱/۳۰۵ واخرجہ ابو العباس فی تاریخ بسند جید کما فی الاصابہ ۲/۳۴۹)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۲۴...... علی بن حسینؒ جب وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا اور اگر کوئی اس کی وجہ پوچھتا تو کہتے کہ تجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا خوف جہنم

۲۵...... میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:

...... فان جهنم لموعدهم اجمعين ......

''اور ان تمام کی وعدہ گاہ جہنم ہے''

تو چیخ اٹھے اور ہاتھ سر پر رکھ لیا اور تین دن تک حیران و پریشان پھرتے رہے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ کہاں جاتے ہیں۔

زمین کا انسانوں پر رونا

۲۶...... ایک بار آپ نے فرمایا: ...... کچھ لوگوں پر زمین روتی ہے ...... اور کچھ لوگوں کے لئے روتی ہے ...... اس کی وضاحت آپ نے یہ فرمائی کہ جو لوگ نیکوکار ہوتے ہیں ...... ان کے مرنے پر زمین ان کے لئے روتی اور دعائے مغفرت کرتی ہے ...... اور بدکاروں کے مرنے پر ...... زمین ان کی حالت پر روتی اور دعائے بد کرتی ہے۔

اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان لوگوں کے زمرے میں
موت نہ دے ...... جن کے اوپر زمین روتی ہے۔

حقوق العباد کی فکر کیجئے

۲۷...... امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ در حقیقت کوئی شخص کسی پر ظلم یا کسی سے برائی نہیں کرتا، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها

(جو کوئی نیک عمل کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرے وہ بھی اپنے اوپر کرتا ہے)

احمد بن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا سے بہت سے لوگ...... نیکیوں سے مالدار ہو کر جائیں گے...... مگر قیامت کے روز وہ...... لوگوں کی حق تلفی کے باعث مفلس ہوں گے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

اللہ تعالیٰ کے پاس تیرا ایسے ستر گناہ لے کر جانا جو تیرے اور اللہ کے درمیان ہوں یہ زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تم ایک گناہ ایسا کر جاؤ جو تیرے اور خلقت کے درمیان ہو۔

بس اے برادر! تو اسلاف کے خوف کو بغور دیکھ اور اس میں ان کی اقتداء کر۔ کیونکہ تو ہلاکت کے کنارے پر کھڑا ہے، پس جو شخص ڈرتا رہا، وہ بچ گیا۔ اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

جی ہاں یہی زندگی ہے جس پر ہم ناز کر رہے ہیں، اور لمبے پلان اور منصوبے تیار کرتے ہیں، اجی زندگی کیا ہے؟ پانی کا ایک بلبلہ جو ہوا کے ایک ہی جھونکے سے غائب ہو جاتا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں

خون کا جس میں گارا بنایا اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پرزور آندھی جس دم آکے ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

حالات سے سبق سیکھو

کم من صغار یر تجی طول عمر ھم
وقد خلت اجسادھم ظلمة القبر

۲۸...... کتنے ننھے منھے بیٹے ......جن کی لمبی لمبی زندگیوں کی ......امیدیں باندھی جاتی ہیں......کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا......انجینئر بنے گا...... پائلٹ بنے گا......وزیر یا امیر بنے گا......مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے......کہ یہ ماں باپ کے دل کا پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جائے گا......اور چند دن ہی دنیا میں رہے گا...... پھر تم خود ہی اسکو اپنے ہاتھوں سے......قبر کے اندھیروں کے سپرد کر کے چلے آؤ گے......اور تمام امیدیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

وکم من صحیح مات من غیر علة
وکم من سقیم عاش حینا من الدھر

کتنے بیمار ایسے ہیں......جو ساری زندگی بستر پر ہی پڑے رہتے ہیں...... بے چارہ زندگی سے اکتا کر......موت کی دعائیں کرتا ہے......مگر موت آتی ہی نہیں......موت اور زندگی کی کشمکش میں پڑا......دوسروں کے لئے وبال جان بنا ہوا ہے......گھر والے بھی اس کی موت کی دعائیں کرتے ہیں......مگر قبول نہیں ہوتیں......کوئی تو خوش قسمت بیماری کی حالت میں......اس کی خدمت کرنے کو غنیمت سمجھ رہا ہے......اور کوئی بدقسمت اس خدمت کو وبال جان سمجھ رہا ہے۔

میرے بھائی! کیا یہ سب کچھ حقیقت نہیں ہے...... اور کیا یہ تمام واقعات مذکورہ ہمارے ہی گھروں میں پیش نہیں آتے...... تو پھر ہم نے آج تک ان حالات سے کیا سبق سیکھا ہے...... اور کیا ہم نے اپنے روٹھے رب کو راضی کرنے کی کوشش کی...... یا وہی اک چال بے ڈھنگی...... جو پہلے تھی سو اب بھی ہے...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون'' (انبیاء: ۱)

''لوگوں کا وقت حساب نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ ابھی غفلت ہی میں پڑے ہیں، اور اعراض کئے ہوئے ہیں''

شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:-

اے لوگو! اس سے پہلے پہلے کچھ کرلو کہ لوگ کہیں کہ وہ بھی گیا۔

ایک سیکنڈ میں کھجور کا پھل دار درخت تیار

۲۹...... حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:-

من قال سبحان الله و بحمده غرست له بها نخلة في الجنة

جو شخص ایک مرتبہ...... سبحان اللہ و بحمدہ...... کہے گا، اس کے عوض اس شخص کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جائے گا۔

بددعا نہ کیجئے

۳۰...... فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی تحفہ دینا چاہتا ہے تو اس پر ظالم مسلط کر دیتا ہے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے ظالم پر بددعا کی اس نے اپنا انتقام لے لیا۔ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے اگر کوئی شخص مجھ پر ظلم کرے اور میں اس سے بدلہ نہ لوں تو یہ مجھے بہت پسند ہے۔

حضرت زینب کی قبر کے پاس حضور اکرم ﷺ کی دعا

۳۱.....طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا کا وصال ہو گیا.....تو ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ جنازہ میں شرکت کی.....آپ ﷺ بہت ہی غمگین تھے.....آپ تھوڑی دیر قبر پر بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے.....پھر قبر سے اُتر آئے.....غم میں زیادتی ہوگئی.....اور پھر کچھ دیر بعد غم ختم ہو گیا اور تبسم فرمایا۔

دریافت کیا گیا: تو آپؐ نے فرمایا:

میں قبر کے دباؤ کو یاد کر رہا تھا.....اور زینب کی کمزوری کو..... یہ بات مجھ پر گراں گزری .....تو پہلے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی: کہ قبر کے دباؤ میں کمی کی جائے.....تو دُعا مقبول ہوئی.....لیکن پھر بھی قبر نے زینب کو اس قدر دبایا.....کہ اس کے دبانے کی آواز کو .....انسان اور جنات کے علاوہ ہر چیز نے سنا۔“

فاطمہ بنت اسد کا قبر کے دباؤ سے نجات پا جانا

۳۲..... عمر بن ابی شیبہ نے کتاب المدینہ میں حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

”قبر کے دباؤ سے کوئی محفوظ نہ رہا.....مگر فاطمہ بنت اسد کے سوا.....تو بارگاہِ نبوی میں عرض کی گئی یا رسول اللہ! نہ ہی آپ کا بیٹا قاسم.....تو آپ ﷺ نے فرمایا.....ہاں اور نہ ہی ابراہیم۔“

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور خوف خدا

۴۳...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مرتبہ و مقام سے کون مسلمان ناواقف ہوگا۔حضرت رسول اکرم ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات میں آپؓ کو خاص تقرب و امتیاز حاصل تھا...... آپؓ کے گوناگوں ظاہری و باطنی محاسن و اوصاف کے باعث آنحضرت ﷺ آپؓ کو نہایت محبوب رکھتے تھے...... اور ہر طریقے سے آپؓ کی دلداری و ناز برداری فرماتے تھے...... اس فضیلت کے علاوہ آپؓ طاعت و عبادت میں بھی نہایت مستعد اور سرگرم تھیں...... ان باتوں کے باوجود آپؓ کے فکر آخرت کا یہ حال تھا...... کہ اکثر قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات و حوادث کو یاد کر کے رو پڑتی تھیں۔

وہ اوقات جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا

۴۴...... ایک بار آپؓ اسی طرح آتش دوزخ کو یاد کر کے رو رہی تھیں...... حضور ﷺ نے دریافت فرمایا "عائشہ! تم رو کیوں رہی ہو"؟

عرض کیا: مجھے دوزخ کی آگ یاد آ گئی...... اس لئے رو رہی ہوں۔اسی کے ساتھ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا...... کیا قیامت کے دن حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کو یاد فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا:

> "تین مقام پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا...... اول میزان کے موقع پر...... جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے...... کہ اس کے (نیک اعمال کا) پلہ ہلکا ہوا یا بھاری؟ دوسرے اس وقت...... جب اس سے کہا جائے گا...... کہ یہ لو اپنا اعمال نامہ پڑھ لو...... اور یہ نہ معلوم ہو جائے...... کہ وہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا...... یا بائیں

ہاتھ میں...... یا پیٹھ کے پیچھے سے...... تیسرے اس وقت...... جب دوزخ کے اوپر پل صراط بچھایا جائے گا۔

(مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد)

یہ تینوں ہی مواقع بڑے ہی نازک ہیں ...... سلامتی اور نجات اسی کے لئے ہے...... جس کا نیکیوں کا پلہ بھاری رہا...... اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا...... اور پل صراط سے بخیریت گذر گیا۔

اس کے برعکس تینوں حالتیں ہلاکت و بربادی کی ہیں ...... اللہ تعالیٰ انبیاء وصالحین کے صدقے میں...... ہم پر اپنا فضل فرمائے اور ہمیں ان ہلاکتوں سے بچائے۔

ذرا سوچئے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کون ہیں؟ حضرت رسول اکرم ﷺ کی چہیتی بیوی...... اور سر تا پا ایمان وعمل...... اللہ کی رضا طلبی میں جینے اور مرنے والی...... لیکن آخرت کا مرحلہ اتنا نازک ہے...... کہ حضور ﷺ نے ان کی تسکین وتسلی کے بجائے ان کی تنبیہ فرمائی۔ ایک روایت میں دجال کو یاد کر کے آپؓ کا فکر وغم سے رونا مذکور ہے۔ (سیرت عائشہؓ)

ایک ہی آیت پڑھ کر روتے رہیں

۳۵...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے...... حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ بیان کرتے ہیں...... کہ ایک روز صبح کے وقت...... میں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا...... آپ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں۔

آپ کی زبان پر یہ آیت شریفہ تھی۔

فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم (طور ع ۱)

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔

آپ اس آیت کو دہراتی جاتی تھیں...... اور روتی جاتی تھیں...... میں کچھ دیر تک تو آپؓ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا...... لیکن جب زیادہ دیر ہوئی...... تو میں نے

سوچا کہ بازار کا کام کرتا آؤں...... واپسی میں سلام عرض کرتا چلوں گا...... میں بازار گیا اور وہاں کام کر کے واپس آیا...... تو دیکھا آپ اسی طرح آیت دہرا رہی ہیں...... اور رو رہی ہیں۔

قبر کے دبوچنے کی کیفیت

۳۶...... حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ! جب سے آپؐ نے مجھ سے منکر نکیر کی سخت آواز اور قبر کے بھینچنے کا تذکرہ فرمایا ہے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اور قبر کا دھیان مجھے گھلاتا رہتا ہے۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مومنوں کے کانوں کو ایسی اچھی لگے گی...... جیسے آنکھوں میں سرمہ اچھا لگتا ہے...... اور مومنوں کو قبر کا دبوچنا...... ایسا (آرام دہ) محسوس ہوگا...... جیسے شفقت والی ماں سے...... بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے...... اور ماں آہستہ آہستہ دبائے۔

لیکن اے عائشہ! اللہ کے معاملہ میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے...... جانتی ہو وہ قبر میں کیسے دبوچے جائیں گے؟ پھر خود ہی فرمایا۔ وہ اس طرح دبوچے جائیں گے...... جیسے بہت بڑا پتھر انڈے کو کچل ڈالے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خوف آخرت کا یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتیں:

کاش میں ایک درخت ہوتی...... کہ ہر دم تسبیح کرتی رہتی...... اور آخرت کا کوئی مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا...... کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی...... کاش میں پیدا نہ ہوتی تو اچھا تھا...... کاش میں گھاس ہوتی۔

آپ پر آخرت کی اتنی فکر طاری رہتی تھی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے قیامت میں پیش آنے والی باتوں کے متعلق تشویشناک سوالات کیا کرتی تھیں۔

خوف قیامت سے ہاتھ خشک ہو گئے

۳۷...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ...... میری خادمہ ایک لونڈی تھی...... ایک شب میں بیدار ہوئی...... اور میں نے پانی ڈھونڈھا...... کوزہ میں مجھے پانی نہ ملا ...... میں نے لونڈی سے اس کا سبب پوچھا...... کہنے لگی:

میں نے خواب میں دیکھا تھا......

قیامت قائم ہے...... اور اپنے باپ کو دیکھا...... کہ شدت تشنگی سے فریاد کر رہا ہے...... اس نے مجھ سے پانی مانگا میں کوزہ کے پاس گئی...... اور اس میں سے ایک گھونٹ اسے دیدیا...... اتنے میں میں نے سنا...... کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے...... یہ کون ہے جو شرابخور کو پانی پلاتا ہے...... اس کے ہاتھ شل ہو جائیں...... میری آنکھ جو کھلی تو دیکھتی ہوں...... کہ میرے دونوں ہاتھ سوکھ کر رہ گئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... جو شراب خور ہو...... اس سے نکاح نہ کرو...... اگر بیمار پڑے...... تو اسکی عیادت نہ کرو ...... سوائے اس شخص کے...... جو توریت، انجیل اور قرآن میں ملعون ہے...... کوئی شراب نہیں پیتا...... جو شخص شراب خور کی حاجت روائی کرتا ہے...... وہ اسلام کے منہدم کرنے میں مدد کرتا ہے...... جو اس کو ایک لقمہ کھلائیگا...... خدا اس پر سانپ اور بچھو کو مسلط کرے گا...... اور جو اس سے ہم نشینی رکھے گا...... قیامت کے روز...... خدا اس کو اندھا اٹھائے گا...... کہ اسکی کوئی حجت نہ ہوگی۔

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں...... کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے...... کہ جو باوجود قدرت کے...... شراب کا تارک رہتا ہے...... میں اس کو خطیرۃ القدس سے سیراب

کروں گا...... اور جو باوجود قدرت کے...... ریشمی لباس کا تارک رہتا ہے...... میں اس کو خطیرۃ القدس میں پہناؤں گا...... اس کو بزارؒ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جس کو یہ بات مسرت بخش ہو...... کہ خدا اس کو آخرت میں شراب پلائے...... تو چاہیے کہ دنیا میں اس کا تارک بنا رہے...... اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی

''میں اس کو پسند کرتی ہوں کہ میں نسیاً منسیا (فراموش شدہ) ہوتی۔''

۳۸...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

کاش! میں راکھ ہوتا۔ اور ان سے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ:

''کاش! میں ایک مینگنی ہوتا۔ کاش! میں کچھ چیز بھی نہ ہوتا۔''

الغرض ان میں اس قسم کے اقوال بکثرت منقول ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم کبیرہ گناہوں میں ملوث ہیں مگر پھر بھی اپنے لئے بڑے بڑے درجات اور سدرۃ المنتہیٰ تک کے قرب کی باتیں بناتے رہتے ہیں اور اس بات کو فراموش کر بیٹھے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں داخل کئے جانے کے بعد ایک ہی گناہ کے باعث نکال باہر کئے گئے اور ہم نے اسکے بعد اسے کبھی نہیں دیکھا اور اب ہم ٹھنڈے لوہے پر ہتھوڑے چلا رہے ہیں اور خوابوں کی دنیا میں خوش ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آہ وزاری

۳۹...... علی بن معید نے ''کتاب العصیان'' میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک روز میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تھا تو ایک بچہ کا جنازہ گزرا۔ آپ آہ وزاری کرنے لگیں۔ میں نے آہ وزاری کی وجہ دریافت

کی۔فرمایا کہ اس بچے پر قبر کے دباؤ کی شفقت کے سبب۔

کمال بلندی اور کمال خوف

۴۰...... حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے پہلے......ان کی خدمت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے......اور ان کی تعریف کرنے لگ گئے۔

اے رسول اللہ کی زوجہ محترمہ! آپ کو خوشخبری ہو......حضور ﷺ نے آپ کے علاوہ......اور کسی کنواری عورت......سے شادی نہیں کی ......اور آپ کی (تہمت زنا سے) برأت آسمان سے اتری تھی

اتنے میں سامنے سے حضرت ابن زبیرؓ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ عبداللہ بن عباسؓ میری تعریف کرر ہے ہیں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سنوں۔میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش میں بھولی بسری ہو جاتی۔(عند ابن سعد ایضاً)

شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۴۱...... حضرت شداد بن اوس انصاریؓ جب بستر پر لیٹتے تو اپنے بستر پر کروٹ پر کروٹ بدلتے اور......انہیں نیند نہ آتی تھی......اور کہتے تھے:۔

اے میرے اللہ!......خوفِ دوزخ میری نیند لے گیا ہے......اس کے بعد کھڑے ہوتے......اور صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

قبر بچے کو بھی نہیں چھوڑتی

۴۲...... طبرانی نے بسند صحیح سے حضرت ابوایوبؓ سے روایت کیا ہے:

ایک بچہ کو بعد از وفات دفن کیا گیا...... تو آپ نے فرمایا: کہ اگر قبر کے دباؤ سے کوئی محفوظ رہا تو وہ یہ بچہ ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت

۴۳...... نہاد بن سری نے زہد میں ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کی ہے کہ...... قبر کے دباؤ سے کوئی محفوظ نہ رہا...... یہاں تک کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی...... کہ جس کا ایک رومال بھی دنیائے عالم سے بہتر ہے۔

باریک سے باریک اعمال

۴۴...... حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جن اعمال کو تم اپنی نظر میں بال سے بھی باریک جانتے ہو انہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

آدھی رات اللہ کی عبادت کرنا اور کثرت سے رونا

۴۵...... حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ رہا...... وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے...... وہاں وہ آدھی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے۔

حضرت ایوبؒ نے راوی سے پوچھا کہ حضرت ابن عباسؓ کس طرح قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے:

﴿وجاءت سكرة الموت بالحق ذلك ما كنت منه تحيد﴾

اور موت کی سختی (قریب آ پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا ہے۔

(سورۃ ق آیت ۱۹)

پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھتے رہے اور دردبھری آواز سے خوب روتے رہے۔

حضرت ابورجاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے (چہرے) پر آنسوؤں کے بہنے کی جگہ (زیادہ رونے کی وجہ سے) پرانے تسمہ کی طرح تھی۔

اگر یقین ہو جائے تو......

۴۶......حضرت حزام بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا:-

تم نے جو کچھ مرنے کے بعد دیکھنا ہے...... اگر تمہیں اب اس کا یقین ہو جائے...... تو نہ مزے لے لے کر کھانا کھاؤ...... اور نہ مزے لے کر کچھ پیو...... اور نہ گھروں کے سائے میں بیٹھ سکو...... بلکہ میدانوں کی طرف نکل جاؤ...... اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر...... اور اپنی جانوں پر روتے رہو...... اور میری آرزو ہے کہ...... کاش میں درخت ہوتا...... جسے کاٹ کر اس کا پھل کھالیا جاتا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

۴۷...... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ...... حضرت معاذ بن جبلؓ روتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے...... اور سلام عرض کیا: حضور ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: اے معاذ! کیوں رو رہے ہو؟ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:-

خدا کی نافرمانی سے بچو...... دنیا کی نعمتوں اور اس کی لذتوں پر غرور مت کرو...... تاکہ تم آخرت کی نعمتوں سے محروم نہ ہو جاؤ......اور تمہیں جہنم میں نہ ڈال دیا جائے...... کیونکہ کوئی بھی آدمی ایک لمحے کے لیے......اور آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اللہ کا عذاب برداشت نہیں کرسکتا۔

اور پھر بالخصوص ہمارے زمانے میں حضور ﷺ کی ان باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ آخری زمانہ ہے۔اور اس میں فسق و فجور عام ہوگیا ہے۔ اصلاح کی گنجائش ختم ہوگئی ہے۔اور اصلاح کرنے والے دنیا سے رحلت فرماتے جارہے ہیں۔

اب تو طریقت کا بھی صرف نام ہی رہ گیا ہے۔ اسی طرح شریعت بھی بطور رسم باقی ہے۔ لہٰذا جو شخص نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ ایمان کی حالت میں فوت ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ زمانے والوں کی حالت سے دقت نظری سے کام لے۔ ان کی برائیوں کا جائزہ لے۔اور پھر ان برائیوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ سلف صالحین کی زندگیوں کا مطالعہ کرے اور ان کے محاسن کو دیکھے اور پھر ان اعمال صالحہ میں ان کی پیروی کرے۔ تاکہ اسے بھی وہی خیر و برکت حاصل ہو جو اسلاف کو حاصل ہوئی تھی۔

دین کے مشائخ عظام کی نصیحتوں پر عمل کرنے اور ان کے آثار میں تامل سے بہتر کوئی چیز نہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جو شخص نصیحت سننا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے وہ اپنا دین ضائع کر بیٹھتا ہے اس مریض کیطرح جو اپنا علاج کروانا چھوڑ دے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح وہ یقیناً موت کے منہ میں چلا جائے گا۔

کسی عالم دین نے اس سلسلے میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص روز قرآن مجید کا ساتواں حصہ تلاوت نہیں کرتا اور نہ ہی مشائخ عظام کے مناقب سنتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کو گناہ کی کوئی پرواہ نہیں رہتی۔

سانپ کی شکل میں انسان

۴۸...... حضرت علقمہ بن اسود ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن قیس ؒ سے زیادہ خشوع و خضوع اور انہماک کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شیطان لعین ایک بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر کے...... مسجد میں جا گھستا...... لوگ اس کے ڈر سے ادھر ادھر بھاگ جاتے...... اور اکثر تو مسجد سے ہی بھاگ نکلتے۔

لیکن وہی سانپ حضرت عامر بن قیس ؒ کی قمیض میں جا گھستا...... اور اپنا سر اس کے گریبان سے باہر نکال لیتا...... مگر آپ ؒ کو اس کی پرواہ بھی نہ ہوتی اور آپ اسی انہماک اور خشوع و خضوع سے...... نماز میں مشغول رہتے۔

ایک دن لوگوں نے آپ ؒ سے پوچھا: کیا آپ ؒ کو اس بڑے سانپ سے خوف نہیں آتا۔ آپ ؒ نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں آتا...... سچ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتے...... اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے...... وہ ہر کسی سے ڈرتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

۴۹...... حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو حضور ﷺ نے بہت سے راز بتلا رکھے تھے۔ آپ ہی کو راز داری سے منافقین کی فہرست بھی بتا رکھی تھی...... کہ مدینہ میں فلاں فلاں شخص منافق ہے...... اور اس درجہ وثوق سے بتا رکھی تھی...... کہ جب مدینہ شریف میں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا تو صحابہ کرامؓ یہ دیکھتے کہ اس نماز جنازہ میں...... حضرت حذیفہ بن یمانؓ شامل ہیں یا نہیں؟ اگر حذیفہ بن یمانؓ شامل ہیں...... تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ شخص مومن ہے...... اگر حذیفہ بن یمانؓ اس میں شامل نہیں...... تو صحابہ کرامؓ یہ اندازہ لگایا کرتے تھے...... کہ شاید یہ شخص منافق ہے...... اگر مومن ہوتا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ ضرور شامل ہوتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ ہر ایک کو اپنی فکر لگی رہتی کہ میرا کوئی فعل...... میرا کوئی عمل...... میرا کوئی قول...... میری کوئی ادا...... اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول ﷺ کے حکم کے منافی تو نہیں؟ اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہے...... تو اب جب وہ کسی دوسرے سے اصلاح کی بات کہتے ہیں...... تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس سے زندگیاں بدلتی ہیں...... اس سے انقلاب آتے ہیں...... اور انقلاب برپا کر کے دنیا کو دکھلا بھی دیا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی امتیازی شان

۵۰...... حضرت عمرؓ جس شخص کو کہیں کا حاکم مقرر کرتے تھے...... اس کے فرمان تقرری میں اپنے احکام...... اور اس کے فرائض درج کر دیتے تھے...... لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو فرمان تھا...... اس میں اہل مدائن کے نام یہ ہدایت درج تھی...... کہ ان کا حکم سنو...... اور ان کی اطاعت کرو...... اور جو کچھ مانگیں انہیں دو۔

فقیری میں حکومت اور حکومت میں فقیری

۵۱...... اکابر مدائن کے سامنے یہ فرمان پڑھا گیا...... تو ہر طرف سے یہ آوازیں بلند ہوئیں...... کہ آپ اپنی ضرورتیں پیش کریں...... تا کہ ہم ان کو پورا کریں...... حضرت حذیفہؓ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے قدم بہ قدم چلتے تھے...... دنیا کے عیش و آرام کو آپ نے کبھی وقعت نہ دی...... آپ کی نظر ہمیشہ آخرت پر رہتی تھی...... آپؓ نے فرمایا:-

مجھے صرف اپنے پیٹ کے لیے کھانا...... اور گدھے کے لیے چارہ چاہیے...... میں جب تک یہاں رہوں گا...... مجھے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اسی مدائن کی حکومت کے زمانے میں...... آپؓ نے ایک بار پینے کے لیے پانی مانگا ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی لا کر دیا...... حضرت حذیفہؓ کی شان فقر اس تکلف کو کب گوارا کر سکتی تھی؟ اس رئیس کو آپؓ اس سے پہلے بھی منع کر چکے تھے...... اس لئے سمجھانے کی بجائے...... آپ نے جھنجھلا کر اسے پیالہ کھینچ مارا...... ایک زمانے تک اسی فقر و سادگی کے ساتھ مدائن کی حکومت کی...... اور در حقیقت حکومت نہیں...... بلکہ رعایا کی خدمت انجام دیتے رہے۔

پھر جب حضرت عمرؓ نے انہیں مدینہ طلب فرمایا...... تو اسی شان سے مدائن سے روانہ ہو گئے...... آپ حضرت عمرؓ کو اپنی آمد کی اطلاع دے چکے تھے...... حضرت عمرؓ ان کے راستہ میں چھپ کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے...... حضرت حذیفہؓ پاس سے گزرے...... تو دیکھا کہ حکومت و امارت نے ان پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے...... جس حال میں مدینہ سے گئے تھے...... اسی حال میں واپس آئے ہیں...... حضرت عمرؓ اپنی جگہ سے نکل کر ان کے سامنے آ گئے...... اور فرطِ محبت سے لپٹ گئے۔ بولے:

''حذیفہؓ تم میرے بھائی ہو...... اور میں تمھارا بھائی ہوں''

فتنوں کے مقام سے بچو!

۵۲...... حضرت حذیفہ کو فقر و فاقہ بہت محبوب تھا...... حاکم ہوتے ہوئے بھی حکومت پسند نہ کرتے تھے...... لوگوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے...... کہ فتنہ کی جگہوں سے پاک رہیں۔

ایک بار لوگوں نے پوچھا۔ حضرت فتنہ کی جگہوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:

حاکموں اور امیر زادوں کے دروازے...... لوگ امیروں کے دروازے پر جاتے ہیں...... ان کے جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں...... اور خوامخواہ ان کی تعریف کرتے ہیں۔

دنیا سے سخت نفرت تھی فرمایا کرتے تھے۔ جی چاہتا ہے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور کسی سے نہ ملوں یہاں تک کہ اپنے رب کے حضور پہنچ جاؤں۔ نماز پڑھتے تو سخت رقت طاری ہوتی، ایک دن کسی نے دیکھ لیا تو اسے تاکید کی کہ خبردار اس حال سے کسی کو آگاہ نہ کرنا۔

امام شافعیؒ کا قابل تقلید عمل

۵۳...... امام شافعی رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا، کہ حضرت آپ تو ابھی نوجوان ہیں۔ پھر ہمیشہ ہاتھ میں لاٹھی کیوں رکھتے ہیں، تو فرمایا:

"لا ذکر انی مسافر من الدنیا الی الاخرة"

لاٹھی اس لئے رکھتا ہوں...... تا کہ مجھے یاد رہے...... کہ میں دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر رہا ہوں۔

پرانے لوگ سفر کے دوران اپنے ہاتھ میں لاٹھی وغیرہ رکھنے کے عادی تھے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں لاٹھی اسی غرض سے رکھتے تا کہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں چند دن کا مسافر ہوں لہٰذا مجھے اپنی منزل مقصود کی تیاری میں لگے رہنا چاہئے۔

ہمیں بھی چاہئے کہ آنے والے کل کی تیاری میں لگے رہیں۔ جہاں پوری زندگی اور خصوصاً جوانی کا حساب وکتاب دینا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کا رونا

۵۴...... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿افمن هذا الحديث تعجبون وتضحكون ولا تبكون﴾

سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (ہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف خدا سے) روتے نہیں ہو۔

تو اصحاب صفہ اتنا روئے...... کہ آنسو انکے رخساروں پر بہنے لگے...... حضور ﷺ نے جب ان کے رونے کی آواز سنی...... تو آپؐ بھی ان کے ساتھ رو پڑے...... آپکے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے...... پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

"جو اللہ کے ڈر سے روئے گا...... وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا...... اور جو گناہ پر اصرار کرے گا...... وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا...... اور اگر تم گناہ نہ کرو (اور استغفار کرنا چھوڑ دو)...... تو اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) اور اللہ ان کی مغفرت کریں گے"

حضرت ابو ہریرہؓ کے رونے کا سبب

۵۵...... حضرت مسلم بن بشرؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنی بیماری میں رو رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا اے ابو ہریرہؓ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

غور سے سنو میں تمہاری اس دنیا پر تو نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ سفر بہت دور کا ہے اور میرا توشہ کم ہے اور میں اس گھاٹی پر چڑھ گیا ہوں جس کے بعد جنت اور دوزخ دونوں کو راستہ جاتا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے مجھے کس راستے پر چلایا جائے گا۔

ذکر الٰہی کرتے ہوئے روح پرواز کر گئی

۵۶...... حضرت عامر بن عبداللہؒ نے باقی زندگی شام میں بسر کی ......اور بیت المقدس میں ڈیرے ڈالے رکھے......اور اس کے علاوہ جو سرکاری رہائش فراہم کی گئی تھی......اس میں ایک دن بھی قیام نہیں کیا......البتہ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی تعظیم وتکریم کے لیے کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی......جس سے یہ دلی طور پر بہت متاثر ہوئے۔

جب حضرت عامرؒ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو کچھ تیمار دار آئے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ زار وقطار رو رہے ہیں۔ سب نے کہا: آپؒ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو زندگی بھر کارہائے نمایاں اور کارہائے خیر ہی انجام دیتے رہے ہیں۔ فرمایا:

''اللہ کی قسم مجھے نہ تو دنیا کا لالچ ہے اور نہ موت سے گھبراہٹ ہے
میں روتا اس لیے ہوں کہ سفر بہت لمبا ہے اور زادِ راہ تھوڑا ہے۔
میں اسی نشیب وفراز اور کشمکش میں مبتلا ہوں یہ کہ جنت ملے گی یا جہنم؟ مجھے علم نہیں کہ میں کس سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔

پھر ان کی پاکیزہ روح اس حال میں قفس عنصری سے پرواز کر گئی کہ ان کی زبان ذکر الٰہی سے تر تھی۔ کیا نصیب ہے اور کیا خوش بختی کہ قبلہ اول، حرم ثالث، معراج رسول ﷺ کی منزل اول یعنی بیت المقدس کی قربت میں ہمیشہ کے لیے سکون کی نیند سو گئے۔ اللہ حضرت عامرؒ کی قبر کو منور کرے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا خوف آخرت

۵۷...... عن بكر بن عبدالله المزنیؒ قال نزلت هذه الاية وان منكم الا واردها كان على ربك حتماً مقضيا ﴿ (مريم ۷۱) ذهب عبدالله ابن رواحة الى بيته فبكى فجآء ت امراته فبكت فجآء ت الخادمة فبكت وجآوا اهل البيت وجعلو يبكون فلما انقطعت عبرته قال يا اهلاه ، اما الذى ابكا كم ؟قالو الا ندرى ولكن رايناك بكيت فبكينا قال انه انزلت على رسول الله ايةينبئنى فيهاربى عزوجل انى وارد النار ولم ينبئنى انى صادر عنها فذلك الذى ابكانى (كتاب الزهد لابن المبارك)

حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

......وان منكم الا واردها كان على ربك حتماً مقضيا......

اورتم میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا......جس کا گزر اس (جہنم) تک نہ ہو...... یہ آپ کے رب پر لازم ہے...... جو پورا ہو کر رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنے گھر چلے گئے اور رونا شروع کر دیا......ان کی اہلیہ نے اپنے خاوند کو روتا دیکھا تو وہ بھی رونے لگ گئی...... خادمہ نے یہ منظر دیکھا تو وو بھی رونے لگ گئی۔ یہاں تک کہ گھر کے تمام افراد آہ بکا میں مبتلا ہو گئے۔

جب ان کے آنسو تھمے تو عبداللہ بن رواحہؓ نے پوچھا اے گھر والو! تم کو کس چیز نے رلایا ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں کچھ معلوم نہیں......ہم نے تو آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو ہم بھی رو پڑے......عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا:۔

رسول اللہ ﷺ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے......اس میں میرے رب نے مجھے خبر دی ہے...... کہ میں نار جہنم پر وارد ہونے والا ہوں...... مجھے یہ نہیں کہا کہ میں اس سے گزر جانے والا ہوں......پس اس چیز نے مجھے رلا دیا۔

فکر آخرت میں جان دے دی

۵۸...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

یا ایھا الذین امنوقو ا انفسکم و اھلیکم ناراً وقود ھا الناس و الحجارۃ (سورۃ تحریم آیت ۶)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے جس کا ایندھن اور سوختہ انسان اور پتھر ہیں۔

تو آپ ﷺ نے ایک دن یہ آیت صحابہ کرامؓ کو سنائی...... سنتے ہی ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا...... آپ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا...... تو وہ حرکت کر رہا تھا...... آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان...... **لا الہ الا اللہ**...... پڑھو۔

اس نے کلمہ پڑھا...... جس پر حضور ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی...... صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لیے ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿ذالک لمن خاف مقامی و خاف وعید؟﴾

اور یہ ہر اس شخص کے لیے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں...... اگر تم وہ جان لو...... تو تم اپنی بیویوں سے بے تکلف نہ ہو سکو...... اور تمہیں بستروں پر سکون نہ ملے...... اللہ کی قسم میری آرزو ہے...... کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے درخت بناتے...... جسے کاٹ دیا جاتا...... اور جس کے پھل کھا لیے جاتے۔

جہنم کی آگ کے رنگ

۵۹......حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی......

وقودها الناس والحجارة...... جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا:۔

جہنم میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی...... یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی!

پھر ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی.......... یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی!

پھر ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی.......... یہاں تک کہ وہ کالی ہو گئی!

اب یہ آگ کالی اور تاریک ہے.............. اس کا شعلہ کبھی نہیں بجھتا۔

اللہ جنت میں کس کو ہنسائے گا؟

۶۰...... حضور ﷺ کے سامنے ایک کالے رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا...... وہ یہ سن کر زور زور سے رونے لگا...... اتنے میں جبرائیلؑ آسمان سے اتر آئے...... اور پوچھا کہ یہ آپ کے سامنے رونے والے کون ہیں؟ حضور نے فرمایا یہ حبشہ کے ہیں...... اور حضور ﷺ نے اس کی تعریف کی۔

حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں:

''میری عزت و جلال کی قسم......! عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم...... ! جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر سے روئے گی...... میں اسے جنت میں خوب ہنساؤں گا''

عمیر رضی اللہ عنہ اور خوف خدا

۶۱......ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمیرؓ سے پوچھا، تمہارا کیا حال ہے؟

حضرت عمیرؓ نے جواب دیا :امیر المومنین! دیکھ رہے ہیں بالکل اچھا خاصا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جسے کھینچ رہا ہوں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا :آخر تمہارے پاس کیا ہے؟

حضرت عمیرؓ نے عرض کیا :یہ میرا تھیلا ہے جس میں میری زادراہ ہے، میرا پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں اور جس سے اپنا سر اور کپڑے دھوتا ہوں، ایک چھوٹا سا مشکیزہ ہے، جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں، ایک ڈنڈا ہے، جس سے بوقت ضرورت دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، آخر انہیں چیزوں کا نام تو دنیا ہے۔

عمرؓ نے دریافت کیا : کیا تم پیدل آئے ہو؟

انہوں نے عرض کیا : جی ہاں!

عمرؓ نے فرمایا : کیا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو تمہارے لئے سواری کا انتظام کر دیتا؟

عرض کیا : نہ میں نے ان سے سوال کیا اور نہ انہوں نے سواری کا انتظام کیا

حضرت عمرؓ نے فرمایا : وہ مسلمان کتنے برے ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو۔

حضرت عمیر نے کہا : امیر المومنین! خدا سے ڈریئے اس نے آپکو مسلمانوں کی غیبت کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ لوگ مسلمان ہیں میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا ہے

حضرتؓ نے سوال کیا : تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا تھا؟

جواب دیا : آپؓ نے مجھے جہاں بھیجا تھا وہاں گیا، وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور انہیں محاصل کی وصولی کے لئے مقرر کیا

اور جو کچھ وصول کر کے لے آئے اسے انکی ضرورت پر خرچ کر دیا،
آپؓ اسکے مستحق ہوتے تو میں آپکے پاس بھی اس میں سے لے آتا۔

حضرت عمرؓ انکے جواب سے بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ انہیں انکے منصب پر قائم رکھیں لیکن وہ مواخذہ آخرت کے اندیشہ کے سبب اس منصب کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔

انہوں نے عرض کیا:۔

امیر المومنین! اب میں اس کام سے معافی چاہتا ہوں، نہ آپکے زمانے میں یہ ذمہ داری قبول کروں گا اور نہ آپکے بعد، ہزار احتیاطوں کے باوجود خدا کے مواخذہ سے امن نہیں ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ حکمرانی کی بو سے اپنے کو محفوظ رکھوں لیکن ایک دن ایک نصرانی کے لئے میرے منہ سے نکل ہی گیا کہ اللہ تجھے خوار کرے۔

اسکے بعد اجازت چاہی اور اپنے گھر چلے گئے، جو مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔ انکے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے ہاتھ سو دینار انکے یہاں بھیجے اور کہا کہ اگر انکی حالت سے اطمینان و فراغت کا اظہار ہو رہا ہو تو چپ چاپ واپس چلے آنا اور اگر انکی حالت سے حسرت و تنگدستی ظاہر ہو رہی ہو تو یہ رقم انہیں دے دینا۔

جس وقت حضرت عمرؓ کا آدمی حضرت عمیرؓ کے پاس پہنچا وہ دیوار کے سہارے بیٹھے اپنے کرتے سے جوں صاف کر رہے تھے، بولے، تشریف رکھئے، کہاں سے آرہے ہیں؟ قاصد نے جواب دیا: مدینہ سے آرہا ہوں۔

پوچھا امیر المومنین کا کیا حال ہے؟ کہا: اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا اجراء و نفاذ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! عمرؓ کی مدد کر وہ تیری محبت میں بہت سخت ہیں۔

قاصد نے تین دن تک انکے گھر میں قیام کیا، انکی معاشی حالت یہ تھی کہ روٹی کی ایک ٹکیہ مشکل سے نصیب ہوتی تھی، جسے وہ مہمان کے آگے رکھ دیتے اور خود فاقے سے رہ جاتے، قاصد نے تین دن بعد دینار نکال کر پیش کئے اور کہا کہ لیجئے امیر المومنین ؓ نے آپ ؓ کی ضرورت کے لئے بھیجے ہیں۔

حضرت عمیر ؓ یہ سن کر چیخ پڑے اور فرمایا کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں، اور وہ ساری رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردی۔ یہ رنگ دیکھ کر قاصد مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر ؓ کو سارا حال سنایا، حضرت عمر ؓ نے حضرت عمیر ؓ کو مدینہ منورہ بلایا اور بہت سا غلہ اور دو کپڑے دینا چاہے، انہوں نے غلہ قبول نہیں کیا، کہا:-

امیر المومنین! مجھے اسکی ضرورت نہیں، دو صاع (تقریباً سات سیر) جو گھر پر چھوڑ آیا ہوں، البتہ کپڑے کیلئے کہا، میری بیوی برہنہ ہے اور اسکے پاس تن پوشی کیلئے کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت عمیر ؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر ؓ کو خبر ہوئی تو آپ ؓ کو بڑا صدمہ ہوا، آپ ؓ پیادہ پا گورستان بقیع فرقد تشریف لے گئے، جس میں حضرت عمیر ؓ دفن کئے گئے تھے، ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کی اور فرمایا کاش! مجھے عمیر ؓ بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی آدمی ملتا اور میں اس سے مسلمانوں کے معاملات کی انجام دہی میں مدد لیتا۔

صدیق کا خوف خدا اور جنت کا وعدۂ الٰہی

۶۲............ میں نے نرجس القلوب میں دیکھا ہے کہ کسی صدیق سے کوئی گناہ ہوگیا۔ وہ سمندر پر گیا اور کہنے لگا:

اے سمندرو!...... جن کی گہرائی دور تک چلی گئی ہے...... جن کی موجیں بکثرت ہیں...... مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے...... تو کیا خدا سے تم مجھے ایک ساعت کے لئے چھپالو گے؟ سمندروں کو حکم پہونچا...... کہ یہ جواب دیدیں...... ہماری کوئی موج ایسی نہیں ہے جس پر ایک فرشتہ موجود نہ ہو۔

پھر وہ پہاڑوں کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے اونچے اونچے پہاڑو!...... مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے...... کیا ایک ساعت کے لئے تم مجھے خدا سے چھپالو گے؟

پہاڑوں کو خدا کو حکم پہونچا کہ یہ جواب دیں...... ہماری کوئی چٹان ایسی نہیں جس پر ایک فرشتہ بھی موجود نہ ہو۔

پھر وہ درختوں کے پاس آیا...... اور ان سے بھی ایسا ہی پکار کر کہا...... درختوں نے بھی اسے جواب دیا...... ہمارا کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر ایک فرشتہ نہ ہو۔

تب وہ نکل کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے میرے خدا! جس چیز سے چاہے مجھے عذاب دے لیجئے...... اور جو آپ چاہے میرے ساتھ کیجئے۔

آواز آئی: اے میرے پیارے! تجھے جو میرا اتنا خوف ہوا اسکی جزا میں، میں تجھے ضرور اپنی جنت میں سکونت پذیر بناؤں گا۔

باب نمبر ۵

اولیاء اللہ

اور

خوف خدا

مالک بن دینارؒ کا خوفِ آخرت

۱...... حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک بار قبرستان کے پاس سے گذرے...... تو دیکھا کہ لوگ ایک مردے کو دفنا رہے ہیں...... آپ بھی اُن کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے آپ نے اس مردے کی قبر میں جھانک کر دیکھا...... اور رونا شروع کر دیا اور اتنا روئے کہ آپ غش کھا کر گر پڑے...... لوگوں نے مردے کو دفنایا...... اور اسی چارپائی پر ڈال کر آپ کو آپ کے گھر لے آئے۔

جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور آپ ہوش میں آ گئے...... تو لوگوں سے کہنے لگے مجھے خدشہ ہے...... کہ لوگ مجھے پاگل کہنا شروع کر دیں گے...... اور گلی کے بچے میرے پیچھے لگ کر شور مچانا شروع کر دیں گے...... وگرنہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنتا...... سر میں خاک ڈالتا...... اور گلی گلی...... کوچہ، کوچہ...... گھوم، گھوم کر لوگوں سے کہتا: کہ لوگو! جہنم کی آگ سے بچو...... یہ جو لوگ میری حالت کو دیکھ لیتے...... وہ پھر اللہ کی نافرمانی نہ کرتے۔

مالک بن دینارؒ کی وصیت اور اس کا صلہ

۲...... جب آپ کا وصال کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے شاگردوں کو وصیت فرمائی:

عزیزو جو کچھ میں نے تمھیں سکھایا ہے...... اس کا حق ادا کرنا...... اور میری وصیت کو یاد رکھنا...... جب میں مر جاؤں...... تو میری پیشانی پر لکھوا دینا...... ''یہ مالک بن دینار اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے''...... اور مجھے چارپائی پر ڈال کر...... قبرستان کی طرف مت لے کر جانا...... بلکہ میری گردن میں رسی ڈالنا...... میرے ہاتھ پاؤں باندھنا ...... اور جس طرح بھاگے ہوئے غلام کو منہ کے بل گھسیٹ کر...... اس کے آقا کے پاس لے جایا جاتا ہے...... اس طرح لے جانا...... اور جب قیامت کے روز مجھے قبر سے اٹھایا

جائے......تو تین چیزوں کا دھیان رکھنا......ایک تو یہ کہ اس دن میرا چہرا سفید ہوتا ہے یا کالا...... دوسرا یہ کہ جب اعمال نامے تقسیم کئے جارہے ہوں گے......تو دیکھنا کہ مجھے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملتا ہے...... یا بائیں ہاتھ میں......اور تیسرا یہ کہ جب میں میزان عدل کے پاس کھڑا ہوں گا......تو دیکھنا کہ میری نیکیوں کا پلڑا جھکا ہوا ہے...... یا برائیوں کا۔

یہ کہہ کر آپؒ نے زاروقطار رونا شروع کردیا۔کافی دیر روتے رہے پھر کہنے لگے کاش! مجھے میری ماں نے نہ جنا ہوتا......تاکہ مجھے قیامت کی ہولناکیوں اور ہلاکتوں کی خبر ہی نہ ہوتی......اور نہ ہی مجھے ان کا سامنا کرنا پڑتا...... جب رات کا وقت ہوا تو آپ کی حالت غیر ہونے لگی......اس وقت غیب سے آواز آئی کہ...... مالک بن دینارؒ قیامت کی ہولناکیوں اور ہلاکتوں سے امن پا گیا۔

کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے

۳...... حارث بن سعیدؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم مالک بن دینارؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک قاری نے سورۂ زلزال کی تلاوت شروع کردی...... مالک بن دینار اور اہلِ مجلس بے اختیار اشک بار ہو گئے......قاری جب اس آیت پر آیا:

ومن یعمل مثقال ذرة خیرا یرة. ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرة.

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا......(قیامت کے دن) اسے اپنے سامنے پائے گا......اور برائی جو رائی برابر کرے گا......(حشر کے میدان میں) اس کے روبرو آجائے گی۔

مالک بن دینار بے ہوش ہو گئے،لوگ انہیں اسی حالت میں وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔

(صفۃ الصفوۃ ج۳ص۲۸۰)۔

آپ کے شاگرد نے یہ آواز سنی تو دوڑ کر آپ کے پاس گیا دیکھا تو آپ پر نزع کی

کیفیت طاری تھی اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی تھی اور کلمہ طیبہ کا ورد کررہے تھے۔ آپ نے آخری بار...... **لا الہ اللہ محمد رسول اللہ**...... کہا اور وصال فرماگئے۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ الف الف مرة

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت مالک ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ لوگوں سے کہہ دوں کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے زنجیروں میں باندھ دیں اور گلے میں طوق ڈال کر اس طرح لے جائیں جس طرح بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر آقا کے سامنے لے جایا جاتا ہے۔

سازوسامان والے ہلاک ہوگئے

۴...... **وقع حریق بالبصرة فاخذ مالک بن دینار بطرف کسائه وقال هلک اصحاب الا ثقال .** (صفته الصفوة ج۳ص ۲۸۱)

ایک دفعہ بصرہ میں آگ لگ گئی۔ مالک بن دینارؒ نے اپنا کمبل اٹھایا اور چل پڑے فرمایا کہ زیادہ سازو سامان والے ہلاک ہوگئے۔

عشرتِ دنیا دھوکا دھوکا لذتِ ہستی وہی سراپا
منزلِ عاجز قبر کی مٹی خاک کا بستر خاک کا تکیہ

ایک کوّے کا ایک حاجی کو روٹی کھلانا اور پانی پلانا

۵...... ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینارؒ حج کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اپنے سفر کے دوران جب ایک دن میں جنگل سے گذر رہا تھا...... تو میں نے

ایک کوے کو دیکھا...... جس کی چونچ میں روٹی دبی ہوئی تھی...... اور وہ اڑتا جا رہا تھا...... مجھے کچھ تعجب سا ہوا لہذا میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا...... کافی دور جانے کے بعد وہ ایک آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گیا...... جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے...... اور کسی نے اسے جنگل کے بیچ میں پھینک دیا تھا...... وہ کوا اس آدمی کے سینے پر جا بیٹھا...... پھر اس نے وہ روٹی اپنے پنجوں میں پکڑی...... اور اپنی چونچ کے ساتھ اس روٹی کو...... لقمہ لقمہ کر کے اس آدمی کے منہ میں ڈالنے لگا...... حتی کہ اس نے آدھی روٹی اسے کھلا دی۔

پھر وہ کوا اڑا اور فضا میں غائب ہو گیا...... تھوڑی دیر کے بعد وہی کوا ایک طرف سے نمودار ہوا...... تو اس نے اپنے منہ میں پانی بھرا ہوئی تھا...... اس کوے نے وہ پانی اس آدمی کے حلق میں انڈیل دیا...... اور پھر باقی آدھی روٹی بھی لقمہ لقمہ کر کے اس کو کھلانی شروع کر دی...... حتی کہ اس نے وہ پوری روٹی اس آدمی کو کھلا دی۔

اس کے بعد وہ کوا پھر اڑا اور فضا میں غائب ہو گیا...... تھوڑی دیر کے بعد وہی کوا پھر ایک سمت سے نمودار ہوا...... جب کہ اس نے اپنے منہ میں پانی بھرا ہوا تھا...... وہ کوا پھر اس آدمی کے پاس گیا...... اور پانی اس کے حلق میں انڈیل دیا...... اس کو پانی پلانے کے بعد وہ کوا اڑ کر کہیں چلا گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ ماجرا دیکھنے کے بعد مجھے بڑا تعجب ہوا۔ لہٰذا میں اس آدمی کے قریب گیا اور پوچھا کہ بھائی تو کون ہے؟ اور تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا:

بھائی! میں حج پر جا رہا تھا...... جب ہمارا قافلہ اس جگہ پہنچا...... تو ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا...... انہوں نے ہمارا تمام مال واسباب چھین لیا...... اور بہت لوگوں کو قتل کر دیا۔ لیکن مجھے انھوں نے قتل کرنے کے بجائے...... رسیوں سے باندھا اور یہاں پھینک کر چلے گئے۔

میں تین دن تک یہیں پڑا رہا...... نہ کچھ کھایا...... اور نہ کچھ پیا۔ حتی کہ بھوک پیاس سے میری حالت غیر ہو گئی...... اور میں مرنے کے قریب پہنچ گیا...... آخر کار موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر...... میں نے آسمان کی طرف منہ کیا...... اور بارگاہِ ربوبیت میں

عرض کی:

اے پریشان حالوں کی مدد فرمانے والے! اپنے اس بے بس اور لاچار بندے کی مدد فرما......

اللہ تعالیٰ نے میری اس فریاد کو سن لیا...... اور پھر اس کوے کو مقرر فرما دیا...... یہ کوا صبح شام میرے پاس آتا ہے...... اور مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے...... اور جی بھر کر پانی پلاتا ہے...... اور واپس لوٹ جاتا ہے۔

میں نے اس کی یہ داستان سنی تو اللہ تعالی کی قدرت پر میرا ایمان مزید پختہ ہو گیا۔
پھر میں نے اس آدمی کی رسیاں کھولیں اور ہم دونوں حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

ایک بار مالک بن دینارؒ بعد نمازِ عشاء کے کسی ضرورت سے نکلے تو...... دائیں اور بائیں آسمان سے برف گرتے دیکھی...... اس سے انھیں قیامت میں نامہ اعمال کے اُڑ اُڑ کر ملنے کا خیال آیا...... چنانچہ طلوعِ آفتاب تک اسی کو سوچتے گئے...... اور اپنی ضرورت بھول گئے۔

چالیس سال نہیں سوئے

٦...... ایک بزرگ عبداللہ خفیف نامی...... چالیس سال نہیں سوئے...... اور خوفِ خدا سے اس قدر روئے کہ...... رخسار مبارک میں گڑھے پڑ گئے...... جب آپ قیامت اور قبر کی حکایت بیان فرماتے...... تو بید کی طرح کانپتے...... اور بیہوش ہو کر گر پڑتے...... اور مچھلی کی طرح تڑپتے...... جب ہوش میں آتے تو اٹھ کر یہ آیت پڑھتے:

...... فریق فی الجنة و فریق فی السعیر......

ایک گروہ بہشت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں

اور رو کر فرماتے کہ معلوم نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوگا۔ پھر فرمایا کہ آخری عمر تک آپ کی یہی حالت رہی اور اسی حالت میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔

امام اعظمؒ تیس سال نہیں سوئے

۷...... امام اعظم کوفیؒ تیس سال تک نہ سوئے...... اس عرصہ میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا...... تو ایک دن رات بلکہ زیادہ عرصے تک بیہوش رہتے...... جب ہوش میں آتے...... تو نفس کو جھڑکتے...... اور فرماتے:۔

اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی...... جو بارگاہِ الٰہی کے شایان ہو...... جس طرح اس کا حق ہے...... اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہے گا۔

اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے اور روتے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت عذاب کی آیت پر پہنچے تو ایک سال یا دو سال عالم تحیر میں کھڑے رہتے۔ لیکن اس طرح کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی اگر ابو حنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہوگی۔

ایک صالح نوجوان کا خوف خدا

۸...... ایک نوجوان صالح مرد کے بدن پر...... اللہ کے خوف کے سبب گوشت و پوست کا نام ونشان تک نہ تھا...... جب رات ہوتی تو گلے میں رسی ڈال کر چھت پر لٹک جاتا...... اور ساری رات روتا رہتا...... جب سجدہ کرتا تو کہتا کہ...... میں نے اس قدر گناہ کیئے ہیں جن کی کوئی حد نہیں...... اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کرے گا...... تو میں یہ سیاہ چہرہ کس طرح دکھا سکوں گا۔

اس طرح اس نے ساری عمر بسر کی کہ...... راتوں کو روتا رہتا اور بیہوش ہوجاتا...... جب ہوش آتا تو پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتا کہ...... اپنے آپ کی اسے ہوش نہ رہتی...... جب وہ بیمار ہوا تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی...... جب وقت قریب آن پہنچا...... تو اپنی بوڑھی ماں کو بلایا اور کہا کہ...... جب میں مرجاؤں تو مجھ گنہگار کے گلے میں...... رسی ڈال کر گھر کے چاروں کونوں میں پھرانا...... اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے...... جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا...... دوسرے یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا...... تاکہ مجھے کوئی نہ دیکھے...... کیونکہ جو دیکھے گا وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے افسوس کرے گا...... تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر میں رکھا جائے تو میرے پاس رہنا...... شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں...... تو تیرے قدموں اور تیرے سینے کی آہ کی برکت سے...... مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہوجائے۔

یہ وصیت کرتے ہی دم برابر ہوگئے۔ اس کی ماں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے گلے میں رسی ڈالنی چاہی تو گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جاملا۔ اس جوان سے ہاتھ اٹھالے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اس کے گلے میں رسی مت ڈالنا کیونکہ یہ میرا ایک دوست ہے، میں نے اسے بخش دیا ہے۔

داؤد طائی اور خوف خدا

۹...... الحمانی کہتے ہیں کہ داؤد طائی کی توبہ کا قصہ یہ ہوا کہ وہ ایک مقبرے میں داخل ہوا اور وہاں ایک عورت کو یہ کہتے سنا:

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ
لقاؤک لا یرجی وانت قریب.

تو (یہاں) حشر کے وقت تک مقیم ہے تیرے ملاقات کی امید نہیں حالانکہ تو قریب ہے۔

تزید بلی فی کل یوم ولیلۃ
وتسلی کما تبیلی وانت حبیب

تیری بوسیدگی رات دن بڑھی جاتی ہے اور بوسیدگی کی طرح تو بھلایا جارہا ہے حالانکہ تو محبوب ہے۔

ابونعیم کہتے ہیں کہ داؤد دیہات سے آ گئے......اور کچھ علم نہیں جانتے تھے......پھر وہ برابر علم حاصل کرتے رہے......اور عبادت میں مصروف رہے......حتی کہ اہلِ کوفہ کے سردار بن گئے...... یوسف بن اسباط کہتے ہیں داؤدؒ کو وارثت میں بیس دینار ملے...... جنہیں انہوں نے بیس سال میں کھایا۔

ابونعیم کہتے ہیں کہ داؤد بچا کچا کھا پی لیتے......مگر تازہ روٹی نہیں کھاتے تھے...... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ......روٹی چبا کر سالن پینے کے درمیان...... پچاس آیات قراءت کرلیتے......ایک مرتبہ ان کے پاس ایک آدمی آیا......اس نے کہا کہ آپ کی چھت کی لکڑی ٹوٹ گئی ہے......تو داؤد نے کہا:

مجھے اس گھر میں بیس سال ہوگئے ہیں، میں نے چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

ان جیسے لوگ خواہ مخواہ نظر ڈالنے...... اور دیکھنے کو فضول باتوں کی طرح ناپسند کرتے تھے۔

اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۱۰...... پھل پکے ہوئے ...... اور لٹکے ہوئے ...... پرندے اڑتے ہوئے
پانی اٹھتا ہوا پانی بہتا ہوا ...... حوریں سجی ہوئیں ...... غلمان کھڑے ہوئے
تمھارا رب تمھاری خدمت کے لئے ...... اور تمھیں کھلانے کے لئے
اپنے دروازے کھولے ہوئے ...... دربار لگائے ہوئے
...... نبیوں کے ساتھ ...... فرشتوں کا سلام ...... غلاموں کا سلام
اور فرش بچھے ہوئے ...... قالین لگے ہوئے ...... اور گاؤ تکیئے لگے ہوئے
جوانی ہمیشہ ...... زندگی ہمیشہ ...... محبت ہمیشہ ...... زندگی کو زوال نہیں
جوانی کو زوال نہیں ...... حکومت کو زوال نہیں ...... ہر طاقت ابد آباد کی

وہ ذرا دیکھو تو سہی ...... کہ کیسے جنت کا سایہ دار درخت ہے ...... اور اس کے نیچے تخت ہے ...... اور اوپر خوشے پکے ہوئے ہیں ...... اور اوپر تو بیٹھا ہوا ہے ...... تیرے ساتھ جنت کی خوبصورت بیویاں ...... تیری دنیا کی مومن بیویاں ...... جو جنت کی عورتوں سے بھی ستر ہزار گنا زیادہ خوبصورت ہے ...... وہ تیرے دائیں بائیں ہیں ...... تو نیچے دیکھتا تو جنت کی نہریں چلتی ہیں ...... اوپر دیکھتا ہے تو پھل جھکے ہوئے ہیں ...... پکے ہوئے ہیں۔

...... **فبای الاء ربکما تکذبان** ......

اب میں کیا کیا میرے بندہ تمہیں بتاؤں اور میری کس کس بات کا تم انکار کرو گے؟
آخر میں کچھ شرم وحیا چاہیئے ...... آخر ہی کچھ غیرت چاہیئے۔

میرے بھائیو! اللہ کو راضی کریں ...... جن دو کانوں کے پیچھے نمازیں چھوٹ گئیں ...... جن دو کانوں کے پیچھے سچ کو طلاق ہوگئی ...... جن دو کانوں کے پیچھے دیانت چلی گئی ...... خیانت آ گئی ...... بددیانتی آ گئی۔

میرے بھائیو اور عزیزو! ہمارے سمجھنے کے لئے نصیحت کے لئے ہے کہ...... ایک انسان اس دنیا کی چند روزہ زندگی کی مسرتیں...... لطف و سرور حاصل کر لیتا ہے...... لیکن اس کے بدلے میں جو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب ہیں...... ہمیشہ ہمیشہ کی پکڑ اور سختیاں ہیں...... وہ انسان کیا برداشت کر سکتا ہے؟...... یہ اگر انسان سوچے تو ہر گناہ سے بچ سکتا ہے۔

ابراہیم عجلیؒ کا مچھر کے ڈنک سے نصیحت پکڑنا

۱۱...... ابراہیم عجلیؒ کے کندھوں اور پشت پر جب کوئی مچھر بیٹھتا اور اس سے ان کو تکلیف ہوتی تو اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے۔

انت تتذی من خسیس بعوضة

وللنار ازقی ساکننین و اوجع

تیری حالت تو یہ ہے کہ تو مچھر کی آہٹ (یا ڈنک سے) تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جہنم میں رہنے والے تو بڑے بد بخت اور بڑے دردمند ہوں گے۔

شیخ عبداللہ اندلسیؒ کا عبرت آموز واقعہ

۱۲...... شیخ عبداللہ اندلسیؒ حضرت شبلیؒ کے پیرو تھے۔ عیسائیوں کی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہیں تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنوئیں پر عصر کی نماز ادا کرنے کیلئے وضو کرنے گئے وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی۔ شیخ کا سینہ وہیں خالی ہو گیا۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے، جاؤ واپس چلے جاؤ، میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی ہو گی۔ میں اس کی تلاش میں جاؤں گا۔

مریدین نے رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگے! شیخ آپ کیا کر رہے ہیں؟...... یہ وہ شیخ تھے جنہیں ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں...... قرآن کے حافظ تھے...... سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں...... خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں...... انھوں نے کہا میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں...... اب تم چلے جاؤ،...... شیخ ادھر بستی میں چلے گئے۔

کسی سے پوچھا یہ لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ یہاں کے نمبردار کی بیٹی ہے...... اس سے جا کر ملے...... کہنے لگے: کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: یہاں رہو...... ہماری خدمت کرو...... جب آپس میں موافقت ہو جائے گی، تو پھر آپ کا نکاح کر دیں گے...... انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

وہ کہنے لگا...... آپ کو سوروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑے گا...... شیخ اس پر بھی تیار ہو گئے...... اور کہنے لگے کہ ہاں میں خدمت کروں گا...... اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سور لے کر نکلتے...... سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے۔

ادھر مریدین جب واپس گئے...... اور یہ خبر لوگوں تک پہنچی...... تو کئی لوگ بیہوش ہو گئے...... کئی موت کی آغوش میں چلے گئے...... اور کئی خانقاہیں بند ہو گئیں...... لوگ حیران تھے کہ اے اللہ ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا...... حضرت شبلیؒ سچے مرید تھے جانتے تھے...... کہ میرے شیخ صاحب استقامت تھے...... مگر اس معاملہ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی...... ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں...... چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں؟ کہا: تم فلاں جنگل میں جا کر دیکھو......، وہاں سور چرا رہے ہوں گے۔

جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں...... کہ وہی عمامہ...... وہی جبہ...... اور وہی عصا...... جس کو لے کر...... وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے...... آج اسی حالت میں ......سوروں کے سامنے کھڑے سور چرا رہے ہیں۔

شبلیؒ قریب ہوئے اور پوچھا: حضرت آپ تو قرآن کے حافظ تھے...... آپ بتائیے کہ کیا قرآن آپ کو یاد ہے؟ فرمانے لگے: قرآن یاد نہیں...... پھر پوچھا حضرت! کوئی ایک آیت یاد ہے...... سوچ کر کہنے لگے: مجھے ایک آیت یاد ہے...... پوچھا کونسی آیت؟ کہنے لگے:

......ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم......

جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔

پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت شبلیؒ رونے لگے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی۔ پھر پوچھا حضرت آپ تو حافظ الحدیث تھے، کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے ایک یاد ہے۔

من بدل دینہ فاقتلوہ...... جو دین کو بدل دے اسے قتل کردو۔

یہ سن کر شبلیؒ رونے لگے تو انھوں نے بھی رونا شروع کردیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انھوں نے کہا اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہنچا دیا جائے گا۔ رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرمادی اور ان کی کیفیتیں واپس دلا دیں۔

پھر بعد میں شبلیؒ نے پوچھا، یہ سارا معاملہ کیسا ہوا؟

فرمایا میں بستی کے قریب سے گزر رہا تھا...... میں نے صلیبیں لٹکی ہوئی دیکھیں...... تو میرے دل میں خیال آیا...... کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں...... بیوقوف لوگ ہیں...... جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے میری اس بات کو پکڑ لیا...... کہ عبداللہ اگر تم ایمان پر ہو...... تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے...... یا میری رحمت کی وجہ سے ہے؟

یہ تمہارا کمال نہیں ہے...... یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے...... اللہ تعالیٰ نے ایمان کا وہ معاملہ میرے سینے سے نکال لیا...... کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو...... تم نے یہ الفاظ کیوں استعمال کئے...... تمہیں یہ کہنا چاہیئے تھا ...... کہ اللہ نے انھیں محروم کر دیا ہے...... تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

اللہ والوں کی شب بیداری

۱۳...... اللہ والے اسی تدبیر سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔ انہیں امن نہیں ہوتا۔ وہ راتوں کو تہجد پابندی سے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ میرے مولا! ظاہر میں تو نے دین کا کام کرنے کی توفیق دے دی، اب رسوا نہ کر دینا، اب ذلیل نہ کر دینا۔ اب جگ ہنسائی نہ ہو جائے۔ یہ عارفین کا خوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب فرمادے۔

☆☆☆☆☆☆

شیخ ربیع بن خشیم

کی قابلِ رشک نصیحتیں اور حکمت بھری باتیں

۱۴۰...... حضرت ہلال بن اساف ؒ نے اپنے مہمان منذر بن علی ثوریؒ سے کہا...... کیا میں آپ کو شیخ ربیع بن خشیم کی زیارت کے لئے نہ لے چلوں......؟ تاکہ چند گھڑی ان سے ایمان ویقین کی باتیں ہوں...... منذرؒ نے کہا کیوں نہیں؟ ضرور چلیں...... میں تو کوفہ آیا ہی اسی لئے ہوں...... تاکہ آپ کے محترم شیخ ربیع بن خشیمؒ کی زیارت کرسکوں...... اور کچھ عرصہ ایمان ویقین کے دل آویز ماحول میں گذارنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔

لیکن کیا ہمیں زیارت کی اجازت مل بھی سکے گی؟ کیونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ جب سے ان پہ فالج کا حملہ ہوا ہے وہ اپنے گھر کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمیشہ وہیں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور لوگوں سے ملاقات میں قدرے دلچسپی نہیں رکھتے۔

ہلال بن اسافؒ بولے بات تو آپ کی درست ہے...... جب سے وہ کوفہ میں فروکش ہوئے ہیں ان کا طرزِ عمل ایسا ہی دیکھنے میں آیا ہے...... لیکن بیماری نے چنداں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے...... حضرتِ منذرؒ نے کہا تو پھر ان کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں...... لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے...... ان مشائخ کے مزاج بڑے ہی نرم و نازک ہوا کرتے ہیں...... آپ کی رائے کیا ہے کہ دورانِ ملاقات ہم شیخ سے سوالات کریں...... یا خاموشی سے بیٹھیں...... اور وہ جو اپنی مرضی سے بات کریں وہی سنیں۔

حضرت ہلال بن اسافؒ بولے اگر شیخ ربیع بن خشیمؒ کے پاس مکمل ایک سال تک بھی بیٹھے رہیں تو وہ نہیں بولیں گے۔ جب تک تم خود ان سے بات نہیں کرو گے وہ قطعاً گفتگو میں پہل نہیں کریں گے کیونکہ ان کا کلام ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہوتا ہے اور خاموشی غور وفکر پر مبنی ہوتی ہے۔

حضرت منذرؒ نے کہا: پھر آیئے! اللہ کا نام لے کر ان کے پاس چلتے ہیں۔ دونوں شیخ کے پاس گئے سلام عرض کیا اور پوچھا شیخ کیا حال ہے؟ فرمایا: حال کیا پوچھتے ہو ایسا ناتواں، کمزور اور گنہ گار ہوں جو اپنے اللہ کا رزق کھاتا ہوں اور اپنی موت کا منتظر ہوں۔

حضرت ہلال بولے کوفہ میں ایک ماہر طبیب آیا ہے اجازت ہو تو علاج کے لئے بلائیں؟

فرمایا: ہلال میں جانتا ہوں کہ دواء برحق ہے...... علاج کرانا سنت ہے...... لیکن میں نے عاد...... ثمود...... اصحاب رس...... اور انکے درمیان آنے والی قوموں کے...... حالات کا بغور جائزہ لیا ہے...... میں نے دنیا میں ان اقوام کی لالچ...... اور دنیاوی ساز و سامان میں ان کی حریصانہ دلچسپی کو دیکھا ہے...... وہ ہم سے زیادہ طاقت ور اور صاحب حیثیت تھے...... ان میں ماہر اطباء بھی موجود تھے...... وہ لوگ بیمار بھی ہوتے تھے۔

اب دیکھئے نہ کوئی معالج رہا...... نہ کوئی مریض...... سب فنا ہو گئے...... ان کا نام و نشان نہ رہا...... پھر گہری اور لمبی سوچ کے بعد فرمایا: ہاں ایک بیماری ایسی ضرور ہے...... جس کا علاج ضرور کرانا چاہیئے......

حضرت منذرؒ نے مؤدبانہ انداز میں پوچھا وہ کونسی بیماری ہے۔

فرمایا: اس روحانی بیماری کا نام ہے ''گناہ''۔

پوچھا: اس کا علاج کس دواء سے کیا جائے؟

فرمایا: استغفار سے۔

پوچھا: شفا کیسے ہوگی؟

فرمایا: ایسی سچی توبہ کی جائے کہ وہ پھر گناہ دوبارہ نہ ہو۔ پھر ہماری طرف غور سے دیکھا اور بڑے زوردار انداز میں فرمایا پوشیدہ انداز میں کئے گئے گناہ لوگوں کی نظروں سے تو مخفی رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالی کے سامنے تو ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ اس کے سامنے تو کوئی چیز مخفی نہیں وہ علام الغیوب ہے وہ سینوں کے بھید خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ چھپ کر گناہ کرنا ایک خطرناک بیماری ہے۔ اس کی دواء تلاش کرو۔

حضرت منذرؒ نے پوچھا: آپ خود ہی بتا دیجئے اس کی دواء کیا ہے؟

فرمایا: خالص اور سچی توبہ ہے جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں، پھر زاروقطار رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

حضرت منذرؒ نے یہ عجیب منظر دیکھ کر کہا۔ محترم بڑا تعجب ہے آپ رو رہے ہیں حالانکہ آپ کی عبادت...... تقویٰ...... خشیت...... اور اخلاص کا ہر طرف چرچہ ہے۔

فرمایا: صد افسوس ہائے غم...... بھلا میں کیوں نہ روؤں......؟ میں نے بچشم خود ایسی عظیم قوم کو دیکھا ہے...... کہ ہم ان کے مقابلے میں بونے نظر آتے ہیں...... یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی مقدس جماعت...... حضرت ہلالؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے شیخ محترم سے باتیں کررہے تھے...... اتنے میں ان کا بیٹا اندر آیا...... پہلے اس نے ادب سے سلام کیا، پھر کہا۔

ابا جان، امی نے آپ کی لئے بہت عمدہ میٹھا اور لذیذ پکوان تیار کیا ہے ان کی دلی خواہش ہے کہ آپ اس میں سے کچھ ضرور تناول کریں۔ اجازت ہو تو میں لے آؤں، فرمایا لے آؤ۔ جب بیٹا وہ عمدہ پکوان لانے کے لئے کمرے سے باہر نکلا تو ایک سوالی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے کہا اسے اندر بلا لو۔ میں نے دیکھا کہ ایک پراگندہ حال بوڑھا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے جھومتا ہوا اندر آرہا ہے اور اس کے منہ سے رالیں ٹپک رہی ہیں۔ چہرے مہرے سے وہ مجذوب نظر آرہا ہے۔ وہ صحن میں کھڑا ہو گیا۔

میں ابھی حیرت واستعجاب میں ڈوبا ہوا اس بیچارے کو دیکھ رہا تھا اتنے میں شیخ کا بیٹا ایک بڑے تھال میں میٹھا پکوان لے آیا۔ شیخ نے اپنے بیٹے سے کہا یہ تھال اس سوالی مجذوب کے سامنے رکھ دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تھال اس سوالی مجذوب کے سامنے رکھ دیا۔ تو وہ شخص اس پر ٹوٹ پڑا۔ حالت یہ تھی کہ اس کی رالیں کھانے پر گر رہیں تھیں اور بدستور کھانے میں جتا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تھال کو چٹ کر گیا۔

بیٹے نے بڑی افسردگی سے کہا: ابا جان اللہ کی بے پناہ رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ امی نے تو بڑے جتن سے یہ پکوان آپ کے لئے تیار کیا تھا، ہماری دلی خواہش تھی کہ آپ

تناول کرتے، لیکن آپ نے ایک ایسے شخص کو یہ کھلا دیا جسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ اس نے کیا کھایا اوراس کا مزا کیا تھا۔

شیخ نے فرمایا: بیٹا اگر یہ نہیں جانتا تو کیا ہوا ہمارا پروردگار اللہ تو جانتا ہے پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران-۹۲)

یہ باتیں ہورہی تھیں کہ شیخ کا ایک قریبی رشتہ دار آیا اوراس نے یہ اندوہناک خبر دی کہ حضرت حسینؓ کو میدانِ کربلا میں شہید کردیا گیا ہے۔شیخ نے یہ غمناک خبر سن کرکہا:

...... انا للہ و انا الیہ رجعون......اور ساتھ ہی قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

قل اللّٰھم فاطر السموت و الارض عالم الغیب و الشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون (الزمر-۴۷)

شیخ کی زبان مبارک سے صرف اتنی سے بات سن کرتسلی نہ ہوئی تو اس نے دریافت کیا: حضرت حسینؓ کی شہادت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

فرمایا: ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ان کا حساب لے گا۔حضرت ہلالؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ ظہر کا وقت قریب آرہا ہے سلسلہ کلام منقطع ہوجائیگا ۔میں نے عرض کیا: جناب مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا: اے ہلال لوگوں کے منہ سے اپنی تعریف سن کرکہیں دھوکہ نہ کھا جانا۔لوگ تو صرف تیرے ظاہر کودیکھتے ہیں، تیرے باطن کا ان کو کیا علم؟ دیکھو میری یہ بات باندھ لو! تم اپنے عمل کی جانب رواں دواں رہو اور ہروہ عمل جو اللہ کی رضا کے لیے نہ کیا جائے، وہ بے کار ہے اور اکارت جائے گا۔اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

حضرت منذرؒ نے کہا مجھے بھی کوئی نصیحت کیجئے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فرمایا: اپنے علم کے مطابق اللہ سے ڈرو......جس چیز کا تجھے علم نہ ہو......اسے کسی

عالم کے سپرد کرو......اور خود بھی اسی کی طرف رجوع کرو...... اے منذر کبھی ایسا نہ کہنا ......کہ میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں......اگر رجوع نہ کیا یہ جھوٹ لکھا جائے گا...... بلکہ ہمیشہ یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میری طرف رجوع فرما...... میں درماندہ و بے کس ہوں...... مجھے معاف کر دے......اور اس طرح کبھی تو جھوٹا نہ ہوگا۔

اے منذر! خوب اچھی طرح جان لو: انسانی گفتگو میں...... لاالہ الا اللہ...... الحمدللہ...... اللہ اکبر...... سبحان اللہ ......خیر کی طلب، شر سے پناہ، نیکی کے حکم برائی سے روکنے اور قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ کسی اور بات میں خیر و برکت نہیں ہے۔ دین کی بات کرو ورنہ خاموش رہو۔

حضرت منذرؒ بولے: جناب ہم اتنی دیر آپ کے پاس بیٹھے آپ کی قیمتی باتوں اور دل پسند نصیحتوں سے فیضیاب ہوئے۔ لیکن آپ نے اپنی گفتگو کے دوران کوئی شعر نہیں پڑھا حالانکہ آپکے ہم عصر بطور استدلال گفتگو کے دوران شعر پڑھتے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟

شیخ نے فرمایا: جو بھی اس دنیا میں کہا جاتا ہے اسے فوراً لکھ لیا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن پڑھ کر سنایا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا میرے نامہ اعمال میں کوئی شعر لکھا جائے اور قیامت کے دن وہ مجھے پڑھ کر سنایا جائے۔

پھر فرمایا: سنو! اپنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو...... وہ پردہ غیب میں ہر دم تمہاری منتظر ہے...... جب نگاہوں سے اوجھل کسی پیارے کی...... غیر حاضری طویل ہو جاتی ہے......تو اس کا واپس لوٹنا قریب ہو جاتا ہے......اور گھر والے ہر دم اس کی راہیں تکتے رہتے ہیں...... یہ کہہ کر وہ اتنا روئے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

پھر فرمایا: کل جب شدید زلزلے میں...... زمین کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا...... پروردگار غیض و غضب میں ہوگا...... فرشتے صف باندھے کھڑے ہونگے ......اور جہنم کو لا حاضر کیا جائے گا...... بتاؤ پھر ہم کیا کر سکیں گے؟

نماز باجماعت ادا کرنے کا بے مثال اہتمام

۱۵...... حضرت ہلالؒ بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ نے بات ختم کی ادھر ظہر کی اذان ہونے لگی۔ بیٹے سے کہا آؤ چلیں اللہ کا بلاوا آ گیا ہے۔ بیٹے نے سہارا دیا اور بائیں طرف سے میں نے اور ہم انہیں لے کر مسجد کی طرف چلے۔ حالت یہ تھی کہ شیخ کے دونوں پاؤں زمین میں گھسٹتے جا رہے تھے۔ حضرت منذرؒ نے کہا: جناب ابو یزیدؒ! آپ معذور ہیں اللہ کی طرف سے آپ کو رخصت ہے۔ آپ نماز گھر میں ہی پڑھ لیتے۔

فرمایا: آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن میں نے مؤذن کو یہ کہتے سنا...... آؤ کامیابی کی طرف...... دوڑو کامرانی کی طرف...... جو شخص کامیابی و کامرانی کی طرف بلائے...... اس کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے جانا چاہیے...... خواہ گھٹنوں کے بل چل کر کیوں نہ جانا پڑے۔

سفیان ثوری اور خوف خدا

۱۶...... ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے تھے۔ سفیان ثوریؒ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر آسمان کی طرف دیکھا تو غش کھا کر گر پڑے۔ دارانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ محض آسمان کی طرف دیکھنے سے نہیں ہوا بلکہ قیامت کے احوال میں فکر کرنے کا نتیجہ تھا۔

وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اپنا کوئی قصور یاد آتا تو غشی طاری ہو جاتی اور ان کے دل کی دھڑکن بہت دور سے سنائی دیتی تھی کسی نے ان سے کہا آپ خلیل الرحمٰن ہیں اور پھر اس قدر غم کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: جب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں تو اپنے مرتبہ خلّت کو بھول جاتا ہوں۔

حضرت مسروق بن اجدعؒ

۱۷...... حضرت مسروق بن اجدعؒ یمن کے مشہور خاندان ہمدان سے تھے، عرب کے مشہور شہسوار حضرت عمرو بن معدی کربؓ کے عزیزوں میں سے تھے، حضرت عمرو بن معدی کربؓ تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے، لیکن حضرت مسروق کی قسمت میں صحابیت کا شرف نہ تھا۔ انھوں نے عہدِ صدیقی میں اسلام قبول کیا، عہدِ فاروقی میں وہ اپنے والد اجدع کے ساتھ مدینہ منورہ بھی گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے والد کا نام سن کر فرمایا۔ اجدع شیطان کا نام ہے، تم مسروق بن عبدالرحمٰن ہو، اس طرح اجدع کا نام عبدالرحمٰن ہو گیا۔

تمام علم وفضل کا حاصل

۱۸...... حضرت مسروقؒ خوف خدا کو تمام علم وفضل کا حاصل سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ انسان کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ خدا سے ڈرے اور یہ جہل ہے کہ وہ اپنے علم پر غرور کرے۔ کتنا درس آفریں ہے حضرت مسروقؒ کا یہ ارشاد! حضرت مسروقؒ کی عبادت ریاضت کے درجہ پر پہنچ گئی تھی، وہ اس کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر آتے تھے۔

آخرت پسندی میں حضرت مسروقؒ کو دنیا اور دنیا کی فراغت وخوش حالی کی طرف سے متنفر کر دیا تھا۔ ایک بار اپنے بھتیجے سے فرمایا، چلو تم کو دنیا دکھا دوں، اور لے جا کر مزبلے کے پاس کھڑا کر دیا۔ فرمایا: دیکھو، یہی دنیا ہے اسی کے لئے لوگ خدا کے ٹھہرائے ہوئے حرام کو حلال اور رحم کو قطع کر دیا کرتے ہیں۔

حسن بن صالح اور خوف خدا

۱۹...... حسن بن صالحؒ ایک مرتبہ اذان دے رہے تھے جب...... اشھدان لا الٰہ الا اللہ ...... پر پہنچے......تو بیہوش ہو کر گر پڑے......لوگ ان کو مینار سے اٹھا کر لائے......، پھر ان کے بھائی نے مینار پر چڑھ کر اذان کہی......اور نیچے آ کر نماز پڑھائی...... حسن اس وقت تک بیہوش ہی رہے۔ ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں میں نے حسن یعنی ابن صالحؒ سے زیادہ صاحبِ خشوع کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک رات صبح تک...... سورہ عم یتساء لون ...... بار بار پڑھتے رہے اور فجر تک غشی ہوتی رہی اور سورت ختم نہ ہوئی۔ جب ہوش میں آتے تو طہارت کی تجدید کرتے۔

خوف عذاب قبر سے غشی کا دورہ

۲۰...... ایک روز داؤد طائی ایک عورت کے پاس سے گزرے...... جو کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی......اور کہہ رہی تھی کہ کاش! مجھے معلوم ہو کہ تیرے کون سے رخسار کو کیڑے نے کھانا شروع کیا ہے۔ داؤد طائی غش کھا کر گر پڑے۔

شعوانہ عابدہ کی دوسروں کے لئے دعا

۲۱...... شعوانہ عابدہؒ اپنی مناجات میں کہتیں تھیں کہ اے اللہ! تو تمام کریموں سے زیادہ کریم ہے......اور سب سرداروں کا شہنشاہ......اور مسلمانوں کی امید گاہ ہے...... میں تجھ سے التجا کرتی ہوں......کہ ان تمام لوگوں کو معاف کر دے...... جو تیری سزا کے جاننے کے بعد...... نافرمانی میں بڑھے ہوئے ہیں...... یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑیں......اور ان کے منہ سے ہاہ ہاہ کی آواز آتی رہی۔

لقمان حکیم اور خوف خدا

۲۲...... لقمان حکیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شروع میں غلام تھے۔ان کا رنگ سیاہ اور شکل وصورت اتنی اچھی نہ تھی لیکن آپ کی دانشمندی مسلّم تھی۔آپ کے آقا نے آپ کو بیچنے کے لئے پیش کیا تو ایک آدمی جو کاشت کار تھا، آپ کو خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا۔آپ سارا دن اس کی خدمت میں مصروف رہے حتٰی کہ رات آ گئی۔

جب آپ نے عشاء کی نماز ادا کی تو آپ کا آقا سو گیا۔لہٰذا آپ ایک خالی کمرہ میں تشریف لے گئے اور نماز ادا کرنے لگے۔

جب رات ایک پہر بیت چکی تو آپ نے اپنے آقا سے کہا:

میرے آقا! بہشت کو آراستہ کر دیا گیا ہے......اور جہنم کو بھڑ کا دیا گیا ہے...... جو شخص اُخروی نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے...... وہ اتنا زیادہ سویا نہیں کرتا۔

مالک نے جواب دیا: اے غلام! چلے جاؤ...... میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے...... یہ کہہ کر وہ پھر سو گیا اور حضرت لقمان اپنی جگہ واپس آ گئے......اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے...... جب رات کا دوسرا پہر بھی گزر گیا......تو آپ پھر اپنے آقا کے پاس آئے......اور اُس کو ہلا کر کہنے لگے:

میرے آقا! جو وقت گزر گیا...... وہ تو گزر گیا......اب بھی اٹھ جاؤ......اور باقی وقت میں رب کی رحمت طلب کر لو......اور توشۂ آخرت تیار کر لو......کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد تجھے آخرت کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔

آپ کے مالک نے پھر جواب دیا کہ اے غلام! چلے جاؤ...... مجھے سونے دو...... میرا رب بڑا غفور ہے......اور نہایت مہربان ہے۔

حضرت لقمان پھر اپنی جگہ واپس آ گئے...... اور نماز ادا کرنے لگے...... جب

رات کا تیسرا پہر بیت گیا...... اور صبح ہونے کے قریب ہوگئی...... تو آپ پھر اپنے مالک کے پاس گئے...... اور کہا: میرے آقا! اب تو پرندے بھی اپنے گھونسلوں سے نکل کر...... اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہو چکے ہیں...... اور بیابانوں میں جنگلی درندے بھی اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ کر...... اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مصروف ہیں...... اگر تو بھی رب کی بارگاہ سے کچھ مانگنا چاہتا ہے...... تو اس کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔

مالک نے جواب دیا: اے غلام! مجھے کچھ دیر اور سو لینے دو...... میرا رب بڑا غفور اور مہربان ہے...... حضرت لقمان پھر واپس چلے گئے...... اور صبح کی نماز ادا کرنے لگے۔ نماز کے بعد اپنے اوراد میں مصروف ہو گئے...... اتنے میں آپ کا آقا بھی بیدار ہو گیا...... اس نے آپ کو دس سیر جَو دیئے...... اور کہا کہ جاؤ ان کو زمین میں کاشت کر دو۔

حضرت لقمان وہ جو لے کر پڑوسی کے پاس گئے...... اور جَو اس کو دے کر اس کے بدلے میں باجرہ لیا...... اور زمین میں کاشت کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ باجرہ اُگ آیا...... تو لقمان اور ان کا مالک زمین میں چکر لگانے گئے...... جب اس نے زمین میں باجرہ اگا دیکھا۔

تو کہنے لگا: اے لقمان! میں نے تو تجھے کہا تھا...... کہ زمین میں جَو بونا ہے...... لیکن تو نے باجرہ کیسے بو دیا؟

آپ نے کہا: میرے آقا! میرا رب بڑا غفور ورحیم ہے......

مالک نے کہا: تو نے درست کہا ہے...... لیکن جب تو زمین میں باجرہ بوئے گا...... تو پھر اس میں سے جَو نہیں اگیں گے۔

اُپ نے فرمایا: بالکل اسی طرح...... میرے آقا! جب آپ غافلوں کی طرح پڑے سوتے رہیں گے...... تو صالحین کے درجات کو کیسے پا سکیں گے۔

بہلولؒ اور خوف خدا

۲۳...... میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو یہ میری غیبت نہیں کرتے۔

یوما بالمقابر فاذا انا ببهلول قد دلیٰ رجلیه فی قبر و هو هلعب بالتراب فقلت انت ههنا؟ قال نعم، الم انهُ قوم لا یو ذوننی و ان غبت عنهم لا یغتابونی فقلت یا بهلول الخیر .قس غلا ،فقال والله ما اُبالی ولو حبه بمثقال ان علینا ان نعبده کما امرنا و علیه ان یرزقنا کما وعدنا ثم ولی عنی و هو یقول.

حضرت سری سقطیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز قبرستان سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ بہلول اپنے دونوں پاؤں ایک قبر میں لٹکائے ہوئے مٹی سے کھیل رہا ہے۔ میں نے کہا آپ یہاں؟ بہلول نے جواب دیا میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔ میں نے کہا اے بہلول روٹی مہنگی ہوگئی ہے، کہنے لگے خدا کی قسم مجھے کچھ پرواہ نہیں اگرچہ ایک روٹی ایک مثقال کے برابر کیوں نہ ہو جائے۔

ہم پر تو یہ فرض ہے کہ ہم اس (اللہ) کی عبادت کریں جیسا کہ اس نے ہمیں حکم دیا ہے اور اس کے ذمہ ہمارا رزق ہے جیسا کہ اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ میرے پاس سے یہ اشعار پڑھتا ہوا رخصت ہوا۔

یا من تمتع بالدنیا وزینتها
ولا تنام عن اللهذات عیناه

افنیت عمرک فیما لست تدرکهٗ
تقول للہ مذا ؟ حین تلقاہ

(صجۃ الصفوۃ جلد ۲ ص ۵۱۶)

اے وہ شخص جو دنیا اور اس کی زینت سے مستفید ہو رہا ہے اور آنکھیں (اس دنیا) کی لذتوں میں محویت کے باعث بیدار ہیں۔ (افسوس) تو اپنی عمر ایسی چیز کے حصول میں ضائع کر رہا ہے کہ جسے تو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب اللہ تعالی کی حضور پیش ہو گا تو اسے کیا جواب دے گا؟

تو دل لگا نہ اس سے یہ دنیا ہے بے وفا
یہ ایک رہ گزر ہے کسی کا یہ گھر نہیں

(جامِ طہور)

قبرولحد کی تاریکی رات کی تاریکی سے بے خوف کر دیتی ہے

ابو علی (المعتوہ)

۲۴...... عن خلف ابن سالمؒ قال قلت لابی علی (المعتوہ) و کان ینزل فی المخرم یا ابا علی الک ماوی ؟قال نعم قلت و این ما واک قال فی دار یستری فیھا العزیز والذلیل قال قلت لی و این ھذہ الدار؟ قال المقابر .قلت یا ابا علی ما تسروحش فی ظلم اللیل ؟قال انی اُکثر ذکر ظلم اللحد ووحشتہ فھون علی ظلم اللیل. قلت لھفربما رایت فی المقابر شیئا تنکریہ قال ربما ولکننی ھول الاخر ما یشغل عن ھول المقابر

(صفۃ الصفۃ ج ۲ س ۵۱۸)

خلف بن سالمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی (المعتوہ) سے پوچھا جب بغداد کے

محلہ مخرم میں داخل ہو رہے تھے۔

ابو علی! کیا آپ کے پاس رہائش کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں؟

انہوں نے کہا: جی ہاں ہے۔ایسا گھر جس میں کہ صاحب عزت اور رذیل برابر ہیں۔

میں نے پوچھا: ایسا گھر کہاں ہے؟

ابو علی نے فرمایا: قبرستان......

میں نے پوچھا: اے ابو علی آپ رات کی تاریکی میں کس طرح گزر کرتے ہیں؟

ابو علی نے کہا: میں لحد کی تاریکی اور اس وحشت (تنہائی) کو کثرت سے یاد کرتا رہتا ہوں اس طرح رات کے اندھیرے میں وقت گزارنا مجھ پر سہل ہو جاتا ہے

میں نے کہا: آپ نے قبرستان میں کبھی کوئی ناگوار چیز بھی دیکھی ہو گی؟

فرمایا: ممکن ہے......لیکن آخرت (قیامت) کا خوف مجھے قبرستان کے خوف سے مستغنی (لاپرواہ) کر دیتا ہے۔

حجاج بن یوسف کا ظلم اور خوفِ آخرت

۲۵...... عبدالرحمان بن ابی نعیم عجلی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، زہد و عبادت میں بڑے مشہور تھے۔ ان کی خدا خوفی اور فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ بکیر بن عامر کے بقول ''اگر ان سے کہا جائے کہ...... موت کا فرشتہ آپ کی روح قبض کرنے آیا ہے...... تو اس خبر سے ان کی حالت میں ذرہ بھی فرق نہیں آئے گا۔

ایک دن وعظ و نصیحت کی غرض سے وہ حجاج بن یوسف کے پاس گئے...... حجاج کے ظلم سے کون ناواقف ہوگا...... نصیحت فرمائی...... اور ظلم کے انجام کی طرف توجہ دلائی...... تو حجاج نے اسکا نقد صلہ دیا...... حکم دیا کہ...... اسکو تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کردو...... اس حالت میں پندرہ دن گذر گئے...... جہاں نہ کھانا...... نہ پینا...... نہ روشنی...... اور نہ زندگی کا کوئی سامان۔

حجاج نے کہا...... اب اس کی لاش نکال کر دفن کردو...... چنانچہ ان کی لاش نکالنے کے لئے گئے...... قرآن کی یہ آیت ان کی زبان پر آگئی:

﴿ اذار اتهم من مكان بعيد سمعو الها تغيظاو زفيرا ﴾

(وہ دوزخ ان کو دور سے دیکھے گی، تو وہ جہنمی اس کا جوش و خروش سنیں گے)

بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اگلی صبح تک بے ہوش رہے۔

☆☆☆☆☆

فرزدق شاعرؒ کے خوف آخرت بھرے اشعار

۲۶...... یہ بہت ہی مشہور شاعر ہے جو اہل بیت کا بہت ہی محبّ و مداح تھا۔ جب اس کی بیوی کا انتقال ہوا تو بصرہ کے تمام شرفاء و رؤساء جنازہ میں شامل ہوئے۔ قبرستان میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرزدق سے پوچھا کہ کیوں فرزدق! تم نے اس دن کے لئے کون سی تیاری کر رکھی ہے؟ تو فرزدق نے جواب دیا کہ میری بس یہی تیاری ہے کہ ساٹھ برس سے کلمہ پڑھتا رہا ہوں۔ پھر فرزوق اپنی بیوی کی قبر کے پاس دردناک لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اخاج وراء القبر ان لم تعفنی
اشد من القبر التهابا واضیقا

اے اللہ!!! اگر تو نے مجھے معاف نہ کر دیا تو قبر کے علاوہ قبر سے زیادہ تنگ جگہ اور بھڑکنے والی آگ کا مجھے خوف ہے۔

اذ جائنی یوم القیامه قائد
عنیف و سواق یسوق الفرزدقا

قیامت کے دن جب ایک بہت ہی سخت مزاج کھینچنے والا اور ہانکنے والا فرزدق کو لے چلے گا۔

لقد خاب من اولاد ادم من مشیٰ
الی النار مغلول القلاسة ازرقا

اولاد آدم میں سے جو شخص جہنم کی طرف گردن میں طوق پہنے ہوئے روسیاہ ہو کر جائے وہ بہت ہی نامراد ہوگا۔

﴿احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۱۳﴾

یہ خوف در حقیقت غم آخرت کا چراغ ہے اور یہ چراغ صرف دل مرد مومن میں روشن رہتا ہے قرآن کریم نے فرمایا:

﴿یخافون یوما تنقلب فیه القلوب والابصار﴾

یہ چراغ جسے نصیب ہو اس کے دل کی کائنات ہی بدل جاتی ہے
پھر کبھی آہ لب سے نکلتی ہے کبھی اشک آنکھ سے ڈھلتے ہیں۔

کبھی آہ لب سے نکل گئی، کبھی اشک آنکھ سے ڈھل گئے
یہ تمہارے غم کے چراغ ہیں، کبھی بجھ گئے، کبھی جل گئے

ایک تنکا بغیر اجازت اٹھانے کی باز پرس ہوگی

۲۷...... شیخ عبدالواحد بن زید نے اپنے ساتھیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ لوگ کھانا کھانے بیٹھے تو ان کے پاس ان کا غلام جس کا نام عتبہ تھا آ کر کھڑا ہو گیا اور کھانا کھلانے لگا۔ حالانکہ اس کا روزہ تھا۔ جب مہمان کھانا کھاتے جاتے تھے اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے۔ عبدلواحد بن زید نے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا کے یہ منظر دیکھ کر مجھے اہل جنت کے دستر خوان یاد آ گئے کے جب وہ کھا رہے ہوں گے تو ان کے خدام نو عمر لڑکے ان کے پاس کھڑے ہوں گے۔

حماد بن زید کہتے ہیں: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، میں اپنے والد کے ساتھ تھا کہ ایک باغ میں سے میں نے گھاس کا ایک تنکا اٹھالیا تو انھوں نے مجھ سے کہا یہ تم نے کیوں لیا؟ تو میں نے کہا یہ ایک تنکا ہی تو ہے۔ تو وہ بولے: اگر سب لوگ اسی طرح ایک ایک تنکا اٹھا کر لیجاتے رہے تو کیا باغ میں گھاس بچے گی؟ یاد رکھو اس تنکے کو کیوں بغیر اجازت کے اٹھایا تم سے اس کی پوچھ گچھ ہوگی۔

سچے عاشق رسول فقیر کا واقعہ

۲۸...... جامع مسجد دھلی کے دروازے پر ایک معذور آدمی بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ایک انگریز وہاں مسجد کو دیکھنے کیلئے آیا۔ہم نے بھی دیکھا کہ جامع مسجد کو انگریز دیکھنے کیلئے آتے جاتے ہیں۔وہ انگریز بڑا عہدہ رکھتا تھا۔جب وہ اس فقیر کے پاس سے گزرا تو اس نے سلوٹ مارا تا کہ کچھ دے جائے۔چنانچہ اس انگریز نے اسے کچھ پیسے دے دیئے۔

انگریز باہر کھڑے ہوجاتے ہیں جوتوں کی جگہ پر، اندر داخل نہیں ہوتے۔مسجد کے نقش ونگار اور عظمت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ کے گھر کے سامنے ہی انہیں سکون مل جاتا ہے۔وہ انگریز مسجد کو دیکھ کر چلا گیا۔گھر جا کر اسے معلوم ہوا کہ جس بٹوے سے پیسے نکال کر دیئے تھے وہ بٹوہ جیب میں نہیں ہے۔پیسے بھی کافی تھے اور پتہ بھی نہیں کہ کہاں گرے ہوں گے۔خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

ایک ہفتہ بعد پھر اسے چھٹی ہوئی۔اس کی بیوی نے کہا کہ تم مسجد دیکھ آئے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔چنانچہ چھٹی والے دن وہ اپنی بیوی کو لے کر پھر مسجد دیکھنے کے لئے آیا۔جب وہ انگریز اس معذور فقیر کے پاس سے گزرنے لگا تو وہ فقیر فوراً کھڑا ہوگیا......اور اس سے کہا آپ پچھلی دفعہ آئے تھے...... مجھے پیسے دیئے تھے......اس کے بعد آپ بٹوا جیب میں ڈالنے لگے......تھوڑی دور آگے جا کر بٹوا گر گیا......اور میں نے اٹھالیا...... یہ بٹوا میرے پاس آپ کی امانت ہے...... یہ میں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

انگریز نے بٹوے کو کھول کر دیکھا تو پیسے بالکل پورے تھے۔حیران ہو کر وہ سوچنے لگا کہ بٹوا تو دے دیتا، مگر اس کے اندر کی کچھ رقم نکال سکتا تھا، مجھے امید تو یہی تھی، یہ کیا ہوا کہ سارے کے سارے پیسے مجھے من وعن واپس کر دیئے۔

اس نے اس فقیر سے پوچھا، آخر کیا بات ہے کہ تم نے کچھ بھی پیسے اپنے پاس نہ

رکھے؟ معذور فقیر کہنے لگا...... بات یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر آدمی اپنے نبی کے پیچھے ہوگا...... جماعتوں کی صورت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے پیچھے چل رہے ہوں گے...... جب میں نے بٹوا اٹھایا...... تو میرا جی تو چاہتا تھا کہ میں اسے لے لوں...... مگر پھر مجھے خیال آیا...... کہ ہر کام اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے...... اگر میں یہ پیسے رکھ لوں گا...... اور کل قیامت کے دن میں حضور ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوں گا...... اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہوں گے...... اس وقت ایسا نہ ہو کہ آپ کے نبی...... میرے نبی ﷺ سے گلہ کریں...... کہ آپ کے امتی نے...... میرے امتی کے پیسے لے لئے تھے...... یہ سوچ کر میں اس میں کوئی خیانت نہ کی...... اور آپ کے پیسے میں نے آپ کو لوٹا دیے ہیں۔

کاش! ہمیں دہلی کے اس معذور فقیر جیسی محبت بھی حضور ﷺ سے ہو جاتی۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

ایک آیت سن کر جان دے دی

۲۹...... صالح المری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے ایک دفعہ آیت...... تقلب وجوھھم فی النار ...... یعنی جس دن کہ ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ پڑھی تو ایک عابد نے سن لیا...... اور بے ہوش ہو کر گر پڑا...... پھر ہوش میں آیا اور مجھ سے کہنے لگا...... دوبارہ پڑھ...... میں نے دوبارہ پڑھی...... تو گرا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

☆☆☆☆☆

نیک عورتوں کا ناصحانہ کلام

۳۰...... ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، میں ایک دن وادی کنعان سے نکلا...... جب اسے طے کر چکا تو اچانک ایک سیاہی سامنے آئی...... وہ ایک عورت تھی...... میں نے پوچھا: یہ کون ہے...... اس نے کہا: یہ کون آدمی ہے...... میں نے کہا مسافر...... اس کہا: کیا خدا کی معیت سے بھی مسافر ہو سکتا ہے؟

ذوالنونؒ کہتے ہیں میں رو دیا...... تو اس نے کہا اگر تو سچا ہوتا تو نہ روتا...... میں نے کہا کہ کیا رونا بھی صدق ہے...... اس نے کہا ہاں...... کیونکہ بکاء دل کے لئے راحت ہے...... اور صادق اس دنیا میں راحت کا خواہاں نہیں۔

ذوالنونؒ کہتے ہیں اس کی بات سے مجھے تعجب ہوا، تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے نصیحت کر۔ تو اس نے کہا: تو اللہ سے شرم کر۔

رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو...... ہائے افسوس...... کہتے ہوئے سنا تو فرمانے لگیں...... ایسا نہ کہو اے سفیان! اگر واقعی غمگین ہوتے...... تو تمہیں یہ کہنے کی فرصت نہ ہوتی...... بلکہ تم یوں کہو...... ہائے غم کی قلت...... کیونکہ یہ قریباً سچ ہوگا۔

اما العلاء السعد یہ رحمہا اللہ رات بھر روتیں اور نماز پڑھتیں...... اور کہتیں میرے گناہ بکثرت ہیں...... اور اسی طرح روتیں رہیں...... کہ نظر بھی جاتی رہی۔ اسی طرح بردۃ العابدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی نظر بھی رو رو کر جاتی رہی...... تو لوگوں نے آپ کو اس پر ملامت کی...... تو انہوں نے جواب دیا کہ...... اگر نافرمانوں کو قیامت میں روتا دیکھو...... تو تم کہو گے بیشک یہ رونا تو کھیل ہے۔

☆☆☆☆☆☆

آنسوؤں کا وہ قطرہ جو آگ کے پہاڑ بجھا دے

۳۱...... محمد بن منکدرؒ جب روتے تو اپنے آنسو...... داڑھی اور چہرے پر مل لیتے...... اور فرماتے: میں نے سنا ہے...... کہ جس جگہ آنسو لگے ہوں...... اسے آگ نہیں کھاتی۔

ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ...... جو رو سکے وہ روئے...... اور جو نہ رو سکے...... وہ بتکلف روئے...... یعنی رونے کی سی صورت بنالے۔

محمد بن عثمانؒ فرماتے ہیں، میں فضیل بن عیاضؒ کی آنکھوں کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دے سکتا، مگر ہاں دونوں نالہ کی طرح ہیں۔ رافعؓ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے چہرہ مبارک پر دو سیاہ خط تھے جو آنسوؤں کے بہنے کی جگہ تھی۔

جب ثابت بنانیؒ کی آنکھیں دکھنے آئیں اور نظر ضعیف ہوگئی تو طبیب نے آپ سے کہا آپ سجود اور رونا چھوڑ دیں تو مجھ سے آپ کا علاج ہو سکتا ہے۔ ثابتؒ نے جواب دیا میری زندگی ان دونوں کے بغیر ناممکن ہے۔ تم چلے جاؤ مجھے تمہارے علاج کی ضرورت نہیں مکحول دمشقیؒ فرماتے ہیں جب تم کسی کو روتا دیکھو تو اسے نیک جان لو کیونکہ ایک شخص کو روتے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ یہ ریا کار ہے تو اس کی سزا میں ایک سال تک رونے سے محروم رہا۔

یزید بن میسرہؒ فرماتے ہیں کہ رونا پانچ باتوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے......

......خوشی...... ......غم...... ......درد......

......گھبراہٹ...... ......اور ریا......

اور چھٹی بات اللہ کا ڈر ہے...... وہ دفعتاً ہوتا...... بتکلف نہیں ہوتا...... یہی وہ رونا ہے جس کا ایک آنسو آگ کے کئی پہاڑوں کو بجھا دیتا ہے۔

عبدالرحمن بن اسودؒ کے اگر ایک پاؤں میں کچھ تکلیف ہوتی تو ایک ہی پاؤں پر صبح تک کھڑے رہتے، رات کے قیام کو ترک نہ کرتے۔

ریاضت کرنے والے حسین کیوں ہوتے ہیں؟

۳۲...... ایک دفعہ حسن بصریؒ سے کسی نے کہا کہ ریاضت کرنے والے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ خلوت کرتے ہیں تو یہ انہیں اپنے نور سے حصہ دیتا ہے۔

شعرانہؒ اپنے ہم نشینوں سے فرمایا کرتے کہ اپنے دلوں کے لئے غم اور محبت الٰہی لازم جانو، پھر جب کوئی مرجائے تو پرواہ نہ کرے۔

ابوبکر بن عیاشؒ کے چہرے پر آنسو کے دو سیاہ خط بنے ہوئے تھے۔ مالک بن دینارؒ کا جب قرآن مجید چوری ہوگیا پھر جب وعظ فرماتے اور لوگ روتے تو فرماتے ہم سب روتے ہیں تو قرآن شریف کا چور کون ہے؟ فالحمد للہ رب العٰلمین۔

دل اور آنکھ کا رونا

۳۳...... میں کہتا ہوں کہ آدمی کا رونا دل اور آنکھ کے بغیر پورا نہیں ہوتا، صرف آنکھ سے رونے والے کا رونا ناقص ہے۔ خصوصاً جب اس شخص کے پیرو بھی ہوں کیونکہ اس کا دل میں رونا متابعین کے لئے سودمند نہیں، اس لئے آنکھ سے رونا بھی ضروری ہے، اگرچہ دل سے رونے کا درجہ افضل ہے۔ واللہ اعلم

ہر شام کو روتے روتے غشی آجانا

۳۴...... صالح مریؒ فرماتے ہیں، گناہ دلوں کو زنگ آلودہ کردیتا ہے جو بغیر روئے زائل نہیں ہوتا۔ ضحاکؒ ہر شام کو اتنا روتے کہ غشی آجاتی اور فرماتے، میں نہیں جانتا کہ میرا آج کا برا عمل جو آسمان پر گیا ہے، اللہ نے معاف کردیا ہے یا ابھی تک اعمال نامہ میں موجود ہے جس کو قیامت کے دن دیکھوں، مکحول دمشقیؒ فرماتے ہیں جب تم کسی کو روتے دیکھو تو اس کے ساتھ رونے لگ جاؤ اور اسے ریاکار خیال نہ کرو۔

باطن کے درندے اوران کا نقصان

۳۵...... انسانی دل درندوں اور زہریلے جانوروں سے لبریز ہے...... مثلاً غضب ...... شہوت حقد...... حسد...... کبر...... عجب اور ریاء وغیرہ...... یہ تمام اوصافِ درندے ہی تو ہیں...... جو ہر وقت اسے چیرتے پھاڑتے رہتے ہیں...... بشرطیکہ وہ غافل ہو...... تاہم انسان کو ان باطنی درندوں کی درندگی...... اور موذی جانوروں کی اذیت کا احساس نہیں ہو پاتا...... جب پردہ اٹھایا جائے گا...... اور بے جان جسم کے ساتھ قبر میں لٹایا جائے گا...... جب دیکھے گا کہ ان درندوں نے تجھے کس قدر نقصان پہنچایا ہے...... اور ان کیڑوں نے تیری روح کو کس قدر زہریلا بنادیا ہے...... اس وقت یہ سب اوصاف اجسام بن کر قبر میں آئیں گے...... اور سانپ بچھو بن کر اس کے جسم کو گھیر لیں گے...... اس وقت معلوم ہوگا کہ باطن کے درندوں سے بچنے کی تاکید کیوں کی جاتی تھی

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ ان درندوں پر قابو پالے...... یا ان موذی جانوروں کو ہلاک کردے...... تو تجھے موت سے پہلے ان پر قابو پانا ہوگا...... اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے...... ان کے قتل کا سامان کرنا ہوگا...... اگر تو نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھ...... یہ درندے اور کیڑے تجھے نوچ نوچ کر کھالیں گے۔

ایک بزرگ زندگی بھر نہیں ہنسے

۳۶...... ایک بزرگ تھے، ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ساری زندگی میں ساری عمر میں کبھی نہیں ہنسے، ان کے منہ پر کبھی تبسم بھی نہیں دیکھا گیا۔ ہر وقت فکرمند رہتے تھے، کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت! ہم نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ نہ آپ کے چہرے پر کبھی مسکراہٹ نظر آئی۔ آپ ہمیشہ فکرمند نظر آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بھائی! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے حدیث شریف میں پڑھا ہے:۔

> کچھ مخلوق تو ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جنت کے لئے پیدا فرمائی ہے، اور کچھ مخلوق ایسی ہے جو جہنم کے لئے پیدا فرمائی ہے، مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کونسے زمرے میں داخل ہوں۔ جب تک مجھے یہ پتہ نہ چل جائے کہ میں جنت والے زمرے میں داخل ہوں اس وقت تک ہنسی کیسے آئے؟ بس اس فکر کے اندر ہر وقت مبتلاء رہتا ہوں۔

بعدازاں اسی موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی، کہ ایک روز لوگوں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھ کر یحییٰ سے کہا میں محمد قبطیؒ کی مجلس میں گیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

> ایک مومن ایسا بھی ہوگا...... جو دوزخ میں ایک ہزار سال تک رہے گا......سو اس سبب سے میں روتا ہوں۔

خواجہ حسن نے فرمایا:۔

> کاش! وہ مومن میں ہی ہوتا کہ ہزار سال بعد خلاصی تو ہو جاتی۔

حضرت حسن بصریؒ اور خوف خدا

۳۷...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ تھا۔ ہر طرف دینی علوم کے چشمے موجزن تھے، ان کے فیض سے حضرت حسن بصریؒ تفسیر، حدیث، فقہ، زبان وادب سب میں درجہ امامت پر فائز ہو گئے، آپ کے معاصرین کرام اور بعد کے اکابر سب نے آپ کی عملی وعلمی فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ ظاہری علوم کے ساتھ باطنی اسرار ومعارف کے بھی راز داں تھے۔ تصوف وروحانیت کے تمام سلسلے آپ ہی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں۔

حضرت امام شعبیؒ خود بڑے صاحب فضائل بزرگ تھے، ستر صحابہؓ کی زیارت سے مشرف تھے۔ آپ سب سے زیادہ قدر منزلت حضرت حسن بصریؒ کی کرتے تھے، ایک بار حضرت شعبیؒ کے صاحبزادے نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا...... بیٹے میں نے ستر صحابہؓ کو دیکھا ہے حسن سے زیادہ کسی کو ان کے مشابہ نہیں پایا۔

حضرت حسن بصریؒ کا دل سوز وگداز سے لبریز تھا، ان کے ایک واقف حال جن کا نام یونس بن عبید ہے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؒ پر ہر وقت حزن وغم کی حالت طاری رہتی، ہنسی سے تو کبھی ان کے لب آشنا ہی نہیں ہوئے فرمایا کرتے تھے:

مومن کی ہنسی قلبِ غفلت کا نتیجہ ہے، زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے

کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوئے فرطِ تاثر سے زار زار روتے۔ عبادت کے وقت ان پر عجیب حالت طاری ہوتی، حضرت امام شعبیؒ کو حضرت حسن بصریؒ سے تخلیہ میں ملنے کا بڑا اشتیاق تھا، ایک زمانے میں آپؒ مکہ معظمہ میں مقیم تھے آپؒ کے نزدیکیوں میں ایک شخص حمید تھے، حضرت امامؒ نے ان سے اپنا اشیاق ظاہر کیا، وہ حضرت حسنؒ کی اجازت سے

ایک روز حضرت شعبیؒ کو آپ کی خدمت میں لے گئے، دیکھا تو آپؒ قبلہ رو بیٹھے ہیں اور آپؒ پر ایک خاص حالت طاری ہے، کہہ رہے ہیں:

اے ابن آدم! تو حالت عدم میں تھا، تجھے بخشا گیا...... تو نے مانگا تجھے دیا گیا...... لیکن جب تیری باری آئی...... اور تجھ سے مانگا گیا تو تُو نے انکار کر دیا، افسوس تو نے کتنا برا کیا۔

حسن بصریؒ کی انمول دعا

۳۸...... اے خدا! شرک...... غرور...... نفاق ریا...... شہرت طلبی...... اور اپنے دین میں شک وشبہ سے ہمارے قلوب کو بچا...... اے مقلب القلوب ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم اور استوار رکھ۔

ہم کیا ہیں؟ ہمارے پاس کیا ہے؟ جو دکھاوے کے لائق ہو اور جس پر ہم کو غرور ہو؟ لیکن ہمارے پاس نفس تو ہے ہی...... اور ہمارے جیسے لوگوں کا...... ہمارا بھی تو ایک چھوٹا سا حلقہ ہے، ہمیں بھی اپنے نفس سے غافل نہیں ہونا چاہیئے...... وہ ہماری چھوٹی سی نیکی کو بھی برباد کر سکتا ہے...... یہ الحاد اور بد دینی کا زمانہ ہے...... ایمان واسلام پر اس کی یورشیں ہیں، بڑی ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان اور اسلام پر قائم رہنے کی دعا مانگتے رہیں۔

سب سے زیادہ فکر آخرت

۳۹...... حضرت حسن بصریؒ کو سب سے زیادہ فکر آخرت کی تھی، وہ اسی کے اندیشے میں گھلتے رہتے تھے، یونس بن عبیدؒ کا بیان ہے کہ آپؒ کہیں سے آتے تو معلوم ہوتا اپنے کسی قریبی عزیز کو دفن کر کے آرہے ہیں، بیٹھے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایسے قیدی ہیں جس کی گردن مارے جانے کا حکم ہو چکا ہو اور جب دوزخ کا ذکر ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا انہیں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

روتے روتے ڈاڑھی تر ہوگئی

۴۰...... ایک بار کسی جنازہ میں شریک ہوئے تو تدفین کے بعد اتنا روئے کے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا: لوگو! قبر کی تنگ وتاریک کوٹھری...... دنیا کی آخری منزل اور آخرت کا پہلا مرحلہ ہے...... اس لیے اس دنیا پر کیا ناز کرتے ہو...... جس کا یہ انجام ہے...... اور آخرت کی ہولنا کیوں سے کیوں نہیں ڈرتے...... جس کی اوّل منزل یہ ہے...... آپؒ کی مجلس میں بھی آخرت ہی کا ذکر ہوتا...... آپؒ کی مجلس کے ایک شریک اشعث کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسنؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے...... تو ہم سے نہ دنیا کی کوئی خبر پوچھی جاتی نہ کوئی خبر دی جاتی...... صرف آخرت کا ذکر ہوتا۔

جب تک عمل نہ کرتے تب تک تلقین نہ کرتے

۴۱...... یہ ایک بڑا سوال ہے کہ قرآن مجید بھی موجود ہے...... حدیثیں بھی موجود ہیں...... اور امر ونواہی سے متعلق تمام تعلیمات...... اور احکام بھی موجود ہیں...... وہ لکھے اور بیان بھی کیے جاتے ہیں...... پڑھے اور سنے بھی جاتے ہیں...... لیکن نہ پڑھنے والے والوں پر ان کا اثر ہوتا ہے...... اور نہ سننے والوں پر...... آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب حضرت حسنؒ کی زندگی میں ملتا ہے...... ابوبکر بن زیدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ جب تک خود کوئی عمل ترک نہ کر لیتے...... اس وقت تک اس کے لیے دوسروں کو اس کے چھوڑنے کی تلقین نہ کرتے تھے۔

خاصانِ خدا کے چند لفظوں میں وہ تاثیر ہوتی تھی کے وہ سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتے تھے اس لیے کہ ان کی زبان ان کے دل کی ترجمان ہوتی تھی، اب گھنٹوں کے وعظ و پند کا بھی کسی پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ علم تو وہی ہے لیکن عمل وہ نہیں ہے۔ اور جو بات دل سے نہ نکلے وہ دلوں کو کیسے متاثر کر سکتی ہے؟

حضرت حسن بصریؒ کا ناصحانہ جواب

۴۲...... حضرت حسن بصریؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپؒ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: جو دریا میں ہو اور کشتی ٹوٹ جائے اور ہر شخص ایک ایک تختے پر اٹک کر رہ جائے، اس کا کیا حال ہوگا؟ اس نے کہا کہ یہ تو بہت کٹھن وقت ہوگا۔ کہا میرا بس یہی حال ہے۔

مقدس بندگانِ خدا کا حال

۴۳...... ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ایک قوم کشتی پر سمندر میں سوار ہوئی ......اور جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو کشتی ٹوٹ گئی......اور ہر آدمی ایک تختہ سے چمٹا ہوا بہنے لگا......تو بتاؤ کہ اس قوم کا کیا حال ہوگا؟

تو اس نے کہا کہ یہ لوگ بے حد خوف ناک حال میں......انتہائی مبہوت وحیران ہوں گے......تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا حال اس قوم سے بھی زیادہ خوف ناک وحیران کن ہے۔ (احیاء العلوم ج۴ ص ۱۶۲)

اللہ اکبر یہ ہے علم وعمل کے پہاڑوں اور آسمان ولایت کے چمکتے تاروں کا حال کہ یہ مقدس بندگان خدا اپنے علم وعمل کی عظمت کے باوجود کس حال میں رہتے تھے۔

ایک نصیحت کا اثر

۴۴...... آپؒ نے ایک آدمی کو زور سے قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے دیکھا تو آپؒ نے اس سے فرمایا کہ اے نوجوان کیا تو پل صراط پر سے گزر چکا ہے؟ تو اس نے کہا جی نہیں! تو آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی اور کس بنا پر ہے؟ تو اس نوجوان پر یہ اثر ہوا کہ پھر وہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسا۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

حسن بصری کا وعظ اور اس کا اثر

۴۵...... جب کبھی حسن بصریؒ لوگوں میں تشریف لے جاتے تو ایسا لگتا تھا گویا ایک شخص ہے جو آخرت کا معائنہ کر رہا ہے...... پھر لوگوں کو آخرت کے بارے میں خبریں سناتے...... چنانچہ جب لوگ ان کی مجلس سے فارغ ہو کر باہر نکلتے...... تو وہ دنیا کو کوئی چیز نہ سمجھ رہے ہوتے۔

حسن بصریؒ کا گورنر کو صاف اور سچا جرأت مندانہ جوب

۴۶...... عمر بن ہبیرہ جب یزید بن عبدالملک بادشاہ دمشق کی طرف سے عراق وخراسان کا گورنر بن کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصریؒ، وامام محمدؒ بن سیرین، امام شعبیؒ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان علمائے حق کے سامنے یہ تقریر کی:

یزید بن عبدالملک کو خدا نے...... اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے...... اور مجھ کو خلیفہ کی طرف سے گورنری کا عہدہ ملا ہے...... لہٰذا مجھے خلیفہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے...... میں بلاچون وچرا اس کی تعمیل کرتا ہوں...... اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

گورنر کی اس پولیٹیکل گفتگو کا حسن بصریؒ نے جو صاف اور سچا جواب دیا وہ انتہائی عبرت انگیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابن ہبیرہ! تو یزید بن عبدالملک کے بارے میں خدا سے ڈر...... اور خدا کے بارے میں ہرگز ہرگز یزید بن عبدالملک کا خوف مت کر...... کیوں کہ خدا تعالیٰ تجھ کو دونوں جہانوں میں یزید بن عبدالملک کے شر سے بچا سکتا ہے...... مگر یزید بن عبدالملک خدا کے قہر وعذاب سے تجھ کو ہرگز ہرگز نہیں بچا سکتا ہے۔''

یاد رکھ! وہ قہار وجبار عنقریب تیرے پاس ملک الموت کو بھیجے

گا...... جو تجھ کو تیرے وسیع گورنمنٹ ہاؤس اور شاندار تخت سے یک لخت...... اندھیری اور تنگ قبر میں پہنچا دے گا...... وہاں تجھ کو بجز تیرے اعمال کے...... کوئی کام آنے والا نہیں ہے...... لہٰذا تو خدا کے فرمان کے خلاف...... کسی بادشاہ کے حکم سے جسارت مت کر...... کیوں کہ خالق کی معصیت میں...... کسی مخلوق کی فرمانبرداری ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

حسن بصری کی اس ولولہ انگیز اور ہدایت افروز تقریر کو سن کر گورنر ایک عالم ربانی کی مجاہدانہ جرات پر محو حیرت ہو کر خاموش ہو گیا اور تینوں علمائے حق دربار سے اٹھ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ (ابن خلکان ج ا ص ۱۲۸)

اولیاء اللہ کی زندگیوں کا نمونہ

۴۷...... حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو عبادت کی کثرت نے مشقت میں ڈال رکھا ہے جس سے لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے:

میں نے ایسے حضرات کو دیکھا اور ان کی صحبتوں میں رہا ہوں...... جن کو دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوشی نہ ہوتی تھی...... جانے سے رنج نہ ہوتا تھا...... ان کی نگاہ میں مال ومتاع کی حقیقت...... اس مٹی سے زیادہ ذلیل تھی...... جو جوتوں میں لگی رہتی ہے...... میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ عمر بھر میں کبھی نہ ان کا کوئی کپڑا تہہ ہو کر رکھا گیا...... نہ کبھی کسی کھانے کی چیز کے پکانے کی فرمائش کی...... نہ کبھی سونے کے لیے ان کو بستر ے کی ضرورت ہوئی...... زمین پر لیٹے اور سو گئے...... زمین کے اور ان کے درمیان میں کوئی چیز بھی آڑ نہ ہوتی تھی۔

وہ لوگ اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والے تھے...... اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے والے تھے...... جب رات ہو جاتی تو ساری رات پاؤں پر (نماز میں) کھڑے رہتے...... یا زمین پر اپنے منہ کو (سجدہ میں) بچھا دیتے...... اور ان کی آنکھوں سے ان کے

رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی بندھی رہتی......رات بھر اپنے رب سے باتیں کرتے رہتے۔ (صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نمازی آدمی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے) عذاب سے نجات کو اپنے مولیٰ سے مانگتے رہتے...... جب کوئی نیک کام ان سے ہو جاتا......اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرتے......اس سے خوش ہوتے اور اس کے قبول کر لینے کی دعا کرتے...... جب کوئی بری بات ہو جاتی......اس سے بہت رنجیدہ ہوتے......اللہ سے توبہ کرتے ......معافی کی دعاء اور استغفار کرتے......اسی حال میں انہوں نے اپنی عمریں گذار دیں۔

دو بزرگوں کا خوفِ عذاب جہنم

۴۸...... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایک آدمی دوسرے کو ملا اور اسے کہا اے فلاں! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تیرا رنگ اڑ چکا ہے اور جسم کمزور ہو چکا ہے ایسا کیوں ہے؟ تو دوسرے نے پہلے سے کہا کہ میں بھی تجھے ایسا ہی دیکھتا ہوں یہ کیوں ہے؟ اس نے بتایا کہ میں تین روز سے مسلسل روزے کی حالت میں ہوں۔ جب میرے سامنے شام کا کھانا لایا جاتا ہے تو یہ آیت میرے سامنے آجاتی ہے:

يسقى من ماء صديد يتجرعه ولا يكاد يسيغه الى قوله عذاب غليظ (ابراهيم: ۱۶، ۱۸)

''اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ (لہو کے مشابہ) ہوگا جس کو (غایت تشنگی کی وجہ سے) گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور (غایت حرارت وکراہت کی وجہ سے) گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ اور ہر (چہار) کی طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی۔ اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں'' (بلکہ یوں ہی سسکتا رہے گا)

اور پھر یہ بھی نہیں کہ یہی عذاب مذکور ایک حالت پر رہے گا بلکہ اس شخص کو اور (زیادہ) سخت عذاب کا سامنا (برابر) ہوا کرے گا (جس سے عادت پڑنے کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب ان کا ایک چمڑا جل جائے گا تو ہم انہیں دوسرا چمڑا پہنا دیں گے''

بس اس خوف کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی کہ شام کا کھانا کھا سکوں پس اس حالت میں صبح ہو جاتی ہے اور میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ مجھے اس حالت میں تین دن گذر چکے ہیں اور تین دن سے روزہ میں ہوں۔ دوسرے نے بھی یہی وجہ بیان کی۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت حسن بصریؒ کا مسلسل تین دن روزہ افطار نہ کرنا

۴۹...... خلید بن حسان فرماتے ہیں حضرت حسن بصریؒ نے روزہ کی حالت میں شام کی اور ان کے پاس شام کا کھانا لایا گیا تو ان کے سامنے یہ آیت آگئی:

ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصة و عذابا الیماً

ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم (کا عذاب ہے) اور طعام ہے، گلے میں اٹکنے والا اور دردناک عذاب ہے۔

تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ...... اور فرمایا کھانا اٹھا لو! پھر صبح کو انہوں نے (دوبارہ) روزہ رکھ لیا...... جب شام ہوئی، افطاری کا سامان ان کے پاس لایا گیا...... تو پھر مذکورہ آیت ان کے سامنے آگئی...... پھر آپ نے فرمایا اسے اٹھا لو!

ہم نے عرض کی کہ اے ابو سعید (اگر آپ نے کھانا نہ کھایا تو) ہلاک اور ضعیف ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے تیسرے روز بھی (بغیر کھائے پیئے) روزہ رکھ لیا۔ پس ان کے صاحبزادے، حضرت یحیٰ البکاءؒ اور ثابت البنانیؒ اور یزید الضبیؒ کے پاس گئے اور کہا: میرے والد کو سنبھالیں، وہ تو ایسی حالت میں پہنچ چکے ہیں کہ شاید ہلاک ہونے والے ہیں۔ تو وہ سب بزرگ انہیں ستو کے ساتھ پانی پلاتے رہے۔ (تا کہ ان میں طاقت آجائے)

حسن بصریؒ کا خوف جہنم

۵۰...... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دوزخ میں سے ہزار سال کے بعد نکلے گا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ شخص میں ہی ہوں...... یہ بات انہوں نے اس لیے فرمائی تھی کہ انہیں یہ خوف تھا...... کہ کہیں وہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے نہ ڈال دیے جائیں...... ان کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ...... وہ چالیس برس تک نہیں ہنسے۔

جنت کی خوشخبری کے باوجود خوفِ خدا اور کثرتِ بکاء

۵۱...... حضرت علاء بن عدویؒ کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ یہ بڑے عابد بزرگ تھے۔ انہوں نے سات روز دروازہ بند کرلیا اور کھانا چکھا تک نہ کھایا اور روتے رہے اور کہتے:

میں ایک طویل معاملے میں ہوں: (خدا جانے کیا ہو؟)

آخر حضرت حسنؒ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں شدت غم اور رونے کی کثرت پر ملامت کرنے لگے اور فرمایا:۔

اے میرے بھائی! اِن شاالله جنت میں ہوگے۔ اب کیا اپنے آپ کو قتل کردو گے؟

اب جس آدمی کو حضرت حسنؒ بھی شدت خوف پر ملامت فرما رہے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو ان سے بھی بلند مقام پر تھے۔ وہ تمنا کیا کرتے کاش وہ (مکلّف) انسانوں میں پیدا ہی نہ ہوتے (بلکہ ایک پرندہ یا گھانس کا تنکا ہوتے) حالانکہ کئی روایات میں انہیں یقیناً جنت میں جانے کی خوشخبریاں دی گئی۔

حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک بدرجہا بہتر مجلس

۵۲...... حضرت حسنؒ بصری سے لوگوں نے پوچھا ان لوگوں کی مجلس کے بارے میں آپؒ کی کیا رائے ہے۔ جو ہمیں ڈرا ڈرا کر ہمارے دلوں کے ٹکرے ٹکرے کر دیتے ہیں؟ آپؒ

نے کہا:

ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا...... جو تمہیں آج ڈرا کر کل کے خوف سے نجات دلا دیں...... ان لوگوں کی صحبت سے بدرجہا بہتر ہے...... جو آج تمہیں بے خوفی کا سکون بہم پہنچا کر...... کل قیامت کے دن دردناک خوف میں مبتلا کر دیں۔

تغیر حالات کے اثرات

۵۳...... حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے جب کوئی شخص رات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا...... تو صبح کے وقت لوگ اس کے چہرے پر...... شدت تغیر...... زردیٔ رنگ...... لاغری و پس مردگی کے اثرات محسوس کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حالت ہوگئی ہے...... کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن مجید پڑھتا ہے...... تو صبح کے وقت اس کے چہرے سے اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا...... گویا اس نے محض اپنی چادر کا بوجھ ہی اٹھایا تھا۔

خوفِ خدا نے بغاوت الٰہی سے روک دیا

۵۴...... حسن بصریؒ کہتے ہیں: ایک باغی عورت تھی وہ اپنے دور کی تمام عورتوں سے حسن میں فوقیت رکھتی تھی اور ایک سو دینار کے بدلے خود سپردگی (اپنا سودا) کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اسے دیکھا تو اسے وہ پسند آگئی۔ وہ محنت و مشقت کرتا رہا، ایک سو دینار اس نے اکٹھا کر لیا اور اس کے پاس آیا،

اور کہا : تو مجھ کو پسند آگئی تھی تو میں گھومتا رہا، دستی کام کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے سو دینار جمع کر لیے ہیں۔

کہنے لگی : میرے ملازم کو دیدو تا کہ وہ ان کا نقد و وزن کرے۔ اس کا ایک بلندی پر واقع گھر تھا اور سونے کی چارپائی تھی۔

بعدازاں کہنے لگی: آجاؤ......

جب وہ جائے خیانت پر بیٹھا...... تو اسے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا یاد آ گیا...... جس کی وجہ سے اسے کپکپی آ گئی...... اس کی آتش شہوت ماند پڑ گئی۔

کہنے لگا : مجھے جانے دو اور سو دینار بھی رکھو۔

کہنے لگی : کیا واقعہ پیش آ گیا ہے، خود ہی تو تو نے بتایا ہے کہ میں تجھے پسند آ گئی تھی پھر مجھے حاصل کرنے کے لیے تو نے محنت و مشقت برداشت کی، اور سو دینار بھی جمع کیے اب جبکہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے تو یہ کام کر دیا ہے

کہنے لگا : اس کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہے مجھے اس کے سامنے پیش ہونا یاد آ گیا۔

کہنے لگی : اگر یہ بات حقیقت ہے تو پھر میرا شوہر تجھ ہی کو ہونا چاہیے۔

کہنے لگا : مجھے چھوڑ دے۔

کہنے لگی : چھوڑ تو دیتی ہوں لیکن تو مجھ سے پیمان باندھ کہ تو مجھ سے شادی کرے گا

کہنے لگا : نہیں! میں وعدہ نہیں کرتا مجھے باہر جانے دے۔

کہنے لگی : یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مجھے عہد دو کہ تو مجھ سے شادی کرے گا۔

کہنے لگا : ہو سکتا ہے ایسا کر لوں۔ پھر اپنا کپڑا لپیٹ کر اپنے شہر کی طرف چلا گیا۔

حضرت حسن بصریؒ کے آنسو چھت کے پرنالے سے گرنے لگے

۵۵...... تذکرہ الاولیاء میں مذکور ہے کہ حضرت حسن بصریؒ ایک مرتبہ اپنے مکان کی چھت پر ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ خشیت الٰہی کے غلبہ سے رونا شروع کر دیا۔ اور اس کثرت سے آنسو بہائے کہ چھت سے پانی پرنالے کے راستے نیچے بہنے لگا۔

کسی شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو...... اس پر پانی کے قطرے پڑے...... تو وہ پکارا، اور پوچھنے لگا! اللہ کے بندے! یہ تو بتائیے کہ یہ قطرے پاک ہیں یا پلید؟

حضرت حسن بصریؒ نے آواز سنی تو جواباً پکارا: اللہ کے بندے! تم اپنے کپڑے دھو ڈالو...... کیوں کہ یہ گنہگار بندے کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا پانی ہے۔

جب اس شخص نے آپ کی آواز پہچانی اور اس دردناک کلام کو سنا تو سنتے ہی اس نے ایک نعرہ بلند کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا تو گھر جا کر ان کپڑوں کو تبرک سمجھ کر اپنے کفن کے لیے محفوظ کر لیا (تا کہ کل قیامت میں مغفرت کا باعث بنیں)

حضرت حسن بصریؒ اور خوف جہنم

۵۶...... سلام بن ابی مطیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ لایا گیا تا کہ وہ روزہ افطار کریں۔ جب انہوں نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے دوزخ والوں کی آرزو یاد کر لی تھی کہ وہ (جہنم میں) پانی اور کچھ رزق کی آرزو کریں گے۔ اور یہ بھی یاد کیا کہ انہیں یہ جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

گھر میں آنسوؤں کا سیلاب

۵۷...... حضرت حسن بصریؒ اکثر روتے رہتے تھے اور غمگین رہتے تھے ایک دن کسی نے پوچھا کہ آپ کیوں اتنے پریشان رہتے ہیں اور اتنا روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا:

مجھے یہ ڈر رہتا ہے...... کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے جہنم کی آگ کے سپرد نہ کر دے...... وہ بے پرواہ ہستی ہے...... میں آگ میں جلتا رہوں گا...... اس کا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

اسی غم میں ایک روز آپ بیمار ہو گئے۔ ایک بزرگ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ گھر کا سارا صحن پانی سے تر تھا۔ انہوں نے آپ کی لونڈی سے پوچھا، یہ سب تم نے انڈیلا ہے۔ یا یہاں پانی کا کوئی برتن ٹوٹ گیا ہے۔؟

لونڈی نے جواب دیا نہ ہی میں نے یہاں پانی انڈیلا ہے اور نہ ہی یہاں پانی کا کوئی برتن ٹوٹا ہے۔ بلکہ ہوا یوں کہ آج جب میں نے کھانا تیار کرنے کے لیے آگ جلائی تو حضرت حسن بصریؒ نے اس کو دیکھا اور رونا شروع کر دیا یہ سارا پانی انہیں آنسوؤں کا ہے۔

جس میں خوفِ خدا نہیں اس میں ایمان نہیں

۵۸...... حضرت بابا فرید گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ اللہ کے خوف سے اس قدر روئے کہ پرنالہ بہہ نکلا...... رابعہؒ نیچے کھڑی ہیں...... یہ دیکھ کر اوپر گئیں۔ خواجہ حسن بصریؒ رو رہے تھے...... پوچھا کیوں روتے ہو؟ فرمایا:

خوف خدا سے...... مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میں کون سے گروہ میں سے ہوں گا...... بعدازاں فرمایا: رسول ﷺ فرماتے ہیں:-

جس میں خوف خدا نہیں...... اس میں ایمان نہیں...... وہ مسلمان ہی نہیں...... اس لیے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے...... جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ اور خوف خدا

۵۹...... حج کا زمانہ تھا قیام منیٰ کی پہلی رات تھی، خلیفہ ہارون الرشید بھی حج کرنے گیا تھا اور منا میں مقیم تھا۔ اس کا وزیر فضل بن ربیع بھی ساتھ گیا تھا۔ فضل اپنے خیمے میں سویا ہوا تھا، کسی نے باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فضل کی آنکھ کھل گئی پوچھا کون ہے؟ جواب ملا امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ فضل جلدی سے باہر نکلا تو دیکھا کہ باہر خلیفہ ہارون کھڑا تھا۔

فضل نے عرض کی :اے امیر المومنین کیوں تکلیف فرمائی میں خود حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا :میرے دل میں ایک خلش سی محسوس ہو رہی ہے مجھے کسی باخدا بزرگ کے پاس لے چلو جو میرے دل کو تسکین دے سکے۔

فضل نے کہا :حرم پاک کے مشہور محدث سفیان بن عینیہؒ قریب ہی میں مقیم ہیں مرضی ہو تو ان کے پاس چلوں؟

ہارون نے کہا :ہاں ان کے پاس چلو۔

دونوں حضرات سفیان بن عینیہ کے خیمے کے پاس گئے، فضل نے دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون ہے؟

فضل نے جواب دیا :امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ ابن عینیہ جلدی سے باہر نکلے۔

بولے :امیر المومنین نے مجھے بلوالیا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا :ہم ایک خاص غرض سے آئے ہیں۔ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد،

ہارون نے پوچھا :آپ پر کچھ قرض ہے؟

ابن عینیہ نے کہا :جی ہاں!

ہارون نے فضل سے کہا: ابو العباس! ان کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دینا۔

یہ کہہ کر وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ راستے میں ہارون نے فضل سے کہا۔ مجھے تو ان سے کوئی اطمینان قلب نصیب نہیں ہوا۔ فضل نے عرض کی دوسری طرف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی مقیم ہیں، تو ہارون نے کہا: چلو ان کے پاس چلو۔

خیمے کے پاس پہنچ کر فضل نے آواز دی، اندر سے سوال ہوا کہ کون ہے؟ فضل نے جواب دیا کہ امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ عبدالرزق بن ہمام جلدی سے باہر آئے اور بولے : امیر المومنین طلب فرماتے، میں حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا : میں ایک مقصد سے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش کیجئے۔

اس کے بعد کچھ دیر ہارون نے ان سے بات کی، پھر پوچھا۔ آپ کچھ قرض دار ہیں؟

انہوں نے کہا : جی ہاں!

ہارون نے فضل کو حکم دیا: ان کا قرض ادا کر دیا جائے۔

دونوں باہر نکلے تو خلیفہ نے کہا ان سے بھی میری تشفی نہ ہوئی۔ فضل نے کہا: مشائخ حرم میں سے فضیل بن عیاضؒ بھی یہیں مقیم ہیں۔ ہارون نے کہا کہ ان کے پاس چلو۔

دونوں ان کے خیمے پر پہنچے تو وہ مصروف نماز تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت کو بار بار دہرا رہے تھے، انہوں نے سلام پھیرا تو افضل نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا کون ہے؟

فضل نے کہا: امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض نے اندر ہی سے فرمایا: مجھے امیر المومنین سے کیا غرض؟

فضل نے کہا: سبحان اللہ! کیا آپ پر امیر المومنین کی اطاعت واجب نہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض نے دروازہ کھول دیا لیکن ساتھ ہی چراغ گل کر کے ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے۔ ہارون اور فضل دونوں اندھیرے میں ان کو ڈھونڈنے لگے۔ آخر ہارون نے ان کو پالیا۔ اس کا ہاتھ حضرت فضیلؒ کے ہاتھ سے ٹکرایا،

تو بولے: کتنا نرم ہاتھ اور خوش نصیب ہاتھ ہے اگر یہ قیامت کے دن عذاب

الٰہی سے محفوظ رہا۔

ہارون نے کہا: آپ پر خدا کی رحمت ہو ہم جس غرض سے حاضر ہوئے اس کو پورا کیجئے

فضیلؒ نے فرمایا: آپ کس غرض سے آئے ہیں؟

آپ نے خود بھی اپنی ذات پر اعتماد کرلیا ہے اور آپ کے ساتھی بھی آپ پر اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ اگر آپ ان سے کہیں کہ آپکے گناہوں کا کچھ بار اپنے اوپر لے لیں تو یہ ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ وہ جس قدر آپ سے اظہار محبت کرتے ہیں اتنا ہی دور بھاگیں گے۔

ہارون رشید کے آنسو!

۶۰ ... خیمہ اسی طرح تاریک تھا...... حضرت فضیلؒ نے ایک لمحہ خاموش رہ کر پھر کہنا شروع کیا......

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو...... سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمد بن کعب القرظی اور رجاء بن الحیوٰۃ کو بلا بھیجا...... اور ان سے کہا: میں آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں مجھے کوئی مشورہ دو...... سالم نے جواب دیا:

اگر قیامت کے دن اللہ سے نجات چاہتے ہیں...... تو مسلمانوں میں جو عمر رسیدہ ہیں...... ان کو اپنے باپ کا ہم سر...... جو اوسط عمر کا ہے...... اس کو اپنا بھائی...... اور جو چھوٹا ہے...... اس کو اپنی اولاد سمجھیں...... اپنے باپ سے نیکی سے پیش آیئے...... اپنے بھائی کو رحم وکرم نوازیے...... اور چھوٹے پر شفقت کیجئے۔

رجاء بن حیوٰۃ نے کہا:

اگر آپ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں...... تو مسلمان کے لئے بھی وہی پسند کیجئے...... جو اپنے لئے

پسند کرتے ہیں...... اور جس چیز کو اپنے ناپسند کیجئے...... وہ مسلمان
کے لئے بھی ناپسند کیجئے...... پھر جب چاہیں اپنی جان جان
آفریں کے حوالے کر دیجئے

پس اے امیر المومنین! میں بھی آپ سے یہی بات کہتا ہوں...... میں آپ کو اس دن سے ڈراتا ہوں...... جب بڑے بڑے مضبوط ڈگمگا جائیں گے...... اللہ آپ پر رحم کرے! کیا آپ کے ساتھی عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھیوں کی طرح ہیں...... جو آپ کو ان کی سی باتوں کی تلقین کرتے ہوں۔

یہ سُن کر خلیفہ اِتنا رویا کہ اُسے غش آ گیا۔ وزیر نے حضرت فضیلؒ سے کہا: امیر المومنین کے ساتھ نرمی اختیار کیجئے۔ حضرت فضیلؒ نے ارشاد فرمایا:

ربیع کے بیٹے! تم نے اور تمھارے ساتھیوں نے امیر المومنین کو
مار ڈالا اور ہمیں نرمی کی تلقین کرتے ہو؟

خلیفہ کی طبیعت قابو میں آئی تو اس نے حضرت فضیلؒ سے درخوست کی کچھ اور فرمائیے۔
حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک گورنر نے ان سے شکایت کی...... کہ اسے اتنا کام کرنا پڑتا ہے...... کہ رات میں اسے نیند نہیں آتی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو جواب میں لکھا:

''برادر دوزخی، دوزخ میں ہمیشہ بیدار رہیں گے...... کبھی سو نہ سکیں
گے...... اسے یاد کرو! ایک دن تم کو سوتے میں جگایا جائے گا......
اور تمہارے رب کی طرف ہنکا لے جایا جائے گا...... تو دیکھو ایسا نہ
ہو کہ تمہارا قدم اس راستے پر ڈگمگا جائے...... اور تم عہد سے بچھڑ
جانے والوں میں شمار کیے جاؤ...... اور امید تم سے منقطع ہو
جائے۔''

اس گورنر نے یہ مکتوب پڑھا تو منزلیں طے کرتا ہوا عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچ

گیا۔ابن العزیز نے پوچھا کیسے آئے ہو؟اس نے کہا کہ آپ کے مکتوب نے میرے دل کے پردے چاک کر دیئے ہیں۔اب میں زندگی میں کسی صوبے کی گورنری قبول نہ کروں گا۔ خلیفہ یہ سن کر زاروزار رویا اور کہا کہ کچھ اور فرمایئے۔حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

حکمرانوں کے آپ ﷺ کا نصیحت آموز ارشاد

۶۱...... امیر المومنین! حضرت رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی !اے اللہ کے رسول مجھے کسی صوبے کی گورنری عطا فرمایئے ،حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> اے عباسؓ!ایسا نفس جسے تم زندہ اور سلامت رکھ سکو،اس حکومت سے بہتر ہے،جس کی ذمہ داریوں کا شمار نہیں۔حکومت قیامت کے روز حسرت وندامت کا باعث ہوگی۔اس لیے حکومت کی تمنا سے دل کا دامن بچا سکتے ہو تو بچاؤ۔

خلیفہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔بولا کچھ اور فرمایئے۔حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

اے حسین وجمیل چہرے والے !قیامت کے روز اللہ تجھ سے مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔پس اس چہرے کو آگ سے بچا سکتا ہے تو بچا،اور زندگی کے شب وروز اس طرح گزار کہ تیرے دل میں اپنی رعایا کی طرف سے کینہ اور بغض نہ ہو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

> جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کے دل میں اپنی رعایا کی طرف سے کینہ بھرا ہوا ہے،جنت کی بو بھی نہیں سونگھنے پائے گا۔

خلیفہ پھر زار زار رونے لگا اور پوچھا آپ پر کوئی قرض ہے؟حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

> ''ہاں مجھ پر میرے رب کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کرے گا،پس ہلاکت ہے میرے لیے جب تک کوئی دلیل کام

نہ دے گی''

ہارون نے کہا میری مراد لوگوں کے قرض سے ہے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ کو اتنی اجازت نہیں دی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدے کو سچ کروں اور اس کی اطاعت کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ٥ وما اريد منهم من رزق وما اريد ان يطعمون ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين ٥

میں نے جن وانس کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں...... میں نہ تو ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں...... اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں...... بلاشبہ اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا زبردست۔

خلیفہ ہارون نے کہا: یہ ایک ہزار دینار رکھ لیجئے اور اپنے اہل وعیال کے کاموں میں لائیے اور اپنے رب کی عبادت میں ان سے قوت حاصل کیجئے۔

حضرت فضیلؒ نے فرمایا سبحان اللہ! میں نے آپ کو راستی کا طریقہ بتایا اور آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں؟ یہ فرما کر حضرت فضیل بن عیاضؒ خاموش ہو گئے۔

خلیفہ اپنے وزیر فضل بن ربیع کو لے کر کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر نکل آیا اور فضل سے کہا کہ جب میں یہ کہوں کہ کسی کے پاس لے چلو تو ایسے ہی شخص کے پاس لے جایا کرو حق یہ ہے کہ سید المسلمین ہیں۔

قرآن مجید سے ہی حضرت فضیلؒ کی زندگی بدلی تھی، تمام عمر آپؒ پر قرآن مجید کا یہی اثر رہا۔ آپؒ کے خادم خاص حضرت ابراہیم بن اشعثؒ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت یا اس کا ذکر سن کر...... ان پر خوف وحزن کا غلبہ طاری ہو جاتا...... آنکھیں اشکبار ہو جاتیں...... اور کچھ اس طرح روتے کہ حاضرین کو دیکھ کر ترس آنے لگتا۔

قرآن سن کر بے تاب ہو جاتے

۶۲...... ایک بار حضرت احمد بن حنبلؒ کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت فضیل بن عیاضؒ سے ملنے گئے، اندر جانے کی اجازت طلب کی، اجازت نہ ملی ایک شخص نے کہا۔ اگر وہ قرآن کی قرأت کی آواز سن لیں تو فوراً باہر آجائین گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بلند آواز سے سورۃ التکاثر کی قرأت شروع کی جس کے سنتے ہی آپ باہر نکل آئے، حال یہ تھا کہ شدت گریہ سے آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ نے محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی عمر اسی سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کے اقوال وارشادات

۶۳...... حضرت فضیل بن عیاضؒ کے کچھ کلمات وارشادات بھی دیکھئے۔ آپؒ فرماتے تھے:

"جب کبھی مجھ سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے تو میں اپنے گدھے، اپنے خادم، اور اپنی بیوی تک میں اس کا اثر محسوس کرتا ہوں۔"

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قلب کتنا زندہ اور بیدار تھا، جو آپؒ اپنی حالت پر اتنی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا آپؒ کے نزدیک اتنی حقیر و ذلیل تھی کہ فرماتے:

اگر اپنی تمام تر آسائشوں اور آرائشوں کے ساتھ مجھے دنیا مل جائے اور اس کے استعمال کے بارے میں کسی چیز کا خوف نہ ہو، جب بھی میں اس سے اسطرح بچوں گا جس طرح تم مردار کھانے سے بچتے ہو۔

ایک مسلمان کے لیے رزق کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اکثر اہل اللہ اس بارے اتنے محتاط تھے کہ اپنا رزق خود پیدا کرتے تھے اور اس کے لئے کسی پیشے سے روزی حاصل کرنے سے بھی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت فضیلؒ بہشتی کا کام کرتے تھے اور اسی سے اپنے اہل واعیال کا خرچ چلاتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ جو شخص اس بات کا لحاظ رکھے کہ اس کے

پیٹ میں کیا جارہا ہے وہ خدا کے یہاں صدیقوں میں شمار ہوگا۔لہٰذا تم کو چاہیے کہ تم اس کا لحاظ رکھو کہ رزق کہاں سے اور کس ذریعہ سے آرہا ہے۔آپ حق کی وصیت کرنے اور ڈرانے میں جس قدر بے باک تھے اس کا مفصل وقعہ اوپر گزر چکا ہے۔

زہد کی حقیقت

۶۴...... ایک بار آپؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کے جواب میں بڑی چبھتی ہوئی بات کی۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ کے زہد کا کیا کہنا؟ آپؒ نے فرمایا:

آپ تو مجھ سے بھی بڑے زاہد ہیں۔کیوں کہ میں نے تو دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، جس کی حقیقت ایک مچھر کے برابر بھی نہیں اور آپ نے تو آخرت سے بے نیازی اختیار کر رکھی ہے۔جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں۔میں فانی کا زاہد ہوں اور آپ تو باقی کے زاہد ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض توبہ کے بعد کبھی نہیں ہنسے

۶۵...... اس واقعہ کے تیس سال بعد تک حضرت فضیل بن عیاضؒ زندہ رہے۔لیکن دیکھنے والوں نے یہ کہا کہ ہم نے اس تیس سال کے عرصہ میں ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔اپنی پرانی زندگی کا انہیں اتنا غم، اتنا رنج، اور اتنا صدمہ تھا کہ کبھی ان کو ہنسی نہیں آئی۔ہر وقت خیال رہتا تھا کہ میری پرانی زندگی کو اللہ کیسے معاف کرے گا اور کس طریقے پر میری توبہ قبول کرے گا۔

ابراہیم بن اشعثؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک شب فضیل بن عیاضؒ کے بارے میں سنا کہ پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور آیت کریمہ کو بار بار دہراتے تھے:

ولنبلو نكم حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين و نبلو اخبار كم

یعنی ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے، حتیٰ کہ ہم تم میں جو مجاہد اور صابر
ہیں، انہیں معلوم کرلیں اور تمہاری حالتوں کا امتحان لیں گے۔

پھر اسے بار بار دہراتے اور کہتے کہ اگر آپ ہماری حالتوں کا امتحان لیں گے، تو ہمیں فضیحت کریں گے اور ہماری پردہ دری کریں گے۔ اسے بھی بار بار کہتے اگر آپ ہماری حالتوں کی آزمائش کرلیں گے تو ہمیں ہلاک کریں گے اور عذاب دیں گے۔ اور میں نے سنا کہتے تھے کہ

اے فضیل! تو لوگوں کے واسطے آراستہ ہوا...... اور انہیں کے لیے
تو نے تصنع کیا...... اور تیاری کی...... ہمیشہ تو ریا کرتا رہا...... حتیٰ کہ
لوگوں نے جان لیا کہ تو نیک آدمی ہے...... انہوں نے تیری
حاجت روائی کی...... اور اپنی مجلسوں میں تیرے لیے ممتاز جگہ
بنائی...... اور تیری تعظیم وتکریم کی...... تجھ پر افسوس ہے کس قدر برا
حال ہے تیرا...... اگر یہی تیری شان اور یہی تیرے افعال ہیں۔

اور میں نے سنا فرماتے تھے کہ اگر ممکن ہو کہ کوئی تجھے نہ پہچانے تو ایسا کر، اگر تجھے کوئی نہ پہچانے اور لوگوں میں تیری تعریف نہ ہو، تو تیرا کوئی حرج نہیں اور جب تو اللہ کے نزدیک اچھا ہے تو لوگوں کے نزدیک برا ہونا تجھے کوئی مضر نہیں۔ کیا معلوم کہ کل تجھے کیا چیز ملنے والی ہے رسوائی یا خوشی، اپنے افعال کیوں یاد نہیں کرتا، اپنی امیدوں کو کیوں تازہ نہیں کرتا کیوں اپنے اشغال واثقال کو کم نہیں کرتا تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا حال ہونے والا ہے۔ واہ واہ ہے تیرے لیے، اگر کہا جائے کہ تو نے نجات پائی۔ اور آہ آہ ہے اگر کہا جائے کہ تو بد بخت ہو گیا۔

”اے اللہ! ہماری توبہ کو قبول کر اور لطف کے ساتھ ہمارے
گناہوں سے چشم پوشی کر۔ اے عظیم! ہمارے بڑے گناہوں کو
اپنی مغفرت میں داخل کر...... یا ارحم الرحمین...... آمین“

حضرت فضیل بن عیاضؒ اور تلاوتِ قرآن

۶۶ ...... فضیل بن عیاضؒ نے ایک روز فجر کی نماز میں سورہ یٰسین پڑھی۔ جب یہاں تک پہنچے:

ان کانت الا صیحة واحة فاذا هم جميع لدينا محضرون

وہ ایک ہی تند آواز ہوگی، جس سے تمام ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے

تو ان کا بیٹا علی بے ہوش ہو گیا طلوع آفتاب تک ہوش میں نہ آیا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ جب کسی سورۃ کو پڑھنے کا قصد کرتا...... تو اسے پورا نہ کر سکتا...... اور سورۃ اذازلزلت اور سورۃ القارعۃ...... کبھی سن ہی نہ سکتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے والد فضیل رحمۃ اللہ مسکرائے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ آپ تو نہایت غمگین رہا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس کی موت مرغوب ہے۔ اس لیے مجھے اللہ تعالیٰ کی پسند مرغوب ہے۔

علی بن فضیلؒ کی والد سے درخواست

۶۷ ...... علی موصوف اپنے والد سے درخواست کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں ایک پوری سورۃ سن سکوں یا موت سے پہلے قرآن مجید ختم کرلوں۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا رونا حقیقی رونا نہیں، بلکہ دل کا رونا حقیقی رونا ہے۔ کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی آنکھیں روتی ہیں اور دل سخت ہوتا ہے۔ کیوں کہ منافق آدمی کا آنسو سر سے آتا ہے دل سے نہیں۔

رونے کے دس اسباب

۶۸ ...... سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں گریہ کے دس طریقے ہیں ایک اللہ کے واسطے ہیں، باقی دکھاوے کے لیے ہیں۔ پس سال میں اگر ایک وہ حصہ آجائے جو اللہ کے لیے ہے تو وہ شخص

انشاءاللہ دوزخ سے بچ جائے۔

ہزاروں مچھلیوں کے منہ میں موتی

۶۹...... نصرہ کا ایک سردار ہمیشہ غمگین رہا کرتا تھا۔ کسی نے اس سے دریافت کیا کہ آخر پریشانی کا سبب کیا ہے؟ سردار نے جواب دیا کہ بات کہنے کی نہیں کہی جاتی۔ مجھ سے ایک ولی اللہ کی خدمت میں کچھ بے ادبی ہوگئی تھی، اس لیے ڈرتا ہوں کہ قیامت کو اس کے مواخذے میں کہیں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ میں ایک دفعہ زیارت بیت اللہ کو چلا اور سب دوست و آشنا رخصت کرنے کو آئے۔ حسب دستور کچھ دور چل کر میں نے سب کو لوٹا دیا۔ مگر ایک شخص زید جو میرے خواص میں سے تھا، واپس نہ ہوا اور اس نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ مجبوراً میں نے اس کو جھڑک دیا کہ بیت اللہ کا جانا بھی کوئی آسان سمجھا ہے، جو پیادہ پا چلنے کو تیار ہو گیا۔ میرے ساتھ نہ آ، اور جس راہ سے تیرا جی چاہے چلا جا۔

کہنے لگا اے آقا! کیا خدا اس بات پر قادر نہیں کہ تجھ کو زاد راہ سے پہنچا دے اور مجھ کو بے یار و مددگار اور بلا توشہ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی راہ لی اور میں اپنے راستے سے چلتا بنا۔

راستہ بھر مجھ کو کہیں وہ نظر نہ آیا، واللہ اعلم کہاں پوشیدہ ہو گیا۔ جب خدا کے فضل سے مناسک حج سے فارغ ہو کر میں مدینہ طیبہ کو چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زید آ گیا اور السلام علیکم کہہ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ حج کر آیا؟ کہا ہاں۔ پھر میں نے ظرافتاً کہا کہ حج کی سند بھی ملی؟ تو کہنے لگا کیسی سند؟ وہ کس کام آتی ہے؟

میں نے کہا حج کرنے والوں کو غیب سے چٹھی ملتی ہے جس میں لکھا ہوتا ہے فلاں ابن فلاں حج کو آیا تھا اور اس کا حج مقبول ہو گیا۔ پھر اسی سند کے ذریعے قبر اور حشر کے عذاب سے نجات ہوتی ہے۔ یہ سن کر زید روتا چلا تا بیت اللہ کو واپس چلا گیا۔

جب میں حضور اکرم ﷺ کے روضہ کی زیارت سے فارغ ہو کر لوٹا تو کیا دیکھتا

ہوں کہ زید پھر واپس آ گیا اور سلام کے بعد ایک چٹھی میرے سامنے رکھدی۔ جو ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے میں سبز خط سے زید کے عذاب قبر اور حشر سے نجات کے لیے لکھی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے، پھر ذرا سکون ہوا تو میں نے معلوم کیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ آخر یہ دولت بے مثال تجھے کس طرح میسر ہوئی؟

تب اس نے بتایا سنو بھائی! جب میں بیت اللہ پہنچا تو بیت اللہ حاجیوں سے خالی تھا اس وقت میں نے گڑگڑا کر زار و قطار رونا اور چلانا شروع کر دیا..................

یہ دیکھکر اس فرسودہ حال نے بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کی:

اے رب العزت! عزت وذلت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

چنانچہ اسکی دعا مقبول ہوگئی اور یکا یک ہزاروں مچھلیاں تیرتی ہوئی پانی پر آ گئیں، جن میں سے ہر ایک مچھلی اپنے منہ میں بے بہا موتی لیے ہوئے تھی۔ اس درویش نے اس میں سے ایک موتی لے کر سوداگر کو دے دیا۔ اور بلا خوف وخطر اسی وقت کشتی سے اتر کر پانی میں چلا گیا۔ جب ہی سے اس کا نام ذوالنون (مچھلی والے) مشہور ہو گیا۔

سات سو سال پہلے کا ایک تاجر

۰۷...... مصری سیاح ابن بطوطہ نے بہت سے ملکوں کی سیر کی ہے اور وہاں کے حالات کو قلم بند کیا ہے۔ سات سو سال قبل جب وہ شیراز پہنچا تو اس نے وہاں کی جامع مسجد کے حالات یوں بیان کیے۔

شیراز کی جامع مسجد کا صحن سنگِ مرمر کے پتھروں سے مزیّن ہے...... شب وروز میں تین مرتبہ اُسے مکمل طور پر دھویا جاتا ہے...... کوئی بھی شخص جوتے پہن کر اس مسجد میں داخل نہیں ہوتا...... یہاں لوگوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر، ظہر کی نماز کے لیے موجود رہتا ہے...... مسجد کے باہر ایک بازار ہے...... (نہیں معلوم کہ اب وہ بازار کہاں ہے؟) جس کا دروازہ مسجد کی جانب کھلتا ہے...... مسجد اتنی شاندار اور خوبصورت ہے...... کہ ایسی

خوبصورت تعمیر میں نے شام کے علاوہ کہیں نہیں دیکھی۔

جب میں اس مقام پر پہنچا تو وہاں میری نظر ایک دکان پر پڑی جہاں پر کوئی نہیں تھا اور وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھا۔ تلاوت قرآن کا بہترین لہجہ مجھے اس کی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ چنانچہ میں اس کے قریب چلا گیا اور احوال پرسی کے بعد پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے اس دوکان میں ایک قبر کھود رکھی ہے، یہ کہہ کر اس نے دری ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ قبر بالکل تیار ہے۔ اور ایک سنگ مرمر کے پتھر پر دکاندار کا نام کندہ کیا ہوا ہے۔

پھر وہ دکاندار کہنے لگا: اس لیے یہ قبر کھود رکھی ہے تاکہ دنیا کے فریب میں نہ آؤں اور گاہکوں کو دھوکہ دے کر لوٹ کھسوٹ نہ کروں۔ جب کوئی گاہک نہیں آتا تو میں اس قبر کے کنارے بیٹھ کر تلاوت قرآن کیا کرتا ہوں۔ ایسا میں اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرا نفس مجھے سرکشی اور نافرمانی کی طرف نہ لے جائے۔

یہ ہے سات سو سال پہلے کے ایک شیرازی تاجر کا عمل جو تاجروں کے لیے بہترین مثال اور ایک عالی شان نمونہ ہے۔

مرتے وقت کی حسرت

۱۷...... انسان جب تک زندہ رہتا ہے...... زندگی کی امید رکھتا ہے...... اور مرتے وقت حسرت کرتا ہے۔ جان لے کہ انسان جب تک زندہ ہے زندگی کی امید میں رہتا ہے ...... اس کی دنیا سے امیدیں ختم نہیں ہوتی وہ دنیا کی لذت وشہوات اور گناہ سے اپنے نفس کو ہٹاتا...... اور شیطان اسے آخری عمر میں توبہ کرنے کی امید دلاتا رہتا ہے...... جب اسے موت کا یقین ہو جاتا ہے اور زندگی سے مایوسی ہو جاتی ہے...... تو اب اسی دنیا کی شہوات سے افاقہ ہوتا ہے...... اب وہ اپنی زیادتی پر شرمندہ ہونے لگتا ہے...... اور اسے اتنی شرمندگی ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کر دے۔

اب اسے خواہش ہوتی ہے کہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے ...... تا کہ وہ توبہ کر کے نیک عمل کر لے...... لیکن اب اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا جاتا...... اب اس پر سکرات موت اور حسرت فوت دونوں جمع ہو جاتے ہیں...... اسی بات سے قرآن مجید نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے...... تا کہ موت کے آنے سے پہلے وہ موت کی تیاری کر لیں...... توبہ اور نیک عمل کر لیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و انیبو الی ربکم و اسلمو الہ من قبل ان یا تیکم العذاب ثم لا تنصرون ہ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم ان یا تیکم العذاب بغتة و انتم لا تشعرون ہ ان تقول نفس یحسرتی علی ما فر طت فی جنب اللہ و ان کنت لمن السخرین.

اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف! اور اس کی حکم برداری کرو! اس سے پہلے کہ آئے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے، اس سےپہلے کہ عذاب آ پہنچے اچانک اور تم کو خبر نہ ہو کہیں۔ کہنے لگو اے افسوس! اس بات پر کہ میں کوتاہی کرتا رہا، اللہ کی طرف سے اور میں تو ہنستا ہی رہا۔

مرنے والوں کی حسرتیں

۷۲...... موت کے وقت ایک آدمی کو دیکھا گیا کہ اپنے چہرے پر طمانچے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔

﴿یحسرتی علی فرطت فی جنب اللہ﴾

''اے افسوس! اس بات پر کہ میں کوتاہی ہی کرتا رہا اللہ کی طرف سے''

ایک اور شخص مرتے وقت کہہ رہا تھا، میں دنیا میں مذاق میں رہا یہاں تک کہ میری

عمر ختم ہوگئی۔ایک اور آدمی اپنی موت کے وقت کہہ رہا تھا دنیا تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے مجھے دھوکے میں ڈال رکھا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

حتي اذاجاء احد هم الموت قال رب ارجعون ٥ لعلي اعمل صالحافيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها

یہاں تک کہ جب پہنچے انہیں میں سے کسی کو موت، کہے گا، اے رب! مجھ کو پھر بھیج دو، شاید کچھ میں بھلا کام کرسکوں۔اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا۔ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو وہ کہتا ہے۔

وانفقو من ما رزقنكم من قبل ان ياتي احد كم الموت فيقول رب لولااخرتني الي اجل قريب فاصدق واكن من الصلحين ٥ ولن يوخر الله نفسا اذا جاء اجلها والله خبير بما تعملون

اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس سے پہلے کہ موت آ پہنچے تم میں کسی کو، کہے اے رب! کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی کو جب آ پہنچا اس کا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

سکرات موت اور حسرات وفات سے ڈرو!

......وحيل بينهم وبين مايشتهون ......

اور رکاوٹ پڑ گئی ان میں اور ان کی آرزو میں۔

۳۷...... اسلاف کی ایک جماعت، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ہیں اس آیت کی تفسیر کی ہے۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

''اے آدم کے فرزند! اللہ سے ڈرو! تجھ پر دو باتیں جمع نہ ہوں،
سکرات موت اور حسرت فوت۔''

ابن سماک کہتے ہیں:

''سکرات اور حسرت سے ڈر، کہ موت تجھے، اچانک آ پکڑے گی
اور تو دھوکے میں پڑا ہوگا تو کوئی بیان کرنے والا تیری فرشتوں
سے ملاقات اور دیکھنے کا منظر بیان نہ کر سکے گا۔''

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے آدم کے بیٹے! جو تو میری نعمتیں کھاتا ہے اور میری نافرمانی
کرتا ہے تو مجھ سے ڈر کہ میں تجھے گناہ کی پاداش میں نہ
پکڑلوں۔ کیا آپ آخری سفر کے لیے تیار ہیں؟''

ایک عورت کی رب کے سامنے فریاد

۴۷............

وھیب بن الوردؒ کہتے ہیں: ایک روز کا ذکر ہے، ایک عورت طواف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی:

اے پروردگار! لذتیں تو چلی گئیں، اب تو صرف ان کا تاوان باقی رہ گیا
ہے۔ میرے پروردگار! تو ہر عیب اور نقص سے بالاتر ہے، بیشک تو ارحم
الرحمین ہے۔ میرے پروردگار آگ کے سوا میری کوئی سزا نہیں۔

اس کے ساتھ اس کی ایک ساتھی بولی: اے بہن، آج تم اپنے پروردگار کے گھر میں داخل ہوگئیں، تو وہ بولی قسم خدا کی، میں اپنے ان پیروں کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ یہ اللہ کے گھر کا طواف کریں، اور میں کیسے ان کو پاک پروردگار کے گھر کو چھونے کا اہل سمجھوں گی جبکہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرے یہ قدم کہاں کہاں گئے ہیں؟

ایک صالح نوجوان کا پر کیف واقعہ

۴۷...... حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اسرار الاولیاء میں ایک زندہ دار، صالح متقی، اور مقرب بارگاہ الٰہی ...... نوجوان کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ساری زندگی اللہ کی یاد اور اس کے خوف میں روتا رہا...... بالآخر اس کی حالت ایک خشک چھڑی کی مانند ہوگئی...... اس کی حالت اس حد تک خرب ہوگئی کہ وہ دیکھے جانے کے قابل بھی نہ رہا......

لیکن اس کی زندگی کا ہر لحہ یاد الٰہی میں بسر ہوتا...... وہ صبح وشام اٹھتے بیٹھتے روتا رہا...... اور جب رات کو اپنے حجرے میں ہوتا...... تو اپنے گلے میں چھت سے لٹکی ہوئی رسی کا پھندا ڈال کر محو عبادت وگریہ رہتا...... جب وہ سجدے میں جاتا تو رو رو کر عرض کرتا۔

باری تعالیٰ! تو مجھے معاف فرمادے کیوں کہ میرے اتنے زیادہ گناہ ہیں کہ تو نے اگر ان کا حساب لے لیا تو میں مخلوق کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہوں گا۔

الغرض اس صحرائے حیات میں وہ ایک مجرم کی طرح دن رات تڑپتے، روتے، لرزتے اور کانپتے جام تلخ حیات پیتا رہا...... بالآخر جب اس کا سفر زیست انجام سے ہمکنار ہونے لگا...... تو اس نے اپنی والدہ کو بصد عزت واحترام کہا......

امی جان میرا وقت نزع قریب آگیا ہے...... اب آپ سے جدائی کا وقت قریب آن پہنچا...... لیکن ایسے میں میں آپ سے تین درخواستیں کروں گا...... آپ وعدہ کریں کہ آپ انکو پورا کریں گی...... وہ درویش صفت اور رشک ملائک نوجوان عرض کرنے لگا۔

امی جان! میں بہت گنہگار رہوں ساری زندگی اللہ کی اطاعت اور بندگی سے بھاگا رہا ہوں لہٰذا میری تین درخواستیں ہیں۔

پہلی درخواست

۷۵...... جب میں مرنے لگوں......تو میرے ساتھ پہلا سلوک یہ کرنا......کہ میرے گلے میں رسی ڈال کر میرے گھر کے چاروں طرف گھمانا......اور زمین پر گھسیٹتے ہوئے کہنا......کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ کی بندگی سے بھاگا جا رہا ہے......لوگو! دیکھ لو ایسے نافرمان باغیوں کا حشر اسی طرح ہوتا ہے۔

دوسری درخواست

۷۶...... امی جان! میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا......تاکہ میرے گناہوں کا پردہ بھی رہے......اور دیکھنے والے یہ نہ کہیں......کہ اب دیکھئے اس کے ساتھ کیا حشر ہوتا ہے۔

تیسری درخواست

۷۷...... جب لوگ مجھے قبر میں دفنا کر واپس آ جائیں......تو امی جان آپ میری قبر پر کچھ دیر کے لیے ٹھہرے رہیے......تاکہ منکر نکیر جب آ کر مجھے عذاب دینا چاہیں......تو شاید آپ کے قدموں کی برکت......اور آپ کی مامتا کے سبب مجھ سے درگزر کر دیں......یا میرے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے۔

چنانچہ جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو ماں نے ایفائے عہد کے پیش نظر بادل نخواستہ اس کے گلے میں رسی ڈالنا چاہی۔اس سے پہلے کہ وہ اس کے گلے میں رسی ڈالتی، عالم غیب سے رب غفور الرحیم کی بارگاہ سے آواز آئی۔

اے اس نوجوان کی ماں! اپنے ہاتھ روک لے......خبردار! جو رسی اس کے قریب لائی، کیا تمہیں معلوم نہیں یہ ہمارے دوستوں اور عاشقوں میں سے ہے......اور کیا اللہ اپنے دوستوں سے ایسا برتاؤ ہوتا دیکھ سکتا ہے؟ تجھے کیا معلوم کہ اس موت نے اس نوجوان کو کتنی رفعتیں عطا کر دی ہیں؟ تیرے ہاتھ بڑھانے سے قبل اس کی روح کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔

عبرت انگیز لمحہ

۸۔...... اس ایمان افروز واقعہ کے بیان کا مقصود صرف یہ اندازہ کرنا ہے کہ ہم خشیت اور اطاعت الٰہی کی دنیا میں کہاں ہیں...... کیا ہمارا شعور بندگی اور احساس ندامت بھی کبھی اپنے انجام کو چشم تصور میں لا کر یہ محسوس کرتا ہے...... کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے...... اگر اس قدر عبادت گزار اور اطاعت شعار لوگ...... اپنے انجام کے متعلق اتنے پریشان اور غمگین ہو سکتے ہیں...... تو ہم بھی آخرانہیں کی طرح اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہیں...... ہمارے ذمہ بھی ان جیسے حقوق وفرائض ہیں...... ہماری بندگی کے تقاضے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی طرح ہیں...... لیکن کیا کبھی ہم نے اس طرف سوچا ہے؟

ہم تو دنیا کی حرص و لالچ کے بندے ہیں...... اور ہماری حالت کتوں سے بھی بدتر ہے...... اس لیے کہ کتا تو اپنے مالک کا بہر حال اطاعت کیش اور فرمانبردار ہوتا ہے...... وہ تو کتا ہو کر اپنے مالک کے در پر رات بھر جاگتا...... اور چوکیداری کرتے بسر کرتا ہے...... خواہ اس کا مالک اسے کھانے کے لیے کچھ دے یا نہ دے......

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم انسان ہو کر اپنے مالک حقیقی کی بندگی...... اور اس کی بارگاہ میں جواب دہی سے بے خبر ہیں...... کتے ہم جیسے غافل بندوں سے بہتر ہیں...... کہ ان کا مالک سویا ہوا ہوتا ہے...... تو بھی وہ جاگتے ہیں...... لیکن ہم تو ہیں کہ ہمارا مالک و خالق تو جاگتا ہے...... اور دیکھتا ہے...... مگر ہم غفلت کی نیند میں اس سے لاتعلقی کے عالم میں سوئے ہوتے ہیں...... اسی احساس کے سبب عرفاءؒ اولیاءؒ ساری ساری رات عبادت و ضیافت کے باوجود اللہ کے سامنے جوابدہی سے ڈرتے تھے۔

وہ تو راتوں کو جاگ کر بھی نادم اور شرمندہ رہتے ہیں...... کہ یہ کوئی انوکھا اور اتنا بڑا کام نہیں حضرت بابا بلھے شاہ اسی پس منظر میں اپنے الفاظ میں یوں گویا ہیں۔

راتیں جاگیں شیخ سداویں راتیں جاگن کتے تیں تھیں اتے
ساری رات اوپہرہ دیون دنے رڑے جاستے تیں تھیں اتے

حضرت شیخ سعدی سے کسی نے پوچھا، آپ نے اتنی عقل وسمجھ کہاں سے سیکھی؟ فرمایا بے وقوفوں سے۔ پوچھنے والے نے سوال کیا وہ کیسے؟ فرمایا کہ جب کسی کی غلطی پر نظر پڑتی ہے تو سوچتا ہوں کہ میں نے یہ نہیں کرنی ہے۔ جس سے مجھے عبرت اور سمجھ حاصل ہوتی ہے۔

آپ کی نظر دوسروں کی خوبیوں پر پڑنی چاہئے...... اور اپنی برائیوں پر پڑنی چاہیئے جتنی ایک دوسرں کی اچھائیوں پر نظر ہوگئی...... اتنی ہی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت بڑھے گی...... اگر آپ لوگوں کی ایک دوسرے کی خامیوں پر نظر پڑے گی...... تو ہزاروں خامیاں نکل آئیں گی...... کیونکہ ہر ایک میں خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ (خطبات فقیر)

اللہ سے ڈرتے رہنے پر دو جنتوں کی بشارت

۷۹...... ہمارے مشائخ بہت کچھ نیکی کے کام کرتے تھے مگر پھر بھی ڈرتے رہتے تھے۔

یوم تبلی السر آئر...... جس دن رازوں کو کھولا جائے گا

ان آیات کو پڑھتے ہوئے ان کے دل ڈرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور ناراضگی سے لرزتے تھے۔ بلعم باعور کی ۵۰۰ سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا دیتے ہیں اور اس کو کتے سے تشبیہ دے کر بیان کرتے ہیں...... **کمثل الکلب** ...... اس کی مثال کتے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور ناراضگی سے ڈرتے رہنا بڑے کام کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دو جنتوں کی بشارت دی ہے۔

......ولمن خاف مقام ربه جنتنن......

جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ روبار کے جنگل میں میں نے ایک شخص کو دیکھا شیر پر سوار ہے کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ مجھ میں طاقت وحس وحرکت نہ رہی۔ میری یہ حالت دیکھ کر اس بندۂ خدا نے کہا اے سعدی! تعجب نہ کر تو بھی اگر خدا کے حکم سے گردن نہ پھیرے گا تو تیرے حکم سے کوئی منہ نہ موڑے گا۔ یعنی تو خدا کا مطیع ہو جائے گا تو سب تیرے مطیع ہو جائے گا پس عاقل وہ ہے جو خدا سے ڈرے۔

ابراہیم نخعیؒ اور خوف خدا

۸۰...... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں میں نہیں پڑھتا یہ آیت مگر میں ٹھنڈے پانی کو یاد کرتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی:

وَ حِيلَ بَينَهُمْ وَ بَينَ ما يشتهون(سبا: ۵۴)

ان میں اور ان کی آرزو کے درمیان رکاوٹ کردی جائے گی۔(یعنی دوزخ والوں کی کوئی آرزو اور خواہش پوری نہ ہوگی، ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے)

محمد بن مصعبؒ عابد اور خوف خدا

۸۱...... محمد بن مصعب عابد نے پانی طلب فرمایا اور ٹھنڈک کی آواز سنی تو چیخ نکل گئی اور اپنے نفس کو فرمایا: تیرے لئے آگ میں ٹھنڈک کہاں سے آئیگی پھر یہ آیت پڑھی

وان يستغيثو ايغا ثو بماء كالمهل(الكهف: ۲۹)

اور اگر یہ (پانی) فریاد کریں گے تو پیپ جیسے پانی ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔

غفلت سے بچو!

۸۲...... ابوالعباس فرنانی فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو درخت کے نیچے بیٹھا ہوا دیکھا...... میں نے اس سے پوچھا کہ تو یہاں کیوں بیٹھا ہے...... اس نے جواب دیا کہ اس حالت کی وجہ سے جو مجھ سے گم ہوگئی ہے...... میں اسے وہیں چھوڑ کر چل دیا۔ جب حج سے واپس آیا تو دیکھا...... کہ وہ نوجوان درخت سے ہٹ کر ایک جگہ......

جواس کے قریب تھی، بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو......؟ اس نے جواب دیا کہ جو حالت گم ہوگئی تھی......اس مقام پر پھر مل گئی ہے......اس لیے میں پھر اس مقام سے چمٹ گیا ہوں، کیوں کہ یہیں مجھے میری پہلی حالت ملی ہے۔ ہوشیار اور خبردار کرتی ہے۔ لہٰذا جو شخص پابندیٔ نماز کو پوری طرح اپنا لیتا ہے غفلت اس سے بھاگ جاتی ہے۔

سونے کی اینٹ پھینکنے کا نصیحت آموز واقعہ

۸۳...... ایک پارسا کو کہیں سے سونے کی اینٹ مل گئی...... دنیا کی اس دولت نے اس سے نور باطن کی دولت چھین لی......اور وہ ساری رات یہی سوچتا رہا...... کہ اب میں سنگِ مرمر کی ایک عالی شان عمارت بنواؤں گا...... بہت سے نوکر چاکر رکھوں گا...... عمدہ عمدہ کھانے کھاؤں گا......اور اعلیٰ درجے کی پوشاک سلواؤں گا۔

پس تمول کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا نہ کھانا نہ پینا یاد رہا اور نہ ذکر حق۔ صبح کو اسی خیال میں مست جنگل کی طرف نکل گیا...... وہاں دیکھا کہ ایک شخص قبر پر مٹی گوندرہا ہے...... تاکہ اس سے اینٹیں بنائے...... یہ نظارہ دیکھکر پارسا کی آنکھیں کھل گئیں......اور اس کو خیال آیا کہ مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی لوگ اینٹیں بنائیں گے۔

عالی شان مکان اعلیٰ لباس اور عمدہ کھانے ......سب کے سب یہیں دھرے رہ جائیں گے......اس لیے سونے کی اینٹ سے دل لگانا بے کار ہے...... ہاں دل لگانا ہے تو اپنے خالق سے لگا...... یہ سوچ کر اس نے سونے کی اینٹ کہیں پھینک دی......اور پہلے کی طرح زہد وقناعت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک   کہ فردا شوی سرمۂ در زیر خاک

غفلت کا سرمہ آنکھوں سے صاف کر لے

اس لیے کہ کل تو بھی مٹی کے نیچے سرمہ ہوگا۔

حضرت سعدونؒ اور خوف خدا

۸۴...... یحییٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ خراسان کے دروازے پر جو قبرستان ہے۔ ایک دن میں وہاں گیا اور وہاں جا کر ایک ایسی جگہ بیٹھ گیا کہ وہاں سے مجھے قبرستان میں داخل ہونے والا ہر شخص صاف دکھائی دیتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص قبرستان میں داخل ہوا۔ اس حالت میں کہ اس نے اپنا منہ اور سر چھپایا ہوا تھا اور وہاں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ وہ جس قبر کو ٹوٹی ہوئی یا زمین میں دھنسی ہوئی دیکھتا۔ وہاں کھڑا ہو جاتا اور اسے دیکھ کر رونے لگتا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا کہ میں بھی اس سے کچھ نفع حاصل کروں۔

جب میں اسکے قریب پہنچا دیکھا تو وہ سعدونؒ تھے۔ اور وہ حضرت عبداللہ بن مالک کے قبرستان کی ایک جھونپڑی میں بیٹھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے سعدونؒ! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اے یحییٰؒ! کیا تمہارے پاس وقت ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر ان خاک شدہ جسموں کی حالت پر روئیں...... اس سے پہلے کہ ہمارے جسموں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو...... اور اس وقت رونے والا بھی موجود نہ ہو۔

پھر انہوں نے کہا کہ اے یحییٰ! اللہ کے روبرو قیامت کے دن رونے سے یہ بہتر ہے کہ جسموں کے خاک ہونے کا منظر یاد کر کے ہم اس وقت روئیں۔ اس کے بعد کہا کہ اے یحییٰ!

......واذا الصحف نشرت ......اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

یہ آیت پڑھی اور سخت چیخ ماری اور کہا: اے یحییٰ ہائے افسوس! اس وقت کیا ہوگا؟ جس وقت میرے سامنے میرا اعمال نامہ لایا جائے گا...... اور جو کچھ میرے اعمال نامے میں لکھا ہوگا۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ اس وقت میں ان کی یہ حالت دیکھ کر مارے دہشت کے بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے...... اور اپنی آستین سے میرا چہرہ صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے یحییٰ! اگر تم اس وقت انتقال کر جاتے...... تو

تم سے زیادہ کوئی باشرف نہ ہوتا۔

جاڑا بہت شدت سے تھا...... مگر اپنی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا تھا...... جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اس کو ہوش آیا...... اس سے معاملہ پوچھا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی...... جگہ دیکھ کر یاد آ گئی...... اور خوف سے یہ پچھاڑ کھائی۔

رب تعالیٰ کی کوئی پرواہ نہیں...... تو پھر رب العالمین کو کسی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے...... اس لیے کہ تاکیدی بات یہی ہے...... کہ اپنی ہر حرکت سے ڈریں...... اور لایعنی باتوں سے بچیں...... کہ کہیں رب تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

سعدون مجنون، بظاہر پاگل در پردہ عاقل

۸۵...... سعدون رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے چوک میں پھرا کرتے تھے۔ جس گھر کے آگے سے گزرا کرتے تھے۔ وہاں ٹھہرتے اور یہ آیت...... یاایھا الناس اتقوا ربکم...... پڑھتے اور پھر رو کر یہ اشعار پڑھتے۔

فلو لم یکن شیء سوی الموت والبلی
وتفریق اعضاءٍ ولحم مبدد
لکنت حقیقا نابن ادم بالبکاء
علی نائبات الدھر مع کل مسعد

یعنی اگر سوائے موت اور جسم کے کہنگی اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور گوشت کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے انسان پر اور کوئی بھی حادثہ نہ ہوتا۔

اے ابن آدم! زمانے کے اسی حوادث کی وجہ سے تجھے یہ بات لائق اور شایاں تھی کہ تو روتا اور خود تنہا ہی نہیں بلکہ دوسرے رونے والے کو بھی اپنی امداد کے لیے ساتھ لے کر

روتا۔ چہ جائیکہ علاوہ ان سختیوں کے اور بہت سے حوادث قیامت کے ہیں اور سب سے زیادہ حق تعالیٰ کے غضب کا خوف دامنگیر ہے جو سوہان روح ہے۔اس حالت میں تو روتے روتے ندیاں نالے بہا دینے چاہیے۔

اور جب سعدون مجنونؒ کو بھوک زیادہ لگتی تو یہ اشعار پڑھتے۔

الھی انت قد الیت حقاً ۔۔۔ و انک لا تضیع من خلقت

و انک ضامن للرزق حتیٰ ۔۔۔ تؤدی ما ضمنت کما قسمت

و انی واثق بک یا الھی ۔۔۔ ولکن القلوب کما علمت

یعنی اے میرے معبود آپ نے سچی قسم کھائی ہے کہ آپ کسی مخلوق کو ضائع نہ کریں گے نیز آپ رزق کے ضامن ہیں۔حتیٰ کہ آپ اپنی ضمانت دہ شی (رزق) کو ادا کریں گے۔ جس طرح آپ نے تقسیم کیا ہے۔اور اے میرے معبود بے شک میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں لیکن دلوں کو آپ خوب جانتے ہیں کہ کیسے ہیں۔

سعدونؒ کے پاس ایک صوف کا جبہ تھا کہ اس کی دونوں آستینوں کے آگے پیچھے دو دو شعر نہایت عبرت انگیز لکھے ہوئے تھے۔لوگوں نے پوچھا کہ تم بڑے حکیم ہو، مجنون نہیں لوگ تمہیں مجنون بتاتے ہیں۔فرمایا مجھ میں اعضاء ظاہری کا جنون ہے اور میرا قلب مجنون نہیں بلکہ بہت ہوشیار ہے۔یہ کہہ کر بھاگ گئے۔

خسارہ کا سودا

۸۶...... میں کہتا ہوں کہ ذکر الٰہی سے غافل رہنا سراسر خسارے کا سودا ہے۔اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مصروف رہے۔کیوں کہ جو وقت اللہ کے ذکر سے خالی گزرے گا کل قیامت کے دن بندے کو اس پر بڑی حسرت اور ندامت ہوگی۔اور احساس پیدا ہوگا کہ کاش میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہتا۔اللہ کے خاص بندوں کا شیوہ ہے کہ وہ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

جوانی کے نشہ میں مست آدمی

۸۷...... تو بے سدھ ہو کر پڑا ہوتا ہے اسی طرح جوانی بھی انسان کو بے سدھ بنا دیتی ہے۔ جوانی میں انسان کو نہ سورج کے چڑھنے کا پتہ اور نہ غروب ہونے کی پرواہ ہوتی ہے۔ یہ غافل نواجوان دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتا، کیونکہ اس کے اندر طاقت ہوتی ہے۔ بات بات پر جھگڑتا پھرتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ بڑے متکبرانہ بول بولتا ہے کہ میں یہ کردوں گا وہ کردوں گا۔ اور وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ جوانی تو ادھار کا مال ہے۔

جو ادھار کے مال پر فریفتہ ہوتا پھرے اسے دیوانہ کہتے ہیں۔ ہمیں اس جوانی پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ وہ دریا ہے جس میں ہر ایک کے لئے طوفان آتا ہے، پھر آ کر اتر جاتا ہے۔ بلکہ مومن کو چاہیے کہ جس طرح اس مال کی زکوۃ دیتا ہے جس کا نصاب پورا ہو چکا، اسی طرح اپنے جسم کی بھی زکوۃ دے دوسروں کی خدمت کر کے۔

جوانی ادھا کا مال ہے

۸۸...... میرے دوستو! جوانی ادھار کا مال ہے، اس پر کیا مان کرنا۔ یہ ہمتیں ایک دن ٹوٹ جائیں گی...... جوش ختم ہو جائے گا...... بدن پر بڑھاپا آجائے گا...... جب زندگی کے یہ سارے مراحل طے ہو جاتے ہیں، تو پھر انسان کو وقت قدر کی آتی ہے اور اپنی زندگی کا رخ موڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

هم خود ہی راست ہو گئے جب پیر ہو گئے
قد جب کمان ہو گیا ہم تیر ہو گئے

جوانی کی تلاش

۸۹...... موت کی تیاری کرنا ہمارا مقصد زندگی ہے۔تھوڑے دن کی بات ہے آج بچپن ہے،لڑکپن ہے جوانی ہے اور پھر بڑھاپا ہے۔ ہر ایک کی ترتیب اسی طرح ہے۔ایک بوڑھا جارہا تھا۔اس کی کمر ٹیڑھی تھی، ہاتھ میں لاٹھی تھی، عینک لگی ہوئی تھی، نیچے دیکھ رہا تھا۔

ایک نوجوان قریب سے گزرا۔اس نے مذاق کے لہجے میں کہا، بڑے میاں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟اس نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا، بیٹا میں جوانی ڈھونڈ رہا ہوں،تم بھی میری طرح جوانی ڈھونڈا کرو گے۔

جوانی کی ایک عمدہ مثال

۹۰...... میرے دوستو! عجیب بات ہے کہ ہم عمر کا آدھا حصہ گزار بیٹھتے ہیں تب ہمیں ایمان کی قدر آتی ہے۔اور عموماً پہلی آدھی زندگی تو جوانی،مستانی اور دیوانی بنی ہوتی ہے۔جوانی کا نشہ تو کلوروفرم کی طرح ہوتا ہے۔جیسے کسی کو کلوروفارم سنگھا دیا جائے۔

اے خدا کے بندے! اگر تو نیک کام کرتا ہے تو ایک کے بعد ایک نیک کام کئے جا۔کیونکہ عنقریب تجھے وہ دن پیش آنے والا ہے جب تجھ کو یہ حسرت ہوگی کہ کاش اچھے کام زیادہ کئے ہوتے! اور اگر تجھ سے کچھ برائیاں سرزد ہوگئی ہوں تو اچھے کام کر کیونکہ خدا فرماتا ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات ذالک ذکریٰ للذاکرین

بھلائیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے، نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے۔

حضرت ربیع محض واعظ نہ تھے۔سراپا خوف وخشیت تھے۔خوف خدا سے اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہو جاتی۔آگ دیکھ کر آپ کو جہنم کی یاد آ جاتی۔ایک مرتبہ لوہار کی بھٹی کی طرف سے گذرے اور اس کی دہکتی ہوئی بھٹی کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔آپ کے

غلام نسیر ین ذعلوق کا بیان ہے کہ ربیع رات کی تاریکی میں نماز پڑھتے تھے۔جب اس آیت پر پہنچتے تو اس کی تکرار کرتے ہوئے صبح کردیتے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کا
لذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت سوآء محیاھم ومما
تھم سآء مایحکمون (جاثیہ ۲۱)

کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کی ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم انہیں اور ایمان لانے والوں اور ٹھیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کردیں گے کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہوجائے تو بہت برے حکم ہیں جو یہ لوگ لگاتے ہیں۔

ریا کاری کا خوف

۹۱...... علی بن الفضیلؒ کہتے ہیں میرے والد اور ابن المبارکؒ کی (باب بنی شیبہ) پر ملاقات ہوگئی تو ابن المبارکؒ نے ان سے کہا: آیئے ابو علی، مسجد میں بیٹھ کر مذاکرہ کرتے ہیں۔

تو الفضیلؒ نے ان سے کہا: اگر ہم مسجد میں داخل ہوگئے تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ تم اپنے علم کی عجیب وغریب باتیں مجھے بتاؤ گے اور میں اپنے علم کی عجیب وغریب باتیں تمہیں سناؤں گا؟ تو ابن المبارکؒ نے جواب دیا: ہاں یہ تو ہے۔پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے اور مسجد میں نہیں گئے۔

ابو سلیمان الخطابی کا کہنا ہے کہ ان کو تصنع اور ریا کاری کا خوف تھا۔اسی طرح الفضیلؒ کا قول ہے: کسی کاری کے لیے، شیطان سے ملاقات کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنے جسم کی کاری سے مل لے۔

ایک عابد کی وقتِ مرگ ناصحانہ گفتگو

۹۲...... حضرت یزید الرقاشی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی عابد کے پاس حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ تمام گھر والے اس کے گرد جمع ہیں۔ اور وہ اس وقت موت وحیات کی کشمکش میں آخری سانس لے رہا تھا۔ اس عابد کی یہ حالت دیکھ کر اس کے والد نے رونا شروع کر دیا۔ عابد نے پوچھا ابا جی آپ کیوں رو رہے ہیں؟

کہا کہ بیٹا تیری اس حالت کو دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ آج کے بعد میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور آپ کے بعد میں کیسے زندگی گزاروں گا؟ اس کے بعد عابد کی والدہ نے رونا شروع کر دیا تو اس نے پوچھا کہ میری امی آپ کیوں روتی ہیں؟

کہا کہ بیٹا تیری جدائی اور تیری موت کے بعد کی وحشت اور گھبراہٹ کو سوچ کر رو رہی ہوں۔ پھر عابد کے بیٹے، بیٹیوں اور بیوی نے چیخنا شروع کر دیا۔ عابد نے پوچھا کہ بیٹا آپ کیوں رو رہے ہیں کہا: کہ ابا جی ہم آپ کے بعد یتیم ہو جائیں گے۔ آج کے بعد ابا جی کس کو کہیں گے؟ اپنی ضرورتیں کیسے پوری کر سکیں گے؟ کوئی محلہ کا لڑکا ہمیں مارے گا تو کس کے پاس شکایت لے کر آئیں گے؟ اور کون ہماری مدد کے واسطے آگے بڑھے گا؟

بیوی نے کہا میرے سرتاج میں تیرے بعد ان خوبصورت کمروں میں تنہا کیسے زندگی گزار سکوں گی؟ تمہاری آمد کے انتظار میں کہ ابھی آتے ہیں، وہ آرہے ہیں وہ آگئے، وہ آتے ہی ہوں گے، یہ کہہ کر پورا دن گزار لیتی تھی۔ آپ آجاتے تو سارے دن کی تھکان دور ہو جاتی تھی۔ اب آج کے بعد آپ کبھی گھر واپس نہ آئیں گے۔

اب آپ کی جگہ یہ تھکان اور آہ وزاریاں ہمیشہ کے لئے میری ساتھی بن جائیں گی۔ جو مرتے دم تک میرا پیچھا نہ چھوڑیں گی۔ تمہارے بعد میرا کون ہے جس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھوں گی؟ اور کون ہے جس کو میں فخر سے کہہ سکوں گی کہ یہ میرے شوہر

ہیں۔سب کی آہ بکاءاورآہ وزاریاں سن کر عابد نے کہا...... اقعدونی اقعدونی...... مجھے بٹھلا دیجئے۔گھر والوں نے عابد کو سہارا دے کر بٹھایا تو ان کو خطاب کیا:

......اری کلکم یبکون لدنیای......

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے سب میری دنیا ہی کے رونے رو رہے ہو۔تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کو میری آخرت کی بھی فکر ہو کہ

مرنے کے بعد میرا کیا حال ہوگا...... منکر و نکیر کے سوال کا کیا جواب دے سکوں گا؟......اور قبر کے گڑھے میں میرے ساتھ تنہائی میں کیا گزرے گی؟...... پیاس کیسے بجھاؤں گا؟......اگر سانپ یا بچھوؤں سے سامنا ہوگا تو کس کو مدد کے لیے پکاروں گا؟

تم میں سے کوئی اس بات پر نہیں روتا کہ کل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا توشہ لے کر حاضر ہوں گا، جس سے میرا چھٹکارہ ہو سکے، میری ہونے والی زندگی کی کسی کو فکر نہیں ہے، بس اتنی بات کہی اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے اور روح پرواز کر گئی۔

میرے بھائی مر جانے کے بعد تمہارے اور ہمارے حالات کچھ اس طرح باقی رہ جاتے ہیں ذرا اس کو بھی سن لیجئے؟ جلد ہی دنیا تمہارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں داخل کر دے گی ،تمہارے نام کی مثالیں عدالتوں میں داخل دفتر ہو جائیں گی۔

احباب واقرباء چند روز تجھے خوب یاد کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے ،بیوی چند روز سوگوار رہے گی اسکے بعد حالات کی تبدیلیاں اسے تازہ مشاغل میں الجھا دیں گی بچے بہت یاد کریں گے مگر رفتہ رفتہ ان کے ذہن سے تمہارا نقش محو ہو جائے گا۔طوفان بادو باراں حسب دستور تمہاری قبر کی بلندیوں کو ہموار کر کے تمہارا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیگا ،اور نصف صدی گزرنے پر اس بات کا باور کرنا دشوار ہوگا کہ تم کبھی دنیا میں بھی تھے۔

دوستو! دنیا پیٹھ موڑ رہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے تم آخرت کو چاہنے والے بنو دنیا کے چاہنے والے نہ بنو آج کا دن کام کا ہے حساب کا نہیں، اور کل کا دن حساب

کا ہوگا کام کا نہیں، دین سے دور آج جس حال میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، اور اپنے شیطان دشمن کو خوش اور رحمان کو ناراض کر رہے ہیں اگر اس کی پاداش میں کل ہم سے یہ پوچھ لیا جائے تو کیا جواب ہوگا؟

لماعهد اليكم يا بنى آدم ان لا تعبدو الشيطان انه لكم
عدومبين و ان اعبدنى وهذاصراط مستقيم ولقداضل
منكم جبلاً كثيرا افلم تكو نواتعقلون (سورة يٰس)

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہ کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے، سو کیا تم نہیں سمجھتے ہو"

کیا ان کا کوئی جواب ہمارے پاس ہے؟ بس ہمیں بھی چاہیے کہ مردوں کے پڑوس میں جانے سے پہلے امت محمدیہ کے اس عابد جیسی فکر آخرت اپنے اندر پیدا کر لیں تاکہ بخشش کا کچھ سامان بن جائے۔

یہ زمانہ غفلت کا زمانہ ہے۔ لوگوں کے دلوں پر حب دنیا غالب ہے۔ وہ اپنی قیمتی زندگی حصول مال و دولت، حصول رزق اور حصول جاہ میں لگا رہے ہیں اور موت کو بھول چکے ہیں۔ گناہوں اور معاصی کے وبال دنیوی واخروی سے غافل ہیں۔ اس بات کا ذرا خیال نہیں کہ گناہوں سے توبہ کرنا لازم ہے۔ کیونکہ ان گناہوں کی وجہ سے آخرت کے سخت ترین عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ لہٰذا عقلمند وہ ہیں جو موت سے قبل اس حیات مستعار میں توبہ کر لیں اور اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیں۔

و كم من عروس زينوها لزوجها
وقد قبضت ارواحهم ليلة القدر

اور کتنی دلہنیں ایسی ہیں کہ ان کو ان کے دولہوں کے واسطے سجایا جاتا

ہے اور ادھر لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ فیصلہ لکھ دیا گیا ہے
کہ اسے دلھن ہی کی حالت میں دبوچ لیا جائے گا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دولھا دلھن کو لے کر گھر آ رہا ہوتا ہے کہ ایک یا دونوں ہی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور موت کی آغوش میں جا چکے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دولہا اور دلھن کہ سہاگ کی یہ رات سوگ اور قبر کی رات بن جاتی ہے۔اور بجائے اس کے کہ دلہن کے عزیز رشتہ دار اس کو دیکھنے کے لئے آئیں منکر اور نکیر دو فرشتے قبر میں اس سے حساب کے لئے آ جاتے ہیں اور بعض دفعہ ولیمہ کا دن سوگ کا دن بن جاتا ہے۔

اے زندگی کے مسافر! تو حدود کو پھلانگ چکا ہے، اپنی مصیبت پر رو، ایسا نہ ہو کہ تو مردود ہو جائے۔اے وہ جس کی بہت سی عمر بیت چکی! اور ماضی لوٹ نہیں سکتی، تجھے نصیحتوں نے رہنمائی کی ہے اور بڑھاپے نے آگاہ کیا ہے کہ موت قریب ہے اور زبان حال پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

یا یھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا (انشقاق ٦)

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے۔(یعنی کوئی نیک کام میں لگا ہوا ہے اور کوئی برے کام میں)

لما انقضی زمن التواصل و الرضا
قد صرت تطلب رد امر قد مضی
ھلا اتیت ووقت وصلک ممکن
وبیاض شک فی العورض ما اضا

جب وصال اور خوشنودی کا زمانہ گذر گیا تو تُو اس کی بازگشت پر مصر ہو گیا
تو کیوں نہ آیا جب وصال کا وقت موجود تھا اور عوارضات میں بڑھاپے

تقویٰ پرہیزگاری اور خوف خدا کا توشہ لے لو! اس لئے کہ جب رات چھا جائے گی تو معلوم

نہیں کہ تمہیں صبح نصیب بھی ہوگی یا نہیں؟

کم من فتی امسی و اصبح ضاحکا
وقد نسجت اکفانه وهو لا یدری

تزود من التقویٰ فانک لاتدری
ان جن لیل هل تعیش الی الفجر

پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر!

۹۳...... کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود تو بوڑھے ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ان کی خواہشات جوان ہو رہی ہوتی ہیں۔ اپنی پیرانہ سالی میں اپنی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں رکھتا ان کے سفید بال انہیں غیرت دلا رہے ہوتے ہیں مگر وہ بے دھڑک ہو کر گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ حسرت ہے اس بوڑھے پر جو جوانی گنوا بیٹھا لیکن پھر بھی نیکی کی طرف راغب نہ ہوا۔ اس لئے کہ اے دوست!

پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر
موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر

حضرت ریاح اور خوف خدا

۹۴...... ریاح قیسیؒ ایک مرتبہ روتے ہوئے بچے کے پاس سے گزرے تو رک کر اس سے پوچھنے لگے؟ اے بچے کس لیے رو رہا ہے؟ تو بچہ اچھی طرح سے کوئی بات سمجھ نا سکا اور نا کوئی جواب دے سکا تو ریاحؒ رونے لگ پڑے پھر کہا کہ اہل دوزخ کو (کسی لمحہ) راحت نہ پہنچے گی ،اور چیخ وپکار کے سوا کوئی چارہ نا ہوگا۔اس کے بعد (ریاح قیسیؒ) خود رونے لگ گئے (ابن ابی الدنیا)

ریاح قیسیؒ کسی قوم سے ملاقات کرنے کو گئے تو رات کے وقت ان کے ایک بچے نے رونا شروع کر دیا تو ریاحؒ بھی رونے لگ گئے۔ یہاں تک کے صبح ہوگئی بعد میں ان سے رونے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: میں نے بچہ کے رونے سے دوزخیوں کا رونا یاد کرلیا تھا جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔اس کے بعد وہ پھر رونے لگ گئے۔ (ابن ابی الدنیا)

ولایت کی نشانی اور بقا خوف خدا میں ہے

۹۵......حضرت غوث پاکؒ فرماتے ہیں:

ایمان چوں سلامت بہ لبِ گور بریم

احسنت بریں چستی و چالا کی ما

جب ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں پہنچائیں گے اس وقت اپنی چالاکی پر تعریف کریں گے اور جب تک زندگی ہے اس وقت تک خطرہ ہے جب تک کشتی طوفان کے تھپیڑوں سے دوچار ہے اس وقت تک مطمئن ہو جانا بیوقوفی ہے۔ عارفین کی شان یہی ہے کہ کرتے رہتے ہیں یہی ڈرنا ولایت کی نشانی ہے اگر یہ ڈر نکل گیا تو ولایت بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خوف خدا

۹۶...... حضرت سیدنا وسید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق آتا ہے، کہ جب آپ بیت اللہ کے طواف کے لیے آرہے تھے، آپؒ نے دستار اتار دی، پاؤں سے چپل اتار دیئے احرام باندھ لیا، کفن باندھے ہوئے اللہ کے سامنے آئے، طواف کیا، اور پھر جب ملتزم پہ آئے تو بیت اللہ کے غلاف کو، بیت اللہ کے دروازے کو پکڑ کر رو رو کے کہہ رہے تھے کہ

اے اللہ! میں بغداد کا مسافر تیرے دروازے پر آیا ہوں، منہ اوپر نہیں اٹھتا، حیا آتی ہے بخش دے تو تیری مہربانی، اور اگر کوئی غلطی ہے تو قیامت کے دن مجھے نابینا کر کے اٹھانا تاکہ نیکوں کے سامنے میں شرمندہ نہ ہو جاؤں

یہ حضرت پیران پیر کا حال تھا اور اس کو لکھا ہے حضرت شیخ سعدیؒ نے جو آپکے ہم زبان تھے۔

شب زفاف جنت اور جہنم کی فکر میں گزاردی

۹۷...... صلہ بن اشیمؒ نے معازہ عدویہؒ سے شادی کی۔ یہ دونوں اونچے درجے کے بزرگ تھے۔ ان کے بھتیجے نے انکو غسل کے لیے حمام بھیجا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو ان کو ان کی بیوی کے پاس بھیج دیا گیا۔ جو ایک خشبودار پاک صاف جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ دونوں رات بھر نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ان کے بھتیجے نے صلہ بن اشیم سے پوچھا کہ آپ کی رات کیسی گزری؟

انھوں نے جواب دیا تم نے مجھے کل شام ایسی جگہ داخل کر دیا جو مجھے جہنم کی یاد دلاتی رہی یعنی حمام، اسکے بعد تم نے مجھے ایسی جگہ داخل کیا جو مجھے جنت کی یاد دلاتی رہی۔ تو میں رات بھر جنت اور دوزخ کی فکر میں رہا، یہاں تک کے صبح ہوگئی۔

دو صوفیوں کا قصہ، جن میں سے ایک مرتد ہو گیا

۹۸...... دو شخص کچھ مدت تک ایک ہی پیر کے مرید بن کر اکھٹے رہے۔ پھر ایک کہیں سفر پر چلا گیا۔ اور اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا۔ اور کچھ مدت تک اس کی طرف سے کوئی خبر نہ سنی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کے دوسرا مرید جہاد کے لیے جنگ کو گیا ہوا تھا۔ اور رومیوں کی فوج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا کہ رومیوں کی طرف سے ایک مسلح شخص نے مسلمانوں کو دعوت جنگ دیتے ہوئے للکارا۔ اور ایک مسلمان بہادر اس کے مقابلے کے لیے نکلا۔

رومی نے اسے شہید کر دیا اور دونوں تلواروں سے جنگ کی۔ اس رومی نے اپنا چہرہ کھولا تو معلوم ہوا کے یہ وہی شخص تھا جو اس صوفی کا کئی سال تک پیر بھائی رہ چکا تھا۔ صوفی نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتلایا کے وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر ان لوگوں کے ساتھ مل گیا ہے۔ اب اس کی اولاد ہے اور اس نے بہت سامال جمع کر لیا ہے۔

صوفی نے کہا تُو تو کئی قرأتوں کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اب تو مجھے اس کا ایک حرف بھی یاد نہیں۔ پھر صوفی نے کہا۔ ایسا مت کرو اور اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔ اس نے انکار کیا اور کہا، میری وہاں بڑی عزت ہے اور مجھے دولت ملی ہوئی ہے۔ لہٰذا اب تو واپس چلا جا۔ ورنہ تمہارے ساتھ وہی کروں گا جو دوسروں کے ساتھ کیا ہے

صوفی نے جواب دیا: یاد رکھ تو نے تین مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے اور اب تجھے واپس جانے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تو واپس چلا جا اور میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ وہ شخص واپس چلا گیا صوفی نے پیچھا کیا۔ تیرہ مارا اور اسے مار ڈالا یہ شخص بے حساب مجاہدات اور ریاضت کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد عیسایت پر مرا۔

حضرت اویس قرنیؒ اور خوف خدا

۹۹ ..... حضرت ہرم بن حیانؒ خود ایک ممتاز تابعی تھے۔ لیکن ان کو حضرت اویسؒ کی زیارت اور ان سے فیض حاصل کرنے کا بڑا اشتیاق تھا، چنانچہ وہ اسی غرض سے کوفہ گئے اور آپ کو تلاش کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے جا نکلے۔ دوپہر دن کا وقت تھا دیکھا ایک شخص وضو کر رہا ہے، حضرت ہرم بن حیانؒ حضرت اویسؒ کے اوصاف سے واقف تھے اس لیئے آپ نے ان کو پہچان لیا، سر منڈھا ہوا تھا، داڑھی گھنی تھی بدن پر حلوف کا آزار تھا اور حلوف ہی کی ایک چادر تھی، چہرے سے وحشت نمایاں تھی۔

انھوں نے قریب جا کر سلام کیا، انھوں نے جواب میں کہا۔ خدا تم کو زندہ رکھے، حضرت ہرم نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو انکار کر دیا۔ اور فرمایا خدا تم کو زندہ رکھے۔ خاصان خدا کی باتیں کیسی ہوتی ہیں اپنے دل کے کانوں سے سنیں، ہمارے لیے ان میں کتنی موعظتیں اور کتنی عبرتیں ہیں؟

حضرت ہرم بن حیانؒ نے کہا۔ اویسؒ تم پر خدا کی رحمت ہو اور وہ تمہاری مغفرت فرمائے تمہارا کیا حال ہے۔ حضرت ہرم بن حیانؒ کو رونا آگیا حضرت اویسؒ بھی رونے لگے۔

بولے: ہرم بن حیانؒ خدا تم پر رحم فرمائے میرے بھائی تم کیسے ہو؟ تم کو میرا پتہ کس نے بتا دیا؟ کہا اس خدا نے۔ حضرت ہرم سے پوچھا: آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا؟ میں نے تو آج سے پہلے آپ کو دیکھا تک نہ تھا۔ فرمایا اس خدائے علیم و خبیر نے بتایا اس وقت تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں اسی وقت میری روح نے تمہیں پہچان لیا۔

حضرت ہرم بن حیانؒ نے درخواست کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث روایت کیجیے جسے سن کر یاد کرلوں فرمایا۔ مجھے تو آنحضرت کی صحبت میسر نہیں ہوئی البتہ

آنحضور ﷺ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی حضور ﷺ کی حدیثیں پہنچی ہیں ۔ لیکن میں اپنے لیے یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ محدث، مفتی یا قاضی بنوں ۔ مجھے اپنے نفس کے متعلق بہت سے کام ہیں ۔

خاصان خدا کی منزلت کو خاصان خدا ہی پہچانتے ہیں ۔ حضرت ہرم بن حیانؒ نے کہا: پھر قرآنِ کریم کی کچھ آیات ہی سنا دیجئے ، میں آپ سے محبت کرتا ہوں مجھے آپ کی زبان سے کلام پاک سننے کا بڑا اشتیاق ہے، میرے لیے دعا بھی کیجئے اور کچھ نصیحت بھی کیجئے جس کو میں یاد رکھوں ۔

حضرت اویسؒ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور جیسے ہی زبان سے نکلا...... **اعوذ باللّٰه من اشیطان الرجیم**...... رحم فرمائے وہ تو ابھی زندہ ہیں فرمایا: میں نے جو کچھ کہا اسے سمجھو تو تمہارا شمار بھی مردوں ہی میں ہے ۔ اسکے بعد درود پڑھا پھر چند دعائیں پڑھ کر کہا:

ہرم بن حیانؒ کتاب اللہ کو صلحائے امت کی ملاقات کو اور حضرت رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کو لازم سمجھو، یہ میری وصیت ہے ۔ میں نے اپنی موت کی بھی خبر دی اور تمہاری موت کی بھی خبر دی ۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنا، ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ ہونا ۔ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا اور اپنی ذات کے لیے کوشش کرتے رہنا ۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم سے تمہارا دین تم سے چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو دوزخ کی آگ سے دوچار ہونا پڑے ۔

پھر فرمایا: خدایا اس شخص کا خیال ہے کہ وہ تیرے لیے مجھ سے محبت کرتا ہے اور تیرے ہی لیے میری ملاقات کو آیا ۔ خدایا جنت میں مجھے اس کو پہنچوانا اور اپنے گھر دار السلام میں مجھے اس سے ملانا ۔

دعاؤں کے بعد فرمایا: اے حرم بن حیانؒ اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں آج کے بعد پھر میں تم کو نہ دیکھوں، نہ تم مجھے پوچھنا، نہ تلاش کرنا ۔ تمہاری یاد ہمیشہ میرے دل

میں رہے گی، لیکن نہ تم مجھ کو دیکھو گے اور نہ میں تم کو دیکھوں گا۔ مجھے یاد رکھنا اور میرے لیے دوعائے خیر کرتے رہنا۔ میں بھی تم کو یاد رکھوں گا اور تمہارے لیے دعائے خیر کرتا رہوں گا۔ اور یہ کہہ کر ایک طرف چل پڑے۔

حضرت ہرم بن حیانؒ نے چاہا تھوڑی دور اور ان کا ساتھ رہے لیکن انہوں نے منظور نہ فرمایا اور دونوں بزرگ روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

تیس سال تک کفن اور پاؤں قبر میں لٹکانے والا شخص

۱۰۰...... حضرت اویس قرنیؒ جیسے بزرگ بھی جو اپنے خدا کے ہو کر رہ گئے تھے اور اپنے آپ کو مخلوق سے چھپائے رکھتے تھے، شہادت کا شوق رکھتے تھے اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں حضرت امیر ماویہؓ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت امیر ماویہؓ کو حق ثابت کرنے والوں کو خدا نیک سمجھ دے۔ ہمارے لیے سوچ کی بات یہ ہے کہ دونوں بزرگ خاصانِ خدا میں سے تھے پھر بھی ان کو آخرت کی کتنی فکر تھی۔

ایک دن خواجہ اویس قرنیؒ کی خدمت میں لوگوں نے عرض کی کہ ایک شخص تیس سال سے قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ اور قبر میں کفن لٹکا رکھا ہے۔ کفن اور گور میں مشغول ہے اور انہیں دو کے سبب یاد الٰہی سے رہ گیا ہے۔ اور ہمیشہ روتا رہتا ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو جب آپؒ نے اسکو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ تو تیس سال سے کفن اور گور کے سبب یاد الٰہی سے رہ گیا ہے اور ان دونوں بتوں کو آراستہ کیا ہے۔ جب اس نے خواجہ صاحب کو دیکھا تو اصل حال اس پر منکشف ہوا۔ نعرہ مار کر جان اللہ کے حوالے کی۔ اور قبر میں گر پڑا۔

حرم بن حیانؒ اور خوف خدا

۱۰۱...... حضرت ہرم بن حیانؒ نے کہا خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا، جسے کوئی اُونٹنی کھا جاتی اور مینگنی کی شکل میں مجھے پھینک دیتی اور میں قیامت کے دن حساب سے بچ جاتا۔ میں اس بڑی مصیبت سے ڈرتا ہوں۔

حضرت حسین بن علیؓ جب وضو کرتے تو رنگ زرد ہو جاتا۔ لوگ پوچھتے کیا بات ہے؟ تو کہتے: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ میں کس کے سامنے جا رہا ہوں؟

حضرت محمد بن واسعؒ رات کا اکثر حصہ روتے ہوئے گزارتے، خاموش نہ ہوتے۔ شبلیؒ نے کہا ہے کہ کوئی روز ایسا نہ تھا جس میں خوف مجھ پر غالب ہوا ہو اور اس روز حکمت اور عبرت کا دروازہ مجھ پر نہ کھلا ہو۔

ہزار دینار سے بہتر، آنسو!

۱۰۲...... محمد بن المنکدرؒ جب روتے تو اپنے آنسو چہرے پر ملتے اور کہتے کہ آنسوؤں کا پانی جہاں پہنچے گا، وہ دوزخ کی آگ میں نہ جلے گا۔ کعب الاحبار نے کہا ہے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ایسا رونا جس سے منہ بھیگ جائے بہتر ہے ہزار دینار سے جو کہ فقراء کو دوں۔

وہ نصیحت جس نے بادشاہت چھڑوا کر فقیر بنا دیا

۱۰۳...... حضرت میمونؒ بن مہران کو جب کسی دعوت میں بلایا جاتا، تو غریبوں کے پاس بیٹھتے اور ان کے ساتھ برتن چاٹتے۔ کسی بادشاہ نے کسی فقیر کو اپنے محل کے سائے میں بیٹھا دیکھا۔ جس نے سوکھا ٹکڑا پانی میں ڈال کر کھایا اور پھر سو گیا۔

جب اٹھا تو بادشاہ نے اسے بلایا اور پوچھا: جب تو نے پانی کے ساتھ سوکھا ٹکڑا

کھایا، اور پھر سو گیا تھا، کیا تو اپنے پروردگار سے خوش تھا، فقیر نے کہا ہاں، لیکن میں تجھے وہ شخص بتاتا ہوں، جو اس سے بھی کم پر خوش ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا: وہ کون ہے؟

اس نے کہا: جو آخرت کے بدلے دنیا پر خوش ہو گیا۔ یہ الفاظ بادشاہ پر کارگر ہو گئے اور بادشاہت چھوڑ کر کملی پہن کر رات کے اندھیرے میں جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا۔

زیادہ پسندیدہ بات

۱۰۴...... حضرت سالمؒ بن ابی الجعد کے ہاتھ میں جو کچھ آتا وہ خرچ کر دیتے۔ اس پر ان کی بیوی نے ملامت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے خود نیکی لے کر تمھیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے کے خود بدی لے جاؤں اور تمھیں خیر یعنی مال و متاع میں چھوڑ جاؤں۔ قحط پڑ جاتا (یا زلزلہ وغیرہ آ جاتا) تو کہتے کہ آہ! یہ سب میری شامتِ اعمال اور بدبختی کا وبال ہے جو زمانے پر ٹوٹ پڑا ہے۔ اگر میں نہ رہوں تو لوگوں کو اس آفت سے رہائی مل جائے۔

بُرے انجام سے ڈرتے رہو

۱۰۵...... حضرت ابو سہلؒ نے فرمایا: ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل کر دیا گیا، تو میں نے وہاں پر تین سو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلامِ سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے پوچھا: انھوں نے فرمایا: برے انجام سے، خاتمہِ اور انجام اللہ تعالیٰ کا ایسا مکر (معاملہ) ہے جس کی توضیح ناممکن ہے اور نہ ہی (قبل از وقت) انکا علم حاصل ہو سکتا ہے اور اس کے مکر کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لیے کہ اس کی مشیت و احکام انتہاء سے باہر ہیں۔

واعظ سننے سے ایک شخص کا انتقال ہونا

۱۰۶...... ایک دفعہ عبدالواحد بن زیدؒ نے واعظ سنایا جسے سن کر ایک آدمی کی چیخیں نکل گئیں اس نے کہا اے ابوعبیدہ بس کرو تمھارے واعظ سے میرے دل کے پردے کھل گئے لیکن عبدالواحدؒ بن زید نے اپنا بیان جاری رکھا آخر کار اس شخص کی روح پرواز کر گئی۔

اسی طرح شبلیؒ کے حلقے میں ایک شخص چیخیں مارتا رہا اور مر گیا۔ اس کے گھر والوں نے خلیفہ کے پاس جا کر شبلیؒ پر دعویٰ کرنے کا ارادہ کیا۔ شبلیؒ نے فرمایا: ایک نفس نے فریاد کی پھر وہ ملاقات کا مشتاق ہوا، اسے بلایا گیا، اس نے دعوت قبول کر لی تو اس میں کیا تقصیر ہے۔ شبلیؒ کی ایسے عاشق کے بارے میں کسی نے شعر کہے ہیں جن کا ترجمہ یوں ہے:

اس نے اپنے افعال میں غور کیا تو چیخنے لگا اس محبت میں کوئی خیر
نہیں جس میں رسوائی نہ ہو۔ میں تمھارے پاس آمان چاہنے کے
لیے آیا ہوں تو مجھ پر رحم کرو میں ہتھیار پھینک چکا ہوں مجھے قتل نہ کرو

حضرت فریدالدین شکر گنج کا خوف آخرت سے رونا

۱۰۷...... حضرت فریدالدین شکر گنج پر خوفِ خدا کا بہت غلبہ تھا۔ کوئی عبرت انگیز یا رقت خیز بات سنتے یا مجلس میں کوئی پُر اثر شعر سنتے یا کسی بزرگ کا واقعہ سنائی دیتا تو بے اختیار روتے۔ بعض اوقات دھاڑیں مار کر روتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے قرآن مجید کے حفظ کا اہتمام کرتے اور تلاوت کا بڑا ذوق رکھتے۔

ربیع بن خثیمؒ اور خوف خدا

۱۰۸...... ایک درس عبرت بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ربیع بن خثیمؒ خوفِ خداوندی کی وجہ سے راتوں کو نہیں سوتے تھے، بلکہ رو رو کر رات گزارا کرتے تھے۔ جس وقت ان کی والدہ محترمہ نے رات کی یہ کیفیت دیکھی تو ان سے دریافت کرنے لگیں: اے میرے لاڈلے بیٹے کیا تو نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں۔

اس پر ان کی والدہ محترمہ نے فرمایا مجھے بتاؤ میں مقتول کے اولیاء سے معافی مانگ لوں گی۔ خدا کی قسم مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ تمھاری یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ ضرور تم کو معاف کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ربیع بن خثیمؒ کہنے لگے:۔

اے میری والدہ محترمہ! میں نے خود ہی اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالا ہے اور میں خود ہی اپنا قاتل ہوں۔

ایک پادری کا عبرت آموز قول

۱۰۹...... ایک پادری عبادات و مجاہدات کرتے کرتے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جب حضرت عبداللہ نے دریافت کیا کہ خدا کا راستہ کیسا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:۔

تم عارف ہونے کی وجہ سے یقین خدا اور اس کی راہوں سے ضرور واقف ہو گے۔ میں نے تو آج تک اللہ ہی کو نہیں کو پہچانا پھر بھلا اس کا راستہ کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں تو پہچانے بغیر ہی اس کی عبادت کرتے کرتے اس قدر ضعیف ہو گیا ہوں لیکن نہ جانے تم کس قسم کے عارف ہو کہ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے۔

یہ سن کر آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ ہر دن آپ کے خوف خداوندی میں اضافہ ہوتا جاتا۔

قصہ اللہ کے عاشق کا

۱۱۰...... ابوسعید موصلیؒ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عیدالضحیٰ کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے دیر میں واپس ہوئے۔ واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے۔ تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا۔ میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر گئے، میں نے پانی چھڑکا، دیر میں ہوش آیا، پھر اٹھ کر چلے۔

جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج وغم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے۔ میرے محبوب تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

جب عتبہؒ غلام تائب ہوئے تو کھانے پینے کیذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کی ماں نے ایک مرتبہ ان سے کہا۔ اپنے نفس پر رحم کھا، کچھ راحت بھی لے لیا کر۔ کہنے لگے: اس پر رحم کھانے ہی کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ تھوڑے دن کی مشقت ہے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ راحت ہی لینا ہے۔

ہر رات ہزار رکعت نوافل پڑھنا

۱۱۱...... عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ یہ (بزرگ حضرات) جب کوئی ان میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ بستر اٹھا کر لپیٹ دیتا ہے یعنی پھر سونے کا نمبر ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت کہمس بن حسن ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتے کے اے ہر برائی کی جڑ (نماز کے لیے) کھڑا ہو جا۔ جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا

تو روزانہ پانچ سو رکعتیں کر دی تھیں۔ اور اس پر رویا کرتے تھے کہ میرا آدھا عمل جاتا رہا۔

کبوتروں کی الگ الگ تسبیح

۱۱۲...... شیخ ابو عمرو جو غوث اعظمؒ کے مریدین میں بڑے ہی باکمال بزرگ ہوئے ہیں ان کی توجہ الی اللہ اور بیعت کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک رات بستر پر لیٹے لیٹے پانچ کبوتروں کی تسبیح سنی ایک کبوتر نے پڑھا:

سبحن من عنده خزائن كل شی ء وما ينزله الا بقدر معلوم

یعنی پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور وہ اس کو ایک معین مقدار کے ساتھ نازل فرماتا ہے۔

دوسرے کبوتر نے یہ تسبیح پڑھی:

سبحن من اعطے كل شیء خلقه ثم هدى

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اس کو ہدایت دی۔

تیسرے نے یہ پڑھا:

سبحن من بعث الا نبياء حجته علی خلقه و فضل محمد ﷺ

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مخلوق پر دلیل بنا کر بھیجا اور حضرت محمد ﷺ کو سب سے افضل بنایا۔

چوتھے نے یوں تسبیح کی:

كل معافی الدنيا باطل الاما كان لله ولرسوله

یعنی دنیا کی ہر چیز باطل ہے سوائے ان چیزوں کے جو اللہ اور اسکے رسول کے لیے ہوں۔

پانچویں نے یہ صدا سنائی:

يااهل الغفلة قوموا الی ربكم يعطی الجزيل و يغفر الذنب العظيم

یعنی اے غافلو! اپنے رب کے لیے قیام کرو وہ بڑی بڑی نعمتیں
دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

شیخ ابوعمرو ان کبوتروں کی تسبیحات کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بیہوش ہو گئے پھر جب ان کے ہوش و حواس درست ہوئے تو ایک دم ان کی دنیائے دل میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور دنیا سے نفرت و بیزاری پیدا ہو گئی اور اسی وقت انھوں نے یہ عزم کر لیا کہ میں اب اپنے کو کسی شیخ وقت کے سپرد کر دوں گا اور ذکر و فکر اور یاد الٰہی میں اپنی بقیہ زندگی گزار دوں گا۔

شیخ ابوعمروؒ کی حضر علیہؑ کے ساتھ حضرت غوثؒ کی مجلس میں حاضری

۱۱۳...... چنانچہ فوراً ہی ان کے پاس ایک بہت ہی باوقار شیخ تشریف لائے اور انھوں نے بتایا کہ میں خضر ہوں اور ابھی ابھی حضرت غوث اعظم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت ممدوح نے مجھ سے فرمایا کہ اے خواجہ خضر! اس وقت ایک بندا خدا کو جذب الٰہی نے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے لہٰذا آپ تشریف لے جا کر اس کو میرے پاس لائیے تا کہ اس کو میں خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاؤں۔

حضرت خواجہ خضر کی گفتگو سن کر شیخ ابوعمرو کا جذبۂ شوق عشق کی حد تک پہنچ گیا اور وہ بغداد کے سفر کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ حضرت خضرؑ نے اپنی کرامات سے تھوڑی ہی دیر میں ان کو بغداد حضرت غوث اعظمؒ کی درگاہ معلیٰ میں پہنچا دیا۔ جس وقت ابوعمرو بارگاہ غوثؒ میں حاضر ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا:

مرحبا یامن جذبه مولا بالسنة الطیور جمع له کثیرا من الخیر

یعنی خوش آمدید! اے وہ شخص کہ جس کو اس کے مولا نے پرندوں
کی زبان سے نغمہ حق سنا کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے لیے خیر
کثیر جمع فرما دیا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۱۶۴)

حضرت سعید بن جبیرؒ اور خوف خدا

۱۱۴...... حضرت سعید بن جبیرؒ بڑے مرتبہ کے تابعی تھے۔ آپ بنی والبہ کے غلام تھے ،لیکن علم وعمل نے آپ کو اس بلند مقام پر پہنچادیا کہ ائمہ تابعین کے امام بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ ،حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ،حضرت انس بن مالکؓ ،حضرت ابو سعید خدریؓ ،حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ،حضرت ابو ہریرہؓ ،اورام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ وغیرہ ہم سے حدیثوں کا سماع کیا تھا۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے خاص طور پر استفادہ کیا تھا اس لیے اصحاب ابن عباسؓ میں شمار ہوتے ہیں۔ جلیل القدر ائمہ نے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ تفسیر ،حدیث ،فقہ تمام اسلامی علوم کے جامع تھے۔ حضرت میمون بن مہرانؒ خود بڑے مرتبے کے تابعی تھے۔ ان کا قول ہے کہ جس زمانے میں سعید بن جبیرؒ نے شہادت پائی روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا، جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو۔

ایسے جلیل والقدر امام کی کسر نفسی اور فروتنی کا یہ حال تھا کہ گناہ گاروں کو بھی ان کے گناہوں پر ٹوکتے ہوئے شرماتے تھے فرماتے تھے۔

میں ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں لیکن اپنی حالت کو دیکھتا ہوں تو دوسروں کو ٹوکتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔

اللہ اکبر! یہ انکسار نفس! اور عمل کے بارے میں یہ احساس کمتری۔ اے کاش! ان کی کسر نفسی اور خدا ترسی اور ان کے احساس نفس کا سواں حصہ بھی ہمیں میسر آجاتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ بڑے ذاکر و شاغل بزرگ تھے۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ قلب سوز و گداز سے مالا مال تھا۔ آپ کی رات کی نماز گریہ وزاری کی نماز ہوتی۔ روتے روتے آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی ایک رات میں پورا پورا قرآن مجید ختم

کر دیتے۔ اسکے ساتھ خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ خوف وخشیت سے متعلق باتوں کو فرطِ تاثر بار بار دہراتے۔ سعید بن عبیدؒ کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن جبیرؒ کی امامت میں نماز پڑھی ہے۔ اوران کو آیت: کو بار بار دہراتے سنا ہے۔

اذا الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم

جب دوزخیوں کی گردن میں طوق ہونگے جن سے پکڑ کر وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچے جائیں گے۔

اسی طرح کا بیان قسم بن ایوب کا ہے۔ وہ کہتے ہیں، میں نے ان کو آیت بیس مرتبہ سے زیادہ بار دہراتے سنا ہے:

......واتقوا یوما ترجعون فیه......

اس دن سے ڈرو جس دن خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے

ابوبکر بن فواکؒ کا خوف آخرت سے رونا

۱۱۵...... ابوعلی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر بن فواکؒ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا، مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے فرمایا کہ گھبرایئے نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عافیت دیں گے۔ فرمانے لگے کہ کیا تم یہ سمجھے کہ میں موت کے خوف سے روتا ہوں۔ بات یہ نہیں مجھے مابعد الموت کا خوف ہے کہ وہاں کوئی عذاب نہ ہو۔

رشوت کے اثرات

۱۱۶...... شریح قاضیؒ فرماتے ہیں کہ رشوت سے بچو کیونکہ یہ دانا کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رشوت حق پسند منصف کی آنکھ کو بند کر دیتی ہے۔ حسن بصریؒ جب کسی حاکم یا اسکے کارندے کو کسی فقیر پر صدقہ کرتے دیکھتے، تو فرماتے:

اے مساکین پر رحم کھانے والے! ان پر رحم کر جن پر تو نے ظلم کیا

ہے اوران کا حق واپس کردے کیونکہ ایسا کرنے سے تو اپنے ذمہ
سے خلاصی پالے گا۔

قرب قیامت کے لوگ:۔

میمون بن مہرانؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے اور اس سے سبکدوش ہونے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہے تو اسے چاہیے کہ ہر نماز کے بعد مظلوم کے لیے استغفار کرے کیونکہ اس طرح وہ اس ظلم سے سبکدوش ہوجائیگا، انشاءاللہ تعالیٰ۔ حذیفہؓ فرماتے تھے کہ قرب قیامت میں امراء فاجر ہونگے اور علماء فاسق اور امین خائن ہوجائیں گے۔

دو قسم کھانے والے اکٹھے نہیں ہوں گے

۱۱۷...... ابی حفصؒ نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی کہ عمر بن ضرور جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت.
اور خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مرجاتا ہے خدا اسے
(قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھائے گا۔

تو کہتے تھے: ہم زور لگا کر یہ قسم کھاتے ہیں کہ مرنے والے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو یا اللہ کیا آپ ان دو قسم کھانے والوں کو ایک ہی گھر میں جمع کریں گے۔ پھر ابو حفص پھوٹ کر رونے لگے:

انسانی زندگی اور دنیا کی مثال

۱۱۸...... انسانی زندگی کی ناپائیداری کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انسانی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔ اگر جوان آدمی چراغ شام ہے تو بوڑھا آدمی چراغ سحر کی مانند ہے، کسی بھی وقت بجھ سکتا ہے۔

یہ دنیا پل کی مانند ہے عقل مند انسان پل پر گھر نہیں بناتا اور نہ ہی اس سے دل لگاتا ہے۔ جس نے دنیا کی زندگی فضول کاموں میں گزار دی اور موت کی تیاری نہ کی اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے اس نے بغیر کشتی کے سمندر میں چھلانگ لگادی اور پھر کامیابی کی امید رکھی کہ منزل پر پہنچ جائے گا۔ جب تک کسی کام کی تیاری نہ ہو اس کام میں ۱۰۰ افیصد کامیابی نہیں ہوتی تو آخرت کے سفر میں بغیر تیاری کے کس طرح کامیابی ہوسکتی ہے۔

ہم سب کے سب ایک ہی کام کر رہے ہیں وہ یہ کہ موت کی طرف رواں دواں ہیں۔

جب ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ خشیت عطا فرما دیتے ہیں تو اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ آدمی گناہوں سے بچ جایا کرتا ہے۔ یاد رکھنا! ہر چیز کی کوئی دلیل ہوتی ہے اگر کوئی پوچھے کہ اس کو خشیت الٰہی حاصل ہے یا نہیں تو اس کی دلیل یہ ہوگی کہ اس نے اپنی زندگی میں گناہوں کو ترک کر دیا ہے یا نہیں۔

اگر گناہوں کو ترک کر چکا ہے تو پھر اسے خشیت کی وہ کیفیت حاصل ہے۔ گناہوں کو ترک کر دینا یہ مومن کی زندگی کا مقصد ہے۔ اسلئے کہ گناہوں کی لذت ابتداء میں شہد کی مانند ہوتی ہے مگر گناہوں کا انجام زہر کی کڑواہٹ کی طرح ہوا کرتا ہے۔

ایک ہی کام سب کو کرنا ہے　　　یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
رہ گئی بات رنج وراحت کی　　　یہ فقط وقت کا گزرنا ہے

زندگی میں مختلف مقام آتے ہیں کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی غمناک ہوتے ہیں۔ زندگی ایسے ہی چلتی رہتی ہے، سب کا سفر جاری ہے، کبھی سوتے ہیں کبھی جاگتے ہیں۔ زندگی کی چال بھی جہاز کی طرح ہے جیسے بحری جہاز ہوتا ہے، اس میں کھا بھی رہے ہوتے ہیں، پی بھی رہے ہوتے ہیں، بات چیت بھی کرتے رہتے ہیں، ساتھ ہی جہاز بھی چل رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہماری زندگی کا جہاز بھی چلتا جارہا ہے۔ اور ہم کام کرتے جارہے ہیں۔

جہاز عمر رواں پر سوار ہیں
سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں

خواجہ غریب نواز اجمیریؒ پر عذاب قبر کے خوف کا اثر

۱۱۹...... ہمسائیوں میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو میت کے ہمراہ ضرور تشریف لے جاتے نماز جنازہ و تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس چلے جاتے تو اکیلے اس کی لحد پر بیٹھے رہتے اور دعائیں جو اس وقت کے لیے موزوں ہیں پڑھتے۔

ایک بار ایک پڑوسی فوت ہو گیا تو حسب سابق جنازے کے ساتھ گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ بھی میت میں تھے، لوگوں کے جانے کے بعد تک حضرت خواجہؒ ہمسایہ کی قبر پر ٹھہر گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؒ کے چہرہ مبارک کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا اور پھر اسی وقت اصلی رنگ پر آ گیا اور آپؒ الحمدللہ پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت قطب الدینؒ نے چہرے کے رنگ کے بدلنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے، لیکن پھر رحمت الٰہی نازل ہوئی۔ خود بھی عذاب قبر سے بے حد خائف رہتے تھے۔ جب کبھی قبر کا تذکرہ ہوتا تو سکتا طاری ہو جاتا اور کبھی چیخیں مار کر روتے۔

دوزخ کے خوف نے ربیع کی نیند اڑا دی

۱۲۰...... قال ابن دینار قالت ابنة الربیع للربیع یا ابت لم لا تنام والناس ینامون ؟فقال انا البیات النار لاتدع اباک ان ینام

ابن دینارؒ بیان کرتے ہیں کہ ربیعؒ کی بیٹی نے (اپنے باپ) ربیعؒ سے کہا پیارے باپ آپ رات کو سوتے کیوں نہیں؟ جبکہ سب لوگ سو جاتے ہیں۔ ربیع نے جواب دیا کہ سونا آگ ہے (وہ آگ) تیرے باپ کو سونے نہیں دیتی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اور ایک بدباطن شخص کا واقعہ

۱۲۱...... ایک شخص جو آپ کی عظمت و کرامت کا منکر تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے رموز خداوندی سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے اس کی بد باطنی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں پہاڑ پر میرا ایک دوست مقیم ہے اس سے جا کر اپنی خواہش کا اظہار کرو، چنانچہ جب یہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا مہیب قسم کا اژدھا بیٹھا ہوا ہے اور یہ اس کو دیکھتے ہی مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے تم مخلوق سے تو اس قدر خائف ہو گئے اور خالق کی ہیبت نے تمہارے قلب میں قطعاً اثر نہیں کیا۔

حضرت شبلی کے دل میں خشیت الٰہی

۱۲۲......ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ نے یہ آیت سنی:

لئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک

امام تراویح پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے یہ آیت سنی تو حضرت شبلیؒ وہیں گر کر بے ہوش ہو گئے۔ ہمیں کیا پتہ کہ عاشقوں کے ساتھ قرآن سن کر کیا ہوتا ہے۔

ناز ہے گل کو نزاکت کا چمن میں اے ذوق!
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

ہماری حالت زار

۱۲...... آج یہاں بھی قرآن پڑھا جاتا ہے مگر معانی کا اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ قاری صاحب پڑھ رہے ہوتے ہیں...... انا من المجرمین منتقمون......اور سننے والے اچھی آواز کی وجہ سے سبحان اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم

ان مجرموں سے خود انتقام لیں گے۔ اور سننے والے بندے، گناہوں کے پلندے سبحان اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فقط قاری صاحب کی آواز کانوں تک پہنچ رہی ہے۔

سب سے بڑی مصیبت

۱۲۴...... فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ...... **یستھب الباکی مع القراۃ......** جب انسان قرآن مجید پڑھے تو اچھا ہے کہ وہ روئے اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ...... **ان یحضر قلبه الحزن......** وہ اپنے دل میں غم کو حاضر کرے۔ والخوف اور اللہ تعالیٰ کے خوف کو حاضر کرے۔ اس کے باوجود بھی اگر رونا نہ آئے تو...... **فانه من اعظم المصائب......** تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو اس بندے کے سر پر آپڑی ہے۔

جزا اور سزا کا دن

۱۲۵...... یہ دنیا جزا اور سزا کی جگہ نہیں ہے کہ اللہ فوری پکڑ شروع کردے، ایک آدمی راتوں اٹھ کر رو رہا، ایک راتوں کو اٹھ کر شراب پی رہا، ایک اپنے حلال میں بچوں کی دوائی کے پیسے بھی نہیں پا رہا، اور ایک حرام کے نقشوں میں پوتوں کے لیے بھی پیسے چھوڑ کے جا رہا، اللہ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ انتظار کرو، وہ وقت دور نہیں ہے۔

......انهم یا رونه بعیدا......ونراه قریباً ......

تمہیں قیامت دور نظر آتی ہے، ہمیں قریب نظر آتی ہے

......انذرهم یوم الازفة......

وہ دن جو قریب آچکا ہے، اس سے ان کو ڈراؤ، وہ فیصلے کا دن بڑھا چلا آرہا ہے۔

......**ان یوم الفصل کان میقات**...... وہ دن اللہ نے فیصلے کے لئے رکھا ہوا ہے۔

.... **افنجعل المسلمین کالمجرمین......مالکم کیف تحکمون......**

اے میرے بندو! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟

ایک رات کو سجدے میں سر رکھ کر رو رہا ہے، ایک رات کو نشے میں ناچ رہا ہے۔ کیا میں ان دونوں کو برابر کردوں گا؟ تمھیں کیا ہو گیا؟ یہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟

......ام لکم کتاب فیه تدرسون......کون سی کتاب تم لوگوں پر آئی ہے۔

جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ رات کو آہیں بھرنے والا، قرآن پڑھنے والا، اور رات کو ناچنے والا دونوں برابر ہو جائیں گے، اتنا اندھا قانون تمھارے رب کا نہیں، خود عدل کا حکم دے رہا ہے اور خود عادل ہے۔

قیامت کے دن کا منظر

۱۲۶...... ایک دن ہے، جس دن پکار پڑے گی...... وامتازو الیوم ایها المجرمون ...... اللہ کی قسم! اللہ کے خوف سے روئیں روئیں سے خون پھوٹنے لگ جائے گا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ اعلان کرے گا، اے مجرمین الگ ہو جاؤ، آج کھرا کھوٹا نکھر کر سامنے آنے والا ہے۔

......و کل انسان......الزمنه طائره فی عنقه...... آج تمہارا عمل تمھاری گردن میں نظر آئے گا یہ دیکھ! تیری تختی تیرے گلے میں پڑی ہے مجھے تم نے غافل سمجھا؟ میں نے سب کچھ بنادیا، پھر سب کچھ مٹادیا......و انا الذی اعیدها...... اور میں ہی تمہیں ایک دن کھڑا کردوں گا۔

کامیابی کا دن

۱۲۷............اور وہ دن ہوگا......یوم یجعل الو الدان شیبا ......جس دن بچہ بوڑھا ہو جائے گا......

......یو مئذ تعرضون......آج عمل پیش ہو گئے، آج میں بھی پیش ہو گیا۔

......لا تخفی منکم خافیة......اب بھاگنا چاہے، بھاگ نہ سکے۔

......این المفر...... چھپنا چاہے چھپ نہ سکے۔

......لا تخفی منکم خافیة...... نکلنا چاہے نکل نہ سکے۔

......فانفذوا...... سارے راستے بند ہو گئے۔

......فاما من اوتی کتابه بیمینه ...... کسی کے سیدھے ہاتھ میں کتاب آئی اس نے نعرہ لگایا...... هاو!...... آجاؤ آجاؤ کہیں گے کیا ہوا؟ کہے گا:

......اقرؤ کتابیة...... میری کتاب پڑھو، میں پاس ہو گیا، کیسے؟

......انی ظننت انی ملق حسابیة ...... مجھے یقین تھا، میرا حساب ہونا ہے، میں اپنی تیاری میں لگا رہا۔

ہنستا ہوا جنت میں جانے والا خوش نصیب

۱۲۸...... بزرگان دین فرماتے ہیں کہ سب سے اچھا رونا وہی ہے جو شوق الٰہی میں ہو۔ اور سب سے بدترین رونا وہ ہے جو دنیا کے جانے پر روئے۔

حدیث شریف میں ہے دنیا میں خشیت الٰہی کے باعث رونے والا قیامت کے دن ہنستا ہوا جنت میں جائے گا۔

قیامت کے دن دوزخیوں کو ایک مقام پر لایا جائے گا اور پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب جی بھر کے رولو۔ کیونکہ دارالعمل (دنیا) میں خوف الٰہی سے تمہارا ایک بھی آنسو نہیں نکلا تھا...... ولیبکو کثیراً جزاء بما کانو یکسبون...... اب چاہیں کہ خوب روئیں اس کے بدلے جو تم کمائی کرتے رہے ہو۔

عطائے سلمیؒ اور خوف خدا

۱۲۹...... حضرت عطائے سلمیٰ بھی خائفین سے تھے۔اللہ تعالیٰ سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے، صرف معاف کرنے کی درخواست کرتے اور مرض میں لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل میں کسی چیز کی خواہش نہیں چھوڑی کہتے ہیں کہ چالیس برس بعد جب انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف کیا تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی۔

عبادت گزار نوجوانوں کی جماعت کا حال

۱۳۰...... آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی وقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہیں مسخ تو نہیں ہو گیا۔اور جب آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ گراں ہوتا، تو فرماتے کہ یہ سب آفتیں میرے ہی باعث ہیں۔ میں مر جاؤں تو سب لوگ راحت پائیں۔اور خود فرماتے کہ ایک روز ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم میں ایسے جوان اور ادھیڑ عمر تھے کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے۔

کثرت قیام سے ان کے پاؤں سوج گئے تھے۔اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔اور پوست استخوان پر جا لگا تھا۔رگیں تار تار کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے اندر کچھ نہیں ہوتا گویا کہ قبروں سے نکلے ہیں۔یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانوں کو کیسے ذلیل کیا۔اسی حال میں چلے جاتے تھے کہ یکا یک ان میں سے ایک بزرگ کا گزر ایک جگہ پر ہوا فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا۔اس کے ساتھی گرد بیٹھ کر رونے لگے۔

رباح قیسیؒ اور خوف خدا

۱۳۱...... عبدالمومن السائغ فرماتے ہیں میں نے حضرت رباع القیسیؒ کی اپنے گھر میں ایک رات دعوت کی تو وہ میرے پاس سحری کے وقت آئے پس جب میں نے کھانا ان کے قریب کیا تو اس میں سے انہوں نے تھوڑا سا کھایا تو میں نے کہا کہ اور کھایئے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھی تک سیر نہیں ہوئے تو انہوں نے ایک ایسی چیخ ماری جس نے مجھ میں گھبراہٹ پیدا کردی اور کہا کہ میں دنیا کے دنوں میں کیسے سیر ہو کر کھا سکتا ہوں جبکہ زقوم درخت کا کھانا جو گناہ گار کا ہے، میرے سامنے ہو۔

تو عبدالمومن فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے سامنے سے کھانا اٹھالیا اور انہیں کہا کہ آپ اس حالت میں ہیں تو ہم دوسری حالت (امید) میں۔ آج ہمارے گھروں کی فضا یہ نہیں ہے کہ ہم سوچیں کہ میرا رب کس طرح راضی ہوگا۔

جہنم کے خوف سے کھانا پینا چھوٹ گیا

۱۳۲...... صالح المریؒ حضرت عطاء سلمیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب جہنم کو یاد کرتا ہوں تو نہ میرے حلق سے کھانا اترتا ہے نہ پانی (امام احمد سندہ)

مرجی بن دعاؒ کہتے ہیں میں صالح مریؒ کے ساتھ چلا اور عطا سلمیؒ کے پاس پہنچے۔ ہم نے انہیں عرض کیا کہ آپؒ نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ فرمایا جب میں دوزخیوں کا پیپ کھانا یاد کرتا ہوں تو میں اس کھانے کو نگل نہیں سکتا (عبداللہ بن احمد)

زندگیوں کے رخ ہی تبدیل ہو گئے

۱۳۳...... بچوں کی تربیت اس طرح نہیں ہوئی کہ وہ یہ سوچیں کہ ہم اپنے اللہ کو کس طرح

راضی کریں؟ ماں باپ نے ڈنڈا پکڑا ہوا ہے کہ پڑھو پڑھو کمانے والے بنو۔ نہیں کماؤ گے تو بھوکے مرو گے۔ ساری طاقت ایسے گھر بنانے میں اور اپنے ظاہر سنوارنے میں لگ رہی ہے۔ یہ دردو غم نکل گیا۔ کہ ہائے میں کیسے اپنے اللہ کو راضی کروں گا۔

میری اولاد کیسے اللہ کو راضی کرے گی۔ یہ محنت ہی ختم ہو گئی۔ نماز پڑھی تو وہ بھی ٹھیک ہے۔ نہ پڑھنے کی خوشی، نہ چھوٹنے کا غم۔ قرآن تلاوت ہو جائے تو خوشی کوئی نہیں، رہ جائے تو غم کوئی نہیں۔ یہ کیا مردہ دلی ہے؟ دس روپے کا نفع ہو جائے تو سب خوش ہو رہے ہیں دس روپے کا نقصان ہو جائے تو سب غمگین ہو رہے ہیں۔ گھر میں ایک بچہ بیمار ہو جائے تو سارے گھر والے پریشان ہو رہے ہیں۔ کوئی خوشی کی بات ہو جائے تو سارے گھر والے خوش ہو رہے ہیں۔

میرے بھائیو! یہ بھی کوئی خوشی اور غم کی چیزیں ہے۔ ایک نماز چھوٹ جائے تو ہم کتنے تڑپتے ہیں، ہم مچل جاتے، ہائے اللہ میری نماز گئی۔ یہاں تو مہینوں گزر۔ فرض نمازیں چھوٹی پڑیں ہیں۔ دردو غم، بے چینی بے قراری جو اللہ کے لیے ہونی تھی وہ پیسے کے لیے چل پڑی، اللہ کی ذات کو مقصد بنائیں۔

ہمارے مردوں عورتوں کو اللہ نے راستہ دیا ہے۔ کہ اے میرے بندو اور بندیوں مجھے سامنے رکھ کر چلو، میں ہوں تمہارا خالق اور مالک، میں ہوں تمہارا معبود مجھے راضی کرو۔ اللہ پر فدا ہونا ہی ہماری زندگی ہے۔ اللہ کو راضی کرنا ہماری زندگی ہے۔

غفلت بھری زندگی سے بیدار ہو جائیے

۱۳۴......میرے بھائیو اور دوستو!

اس وقت ساری دنیا کے انسان کیا کافر کیا مسلمان وہ من چاہی زندگی پر چل رہے ہیں۔ جو جی میں آیا وہ کرنا ہے اور جو جی میں نہ آیا وہ نہ کرنا ہے، اپنی من چاہی زندگی کا دستور گزشتہ تین سو سال سے باطل کی محنت ہوتے ہوتے، وہ ہمیں اس وقت یہاں تک پہنچا چکے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اثر لینا یا اس کے رسول سے اثر لینا، یا آخرت سے اثر لینا ہمارے دلوں سے یا مٹ چکا ہے یا دھندلا ہو چکا ہے...... یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا...... بس یہ فیصل آباد کے چار دن ہی ہمیں اچھے لگ رہے ہیں...... وهم عن الاخرة هم غافلون...... اور موت کے بعد جو آنے والی زندگی ہے، اس سے یہ سارا جہان غافل ہے۔

خوف خدا کا انعام

۱۳۵...... جب حضرت عطاء سلمیؒ فوت ہو گئے۔ تو صالح مرّی نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا ذرا بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا۔

عطاء سلمیؒ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابدی عزت عطا کی ہے۔ اور اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔

صالح مرّی نے کہا: آپ دنیا میں تو بڑے مغموم اور پریشان رہا کرتے تھے۔ اور ہر وقت روتے رہتے تھے۔ بتایئے اب کیا حال ہے۔؟ اب تو اللہ کے فضل سے میں بہت خوش اور مسکراتا ہوں۔ میرے رب نے مجھے بلایا اور فرمایا: نیک بندے! تو اتنی گریہ وزاری کیوں کیا کرتا تھا؟ میں نے عرض کیا۔ یا اللہ صرف اور صرف تیرے خوف اور ڈر کی وجہ سے۔

میمونؒ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں آپنے نفس کو برا کہتا ہے۔ لیکن اِسے خبر نہیں ہوتی۔ لوگوں نے عرض کی وہ کیسے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ نماز میں...... الا لعنة الله علی الظالمین...... پڑھتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اپنے نفس پر گناہوں کے ذریعے ظلم کرتا ہے۔ اور لوگوں پر ان کا مال کھانے اور ان کی بے آبروئی کرنے سے ظلم کرتا ہے۔

☆☆☆☆

خواجہ منصور اور خوف خدا

۱۳۶...... ایک دفعہ خواجہ منصورؒ عماد ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک! میں نے کتنے گناہ کیے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری حالت کیا ہوگی۔ یہ سن کر آپ نزدیک گئے۔ تو اس کی آہ وزاری سن کر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے اور یہ پڑھا:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون

دوزخ ایک ایسا مقام ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور اس پر سخت طبیعت فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو کسی پر رحم نہیں کرتے جس طرح ان کو حکم ہوتا ہے، کرتے ہیں۔

ایک آیت سن کر جان دے دی

۱۳۷...... اسی طرح آدمیوں سے سلوک کرتے ہیں۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ نعرہ کی آواز آئی۔ اور تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا لیکن کوئی آواز نہ آئی۔ میں آگے چلا گیا۔ جب دن ہوا۔ اور اس مکان کے قریب گیا اور حال پوچھا تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں پوچھنے ہی کو تھا کہ گھر کا مالک کون ہے، کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی نکلی۔ میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کا اس متوفی سے کیا رشتہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ متوفی کی والدہ ہے۔

وہ شخص بہت پرہیز گار تھا۔ رات بھر نماز ادا کرتا رہتا۔ اور دن کو روزہ رکھتا اور

حضرت رسول کریم ﷺ کی اولاد سے تھا۔ آج سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا۔ ایک مرد پاس سے گزرا۔ جس نے قران شریف کی ایک آیت پڑھی۔ قرآن شریف سنتے ہی زمین پر گر پڑا اور فوت ہو گیا۔ منصور عماد رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے ہی یہ آیت پڑھی تھی، پھر اس نوجوان کی نماز جنازہ ادا کی۔

اللہ سے شرم نہ کرنے کا انجام

۱۳۸...... حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دروازہ بند کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گویا مخلوق سے شرم کی اور اللہ تعالیٰ سے شرم نہ کی۔ اللہ تعالیٰ اس کا حساب سختی سے لے گا اور اس کو سخت ملامت کرے گا، پھر اس کی طرف غضب کی نظر سے دیکھے گا اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو، پس ہزار یا اس سے زیادہ فرشتے اس کو پکڑنے کے لیے دوڑیں گے اور اس کو منہ کے بل کھینچیں گے۔ کہتے ہیں کہ وہ ان کے ہاتھوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پس اے بندے اللہ سے ڈر اور خشیت الٰہی اختیار کر اور اپنے گناہوں کو ترک کر کے توبہ کر تا کہ اللہ کے عذاب سے بچ سکے۔

تین دن اور تین راتیں مسلسل رونے والا شخص

۱۳۹...... حضرت عطا سلمٰی رحمۃ اللہ علیہ نے خشیت الٰہی کی وجہ سے چالیس سال تک نہ تو کبھی آسمان کی طرف دیکھا اور نہ ہی کبھی کسی نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا اور خوف خدا میں جب رونا شروع کرتے تو پھر تین دن اور تین رات تک مسلسل روتے رہتے تھے۔ اسی طرح جب کبھی آسمان پر بادل نمودار ہوتے یا بجلی کڑکتی تو آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔ بدن کانپنا شروع ہو جاتا اور بے چینی سے کبھی بیٹھ جاتے اور کبھی اٹھ کھڑے ہوتے، ساتھ ہی روتے ہوئے کہا:

و جو ھم فی النار یقو لون یلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسول

جس دن ان کے چہرے جہنم میں الٹ پلٹ کیے جائینگے اور وہ یہ کہتے ہوں گے کہ کاش ہم لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کرلی ہوتی۔

یہ آیت سن کر وہ بے ہوش ہو گئے پھر جب ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اے صالح! کچھ زیادہ پڑھیئے کیونکہ میں اپنے دل میں غم کی کیفیت محسوس کرتا ہوں تو میں نے یہ پڑھ دیا:

کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدو فیھا

جب جہنمی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوبارہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے

اس آیت کو سن کر وہ عابد زمین پر گر پڑے اور اسی دم میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

گناہوں والی جگہ کو دیکھ کر لرز گئے

۱۴۰...... ایک روز غلام عتبہ رحمۃ اللہ ایک مکان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ کانپنے لگے اور پسینہ آگیا۔ لوگوں نے اس کا باعث پوچھا تو فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں میں نے چھوٹی عمر میں گناہ کیا تھا۔

عشق الٰہی میں غرق حاجی کا قصہ

۱۴۱...... مالک بن دینارؒ نے بصرہ سے پیادہ حج کیا تو کسی نے ان سے سوار ہونے کو کہا۔ وہ فرمانے لگے کیا بھاگا ہوا نافرمان غلام اپنے آقا سے مصالحت کے لیے سوار ہو کر جانا پسند کرے گا؟ واللہ اگر میں انگاروں پر چل کر بھی مکہ جاؤں تو یہ بھی کم ہے۔ پس اے برادر! جان لے کہ اگر گناہ دیرینہ ہو جائے تو استغفار سے غافل نہ ہو کیونکہ تجھے گناہ کا تو یقین ہے لیکن مغفرت کا شک ہے لہٰذا دن رات استغفار کرتا رہ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

حضرت جنیدؒ اور خوف خدا

۱۴۲...... حضرت جنید بغدادیؒ نزع کی حالت میں تھے۔قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔لوگوں نے کہا حضور ساری عمر تلاوت کی ہے۔ہمت نہیں، طاقت نہیں، اب تو اپنے اوپر رحم کیجئے! فرمایا: تمہارا ناس ہو جائے اس وقت سے زیادہ میں کسی وقت بھی محتاج نہیں تھا، خاتمہ بالخیر ہو جانا بہت بڑی دولت ہے۔اور اللہ اس سے معاف رکھیں کہ کسی کا خاتمہ برا نہ ہو۔بس یہیں سب کچھ فیصلہ ہو جاتا ہے۔

پہلی منزل تو نزع ہے، مرنے کو تو سارے ہی مرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ کیسے مرا؟ اور کیا لے کر مرا ہے؟ ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ حضرت! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ گناہ سے حفاظت فرمائے۔تو فرمایا تم گناہ کو روتے ہو یہاں ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

گناہ کی تو معافی ہو جائیگی خدانا خواستہ اگر ایمان ہی جاتا رہا تو پھر کیا ہوگا؟ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو کھینچنے والی ظلم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ظالم کے لیے یہ بڑا مشکل وقت ہوتا ہے، اور ظالم کس کو کہتے ہیں؟ ظالم کون ہوتا ہے؟ کسی سے بے انصافی کرنے والا! کسی کے حقوق جو ہمارے ذمہ لازم ہیں اور ہم نے اس کا حق ادا نہ کیا تو یہ ظلم ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

ظلم قیامت کے دن ظلمتیں بن جائیں گی، ہر طرف اندھیرا، چار سو اندھیرا کدھر جائیں گے؟ کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہوگا۔

جریری محدث کا بیان ہے کہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کی جانکنی کے وقت جب کہ وہ سکرات کے عالم میں تھے۔حاضر ہوا تو وہ تلاوت کر رہے تھے۔جمعہ کا دن تھا، جب وہ تلاوت ختم کر چکے تو میں نے عرض کی کہ اس وقت بھی آپؒ تلاوت کر رہے ہیں؟ تو انہوں

نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ تلاوت کا حقدار دوسرا کون ہوگا؟ دیکھ نہیں رہے ہو کہ میری زندگی کا اعمال نامہ لپیٹا جارہا ہے۔ پھر کسی نے آپؒ سے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو تڑپ کر آپؒ نے فرمایا: میں اس کلمہ کو تو زندگی بھر کبھی نہیں بھولا جو تم مجھے اس وقت یاد دلا رہے ہو۔

ابو العباس بن عطا کہتے ہیں کہ میں نزع کے عالم میں حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا پھر تھوڑی دیر بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے معذور سمجھو۔ میں اس وقت وظیفہ میں مشغول تھا پھر اپنا چہرہ انہوں نے قبلہ مبارک کی طرف کرلیا اور نعرہ لگایا اور روح نکل گئی۔

حضرت عمر بن درہم خوف خدا سے سات دن بھوکے رہے

۱۴۳...... سوار بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں عمر بن درہم کے ساتھ کسی ساحل سمندر پر رہ رہے تھے اور یہ کھانا نہیں کھاتے تھے مگر سحری سے سحری کے وقت پس ہم ان کے پاس کھانا لائے جب انہوں نے لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو کسی تہجد پڑھنے والے کو آیات پڑھتے ہوئے سنا:

ان الشجرۃ الزقوم طعام الاثیم کالمھل بغلی فی البطون کغلی الحمیم

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا۔
جو (صورت کے مکروہ ہونے) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا (اور)
پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

تو ان پر غشی طاری ہوگئی اور ہاتھ سے لقمہ گر پڑا اور کہیں طلوع فجر کے بعد جاکر ہوش آیا۔ اسی حالت میں یہ سات دن تک رہے کہ کچھ بھی نہیں کھاتے۔ جب بھی انکے سامنے کھانا لایا جاتا یہ آیت سامنے آجاتی اور اٹھ جاتے کچھ بھی نہ کھاتے۔ یہ حالت دیکھ کر ان کے شاگردان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ اپنے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ سب وہ برابر وہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے کچھ کھانا شروع کر دیا۔

حضرت حبابہ اور خوف جہنم

۱۴۴...... حضرت عبیداللہ بنولید تیمیؒ حضرت حبابہ تیمیہؒ کے پاس تشریف لائے۔انہوں نے ان کے سامنے روٹی، گھی اور شہد رکھا تو انہوں نے فرمایا اے حبابہ! کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتی کہ یہ کھانا بعد میں جھاڑ کانٹے (جہنم کا کھانا) بن جائے۔ابو سعید (اس بات کے راوی) کہتے ہیں کہ اس بات کے بعد وہ روتے رہے اور وہ بھی روتی رہیں۔یہاں تک کہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ بھی نہ کھایا۔

چالیس سال تک کوئی گناہ نہ کرنے والا

۱۴۵...... ایک اور بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے فتح موصلی کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور آنکھوں سے بہنے والے آنسو خون آلود ہیں۔میں نے پوچھا آنکھوں کا یہ کیا حال بنا رکھا ہے فرمایا:-

ایک مدت اپنے گناہوں پر وہ آنسو بھی بہاتا رہا ہوں جو پانی کے قطرے تھے اب ان آنسوؤں پر خون کے آنسو بہاتا ہوں جو اخلاص سے خالی رہ گئے تھے (اور بہہ گئے تھے)

آپ کی وفات کے بعد کسی نے آپؒ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا:

الحمدللہ ہمیں تو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور یہ عزت و مرتبہ ان آنسوؤں کی بدولت حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔اور ارشاد ہوا کہ میری عزت کی قسم! کہ چالیس سال تک تمہارا جو اعمال نامہ بھی فرشتوں نے میرے سامنے پیش کیا میں نے اسے خطاؤں سے بالکل سے خالی پایا۔

اللہ کے دیدار کا طالب

۱۴۶...... ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ قیامت میں ہم آپ کو کہاں تلاش کریں۔ انہوں نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مصروف ہوں گے وہاں آ کر دیکھ لینا۔ لوگوں نے پوچھا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا میں نے اپنی آنکھوں کو ہر حرام چیز سے بند کر لیا ہے۔ اور ہر برائی اور گناہ سے اپنے آپ کو بچالیا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ میری جنت بس یہ ہو کہ میں آپ کو دیکھتا رہوں۔ شاعر کہتا ہے۔

اے دلوں کے پیارے تیرے سوا میرا کون ہے
آج کے دن تو میرے گناہوں پر رحم کر دے
جنتوں میں میرے لیے کوئی چیز نہیں ہے
میرے مولا جنت تو میں صرف اس لیے چاہتا ہوں تا کہ آپ کا دیدار ہو

اے توبہ کرنے والوں کی جماعت! آج تم نفسانی خواہشات سے روزہ رکھ لو تا کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت عید الفطر پالو۔ موت میں تاخیر کی وجہ سے تمہاری امیدیں لمبی نہ ہو جائیں کہ روزے کا بڑا دن ختم ہونے والا ہے۔ اور ملاقات کی عید کا دن قریب آنے والا ہے۔ شاعر کہتا ہے: وہ دن جو جمع کرنے والا ہوگا وہ دن میری عید کا ہوگا کہ اس دن اس کے سوا میری کوئی عید نہیں ہے۔

مولانا رومیؒ اور خوف خدا

۱۴۷...... مولانا روم کے متعلق ان کے سیرت نگار کہتے ہیں کہ اول عشاء سے نماز شروع کی حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ ایک مرتبہ جاڑوں کے دن تھے مولانا نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ آنسوؤں سے تر ہوگیا۔ سردی نقطۂ انجماد سے کم تھی اس لیے آنسو جم کر یخ ہوگئے تھے۔ لیکن آپ اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔

دنیا کے غموں سے نجات حاصل کرنے کا آسان حل

۱۴۸...... ہمارے سلف صالحین دن رات اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے لگے رہتے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ سلف صالحین کے اوپر ہر وقت یہ غم سوار رہتا کہ آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ ہر وقت آخرت کی تیاری کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ ایسے ہی جیسے آج لوگ مال اور روزی کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔

ایک بزرگ عجیب بات فرمایا کرتے تھے: اے دوست! جتنی محنت سے تم جہنم خریدتے ہو اس سے آدھی محنت سے تم جنت خرید سکتے ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے غموں کو آخرت کے غم بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے غموں سے نجات عطا کر دیتا ہے۔

عقلمند بوڑھے کا خوف خدا

۱۴۹...... حضرت اصمعیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سعدون کے قریب سے گزرا وہ ایک نشہ میں مدہوش بوڑھے آدمی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا اے سعدون میں تمہیں اس بوڑھے آدمی کے پاس بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ کہنے لگے یہ پاگل ہے۔ میں نے کہا تم پاگل ہو یا یہ بوڑھا؟ کہنے لگے بلکہ یہ بوڑھا پاگل ہے۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ سعدون نے جواب دیا اس لیے کہ

لانی صلیت الظهر و العصر جماعة و هو لم یصل جماعة و لا فرادی

میں نے ظہر اور عصر کی نماز با جماعت پڑھی ہے۔ اور اس نے نہ تو جماعت کے ساتھ پڑھی ہے اور نہ ہی تنہا۔

سچ ہے عقلمند وہی ہے جو آخرت کے ساتھ اس کی تیاری میں مصروف رہے۔ دیوانہ اور پاگل بلکہ بدبخت وہی ہے جو اس چند روزہ دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہو کر آخرت سے غافل ہو گیا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت و العاجز من اتبع نفسه و تمنی علی الله

عقلمند وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکا اور موت کے بعد جو پیش آنے والا ہے۔ اس کے لیے تیاری کی۔ اور بے وقوف وہ ہے جو نفس کی اطاعت کر رہا ہے۔ اور اللہ پر بخشش کی امید رکھتا ہے۔

خوف جہنم سے کروٹیں بدلتے رہے

۱۵۰..... حضرت شداد بن اوس انصاری جب بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑا دی ہے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔

عبادت الٰہی میں مشغول عابد کا عجیب قصہ

۱۵۱..... ایک بزرگ کہتے ہیں میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں جا رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں نے ایک آواز سنی۔ میں اس آواز کی طرف چل دیا، دیکھا کہ ایک سبزہ ہے۔ وہاں ایک درخت ہے۔ اس کے نیچے ایک شخص کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ آیت بار بار پڑھتے ہیں:

یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً وما عملت من سوء تود لو ان بینھا وبینه امداً بعیداًویحذ رکم اللہ نفسه

جس دن ہر شخص اپنے اچھے کاموں کو (جو اس نے دنیا میں کئے ہونگے) سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کاموں کو بھی (سامنے لایا ہوا پائیگا) اور اس بات کی تمنا کرتا ہوگا۔ کاش اس دن کے درمیان اور اس آدمی کے (یعنی میرے) درمیان بہت بڑی دور دراز کی مسافت حائل ہو جاتی۔

(کہ یہ برے اعمال اس کے سامنے نہ آتے اور تم کو اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ (اس کے مطالبہ اور حساب سے بہت اہتمام سے ڈرتے رہو) یہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں چپکے سے ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ بار بار اسی آیت کو پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ اتنے میں انہوں نے ایک زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ مجھے قلق ہوا کہ یہ

میری نحوست کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے ہیں۔

بہت دیر میں ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جھوٹے طور پر کھڑے ہو کر رونے والوں سے (گویا انہوں نے اپنے اس پڑھنے اور رونے کو نفاق کا رونا قرار دیا۔) اور اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بیہودہ لوگوں کے اعمال سے (کہ میرا یہ رونا اور پڑھنا لغو آدمیوں کا پڑھنا ہے۔ کہ میرے برابر دوسرا کون بیہودہ ہوگا۔)

اے اللہ میں تجھ سے غافل لوگوں کے اعراض سے پناہ مانگتا ہوں (کہ میرا یہ فعل بھی غفلت کے ساتھ ہو رہا ہے) پھر کہنے لگے:-

یا اللہ ڈرنے والوں کے دل تیری ہی طرف عاجزی کرتے ہیں اور نیک عمل میں کوتاہی کرنے والوں کے دل تیری ہی (رحمت کی) طرف امیدیں لگاتے ہیں۔ عارف لوگوں کے دل تیری ہی بڑائی کے سامنے ذلیل ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے (جیسا کہ مٹی وغیرہ ہاتھ میں لگ جانے سے جھاڑے جاتے ہیں اور فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام اور دنیا کو مجھ سے کیا کام، اے دنیا تو اپنے بیٹوں کے پاس چلی جا، تو اپنی نعمتوں کے قدر دانوں کے پاس چلی جا، تو اپنے عاشقوں کے پاس چلی جا، انہیں کو دھوکے میں ڈال (مجھے دق نہ کر)۔ پھر کہنے لگے پہلے زمانے والے کہاں گئے۔ سب کے سب مٹی میں مل گئے، بوسیدہ ہو کر خاک میں مل گئے، اور جو جو زمانہ گذر رہا ہے لوگ فنا ہوتے جا رہے ہیں۔

میں نے ان بزرگ سے کہا کہ میں بڑی دیر سے آپ کے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ فرمانے لگے ایسے شخص کو کہاں فرصت مل سکتی ہے جس کو وقت کے ختم ہونے کا فکر ہو رہا ہو۔ وہ جلدی کرتا ہے کہ وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے کچھ کر لوں، وقت جلدی کر رہا ہے کہ میں کسی طرح جلدی ختم ہو جاؤں۔

وہ کیسے فارغ ہو سکتا ہے جس کو وقت گزر جانے سے موت کے جلدی آنے کا ڈر

ہو، وہ کیسے فارغ ہو سکتا ہے جس کے اوقات گزرتے جارہے ہوں۔ اوران گزرے ہوئے اوقات میں جو گناہ اس نے کیے ہوں وہ اس کے حساب میں جمع ہوں۔

پھر وہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تو ہی میری اس مصیبت کے لئے (یعنی جو گناہ میرے اس حساب میں جمع ہو گئے) اور ہر آنے والی مصیبت کے لیے پناہ کی جگہ ہے۔ (تیری ہی رحمت سے بیڑا پار ہو سکے گا) پھر تھوڑی دیر اس میں مشغول رہے۔ پھر قرآن کی دوسری آیت پڑھی:

و بدالھم من اللّٰہ مالم یکون یحتسبون

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ وہ معاملہ پیش آئے گا
جس کا ان کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

یہ ایک آیت شریف کا ٹکڑا ہے۔ پوری آیت شریفہ یہ ہے۔

**ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا و مثلہ معہ
لافتدو بہ من سوء العذاب یوم القیمۃ وبدالھم من
اللّٰہ ما لم یکونو یحتسبون**

جن لوگوں نے (دنیا میں) ظلم کیے (یعنی کفر و شرک وغیرہ کیا تھا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے) اگر ان کے پاس دنیا کی تمام چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لیے (بے تردد) ان سب کو فدیہ میں دے دیں (لیکن فدیہ اس دن قبول نہیں ہے)

جیسا کہ سورۃ بقرہ میں کئی جگہ اور سورۃ مائدہ میں گزرا) اور (ان لوگوں کے ساتھ) خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ معاملہ پیش آئیگا جس کا ان کو (وہم اور) گمان بھی نہ ہوگا (کہ اتنی سختی بھی ہو سکتی ہے۔ اس جگہ کئی آیتیں اس مضمون کے مناسب ہیں۔)

غرض ان بزرگ نے جب یہ آیت پڑھی اور اس سے پہلے بہت زیادہ چلائے اور بے ہوش ہو کر زمین پر اس طرح گرے کہ میں یہ سمجھا کہ جان نکل گئی۔ میں ان کے قریب

پہنچا تو وہ تڑپ رہے تھے۔ بہت دیر کے بعد افاقہ ہوا تو وہ کہہ رہے تھے۔

اے اللہ جب میں (قیامت میں) آپ کے سامنے کھڑا ہوں تو محض اپنے فضل کی وجہ سے میرے گناہ معاف فرما دیجیو، اور اپنی ستاری کے پردہ میں مجھے چھپالیو۔ اور صرف اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرما دیجیو۔

میں نے ان سے کہا کہ جس پاک ذات کی رحمت سے تم امید کر رہے ہو اسی کے واسطے میری یہ درخواست ہے کہ ذرا میری بات سن لیجیے۔ انہوں نے فرمایا تجھے ایسے شخص سے بات کرنا چاہیے جس سے تجھے نفع ہو۔ اور جس شخص کو اس کے گناہوں نے ہلا کر رکھا ہو۔ (یعنی میں) ایسے شخص سے بات کرنا چھوڑ دے۔

پھر فرمایا کہ میں اللہ جانے کتنے عرصہ سے شیطان سے لڑ رہا ہوں۔ میں اس سے لڑائی میں مشغول ہوں اور وہ مجھ سے لڑنے میں مشغول ہے۔ (کہ وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹانے کی ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے۔)

اس کو اب تک تیرے سوا کوئی ایسی صورت نہ ملی جس سے وہ مجھے اس چیز سے ہٹا دیتا جس میں میں مشغول ہوں (یعنی اللہ کی توجہ کی طرف) پس تو مجھ سے دور ہو جا۔ تو شیطان کے دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ تو نے میری زبان کو مناجات سے معطل کر دیا۔ اور میرے دل کو (حق تعالیٰ شانہ سے ہٹا کر) اپنی بات کی طرف متوجہ کر دیا، میں اللہ تعالیٰ شانہ سے تیرے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس پاک ذات سے اس کی بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے غصہ سے مجھ کو پناہ دے۔

یہ صاحب جو بات کرنا چاہتے تھے کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ میں نے ان کی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے توجہ ہٹائی ہے ایسا نہیں ہو کہ اس کی وجہ سے مجھ پر کوئی عذاب نازل ہو جائے۔ اس وجہ سے میں اس جگہ سے اٹھ گیا۔

کرز بن وبرہؒ اور خوف خدا

۱۵۲...... حضرت کرز بن وبرہؒ ہر روز تین قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ عبادت میں ہر وقت منہمک رہتے تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ نے اپنے نفس کو بڑی محنت میں ڈال دیا۔ فرمانے لگے ساری دنیا کی عمر کتنی ہے اس نے کہا سات ہزار برس۔ فرمایا قیامت کا دن کتنا ہے عرض کیا پچاس ہزار برس۔

فرمانے لگے تم میں سے کوئی اس سے عاجز رہ سکتا ہے کہ دن کے ساتویں حصہ میں محنت کر لے تا کہ سارے دن سے راحت ملے (یعنی اگر کسی شخص کو صرف ساڑھے تین گھنٹہ محنت کر کے سارا دن راحت ملے تو کون چھوڑ سکتا ہے) پس اگر قیامت کے دن کی راحت کے لیے کوئی دنیا کی پوری زندگی سات ہزار برس بھی محنت کر لے تو تب بھی بڑا نفع کا سودا ہے چہ جائیکہ آدمی کی عمر دنیا کی عمر سے بھی بہت تھوڑا سا حصہ ہے۔ اور آخرت کا دن قیامت کے بعد بھی بے انتہا ہے۔ یہ چند قصے نمونے کے طور پر ذکر کیے گئے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تھے پہلے زمانے کے بزرگوں کی عادت اور خصلت۔ اگر تیرا متمرد نفس عبادت خود نہیں کر سکتا تو ان مر مٹنے والوں کے احوال پر غور کرو۔ اور یہ غور کر کہ ان اکابر کا اقتداء۔ اور ان بزرگوں کی جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے۔ جو دین کے حکیم اور آخرت میں بصیرت رکھنے والے تھے۔ یا اپنے زمانہ کے ان جاہلوں کا اقتداء بہتر ہے جو دین سے غافل ہیں۔ ایسا ہر گز نہ کر کہ عقل مندوں کا اتباع چھوڑ کر احمقوں کا اتباع کرے۔

حکایت ہے کہ ایک اعرابی ایک قوم کے پاس اترا، انہوں نے اسے کھانا پیش کیا۔ اس نے کھایا، پھر ان کے خیمے کے سایہ میں سو گیا، ان لوگوں نے خیمے اکھاڑے، اعرابی کو دھوپ کی تیزی محسوس ہوئی تو بیدار ہوا اور چلا گیا اور کہہ رہا تھا۔

الا انما الدنیا کظل بیته ولا بد یوماً ان ظلک زائل

(خبردار دنیا ایک سائے کی مانند ہے، ایک دن اس کا سایہ ضرور ختم ہونے والا ہے)

ایک شعر یہ بھی کہا:

الا انما الدنیا مقیل لراکب

قضی وطراً من منزل ثم هجراً

(خبردار! دنیا ایک مسافر کی آرام گاہ ہے جس نے اس میں ذرا آرام کیا اور چلا گیا) ایک حکیم نے اپنی ساتھی سے کہا طالب نے تجھے عذر پیش کیا اور وہ سب سے بڑا مجرم ہے جس نے ایمان و یقین کو برباد کیا اور نیکی نہ کی۔

خدا کے روبرو حاضری کا خوف

۱۵۳...... حضرت علی بن محمد بن ابراہیم صفارؒ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت اسود بن سالم کے ہاں حاضر ہوا تو وہ یہ دو بیت کہہ رہے تھے، ان کو دہراتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔

امامی موقف قدام ربی بسائلی وینکشف الخطا

وحسبی انامر علی صراط کحد السیف اسفله لظن

میرے سامنے میدان قیامت ہے اور پروردگار بھی میرے سامنے ہے جو مجھ سے سوال کرے گا اور پردہ فاش ہو جائے گا

میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تلوار کی دھار جیسی پل صراط سے گزروں جس کے نیچے دوزخ ہے، فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے اور صبح کو بارگاہ خداوندی میں جا پہنچے۔

عامر بن عبدالقیسؒ اور خوف خدا

۱۵۴...... یہ بہت ہی مشہور عابد و زاہد بلکہ صاحب کرامت بلند اولیاء میں سے ہیں۔ یہ اپنی وفات کے وقت بیقرار ہو کر زارو زار رونے لگے۔ جب رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا:-

میں موت کے خوف یا دنیا کی محبت میں نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس خیال سے رو رہا ہوں کہ اب میں مرنے والا ہوں تو اب گرمیوں کے روزوں میں دوپہر کی پیاس اور جاڑوں کی لمبی راتوں میں قیام اللیل (نوافل تہجد) کی لذت کیسے نصیب ہوا کرے گی۔ ہائے رے یہ روح پرور اور جاں بخش لذتیں!

یہی کہتے ہوئے ان کی روح پرواز کرگئی۔

آنکھ کا ایک بال بخشش کا سبب بن گیا

۱۵۵...... حدیث کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کو شہادت پر حساب کے بعد کثرت گناہ کے باعث دوزخ میں داخل کرنے کا حکم ہوگا تو اس کی آنکھ کا ایک بال عرض کرے گا:-

الٰہ العالمین تیرے نبی حضرت محمدا نے ارشاد فرمایا ہے جو خوف الٰہی سے روئے گا اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ کو حرام فرمادے گا۔ لہٰذا تو مجھے اس کی آنکھ سے نکال لے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا : آخر تو نے اس کی بخشش کیوں طلب نہیں کی؟

وہ بال عرض کرے گا : اے میرے رب! تیرے خوف کے سبب سے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا : میں نے تیرے سبب سے اس کو بخش دیا، جا تو اس کو جنت میں لے جا۔

ایک اللہ والے کا محاسبہ اور فکر آخرت

۱۵۶...... اہل اللہ میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں وہ ایک دن راستے میں بیٹھے ہوئے کچھ حساب کر رہے تھے۔ بڑی گہری سوچ میں تھے...... کسی نے پوچھا: حضرت کیوں پریشان ہو؟ کیا حساب کر رہے ہو؟

فرمایا آج ویسے ہی خیال آیا ہے ایک حساب کر رہا ہوں...... کہ اگر روزانہ دس گناہ ہوں صرف دس گناہ...... آنکھ کا گناہ، زبان کا گناہ، کان کا گناہ۔ یہ تو چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں ناجی؟ جنہیں ہم چھوٹا سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت یہ پھر آگے چل کر بہت بڑے گناہ بن جاتے ہیں...... اور جو بڑے گناہ ہیں وہ بھی دیکھ لوں۔

چلو بڑوں کو فی الحال ایک منٹ کے لیے علیحدہ کر دو...... اگر وہ ہی دس کم از کم روز ہوں...... دس ...... حالانکہ جھوٹ چھوٹا گناہ نہیں ہے، جس کو آج ہم فیشن سمجھتے ہیں ...... جھوٹ کو لوگ فیشن سمجھتے ہیں...... ہر آدمی جھوٹ بولتا ہے۔

ہر آدمی الا ماشاللہ...... ورنہ ہر آدمی...... اور جھوٹ بول کر کے، جس آدمی سے جھوٹ بولا، وہ آدمی علیحدہ ہو گیا تو دوسرے کو آنکھ مار کے کیا کہتا ہے؟ کیوں؟ کیہہ جئی گولی دیتی اے؟ پتے وی نہیں لگن دیتا ایہہ جو ترکا دیتا اے۔

جھوٹ بولا...... اس کو کیا ترکایا؟ نامہ اعمال تو اپنا گندہ ہوا؟ اس کو تو ترکایا، لیکن اپنا گناہ نہیں کیا؟ اپنا نقصان نہیں کیا؟ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے، غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے، بہتان لگانا کبیرہ گناہ ہے ان کو ہم صغیرہ سمجھتے ہیں، یہ تو کبیرہ گناہ ہیں......

چلو ان سے اللہ ہم سب کو بچائے صغیرہ ہی سمجھ لو...... اگر دس گناہ بھی روز کے کیے جائیں جی تو مہینے میں کتنے گناہ ہوں گے جی؟

ایک مہینے میں ۱۰×۳۰= تین سو گناہ...... علی العقل...... کم از کم
اور ایک سال میں کتنے ہو گئے؟ ۱۲×۳۰۰=۳۶۰۰
اور پچاس سال میں کتنے؟ ۵۰×۳۶۰۰=۱۸۰۰۰۰ ایک لاکھ اسی ہزار

تو وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کے نامہ اعمال میں لاکھوں کے حساب سے گناہ ہوں، وہ متفکر نہ ہو، پریشان نہ ہو تو کیا کرے؟ میں تو یہی سوچ رہا ہوں کہ اتنے گناہ لے کر اپنے اللہ کے سامنے کیسے حاضر ہوں گے؟

ایک نوجوان اللہ والے کی اللہ سے مناجات

۱۵۷...... اسی طرح حضرت ضحاک بن مزاحمؒ سے بھی منقول ہے فرماتے ہیں میں ایک رات مسجد کوفہ کی طرف چلا گیا۔ جب مسجد کے قریب پہنچا تو اس کے صحن میں ایک نوجوان سجدہ کی حالت میں پڑا ہوا تھا اور بلبلا رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ضرور کوئی ولی اللہ ہے۔ پھر میں اس کے قریب ہو گیا تاکہ اس کی باتیں سن سکوں تو اسے یہ اشعار کہتے ہوئے سنا۔

علیک یاذا الجلال معتمدی
طوبی لمن کنت انت مولا

طوبی لمن بات خائفا وجلا
یشکرو الی ذی الجلال بلوأ

وما بہ علۃ ولا سقم
اکثر من حبہ لمولا

اذا خلا فی ظلام اللیل مبتلا
اجابہ اللہ ثم لباء

ومن ینل ذا من الالہ فقد
فاز یقرب تقر عیناً

اے ذوالجلال مجھے آپ پر بھروسہ ہے، اس لیے بشارت ہے جس کا تو مولیٰ ہے۔ اس کے لئے بشارت ہے جو خوف وخشیت میں رات گزارتا ہے، ذوالجلال کی طرف اپنی پریشانیوں کی شکایت کرتا ہے۔ اس کو اپنے مولیٰ کی محبت سے زیادہ کوئی بیماری نہیں ہوتی۔

آخرت کے تذکرہ سے جان چلی گئی

۱۵۸...... حضرت ابرہیم بن عیسیٰ یشکری کہتے ہیں میں بحرین میں ایک آدمی کے پاس گیا جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ میں نے اس سے آخرت کا تذکرہ کیا۔ اس نے بھی موت کا تذکرہ کیا اور پھر وہ چیخنے لگا، یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی۔

وعظ سن کر چار آدمی چل بسے

۱۵۹...... حضرت مسمعؒ نے کہا: میں عبدالواحد بن زید کے پاس گیا۔ وہ وعظ کہہ رہے تھے۔ اس دن ان کی مجلس میں چار آدمی فوت ہو گئے۔ یزید بن مرشد بہت روتے اور کہتے خدا کی قسم! اگر مجھ سے اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ میں تمہیں اس حمام میں قید کر دوں گا، تو میرا حق تھا کہ میں ہمیشہ روتا رہتا۔ پھر میں کیسے نہ روؤں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو وہ مجھے آگ میں قید کر دے گا۔

حضرت سری سقطی نے کہا:

میں ہر روز آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔

یہ تو تھا ملائکہ، انبیاء، عبادت گزاروں اور اولیاء کا خوف! ہمیں تو اس سے بھی زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ ہمارے درجات کم ہیں اور گناہ زیادہ ہیں۔ ڈر گناہوں کی کثرت سے نہیں بلکہ دل کی صفائی اور کمال معرفت سے آتا ہے۔ ہم اگر بے خوف ہیں تو جہالت کے غلبے اور دل کی قساوت کی وجہ سے، صاف دل کو تھوڑا سا خوف بھی حرکت میں لاتا ہے۔ اور

سخت دل پر کوئی وعظ اثر نہیں کرتا۔ایک بزرگ نے فرمایا: میں نے ایک راہب سے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو، تو اس نے کہا:

اگر تم سے ہو سکے تو اس آدمی کی طرح ہو جاؤ جس کو درندوں اور سانپ بچھوؤں نے گھیر رکھا ہو۔اور وہ ڈر رہا ہو کہ اگر اس نے ذرا بھی غفلت کی تو درندے اس کو پھاڑ دیں گے، یا بھول گیا تو سانپ بچھوا سے ڈس لیں گے۔

میں نے کہا کچھ اور فرمایئے۔تو اس نے کہا پیاسے کو وہی کافی ہے جو آسانی سے مل جائے۔

اس راہب نے ایسے شخص کی مثال دی ہے جسے درندوں نے گھیر رکھا ہو۔یہ مثال مومن کے حق میں بالکل صحیح ہے۔جو آدمی نور بصیرت سے اپنے اندر دیکھے گا تو اسے درندوں اور کیڑے مکوڑوں سے بھرا ہوا پائے گا۔جیسے کینہ، حسد، تکبر، اور ریا وغیرہ۔

اگر یہ غفلت کرے گا تو یہ سب اسے کاٹ کھائیں گے۔ہاں دنیا میں اس کے مشاہدے سے حجاب ہے۔جب پردہ اٹھ جائے گا اور اسے قبر میں رکھا جائے گا تو سانپ اور بچھو واضح طور پر دیکھے گا جو اس کو ڈسیں گے۔جو آدمی موت سے پہلے ان پر غالب آنا یا ان کو مارنا چاہے وہ ایسا ضرور کرے، ورنہ اپنے نفس کو ان سے ڈسوانے کے لیے تیار رکھے اور یہ جان لے کہ وہ صرف ظاہری جسم کو ہی نہ ڈسیں گے بلکہ دل کو بھی ڈسیں گے۔

راستے کا کانٹا ہٹانے سے بخشش

۱۶۰...... منصور بن ذکیؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو رونے لگے اور اس طرح بین کرنے لگے کہ جس طرح کوئی ماں اپنے بچے کے مرنے پر بین کرتی ہے۔لوگوں نے کہا یا حضور آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے تو بڑی زاہدانہ اور بزرگانہ زندگی پائی ہے۔اور اسی ۸۰ سال تک اپنے رب کی عبادت کی ہے۔آپ نے فرمایا:

”میں اپنے گناہوں پر اور ان کی نحوست پر جس کی وجہ سے میں

اپنے رب کی رحمت سے دور ہوا ہوں، رو رہا ہوں۔"

آپ روتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: میرے بیٹے میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور دیکھنا جب میرے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگیں اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں تو کلمہ شریف پڑھنا۔ شاید مجھے کچھ افاقہ ہو۔ اور ہاں جب مجھے دفنا چکو تو جلدی سے مت جانا بلکہ میری قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر...... لا اله الا الله محمد رسول الله...... پڑھنا۔ ہو سکتا ہے کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے میں مجھے کچھ آسانی ہو۔

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر میرے لیے دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ اس نے جو گناہ کیے ہیں سو کیے ہیں اگر تو اس کو سزا دے تو یہ اس کا حق ہے اور اگر تو اسے معاف کر دے تو یہ تیرے شایان شان ہے۔ پھر مجھے الوداع کہنا اور لوٹ آنا۔

آپؒ کے سعادت مند بیٹے نے آپ کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر اس نے دوسری رات خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹا! معاملہ تیرے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر مشکل اور سخت تھا۔ جب میں حساب کے لیے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہوا تو رب تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے! بتا میرے پاس کیا لے کر آیا ہے؟

میں نے کہا: یا اللہ ساٹھ حج لے کر آیا ہوں۔

ندا آئی: میں نے ان میں سے ایک بھی قبول نہیں کیا۔ یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

اللہ نے پوچھا: بتاؤ اور کیا لائے ہو؟

میں نے کہا: ایک ہزار درہم کا صدقہ، خیرات۔

ندا آئی: ان میں سے ایک درہم بھی قبول نہیں کیا گیا۔

میں نے کہا: پھر میں تو ہلاک ہو گیا۔ اب تو میرے لیے تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی ہے۔

ندا آئی: کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک دن تو اپنے گھر سے کہیں باہر جا رہا تھا تو راستے

میں تو نے ایک کانٹا دیکھا تھا۔ پھر لوگوں کو اذیت سے بچانے کی نیت سے تو نے وہ کانٹا راستے سے ہٹا دیا تھا۔ میں نے تیرا وہی عمل قبول کیا ہے اور اسی وجہ سے تجھے بخش رہا ہوں۔

ذلک الفوذ العظیم

ایک شخص کا گورکن سے سوال

۱۶۱...... ایک شخص نے کسی بوڑھے گورکن (قبر کھودنے والے) کو دیکھا۔ اس شخص نے اس سے پوچھا کہ تو جو اتنے عرصے سے لوگوں کی قبریں کھودرہا ہے تو نے اس دوران کون سی عجیب بات دیکھی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ ستر سال سے میرا کتا نفس قبر کھودنے کو دیکھ رہا ہے مگر ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہیں مرا اور خدا کی عبادت کی طرف مائل نہیں ہوا۔

نصیحت کرنے کا عجیب ترین انداز

۱۶۲...... ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹے! دن بھر جو کام کرو شام کو ہمیں اس سے آگاہ کر دیا کرو۔ بیٹے نے باپ کی بات سنی اور بولا بہت بہتر ابا جان اب وہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا اور پھر اسے یاد بھی رکھتا تھا۔ شام کو ان کاموں سے اپنے باپ کو آگاہ بھی کرتا تھا۔ ایک ایک کام کی تفصیل بتانا اس کے لیے آسان نہ تھا۔ بڑی مشکل پیش آتی تھی۔

ایسا کرتے ہوئے جب اسے کئی دن گزر گئے تو وہ اپنے باپ سے کہنے لگا: ابا جان آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اگر کچھ نصیحت کرنی ہوتی ہے تو ویسے ہی کر دیا کریں۔ بیٹے کی بات سن کر وہ بولے:۔

تم اپنے بوڑھے باپ کو حساب نہیں دے سکتے۔ ایسا کرتے ہوئے تمہیں بے حد مشکل پیش آتی ہے۔ میرے پیارے بیٹے، اللہ

تعالیٰ جو سارے علوم کا مالک ہے، وہ ہر ظاہر اور چھپی ہوئی بات سے آگاہ ہے، اسے کیسے حساب دو گے!!!"

باپ کی یہ بات سن کر بیٹے کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

کثرت سے رونے کی وجہ بتا دیں

۱۶۳...... ابو عبداللہ باہلی کہتے ہیں ہمیں عبداللہ بن محمد نے ابراہیم بن حارث سے یوں خبر دی کہ ایک شخص تھا جسے رونے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ اس سے کثرت گریہ کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے میرے برے اعمال کی یاد رلا رہی ہے۔ جب میں نے گناہ کرتے وقت اپنے رب سے حیا نہ کی جو ہر لمحہ مجھے دیکھ رہا تھا اور جو میری سزا پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ پس اس نے دائمی سزا کے دن تک مجھ سے اعراض کیے رکھا اور نہ ختم ہونے والے دن کے لیے مجھے حسرت دیئے رکھی۔

قسم بخدا اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ دو چیزوں میں سے مجھے کیا پسند ہے محاسبہ کے دن جنت میں جانا یا بغیر حساب کتاب کے مٹی بن جانا تو میں بغیر حساب کتاب کے مٹی بن جانا پسند کر لوں (تاکہ حساب کتاب کی شرمندگی سے بچ جاؤں)۔

عطاء بن رباح اور خوف خدا

۱۶۴...... حضرت عطاء بن ابی رباحؒ پر دنیا بڑی مہربان ہوئی۔ لیکن انہوں نے دنیا سے ہر ممکن اجتناب کیا اور زندگی بھر صرف ایک قمیض پر گزارہ کیا اور قمیض بھی ایسی پہنی جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی۔ حکمرانوں نے بیشتر مواقع پر انہیں اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے حتی الامکان وہاں جانے سے اجتناب کیا۔

انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ بادشاہوں کے دربار میں حاضری سے میری روحانی کیفیت دھندلا جائے گی، لیکن کبھی کبھار مسلمانوں کے فائدے کی خاطر خلیفۂ وقت کے دربار میں چلے جایا کرتے تھے۔

فضول گفتگو کی طرح فضول دیکھنا بھی ناپسند تھا

۱۶۵...... ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ داؤد طائی روٹی کے ٹکڑے کوٹ کوٹ کر پانی ڈال کر پیتے تھے اور کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے روٹی چبانے کی دیر میں پچاس آیتیں تلاوت کی جاسکتی ہیں۔ ایک دن ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے مکان کی چھت میں ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا بھتیجے میں اس مکان میں بیس سال سے رہ رہا ہوں لیکن چھت کی طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں۔ وہ لوگ فضول گفتگو کی طرح فضول دیکھنے کو بھی ناپسند کیا کرتے تھے۔

☆☆☆

آیات قرآن سن کر نغمہ و مے سے توبہ کرنے والا شخص

۱۶۶...... حسین بن خضر کہتے ہیں مجھے بغداد کے ایک شخص نے ابی ہاشم واعظ کے حوالے سے یوں بیان کیا کہ:

میں بصرہ جانے کے لئے ایک کشتی کے پاس گیا۔ کشتی میں ایک شخص اپنی لونڈی کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ اس شخص نے کہا کشتی میں (تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں)۔

میری مسکینی دیکھ کر لونڈی نے سفارش کی اور مجھے سوار کرایا گیا۔ کشتی چل پڑی راستے میں اس شخص نے لونڈی سے کھانا مانگا۔ جب کھانا چن دیا گیا تو اس نے کہا مسکین کو بھی بلاؤ۔ مجھے بھی کھانا کھلایا گیا۔ کھانے کے بعد اس نے لونڈی سے کہا شراب پیش کی جائے مجھے بھی جام پیش کیا گیا لیکن میں نے معذرت کر دی۔

جب شراب کا نشہ اس کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تو اس نے لونڈی سے کہا مضراب (محبت) سے کوئی نغمہ چھیڑ۔ لونڈی نے ساز پکڑا اور یوں گویا ہوئی:

ہم ایک درخت کی دو شاخوں کی طرح تھے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی خاطر تمام لوگوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ جب میرا دوست مجھے چھوڑ گیا تو میں نے بھی غیر سے دوستی کر لی اور جب وہ مجھ سے دور ہو گیا تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اگر میرا ہاتھ میری رفاقت نہ چاہے تو میں اسے کاٹ دوں اور پھر کبھی بھی میری کلائی اس کا ساتھ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص کو تباہ کرے جو (محبت میں) دغاباز ہے۔ وہ شخص جو کہ خوشحالی میں بھائی ہو اور مصیبت میں (ساتھ چھوڑ دے۔)

بعد ازاں وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا اس سے بہتر کوئی چیز تیرے پاس ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پھر یہ پڑھنا شروع کر دیا:

اذا الشمس کورت. واذا النجوم انکدرت .و اذا

الجبال سیرت. (سورۃالتکویر)

(یاد کرو) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑوں کو اکھیڑ دیا جائے گا۔

جب میں نے

......و اذا الصحف نشرت ......

''اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔''

پر اختتام کیا تو اس نے لونڈی سے کہا تو اللہ کے لئے آزاد ہے اور شراب دریا میں بہادی، ساز توڑ دیا اور خود مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ کہنے لگا برادر من تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرلے گا میں نے کہا:

ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (البقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں''۔

اسکے بعد چالیس سال تک ہم دونوں برادرانہ دوستی نبھاتے رہے پھر اسکا انتقال ہو گیا۔ میں اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا تو کہاں چلا گیا ہے۔ اس نے کہا جنت میں۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تیرے...... واذاالصحف نشرت...... پڑھنے کی برکت سے۔

ایک پتھر کا رونا

۱۶۷......... ایک بزرگ کسی راستے پر جا رہے تھے انھوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے پتھر سے پوچھا، تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا میں نے کسی قاری صاحب کو پڑھتے ہوئے سنا ہے...... وقودھا الناس و الحجارۃ ...... کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

جب سے میں نے سنا ہے میں رو رہا ہوں کہ کیا پتہ کہ مجھے بھی جہنم

کا ایندھن بنا کر جلا دیا جائے۔

ان بزرگ کو اس پر بڑا ترس آیا۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر دعا مانگی، اے اللہ! اس پتھر کو جہنم کا ایندھن نہ بنانا، جہنم کی آگ سے آپ اسے معاف اور بری فرما دینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ وہ بزرگ آگے چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واپس اسی راستے پر گزرنے لگے تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر رو رہا ہے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔

پتھر سے ہم کلام ہوئے تو پھر پتھر سے پوچھا کہ اب کیوں رو رہا ہے؟ تو پتھر نے جواب دیا کہ...... **ذٰلک بکاء الخوف** ...... اے اللہ کے بندے! جب آپ پہلے آئے تھے تو اس وقت کا رونا تو خوف کا رونا تھا...... **و ھذا بکاء الشکر والسرور** ...... اور اب میں شکر اور سرور کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے پروردگار نے مجھے جہنم کی آگ سے معافی عطا فرما دی ہے۔

جیسے بچے کا رزلٹ اچھا نکلے تو خوشی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو جب اس کی معرفت ملتی ہے، جب سینوں میں نور آتا ہے، سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے تو اللہ کے کامل بندے پھر اللہ کے شکر سے رویا کرتے ہیں۔

چھ چیزیں تباہ کن ہیں

۱۶۸............ حضرت ذوالنون مصریؒ اکثر اپنے ارادتمندوں کو تلقین فرماتے کہ ہمیشہ اپنے دل میں خوف خدا رکھو۔ کیونکہ جن کے دل میں خوف خدا نہیں ہوتا وہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرنے والے قہر الٰہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے:

اول.......... اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا۔

دوم.......... ابلیس کا فرمانبردار ہونا۔

سوم.........موت کو قریب نہ سمجھنا۔

چہارم...... رضائے الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا۔

پنجم.........تقاضائے نفس پرسنت کو ترک کر دینا۔

ششم...... اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اہل تقوی کی صحبت سے لطف حیات حاصل ہوتا ہے۔

ایک لڑکی کا خوف آخرت

۱۶۹...... مالک بن دینارؒ کا بیان ہے کہ میں نے طواف کعبہ کے دوران ایک لڑکی کو دیکھا وہ کعبہ معظّمہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

''یارب! بہت سی شہوتوں کی لذتیں جاتی رہیں اور ان کی سزائیں میرے سر پر رہ گئیں۔ اے میرے رب کیا جہنم کے سوا مجھے سزا دینے کی اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے وہ لڑکی ساری رات صبح تک اپنی جگہ پر بیٹھی روتی اور دعائیں مانگتی رہی۔''

حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں اس لڑکی کا حال اور اس کی دعاؤں کو سن کر اپنا سر پکڑ لیا اور میری چیخ نکل گئی۔

مالک بن دینارؒ اور فکر آخرت

۱۷۰...... ایک مرتبہ رات کے وقت کچھ لوگ مالک بن دینارؒ کی زیارت کے لئے گئے دیکھا کہ اندھیرے میں ایک روٹی کو ہاتھ میں لئے کھا رہے ہیں لوگوں نے کہا حضرت نہ گھر میں چراغ نہ روٹی کے ساتھ سالن آپ نے جواب میں فرمایا۔

بھائی مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اللہ کی قسم میں تو ان چیزوں پر بھی شرمندہ ہوں جو میرے پاس ہیں، میں کھاؤں تو اللہ کی اور نافرمانی بھی اس کی کروں۔

خوف الٰہی سے بے ہوش ہوئے

۱۷۱...... ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان حضرت مالک بن دینار کے ہمراہ سفر حج میں تھے اور جس وقت آپ نے لبیک الھم لبیک پڑھنا شروع کیا تو آپ کے اوپر غشی طاری ہوگئی اور ہوش آنے کے بعد جعفر بن سلیمانؒ نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس سبب سے بے ہوش ہوگیا تھا کہ لا لبیک کی آواز نہ آجائے۔

مجھے ڈر ہے کہ کہیں پتھر نہ برس پڑیں

۱۷۲...... ایک مرتبہ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا گرمی کے مارے لوگ بہت بے تاب تھے بارش کا انتظار کر رہے تھے، لیکن بارش تھی کہ برسنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی ۔حضرت مالک بن دینارؒ نے لوگوں کی بے تابی کو دیکھ کر فرمایا تم سب بارش کا انتظار کر رہے ہو لیکن تمہارے اعمال دیکھ کر مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں پتھر نہ برسنے لگیں اگر پتھر نہ برسے تو سمجھو یہ تم پر اللہ کی خاص رحمت ہے۔

مھالبہ کے ایک شخص کا خوف خدا

۱۷۳...... اسماعیل بن عبداللہ خزاعی کہتے ہیں کہ مھالبہ کا ایک شخص بصرہ اپنے کسی کام سے آیا یہ بڑا مکہ کا دور تھا، جب وہ فارغ ہو کر واپس بصرہ جانے لگا تو اس کے ساتھ ایک غلام اور باندی تھے۔ جب یہ دجلہ پہنچا تو وہاں ایک لڑکے کو دیکھا۔ اس نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی اور کھانے کی تھیلی تھی۔

مھالبی نے کشتی کرائے پر لی اور ترس کھا کر اس لڑکے کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا ۔جب سفر شروع ہوا تو مھالبی نے کھانا لگوایا اور لڑکے کو بھی کھانے کی دعوت دی، مگر اس نے منع کر دیا۔ اس نے اصرار کیا تو وہ کھانا کھانے آ گیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہوئے تو لڑکا جانے لگا۔

مھالبی نے اسے روک لیا کہ ہاتھ دھو کر جانا۔ پھر اس نے شراب نکلوائی، ایک پیالی خود پیا اور پھر باندی کو پلایا اور پھر اس لڑکے کو پیش کی۔ لڑکے نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس سے معاف رکھو۔ مھالبی نے کہا چلو چھوڑو ہمارے ساتھ تو بیٹھ جاؤ۔ لڑکا بیٹھ گیا۔

مھالبی نے لڑکی کو اور شراب پلائی کہا بانسری نکالو اور گانا گاؤ لڑکی نے بانسری نکالی اور بجا کر گانا شروع کیا گانے سے فارغ ہو کر لڑکے سے کہا کیا تو گانا گا سکتا ہے۔ اس نے کہا اس سے اچھا گا سکتا ہوں اس نے شروع کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل متاع الدنیا قلیل......

کہہ دو کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت تقویٰ والوں کے لئے
بہتر ہے اور تم سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی تم جہاں بھی ہو گے
موت تمہیں آلے گی (نساء: ۷۸-۷۷)

اس لڑکے کی آواز بھی بہت اچھی تھی اس کی تلاوت سن کر مھالبی نے پیالہ پانی میں پھینک دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس سے پہلے جو سنا تھا یہ اس سے بہتر ہے۔ لڑکے کیا اور کچھ

سناؤ گے؟ لڑکے نے کہا: ہاں ضرور! پھر اس نے پڑھا۔

''یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے (اب) جو چاہے! ایمان لائے جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں ان کا احاطہ کریں گی اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں کھولتا ہوا پانی ملے گا جو برا پینا ہے اور وہ بری جگہ ہے''۔ (الکہف: ۲۹)

مھالبی کے دل میں یہ آیت اتر گئی اس نے شراب کی مشک پانی میں پھینکی اور بانسری توڑ دی اور کہا اے نوجوان! کیا اس جگہ سے بچنے کا راستہ ہے۔ لڑکے نے کہا ہاں، پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

کہہ دو، اے محمد ﷺ! اے اپنے جسوں پر ظلم کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سارے گناہ معاف کردے گا۔ (الزمر آیت: ۵۳)

یہ سن کر مھالبی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ یہ بصرہ کے قریب آچکے تھے ان لوگوں نے چیخ چیخ کر دوسروں کو جمع کر لیا۔ یہ بصرے کا معروف شخص تھا۔ لوگ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ میں نے اس کے جنازے سے زیادہ کسی جنازے میں اتنے آدمی نہیں دیکھے۔

بعد میں میں نے سنا کہ اس باندی نے اپنے بال باندھ کر اوپر سے اونی جبہ پہن لیا اور دن کو روزے رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے لگی۔ اس طرح چالیس دن گذر گئے ایک دن اس نے یہ آیت تلاوت کی، تو اس نے ایک چیخ ماری۔ صبح کو دیکھا گیا تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے (اب) جو چاہے ایمان لائے (الکھف: ۲۹)

ایک عابد نوجوان کا قصہ

۱۷۴...... حضرت ابو سلیمان دارائیؒ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قصد کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کا حج اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کروں۔ دوران سفر مجھے راستے میں ایک عراقی ملا، فکر آخرت اسکے چہرے، کردار اور افعال سے جھلکتی تھی۔ وہ بھی اسی جذبے کے تحت سفر کر رہا تھا۔

جب سب رفیق چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور جب منزل پر اترتے تھے تو وہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اسکے دن کو روزہ رکھتا تھا، اور تہجد پڑھا کرتا تھا۔ اسی حالت سے وہ مکہ مکرمہ تک پہنچا، اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے جدا ہونا چاہا اور مجھے خدا حافظ کہا۔

میں نے کہا اے بیٹے! کس چیز نے تجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہے، نوجوان عراقی نے کہا، اے ابو سلیمانؒ مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا ہے، وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔

اسی طرح اس کے بالا خانہ اور درمیان بالا خانوں کے ایک ایک ایسی حور تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی صورتیں کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں۔ ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اسکے دانتوں کی روشنی سے جنت روشن ہوگئی اور کہا، اے جوان! اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور کوشش کرتا کہ میں تیری ہو جاؤں اور تو میرا ہو جائے۔ پھر میں بیدار ہوا۔ یہ میرا قصہ ہے اور یہ حال ہے۔

مجھے اے سلیمان! اس لئے ضرورت ہے کہ میں کوشش کروں اور زیادہ کوشش کروں۔ کوشش کرنے والا ہی کچھ حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ میں نے دیکھا وہ ایک کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ اس نے میرے واسطے دعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔

حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں، میں نے اپنے نفس پر تعجب کیا اور کہا اے نفس! بیدار ہو جا اور یہ اشارہ سن لے جو ایک بشارت ہے، جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور مجاہدہ ہے، تو اس شخص کو جو حور کے رب کا طالب ہے، کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنی چاہیئے۔

اللہ کے دیدار کا عاشق نوجوان

۱۷۵...... ایک دن ایک عاشق خون کے آنسو رو رہا تھا کہ اس سے کسی نے رونے کا سبب پوچھا: اس نے جواب دیا کہ کہتے ہیں کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ ظاہر کرے گا تو اللہ کے خاص مقربین کو چالیس ہزار سال تک دیکھنے کا اذن عام ہوگا۔

ایک لحظہ کے لئے پھر وہ وہاں سے واپس اپنی اپنی جگہ پر آجائیں گے اور پھر دوبارہ عاجزانہ طور پر سجدہ میں گر پڑیں گے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اس وقت اللہ مجھے اپنے پاس ہی رکھیں اور اس اثنا میں وہ مجھے اپنی آنکھوں میں ہی رکھیں جب مجھے یہ خوش قسمتی حاصل ہو جائے گی تو اس طرح میں اپنے غم کو ختم کر سکوں گا۔

ایک بے مقصد بات کرنے پر اپنا محاسبہ

۱۷۶...... مالک بن ضیغمؒ کہتے ہیں کہ حضرت رباح قیسی ہمارے گھر عصر کے بعد آئے، اور میرے والد کو پوچھنے لگے کہ کہاں ہیں۔ میں نے کہا: سو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ وقت کیا سونے کا ہے؟ یہ کہ کر واپس چلے گئے۔ میں نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا کہ اگر آپ فرماویں تو جگا دیں۔ وہ آدمی ان کے پیچھے گیا۔ تو وہ اتنے میں ایک قبرستان میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

ہاں یہ کیا وقت سونے کا ہے۔ تجھے اس سے کیا مطلب تھا۔ آدمی جس وقت چاہے سووے۔ تجھے کیا خبر تھی کہ یہ سونے کا وقت ہے یا نہیں ہے۔ مجھے بھی اللہ کی قسم کہ تجھے

سال بھر تک زمین پر سونے کے لئے نہیں لٹاؤں گا۔ مگر یہ کہ تو بیمار ہو جائے یا تیری عقل جاتی رہے تو مجبوری ہے۔ تیرا ناس ہو تو کب تک لوگوں پر طعن کرتا رہے گا تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ وہ قاصد یہ دیکھ کر واپس آ گیا۔ اور اس کی ہمت نہ پڑی کہ ان سے کوئی بات کرے۔

بایزید بسطامیؒ اور چار عارفوں کا عارفانہ کلام

۱۷۷...... بایزید بسطامیؒ کے پاس چار عارف آئے انہوں نے ان کے سامنے ایک پیالہ شہد پیش کیا جس میں ایک بال پڑا ہوا تھا:

پہلے نے کہا: عقل پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور علم شہد سے زیادہ شیریں ہے اور صدق بال سے زیادہ باریک ہے۔

دوسرے نے کہا: جنت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اس کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور پل صراط بال سے زیادہ باریک ہے۔

تیسرے نے کہا: ایماندار کا دل پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور کلام اللہ شہد سے زیادہ شیریں ہے اور حق بال سے زیادہ باریک ہے۔

چوتھے نے کہا: اسلام پیالہ سے زیادہ صاف ہے گوشہ طاعت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ پرہیز گاری بال سے زیادہ باریک ہے۔

اور بایزیدؒ نے کہا: معرفت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور خدا کی محبت شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کا خوف بال سے زیادہ باریک ہے۔

☆☆☆

شیخ خرقانیؒ اور خوف خدا

۱۶۸...... شیخ خرقانیؒ نے بوقت نزع فرمایا۔ کاش میری جان کو پھاڑ دیا جاتا پھر اندر سے میرا جلا بھنا دل باہر نکالا جاتا پھر میرا یہ دل دنیا داروں کو دکھایا جاتا اور لوگوں کو بتایا جاتا کہ میں اس وقت کتنی مشکل میں ہوں؟

حضرت بہلولؒ سے اولاد حسینؓ کے ایک بچے کا نصیحت آموز کلام

۱۷۹...... حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں، ان کی وجہ سے رو رہا ہے میں نے اس سے کہا۔ بیٹا تجھے میں اخروٹ و بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا۔ اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا۔

''ارے بے وقوف! کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں''۔

میں نے پوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہوئے ہو۔ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ میں نے کہا۔ اللہ جل شانہ تیری عمر میں برکت کرے تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی کہنے لگا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا الایة (مومنون ع ٦)

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یونہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے۔'' میں نے کہا بیٹا تُو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے، مجھے کچھ نصیحت کر۔ اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت

چلنے کے لئے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لئے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہتی ہے، نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے باقی رہتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں پس او بیوقوف! جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، ذرا غور کرو اور دنیا سے اپنے لئے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔

یہ شعر پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی اور یہ دو شعر پڑھے۔

یا من الیه المبتهل　　　یا من علیه المتکل

یا من اذا ما امل　　　یرجوہ لم یخط الامل

اے وہ پاک ذات کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہوسکتا۔ اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔"

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی، پوچھنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو میں نے کہا۔ بیٹا ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا، ابھی تو تم بہت بچے ہو۔ ابھی تمہارے نامہ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا۔

کہنے لگا: بہلول ہٹ جاؤ، میں اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہے تو پہلے چھوٹی چھوٹی چھپٹیاں ہی چولہے میں رکھتی ہیں، اسکے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں۔

میں نے کہا: صاحبزادے، تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو، مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکتے چلا آرہا ہے۔ اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا۔ حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جاکر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں، وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب کہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا۔ اور میرا یہی حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتیٰ کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت رہے نہ کھال رہے گی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جارہی ہے، اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہوتیں، اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں، اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا، اور بڑی بڑی حرکتیں کیں۔ جواب واپس بھی نہیں ہوسکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہوسکتا)۔

اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اس کے غایت حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جرات ہوتی رہی) اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے، اس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے۔

بے شک تمام تعریفیں اسی پاک ذات کے لئے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی، تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو ولعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کردے۔

جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے، تو آقا ہی اس کو معاف کرتا ہے بے شک میں بدترین بندہ ہوں، جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی، اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انکا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا، میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی، تو میرا کیا حال بنے گا، جب کہ سخت سے سخت پتھر بھی اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے۔

میں موت کے وقت بھی تن تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا ہی اٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین مددگار نہ ہوگا)۔ پس اے وہ پاک ذات جو ازخود اکیلی ہے وحدہ لاشریک لہ ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا۔

بہلولؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر میں جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا۔ وہ کہنے لگے تو اس کو نہیں جانتا، یہ حضرت حسینؓ کی اولاد میں ہے۔ میں نے کہا۔ مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے؟ واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے آمین (روض)۔

اپنے احتساب کا عجیب طریقہ

۱۸۰...... حضرت ابراہیم تیمیؒ اللہ کے نیک بندے اور بزرگ انسان تھے۔ ایک دنیا ان سے فیض پاتی تھی۔ ایک بار انہوں نے سوچا کہ وہ جنت میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا جیسے میں وہاں کے پھل کھا رہا ہوں۔ اس کی نہروں سے پانی پی رہا ہوں۔ حوریں سامنے ہیں ان سے باتیں ہو رہی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر تک میں نے اپنے آپ کو اسی روح پرور فضا میں محسوس کیا فراغت، اطمینان، سکون ومسرت، بے فکری کا عجیب عالم تھا جو چاہا مل گیا۔ جو چاہا کھانے کے لئے موجود پکا پکایا تیار۔ آسودگی اور نعمتوں کی ارزانی کی اِس فضا سے نکل کر میں

نے اپنے نفس سے کہا کہ چل! اب دوزخ کی زندگی کو محسوس کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں: مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کانٹے دار تھوہر کھا رہا ہوں، پہننے کے لئے پیپ ہے، بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں، آگ سے بڑے بڑے ستونوں سے بندھا پڑا ہوں۔ شعلوں کی تپش اور گرمی کی وہ شدت تھی کہ الامان والحفیظ! سانس لینا دشوار، زبان کھولنی مشکل! ایک ایک لمحہ قیامت کے مرحلے کی طرح گزر رہا تھا کہ میں نے اپنے نفس سے سوال کیا کہ ہر ایک دیکھے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے! یعنی تم خود اپنا حساب کتاب کرو! اسی لئے حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

''وزن ہونے سے پہلے اپنا وزن کرلیا کرو!''

کہا..... تو اپنے آپ سے ..... بتا کیا چاہتا ہے؟ بے اختیار زبان سے نکلا کہ..... دنیا میں لوٹ جانا چاہتا ہوں تاکہ نیکی کی زندگی گزار سکوں! حضرت ابراہیم تیمیؒ نے کہا..... اے میرے نفس! لے تیری آرزو پوری ہوئی۔ تو دنیا میں ہے۔ اب عمل کر!..... حضرت ابراہیم اللہ کے نیک بندے اصل میں اس طرح اپنا احتساب کر رہے تھے۔

ہم میں سے کون ہے جسے یہ نہیں معلوم کہ مرنے کے بعد ہمیں قبر میں کچھ حساب و کتاب دینا ہے کچھ میدانِ محشر میں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم دنیاوی لنڈے فنڈے میں اس طرح گرفتار ہیں کہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ دنیا کی ہماہمی میں جتنا ہم شیطان کا ساتھ دیتے ہیں اس کا پاؤ پاسنگ بھی ہمارے دل میں آخرت کی زندگی کا دھیان نہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؒ نے سوچ کر دیکھا اسی طرح اگر ہم بھی کبھی کبھی اپنے دن و رات کا حساب کریں اور اپنے اعمال کی خود جانچ پڑتال کریں تو ہمیں معلوم ہو کہ ہمارا کیا حال اور ہم کدھر جا رہے ہیں؟

اسی لئے حضرت حسنؒ فرماتے تھے کہ صاحب ایمان مسلسل اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ محاسبہ یہ کہ تو کیا کرتا ہے! کیا کھاتا ہے! کہاں سے لاتا ہے؟ کن کے ساتھ رہتا ہے؟ کن کاموں میں لگا ہے! اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ..... اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا

۱۸۱...... ہمس کہتے ہیں کہ میں ایک گناہ کر بیٹھا جس کی وجہ سے چالیس سال سے رو رہا ہوں۔بات یوں ہوئی کہ میرا ایک بھائی میری ملاقات کو آیا...... میں نے اس کے لئے ایک دالق (دانگ) کی تلی ہوئی مچھلی خریدی...... جب وہ مچھلی کھا چکے تو میں نے اپنے ایک پڑوسی کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا لیا ......جس سے انہوں نے ہاتھ صاف کر لیا ......اور میں اس کی اجازت نہ لے سکا۔

کہتے ہیں ایک شخص نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا......اس میں بیٹھ کر وہ رقعہ لکھا کرتا تھا......اس کے حروف کو سکھانے کے لئے دیوار سے مٹی لینی چاہی...... مگر فوراً دل میں خیال آیا کہ مکان تو کرایہ کا ہے......پھر خیال آیا کہ اتنی سی بات سے کیا ہوتا ہے...... لہٰذا اس نے حروف پر دیوار سے مٹی لے کر ڈال دی......اس پر اس نے غیب سے ایک ندا سنی: اتنی سے مٹی کو حقیر جاننے والے کل قیامت کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا حساب کس قدر لمبا ہے۔

ہمیشہ سجدے میں رہنے والے فرشتے

۱۸۲......حضرت ابواللیثؒ نے فرمایا:

''ساتویں آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں، جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا، وہ تب سے قیامت تک سجدہ میں رہیں گے۔اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ان کے پہلو کانپ رہے ہیں۔قیامت کے دن وہ سر اٹھائیں گے اور کہیں گے،''اے اللہ تو پاک ہے، جیسا حق تھا، ویسی ہم نے عبادت نہیں کی۔'' اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے:

یخافون ربھم من فوقھم و یفعلون مایؤمرون.

(اپنے رب سے ڈرتے ہیں اوپر سے اور جو حکم ہوتا ہے، وہی کرتے ہیں۔)

یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہوتے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا:

اذا اقشعر جسد العبد من خشیة اللہ تعالی تحتت عنه ذنوبه کما یتحات عند الشجرة ورقها.

(جب اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بندے کا دل کانپ اٹھے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں)

ایک انگلی کے مقابلے میں پورا جسم دوزخ کی آگ میں

۱۸۳...... ابن سیرین کہتے ہیں: ہم ابی عبیدہ بن ابی حذیفہؓ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے ایک انگیٹھی رکھی تھی جس میں آگ سلگ رہی تھی، کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور انکے بستر پر بیٹھ گیا اور بڑی رازداری سے ان سے کوئی بات کہی، جو ہم نہ سن سکے، تو ابوعبیدہ نے اس آدمی سے کہا:

''تم میرے لئے اپنی انگلی اس آگ میں ڈالدو''

تو وہ آدمی بولا، سبحان اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں آپکی وجہ سے اپنی انگلی آگ میں ڈال دوں! تو ابوعبیدہ نے اس سے کہا: تم میری خاطر اپنی ایک انگلی اس دنیاوی آگ میں ڈالنے میں بخل کر رہے ہو اور مجھ سے کہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر اپنا پورا جسم دوزخ کی آگ میں جھونک دوں۔

ایک شخص کے رونے کی سے تمام اہل مجلس کی بخشش

۱۸۴...... سلیم بن منصورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد منصور بن عمار کو خواب میں دیکھ کر یہ پوچھا کہ دربار خداوندی میں آپ کا معاملہ کیسا رہا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اپنا قرب عطا فرما کر ارشاد فرمایا: اے بدعمل بوڑھے! تجھ کو معلوم ہے کہ میں نے کیوں

تجھ کو بخش دیا؟ میں نے عرض کی کہ نہیں، اے میرے معبود۔

تو میرے رب نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک وعظ کی مجلس میں اپنی رقت انگیز تقریر سے حاضرین کو رُلایا تھا اور اس وعظ میں میرا ایک ایسا بندہ بھی تھا، جو تمام عمر کبھی بھی خوف الٰہی سے نہیں رویا تھا۔ مگر تمہارا وعظ سن کر وہ بھی رونے لگا۔ تو میں نے اس بندے کی گریہ وزاری پر رحم فرما کر اس کو اور تمام حاضرین مجلس کو بخش دیا۔ اسی لئے تمہاری بھی مغفرت ہوگئی۔ (شرح الصدور ص)

ہمارا نیک عمل کرنے اور گناہ چھوڑنے کا سبب

۱۸۵...... حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے کہ ہم آج کل کسی کو سنت کے موافق عمل کرتے نہیں دیکھتے بلکہ عالم، جاہل، عابد، زاہد، بوڑھے اور جوان سب اپنی خواہش کے موافق عمل کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب اس لئے عمل کرتے ہیں۔ کہ خدا کے ہاں یا لوگوں میں ان کی تعریف ہو۔ ایسے ہی یہ لوگ گناہوں کو لوگوں کے نزدیک حقیر سمجھے جانے کے خوف سے چھوڑتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے۔

ہم میں سے ایسا کون ہے کہ اگر لوگوں میں اس کا برا ذکر ہو تو وہ ذکر کرنے والے کو برا جانے۔ واللہ! ہم نے ''مداہنت'' کے طور پر صلح کر رکھی ہے اور ہم محض زبان سے دوست ہیں اور دلوں میں عداوت رکھتے ہیں اور علم کو عمل کے لئے نہیں بلکہ زینت اور فخر کے لئے اور لوگوں پر سردار بننے کی غرض سے حاصل کرتے ہیں سب سے پہلے ہم ہی دوزخ میں جلیں گے۔

عابد نوجوان اور خوف خدا

۱۸۶...... حضرت یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد کے سامنے یہ آیت پڑھ دی: ...... یوم تقلب ...... نرمی کر اور اسے آرام دے۔ جواب دیا اے شیخ! جان کو آرام دینے سے اپنے مالک کے دروازہ سے دور اور علیحدہ ہو جاؤں گی اور جو شخص اپنے مولیٰ کے دروازہ سے دنیا کی مشغولی کے سبب غائب ہوا اس نے اپنی جان کو محنت اور آزمائش دنیوی کے واسطے پیش کیا اور میرے اعمال ہی کتنے ہوتے ہیں جو عمل کرتی ہوں اگر اعمال میں کوتاہی کروں تو کیا رہیں گے۔

پھر کہا: ہائے کیا بڑی ہے حسرت ان کی، جو آگے بڑھا جاویں اور درد غم۔ فراق ان لوگوں کا جو اپنے محبوب سے دور رہے۔ آگے چلے جانے والوں کی حسرت یہ ہے کہ جب روز قیامت کو مردے قبروں سے اُٹھیں، نیک لوگ نور کے براق پر سوار ہو کر جنت کو سدھاریں اور ان کو دوستوں کے مرتبے عطا ہوں اور حور و غلمان انکی خدمت کو دست بستہ کھڑے ہوں اور پچھلے ''فو ماندہ'' غمگین حسرت نصیب رہ جائیں۔

اس وقت افسوس وحسرت وندامت سے انکے دل ٹکڑے ہو کر بہ جائیں گے اور درد غم فراق کا یہ ہے کہ لوگ میدان حشر میں جماعت اور فرقے کئے جائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا اور منادی اس کو آواز دے گا اے گنہ گارو! تم ہٹ جاؤ۔ پرہیز گار اور نیک بندے اپنی مرادوں کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون ...... آج کے دن اے گنہگارو! جدا ہو جاؤ۔

اس دن شوہر اپنی زوجہ سے اور فرزند اپنے ماں باپ سے دوست دوست سے علیحدہ ہوں گے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا نفسی نفسی کی صدا بلند ہوگی ایک کو تعظیم و عزت

تمام جنت میں لئے جاتے ہیں اور ایک کو طوق و بیڑیاں ڈالے ہوئے دوزخ کے عذاب دینے کے واسطے کھینچا جاتا ہے۔ایک دوسرے سے جدا اور رخصت ہو رہے ہیں اور سنو کی آنسو کی نہریں آنکھوں سے جاری ہیں۔دل سرد فراق سامنے، آہ پردرد ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے بچائے۔آمین

بیس دینا سے بیس سال خرچ چلایا

۱۸۷...... محمد بن حاتم بغدادی فرماتے ہیں۔میں نے حمانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ داؤد طائی کی توبہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ وہ ایک قبرستان میں گئے جہاں کوئی عورت یہ شعر پڑھ رہی تھی:

مقیم الٰی ان یبعث اللہ خلقه
لقاؤک لا یرجی وانت قریب

تزید بلی فی کل یوم ولیلة
وتسلٰی کما تبلٰی وانت حبیب

اے صاحب قبر تو حشر تک یہاں ہی سویا رہے گا۔تیرے قریب ہونے کے باوجود تیری ملاقات کی امید نہیں۔ہر رات اور دن تیری بوسیدگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اور تیرے پرانا ہونے کی طرح تجھے بھلایا جارہا ہے حالانکہ تو ہمارا دوست تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ پہلے فقہ سے اچھی طرح آگاہ نہیں تھے۔وہ مسلسل علم حاصل کرتے رہے اور عبادت و ریاضت کرتے رہے یہاں تک کہ اہل کوفہ کے امام بن گئے۔یوسف بن اسباطؒ فرماتے ہیں داؤد طائی کو وراثت میں بیس دینار ملے اور انہوں نے بیس سال میں وہ بیس دینار خرچ کیئے۔

ابو میسرہؒ اور خوف خدا

۱۸۸...... اے کاش میں اپنی والدہ کے ہاں پیدا ہی نہ ہوتا ابو اسحاق حضرت ابو میسرہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انہ اویٰ الیٰ فراشہ فقال یلیت امی لم تلد نی فقالت امراتہ یا ابا میسرۃ ان اللّٰہ قد احسن الیک ھداک للاسلام. فقال افل ،ولکن اللّٰہ قد بین لنا انا وارد النار ولم ینبئنا انا صدرون عنھا (کتاب الزھد لابن المبارک ص ۱۰۵)

وہ جب سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے تو فرماتے اے کاش! میں اپنی ماں کے ہاں پیدا نہ ہوتا، ان کی بیوی ان سے کہتی اے میسرہ کے والد، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کس قدر احسان کیا ہے اس نے آپ کو اسلام کا راستہ بتایا۔ انہوں نے کہا بیشک! لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ تمہیں جہنم کی آگ پر وارد کرنے والے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں اس سے لوٹانے والے ہیں۔

مومن و کافر، شاہ و گدا، ہر انسان کا جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے۔ لیکن پل صراط کو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار سلامتی سے عبور کر جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگ جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے، جیسا کہ فرمایا:

ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظالمین فیھا جثیا (مریم ۷۲)

پھر ہم پرہیز گاروں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

سفر آخرت کے لئے تیار رہنا چاہئے

۱۸۹...... ہر ذی ہوش کیلئے ضروری ہے کہ سامان سفر تیار رکھے کیونکہ اسے یہ خبر نہیں کہ کب اس کے پاس موت کا پیغام آجائے اور وہ اس سے ناواقف ہے کہ کب بلا لیا جائے۔ میں نے بیشمار لوگوں کو دیکھا کہ شباب نے انہیں دھوکہ میں مبتلا رکھا اور وہ اپنے ساتھیوں کی موت کو بھول گئے اور لمبی لمبی آرزوؤں نے غفلت میں ڈال دیا۔

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عالم غیر عارف اپنے جی میں سوچتا ہے کہ آج میں علم میں مشغول رہوں عمل بعد میں کرلوں گا۔ پھر راحت کا بہانہ کر کے لغزشوں میں تساہل برتتا ہے۔ سچی توبہ کی تیاری کو موخر کردیتا ہے۔ غیبت کرنے اور اسکے سننے سے بچتا نہیں ہے اور شبہ کی آمدنی سے پرہیز نہیں کرتا۔ پھر یہ امید رکھتا ہے کہ آئندہ عمل کر کے ساری خطاؤں کو مٹادے گا اور یہ بھولا رہتا ہے کہ موت اچانک ہی آتی ہے۔ پس سمجھدار وہی ہے جو ہر موقع کے واجبات ادا کرتا رہتا ہے تاکہ اگر موت اچانک آجائے تو اسے تیار پاوے اور اگر اپنی آرزو کے مطابق تا دیر باقی رہے تو نیکیوں میں اضافہ کرتا رہے۔

فکر انسان کو بہت سے گناہوں سے روک دیتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے مگر افسوس کہ دنیا کی محبت نے فکر آخرت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ضرورت سے زائد فکر معاش نے انسان کو فکر آخرت سے بالکل غافل کر کے رکھ دیا ہے۔

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھ کو فکر معاش

موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا

۱۹۰......میرے دوستو!

موت ایسی اٹل حقیقت ہے کہ...... جس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا...... اللہ

کے منکر تو مل جائیں گے...... مگر موت کا منکر کوئی نہیں ملے گا...... موت برحق ہے مگر کفن کے ملنے میں شک ہے...... انسان کو کیا علم کہ اسے کس حال میں موت آئے گی...... عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ...... ہر وقت اپنے دل سے یہ سوال کرتے رہیں کہ...... کیا تو مرنے کیلئے تیار ہے؟

یاد رکھیں! موت کو کسی بھی حیلے بہانے سے نہیں ٹالا جا سکتا...... اگر موت کو حکمت سے ٹالا جا سکتا...... تو حکیم لقمان کو کبھی موت نہ آتی...... اگر موت کو مال و دولت سے ٹالا جا سکتا...... تو قارون کو کبھی موت نہ آتی...... اگر موت کو حکومت سے ٹالا جا سکتا...... تو فرعون کو کبھی موت نہ آتی...... اگر موت کو حسن و جمال کے ذریعے ٹالا جا سکتا...... تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کبھی موت نہ آتی۔

ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ...... موت نے اچانک حملہ آور ہو جانا ہے...... کوئی شخص موت کو ٹال نہیں سکے گا...... اس لئے ہر وقت موت کی تیاری کی فکر میں لگے رہنا چاہئے...... آخرت کی تیاری کی فکر کرتے رہیں گے...... تو انشاء اللہ اس تیاری میں سہولت پیدا ہو جائے گی۔

انسانی زندگی کی ناپائیداری

۱۹۱...... انسان کی زندگی اس بلبلہ کی طرح ناپائیدار ہے جو ایک سیکنڈ میں ختم ہو جاتا ہے۔ انسان جب ملک الموت کے شکنجے میں آجاتا ہے تو پھر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ایک پل میں اس دنیا سے اگلی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ عقلمند وہی ہے جو اس زندگی کو نیک کاموں میں گزار جائے اور یہی توشہ رب کے حضور لے کر حاضر ہو جائے۔

ارشاد فرمایا، یہ دنیا دار العمل ہے یہاں انسان کو چاہئے کہ آخرت کی تیاری کر لے۔ دنیا میں آخرت کی کھیتی کو بوتا رہے تاکہ آخرت میں کاٹنا نصیب ہو۔ جو غفلت اور سستی کی وجہ سے آج کچھ نہیں بوئے گا تو وہ کل قیامت میں کیا کاٹے گا؟ آخرت کی تیاری کی فکر دل و دماغ پر سوار ہونا ضروری ہے۔

ساٹھ سال سے خون کے آنسو رونے والا بندۂ خدا

۱۹۱...... حضرت فتح موصلیؒ ایک زاہد و عابد اور متقی و پرہیز گار آدمی تھے آپ ہر رات ایک فلس (قدیم زمانے کا سکہ) خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ اپنے مصلیٰ پر بیٹھے خوف خدا میں رو رہے تھے آپ کا ایک عزیز شاگرد آپ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ نے چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور آپ کی انگلیوں میں سے سرخ سرخ آنسو ٹپک رہے ہیں۔

اس نے کہا: استاد محترم! خدا کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ خون کے آنسو کب سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے خدا کا واسطہ نہ دیا ہوتا تو تجھے کبھی نہ بتاتا اب تو نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو بتاتا ہوں کہ میں ساٹھ سال سے خون کے آنسو رو رہا ہوں۔ اس وقت میں ابھی بچہ ہی تھا، جب میری آنکھوں سے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ خون کبھی نکل آتا تھا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ایک آدمی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: اے شیخ محترم اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا؟

آپ نے جواب دیا! میرے رب نے میرے ساتھ اپنے شایان شان سلوک فرمایا ہے۔ اس نے مجھے عرش کے سائے میں کھڑا کر کے پوچھا: اے میرے بندے! تو اتنا زیادہ کیوں رویا کرتا تھا؟

میں نے عرض کی:۔

> یا اللہ! محض تیرے خوف سے اور اپنی بہت زیادہ خطاؤں کی شرمندگی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے بندے چالیس سال سے ہر روز تیرا نامہ اعمال میرے سامنے پیش کیا جاتا رہا لیکن اس میں کوئی گناہ نہیں ہوتا تھا۔

خبردار! کوئی شخص اہل قبور کی خاموشی سے دھوکہ نہ کھائے

۱۹۲ ...... دخلت المقابر فلما قصدت الخروج منها
فا ذا بصوت قيل يقول يا ثابت لا يغرنك صموت
ههنا فكم من نفس مغمومة (فيها احياء العلوم ۴۴۰ ص ۴۸)

ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں: میں قبرستان میں داخل ہوا جب وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو مجھے ایک آواز سنائی دی۔ کہنے والا کہہ رہا تھا: اے ثابت! خبردار یہاں کی خاموشی سے دھوکہ نہ کھانا، ان میں کتنے ایسے ہیں جو نہایت غمزدہ ہیں۔

ایک مرتبہ حسان بن سنانؒ بیمار ہوئے، ان کے دوست عیادت کو آئے اور حالت دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا، اگر جہنم سے بچ جاؤں تو اچھا ہوں پھر انہوں نے دریافت کیا، آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مرنے سے پہلے ایک لمبی رات مل جائے جس کو توبہ اور نماز ہی میں تمام کروں۔

حسین بن علی اور خوف خدا

۱۹۳...... حضرت حسینؓ بن علی جب وضو کرتے تو رنگ زرد ہو جاتا۔ لوگ پوچھتے کیا بات ہے؟ تو کہتے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے جا رہا ہوں؟ حضرت محمد بن واسع رات کا اکثر حصہ روتے ہوئے گزارتے۔ خاموش نہ ہوتے۔

اولیاء اللہ اور خوف آخرت

۱۹۴...... حضرت ابراہیم بن عیسیٰ یشکری نے کہا: میں ایک دن بحرین میں ایک آدمی کے پاس گیا جو سب لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ میں نے اس سے آخرت کا تذکرہ کیا۔ اس نے بھی موت کا تذکرہ کیا۔ اور پھر وہ چیخنے لگا یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی۔ حضرت مسمعؒ

نے کہا: میں عبدالواحد کے پاس گیا وہ مجلس میں وعظ کر رہے تھے۔ اس دن مجلس میں چار آدمی فوت ہو گئے۔ یزید بن مرشد بہت روتے تھے اور کہتے تھے:

خدا کی قسم! اگر اللہ مجھ سے یہ کہے کہ میں تمہیں اس حمام میں قید کر دوں گا تو میرا حق تھا کہ میں ہمیشہ روتا رہتا۔ پھر میں کیسے نہ روؤں جب اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو وہ مجھے آگ میں قید کریگا۔

حضرت سری سقطی نے کہا: میں ہر روز آئینہ میں اپنا چہرہ اس لیے دیکھتا ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔ یہ تو تھا ملائکہ، انبیاء، عبادت گزاروں اور اولیاء کا خوف۔ ہمیں تو ان سے بھی زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ ہمارے درجات کم اور گناہ زیادہ ہیں۔ ڈر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی صفائی اور کمال معرفت کی وجہ سے آتا ہے۔

اس دنیا میں مومن کی مثال

۱۹۵...... ہم لوگ اگر بے خوف ہیں تو جہالت کے غلبے اور دل کی قساوت کی وجہ سے۔ صاف دل کو تھوڑا سا بھی خوف حرکت میں لاتا ہے۔ اور سخت دل پر کوئی وعظ اثر نہیں کرتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا: میں نے ایک راہب سے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو تو اس نے کہا: اس راہب نے ایسے شخص کی مثال دی ہے جس کو درندوں اور حشرات الارض نے گھیرا ہو یہ مثال مومن کے حق میں بالکل صحیح ہے۔

جو آدمی نور بصیرت سے اپنے اندر دیکھے گا وہ اپنے آپ کو درندوں اور کیڑوں مکوڑوں سے بھرا ہوا پائے گا۔ جیسے غضب، کینہ، حسد، تکبر، عجب اور ریا وغیرہ۔ اگر یہ غفلت کرے گا تو سب اس کو نوچ لیں گے اور اسے پھاڑ کھائیں گے۔ ہاں دنیا میں ان کے حجاب سے پردہ ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا اور اس کو قبر میں رکھا جائے گا تو یہ سانپ اور بچھوؤں کو واضح طور پر دیکھے گا جو اسے ڈسیں گے۔

جو آدمی موت سے پہلے ان پر غالب آنا چاہتا ہے وہ ایسا ضرور کرے ورنہ اپنے

نفس کو ان سے ڈسوانے کے لیے تیار کرے۔ اور یہ جان لے کہ وہ ظاہری جسم کو ہی نہ ڈسیں گے بلکہ دل کو بھی ڈسیں گے۔

ایک عورت کے پیچھے لگنے والے شخص پر خوف خدا کا غلبہ

۱۹۶...... ابوالفتح بن مخرق کہتے ہیں کہ ایک آدمی ایک شامی عورت کے پیچھے لگ گیا اور چاقو لے کر اس کے سامنے آگیا جو کوئی بھی اس کے سامنے آتا وہ اسے زخمی کر دیتا۔ یہ آدمی بہت طاقتور تھا۔ اسی دوران عورت چیختی رہی۔ اتنے میں بشر بن حارث وہاں سے گزرے اور اس آدمی کے قریب سے کندھا مارتے ہوئے گزر گئے۔ وہ آدمی زمین پر گرا اور پسینے پسینے ہوگیا لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور عورت اپنے راستے پر چل دی۔

لوگوں نے آدمی سے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا پتہ نہیں۔ لیکن اس بڑے میاں نے مجھے کندھا مارتے ہوئے کہا: تجھے اور تیرے اس عمل کو اللہ دیکھ رہا ہے۔ تو میں اس کی بات سن کر کمزور پڑ گیا اور مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ پتہ نہیں یہ آدمی کون تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ بشر بن حارثؒ تھے۔ اس نے کہا ہائے میری قسمت! وہ آج کے بعد میری طرف کیسی نظر سے دیکھے گا۔ پھر اس شخص کو بخار ہوا اور ساتویں روز اس کا انتقال ہو گیا۔

آخرت کے امتحان کی تیاری

۱۹۷...... یہاں کے غم دل کو لگانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں کے غم بھی عارضی ہیں اور یہاں کی خوشیاں بھی عارضی ہیں۔ جیسے کوئی عقلمند انسان پل پر گھر نہیں بناتا اسی طرح مومن دنیا سے دل نہیں لگاتا۔ یہاں کوئی انسان مستقل نہیں رہے گا یہاں ہم سب امتحان کی حالت میں ہیں اس لیے ہمیں یہاں امتحان والوں کی طرح ہی رہنا چاہیے۔ تاکہ آخرت کی صحیح تیاری ہو سکے۔

حساب وکتاب

۱۹۸...... قیامت کے دن انسان پر چار گواہ بنا دیئے جائیں گے، گناہ کی نیت سے جتنے قدر زمین پر چلا، زمین کے وہ ٹکڑے اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ قرآن حکیم میں انسان کے حساب کے متعلق فرمایا ہے:

......سنفرغ لکم ایها الثقلان......

اے جنو! اور انسانو! ہم تمہارے لیے عنقریب فارغ ہو جائیں گے

جب نامہ اعمال سامنے آئیگا تو پھر پتہ چلے گا کہ کیا کرتے رہے ہو۔ اور کیا کرنا چاہیے تھا......**اقراء کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیباً**...... پڑھ اپنا نامہ اعمال آج تو خود اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔

عقل مند انسان

۱۹۹...... آج وقت ہے نیکی کرنے کا اور آخرت کی تیاری کرنے کا۔ لیکن ہم آج کل، آج کل کرتے کرتے وقت گزار دیتے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو آج دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے۔ دنیا میں آج ہم اپنے گناہوں کو بخشوالیں ورنہ کل قیامت کے دن سزا ملنے کے بعد معافی ہوگی۔ اس دن ظالم گناہ گار افسوس کریں گے بلکہ افسوس کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے۔

یوم یعض الظالم علی یدیه......جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے

دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والا ایک جملہ

۲۰۰...... سماکؒ فرماتے ہیں ایک روز میں نے ایک مجلس میں تقریر کی، تقریر کے دوران ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابوالعباس! آج تم نے اپنی تقریر میں ایک جملہ کہا ہے یہ

جملہ ہی ہمارے لیے کافی ہے۔اگر تم اس کے علاوہ کچھ نہ کہتے تو ہمیں کچھ پرواہ نہ ہوتی۔میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ جملہ کیا ہے؟اس نے جواب دیا کہ تم نے کہا کہ خائفین کے دلوں کو دو خلود (ہمیشہ رہنے) نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے،اور وہ دو خلود یہ ہیں جنت میں ہمیشہ رہنا یا دوزخ میں ہمیشہ رہنا۔یہ بات کہہ کر رخصت ہو گیا۔

اگلی صبح جب میں نے تقریر کی تو وہ شخص نہیں تھا۔میں نے حاضرین سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے۔یہ سن کر میں اس کی عیادت کو گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟وہ کہنے لگا اے ابوالعباس!تم نے اس دن دوزخ میں یا جنت میں ہمیشہ رہنے کی بات کہی تھی۔تمہارے اس جملے نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔چند روز بعد وہ نوجوان مر گیا۔

ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی ہے،مجھ پر رحم کیا گیا اور مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا۔میں نے پوچھا کہ یہ کرم تم پر کس لیے ہوا،اس نے کہا کہ اس جملے سے متاثر ہونے کی وجہ سے جو تم نے اس دن کہا تھا۔

یہ انبیاء کرام،اولیاء کرام،علماء،صالحین کیخوف خدا کی تفصیل ہے۔دیکھو یہ لوگ کس قدر خوف زدہ تھے۔جب کہ خوف کی زیادہ ضرورت ہم لوگوں کو ہے۔پھر یہ ضروری نہیں کہ خوف گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہو بلکہ صفائے قلب ارکمال معرفت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اتنا ضروری ہے،جتنا ضروری گناہوں کی حالت میں ڈرنا ہے۔اگر آدمی کے دل میں خوف نہ ہو تو اس کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ اس کے معاصی زیادہ ہیں بلکہ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کا دل شہوات سے خالی نہیں ہوتا،بلکہ وہ خواہشات نفس کا تابع ہوتا ہے۔

انسان پر بدبختی کا غلبہ

۲۰۱...... بدبختی اس پر غالب ہوتی ہے اور اسے اپنے قلب کا مشاہدہ کرنے نہیں دیتی۔نہ

موت کی قربت اسے بیدار کرتی ہے۔اور نہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے باطن میں ہلچل ہوتی ہے۔نہ خائفین کے حال کا مشاہدہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔اور سوء خاتمہ کا خوف اسے سیئات کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہماری کوتاہی کو معاف فرمائے اس لیے کہ اس غفلت کے عالم میں صرف دعا ہی ایک ذریعہ رہ جاتا ہے بشرطیکہ عمل کے بغیر دعا قبول ہو سکتی۔

ایک راہب کی عمدہ ترین نصیحت

۲۰۲...... عیسیٰ ابن مالک خولانی جن کا شمار عابدین میں سے ہوتا ہے ایک راہب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے بیت المقدس کے دروازے پر غمگین کھڑے دیکھا۔وہ انتہائی مضطرب، بے چین اور غمگین نظر آتا تھا۔لگتا تھا کہ ابھی اس کی آنکھوں سی آنسو بہنے لگیں گے۔میں نے کہا اے راہب! اگر تم کچھ وصیت کرنا چاہتے ہو تو کرو میں یاد رکھوں گا۔

اس نے کہا: اے عزیز! میں تجھے کیا نصیحت کروں...... اگر تجھ سے ممکن ہو تو اس شخص کی طرح ہو جا...... جس کو درندوں اور سانپ بچھوؤں نے گھر لیا ہو...... اور وہ ڈر رہا ہو کہ...... اگر ذرا سی بھی غفلت کی تو درندے پھاڑ کھائیں گے...... اور اگر بھول گیا تو سانپ بچھو ڈس لیں گے...... ایسے شخص کی رات بھی خوف کی طرح نکلتی ہے...... گو کہ غافل سکون سے سوئیں...... اور دن بھی اضطراب میں کٹتا ہے...... اگرچہ ناکارہ لوگ عیش کریں...... پھر وہ راہب مجھے میرے حال پر چھوڑ کر چلنے لگا...... میں نے کہا اگر تم کچھ اور بھی کہتے تو مجھے زیادہ نفع ہوتا۔

وہ کہنے لگا...... پیاسے کو جس قدر پانی مل جائے غنیمت ہے...... یہ بات اس راہب نے صحیح کہی ہے...... اس لیے کہ صاف قلوب پر معمولی خوف بھی اثر انداز ہوتا ہے...... اور غافلوں کو خواہ کتنا ہی ڈراؤ...... وہ اپنی حالت پر رہتے ہیں اور ذرا نہیں بدلتے۔

راہب نے جو مثال بیان کی ہے وہ فرضی نہیں...... بلکہ حقیقت میں یہی ہے......اگر انسان اپنے اندر سے دیکھے......اور اپنے باطن کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا۔

چالیس سال تک رونے والا مرد مومن

۲۰۳...... خواجہ سل عبداللہ تشتریؒ چالیس سال تک لگاتار روتے رہے اس عرصہ میں کسی نے ان کو ایک پل بھی رونے سے خالی نہ پایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے:۔

اے عزیزو! جب قیامت کا خوف اور ہول یاد آتا ہے۔ جب والدین فرزندوں کی پرواہ نہ کریں گے اور فرزند والدین کی باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی سے اور مسلمان مسلمان سے تو پھر ہنسی نہیں آتی، جس کے پیش ایسا دن آنا ہے۔ اور جسے اپنا انجام معلوم نہیں۔ اسے ہنسی کس طرح آسکتی ہے۔ اور اس کا رونا کس طرح تھم سکتا ہے۔ وہ نہایت ہی سنگدل ہوگا جو ایسے دن کے خوف سے نہیں روتا ہوگا۔ اور اس بات کی سوچ بچار نہ کرتا ہوگا کہ کس طرح اس سے خلاصی ہوگی۔

جنازہ اور عبرت

۲۰۴...... دنیا کے متعلق ارشاد فرمایا: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے...... یہ جنازے ہمارے لیے سبق سیکھنے کا ذریعہ ہیں...... یہ ہمارے لیے باعث عبرت ہیں......ہم بھی ایک دن اسی طرح بے سدھ پڑے ہوئے ہونگے...... کوئی ہمیں اٹھا کر قبرستان لے جائے گا......اور سب لوگ یہ کہہ کر چھوڑ دیں گے...... لے او یار لے دب دے...... کتنے بڑے بڑے پہلوان ہی کیوں نہ ہوں...... موت سے آخر شکست کھانی پڑتی ہے......موت کسی کے آگے ہار نہیں مانتی بلکہ فاتح ہوتی ہے۔

رونے کی آخری حالت

۲۰۵...... حضرت صالح المری فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہل جہنم آگ میں چیخ رہے ہونگے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں گی ان میں رونے کی طاقت نہ رہے گی صرف اتنی جس طرح قریب المرگ مریض کی آہیں نکلتی ہیں۔

دوزخیوں پر دوزخ کا غصہ

۲۰۶...... حضرت محمد بن کعب (مفسر) سے روایت ہے کہ جب وہ جہنم میں چیخیں گے تو جہنم بھی چیخ پڑے گی اور جب وہ چلانے لگیں گے تو جہنم بھی چلانے لگ پڑے گی۔ (جہنم کا چیخنا اور چلانا) اس لیے ہوگا کہ انہوں خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنالیا تھا۔ (یعنی خدا کی نافرمانی کی وجہ سے غصہ آلود ہوگی)...... **لهم فيها زفير و شهيق** ...... کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تیز اور کمزور آوازوں میں روئیں گے۔

رونے کے بعد نا امیدی

۲۰۷...... حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اہل دوزخ سو سال تک صبر کریں گے پھر سو سال تک روئیں گے پھر کہیں گے:

سواء علينا اجزعنا ام صبرنا مالنا من محيص (ابراهيم: ۲۱)

ہم سب کے حق میں (دونوں صورتیں) برابر ہیں خواہ ہم ضبط کریں یا نہ کریں (دونوں حالتوں میں) ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

دینار العیاد اور خوف خدا

۲۰۸...... ایک شخص دینار العیاد کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی والدہ اس کو نصیحت کرتی تھی۔ لیکن وہ نصیحت قبول نہیں کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایسے قبرستان سے گزرا جس میں بہت ساری ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس نے ایک خالی ہڈی پکڑی، ہڈی اس کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا کے تیرا بھلا نہ ہو۔ کل تیری ہڈیاں بھی اس طرح ہی ٹکرے ہو جائیں گی اور جسم مٹی میں مل جائے گا۔ اس نے کہا آج میں اپنے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہو ں۔ سوچ کر وہ شرمندہ ہو گیا۔ اور توبہ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا:

الٰھی الیک القیت مقالید امر فاقلبنی وارحمنی.

میرے پرورد گا میں نے اپنے تمام امور کی کنجیاں تیرے سپرد کر دی ہیں پس تو مجھے قبول فرما اور مجھ پر رحم کر۔

پھر ٹوٹے ہوئے دل اور اپنی بدلی ہوئی حالت کیساتھ اپنی ماں کے حضور حاضر ہوا اور کہا اے ام مہربان بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے کے بعد آقا کیا سزا دیتا ہے؟ ماں نے کہا اسے کھردرا لباس اور کھانا دیتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ بیٹے نے کہا میں اون کا ایک جبہ اور جو کی روٹیاں چاہتا ہوں۔ اور آپ سے گزارش ہے کہ میرے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جائے۔ شاید میری ذلت دیکھ کر میرے آقا کو مجھ پر رحم آجائے۔ ماں نے اس کی درخواست پوری کر دی۔

جب رات چھا جاتی تو وہ رونا شروع کر دیتا اور اپنے آپ سے کہتا: اے دینار! تیرا بھلا نہ ہو۔ کیا تو آگ کا عذاب سہنے کی طاقت رکھتا ہے؟ تو کس طرح ربِ جبار کے غضب کے سامنے ڈٹ گیا؟ یہ کہتے کہتے صبح ہو جاتی۔

کبھی کبھی اس کی ماں کہتی اپنی جان پر رحم کر تو وہ کہتا امی جان مجھے چھوڑ دیجئے۔

تھوڑی دیر کے لیے تھک رہا ہوں شاید کہ طویل راحت کا حقدار بن جاؤں۔امی جان مجھے بڑی دیر تک رب کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا۔میں نہیں جانتا کہ مجھے ٹھنڈے سایوں میں جگہ ملے گی یا برے ٹھکانے میں بھیجا جائے گا۔میں اس تھکاوٹ سے ڈر رہا ہوں جس کے بعد راحت نہیں ہوگی اور ایسی جھڑک سے لرزاں ہوں جس کے ساتھ عفو نہیں ہوگی۔

ماں کہتی ہے تھوڑی دیر کے لیے آرام کر لے تو وہ کہتا ہے کیا میں راحت پسند بن جاؤں، کیا آپ مجھے رہائی کی ضمانت دے سکتی ہیں؟ تو ماں کہتی ہے مجھے کون رہائی کی ضمانت دے گا۔اس پر بیٹا کہتا ہے پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔مجھے یوں لگتا ہے کہ کل آپ کو نیک لوگون کے ساتھ جنت میں بھیج دیا جائے گا اور مجھے دوزخ کی طرف ہانک دیا جائے گا۔ایک رات تلاوت کرتے ہوئے یہ آیت آئی:

فوربک لنسئلنهم اجمعين ٥ عما كانو يعملون (الحجر:92-93)

پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔

اس آیت پر اس نے سوچا تو رو پڑا اور (زخمی) سانپ کی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا۔یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔اس کی والدہ اس کے پاس آئی اور اسے بلایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ماں نے کہا چشم مادر! اب کہاں ملاقات ہوگی؟ بیٹے نے جواب دیا اگر مجھے عرصہ محشر میں نہ پایا تو داروغہ جہنم سے میرا پتہ پوچھ لینا۔پھر ایک جھٹکا لیا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ماں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور یہ اعلان کرتے ہوئے باہر نکلی لوگو! آؤ اور شہید جہنم کی نماز جنازہ پڑھو۔لوگ بڑی کثرت سے آئے اس دن لوگوں کا ہجوم اور آنسوؤں کا سیلاب اس کثرت سے آیا کہ بیان سے باہر ہے۔

خوف خدا نے گناہ سے بچالیا

۲۰۹...... حضرت علی بن حسینؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک عبادت گزار شخص رہتا تھا۔اس نے سخت ریاضت کی یہاں تک کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کے پاؤں سوجھ گئے اور آہ وگریہ کرتے کرتے اس کی آنکھیں علیل ہوگئیں۔

ایک دن اس کے اہل واحباب اسکے پاس آئے اور کہا شادی کرلو۔اس نے ایک لونڈی خریدی جو گانا گاتی تھی۔لیکن درویش کواس کا علم نہیں تھا۔انہیں ایام میں ایک دن وہ اپنی محراب میں نماز پڑھ رہا تھا۔

اچانک لونڈی کے گانے کی آواز بلند ہوئی۔نغمہ سن کر فقیر کے ہوش اڑ گئے اور اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا لیکن (ضعف) عبادت کی وجہ سے جا نہ سکا۔

یہ دیکھ کر لونڈی اس کے پاس آئی اور کہا:۔

اے میرے آقا! تو نے اپنی جوانی بوسیدہ کردی......اور ایام حیات میں لذات سے ہاتھ اٹھائے رکھا......اب بقیہ دنوں میں مجھ سے فائدہ اٹھالے......(تو کیا بگڑتا ہے) وہ شخص لونڈی کی بات سن کر اس میں دلچسپی لینے لگا......اور عبادت میں کوتاہی کرنے لگا...... یہ بات اس درویش کے بھائی تک پہنچی......وہ بھائی اس کی عبادت میں موافقت کرتا تھا......اس نے درویش کو خط لکھا اور کہا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم......محبت کرنے والے ناصح اور مہربان نبض شناس کی طرف سے......اس شخص کی طرف جو ذکر کی مٹھاس، قرآن کی لذت، خشوع وخضوع اور دردسوز سے محروم ہو چکا ہے......اما بعد

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک لونڈی خریدی ہے......جس کے بدلے میں آخرت کا ایک کثیر حصہ بیچ ڈالا ہے......اگر تو نے کثیر کو قلیل کے بدلے......اور قرآن کو گانے کے بدلے بیچ ڈالا ہے......تو میں تمہیں لذات کو ختم کرنے والی شہوات کو بھلا دینے والی

اور بچوں کو یتیم کر دینے والی...... (موت) کے بارے میں تنبیہ کر رہا ہوں۔

جب وہ (موت) تیرے پاس آئے گی......تو تیری زبان کو گنگ کر دے گی...... تیرے جوڑوں کو ہلا کر رکھ دے گی......کفن تیرے قریب کر دے گی......اور تیرے اہل و احباب کو وحشت میں ڈال دے گی...... (میرے بھائی) میں تمہیں اس چیخ سے ڈرا رہا ہوں جب جبار و قہار (اللہ) کے حضور......خوف کی وجہ سے مخلوقات گھٹنے ٹیک دیں گے......پس تو اس عذاب سے احتیاط کر جو غصے والے بادشاہ کی طرف سے تجھ پر آئے گا۔

(یہ لکھ کر) اس نے خط لپیٹ کر اسکی طرف بھیج دیا......وہ شخص مجلس سرور سجائے بیٹھا تھا کہ اسے خط ملا......خط پڑھ کر اس کے ہوش اڑ گئے......وہ شخص مجلس سے فوراً اٹھا جام توڑ ڈالا، لونڈی کو چھوڑا اور قسم کھائی کہ...... نہ کھانا کھائے گا اور نہ سونے کے لیے بستر بچھائے گا۔

خط لکھنے والے کا بیان ہے کہ...... میں نے اس درویش کی موت کے بعد اسے خواب میں دیکھا......تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا......اس نے کہا ہم رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے......تو اس نے اپنی جنت ہمیں عطا فرمائی......پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

رب العرش نے مجھے موٹی موٹی سرگیں آنکھوں والی حور عطا فرمائی ہے۔ جو مجھے شراب طہور کے جام پلاتی ہے اور مجھے مبارک باد دیتی ہے۔ وہ کہتی ہے خوب سیر ہو جا اس کے انتظار کے بدلے جو تو میرے لیے کیا کرتا تھا اور غلمان و حور عین سے آنکھیں ٹھنڈی کر لے۔ اے وہ شخص جسے دنیا کی لذتوں اور گناہوں سے قرآنی سورتوں کی وعید نے دور رکھا۔

عبداللہ بن مرزوق اور خوف خدا

۲۱۰...... کتاب التوابین میں ہے کہ عبداللہ بن مرزوق مہدی کے ساتھ عیش وعشرت میں رہتا تھا ایک مرتبہ لہو ولعب کی مجلس میں اس نے شراب نوشی کی، نشہ میں مدہوش ہوکر اس نے نہ ظہر کی نماز پڑھی نہ عصر کی اور نہ مغرب کی۔ ہر نماز کے وقت اس کی محبوبہ باندی نے اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن اسے ہوش نہ آیا۔

جب عشاء کا وقت آیا تو اس باندی نے ایک آگ کا انگارہ لاکر اس کے پاؤں پر رکھ دیا۔ جب اس کے پاؤں جلے تو وہ چونک اٹھا اور باندی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ باندی نے کہا یہ دنیا کی آگ کا انگارہ ہے۔ جب آپ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تو آخرت کی آگ کو کیسے برداشت کریں گے؟

عبداللہ بن مرزوق بہت رویا اور نماز پڑھی۔ باندی کی بات کا اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اب اس کو اپنی نجات اسی میں نظر آئی کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے غلاموں کو بھی آزاد کر دیا۔ اور لوگوں سے اپنا لینا دینا بے باق کر دیا۔ اور باقی سارا مال بھی خیرات کر دیا اور پھر اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ سبزی بیچ کر گزارہ کرتا۔ اور اس کی باندی بھی اس کی اس حالت میں اس کے ساتھ رہی۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان بن عیینہؒ اور فضیل بن عیاضؒ، عبداللہ بن مرزوقؒ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ اس نے اپنے سر کے نیچے اینٹ کو سرہانہ بنا رکھا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ نے اس سے کہا: جس شخص نے دنیا کے مال واسباب وغیرہ کو اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دیا تو اللہ نے اس کو ضرور اس کا بدلہ عنایت فرمایا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا بدلہ عنایت فرمایا؟ عبداللہ بن مرزوقؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قناعت کی صفت دی کہ میں اسی حال میں خوش ہوں۔ (کتاب التوابین صفحہ:162)

گناہ کر کے ہنسنے والا جہنم میں داخل ہوگا

۲۱۱...... جس شخص نے دنیا میں گناہ کیا......اور گناہ کر کے ہنسا گناہ کر کے شوخی منائی......گناہ کر کے خوشیاں مناتا رہا......ڈاکہ ڈالا، قتل کیے اور پھر؟ محفل سجائی، دوستوں کو بلایا، آؤ اوئے! آج بہوں ودا ہتھ لگا اے جی! آج جناب لکھاں دا مال آگیا اے، آج راتی کی ہوسی؟ جشن ہوسی، پی سی (.P.C) وچ جشن ہوسی، فلانی جگہ وچ جشن ہوسی...... پندراں ویہہ سنگی مشٹنڈے نال بٹھائے، شراباں پیتیاں، گانے، یہ، وہ گناہ کیا، اور ہنسا۔

اللہ اس کو جہنم میں داخل کریں گے، روتا ہوا جہنم میں جائے گا...... گناہ کر کے ہنسا، جہنم میں روتا ہوا جائے گا...... نیکی کر کے رویا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے، ہنستا ہوا جنت میں جائے گا۔ اس لیے فرمایا:

......فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً ......

''ہنسو تھوڑا، روؤ زیادہ''۔

رونا نہ آنا...... یہ شقاوت قلبی کی نشانی ہے

۲۱۲...... آج روتا ہے کوئی؟ ہنسنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے......آپ شاید روتے ہوں......مگر بھائی ہمارا تو پتلا حال ہے......اکثریت ایسی ہے...... اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ...... کسی سے پوچھا، رونا کسی کو نہیں آتا......قرآن سن کے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے ......اور کسی عذاب کو دیکھ کر کے رونا پہلے ذرا سی مصیبت کی......تکلیف کی چیز کوئی دیکھتا تھا...... توبہ توبہ کرتے تھے۔

رات کو نیند نہیں آتی تھی......استغفار کرتے تھے......مسجدیں بھر جاتی تھیں...... جی بڑی پریشانی دیکھی......اے جی! بڑی پریشانی دیکھی......اے جی، ماں موت یاد آگئی

اے جی، کوئی حادثہ دیکھا...... کوئی ایکسیڈنٹ دیکھا، دل پہ اثر ہوتا تھا...... اور آج کل؟ یہ لاشیں دیکھو! جناب بم باریاں دیکھو!

نماز کے اختتام پر اللہ اکبر اور استغفر اللہ دفعہ کہے...... تو نماز کی کمی دور کر دی جاتی ہے...... ایک مار کا ڈر ہوتا ہے...... اور ایک خشیت الٰہی ہوتی ہے...... خشیت ایسا خوف ہوتا ہے کہ...... جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ کی عظمتوں سے واقف ہو جاتا ہے...... اتنا زیادہ ڈر ہو جاتا ہے...... اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ بادل آ جانے پر بھی ڈرتے تھے...... کیونکہ پہلے اس طرح بادلوں سے عذاب کی بارش ہو جایا کرتی تھی۔

بادل کے گزرنے پر خوف عذاب

۲۱۳ ایک محدث درس دے رہے تھے کہ اوپر سے بادل گزرا تو خاموش ہو گئے۔ شاگردوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا، مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس سے پتھروں کی بارش نہ شروع ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی خشیت مانگا کریں جس سے انسان گناہ سے رک جائے۔ ہم تو گناہ کو مکھی کے برابر سمجھتے ہیں بس ہاتھ مارا اور اڑا دی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔ کیونک نافرمانی نافرمانی ہی ہوتی ہے۔ خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو۔ ہمارے دلوں میں خشیت اس لئے پیدا نہیں ہوتی کیونکہ دل پر گناہ کی چادر چڑھی ہوئی ہے۔ بعض اوقات معمولی غلطی پر انسان کی پکڑ ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

حضرت محمد واسعؒ اور خوف خدا

۲۱۴...... رمضان میں نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے، ایک رات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لہجے میں قرات کرتے۔ دوسری رات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لہجہ اختیار کرتے۔ یہ متعدد قراتوں میں مہارت رکھتے تھے۔ جب اکیلے نماز پڑھتے تو بسا اوقات وجد میں آ کر ایک ہی نماز میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے، جب اس آیت پر گذر ہوتا۔

فسوف یعلمون اذا الاغلال فی اعناقھم و السلاسل یسبحون فی الحمیم ثم فی النار یسبحون. (المئومن ۷۱)

عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا جب طوق ان کی گردن میں ہوں گے اور زنجیریں جن سے پکڑ کر وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچے جائیں گے پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اسی طرح جب وعد و وعید کی آیات سے گذر ہوتا تو بدن کانپ اٹھتا، دل کپکپا اٹھتا، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے پھر وہ ان آیات کو گڑ گڑاتے ہوئے بار بار دھراتے، دیکھنے والوں کو یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں ان کی موت واقع نہ ہو جائے۔

حضرت محمد بن واسع ازدیؒ کی مرض الموت میں حالت

۲۱۵...... جب حضرت محمد بن واسع ازدی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو عیادت کرنے والوں کا آپکے گھر جمگھٹا ہو گیا۔ کثرت سے لوگ آجا رہے تھے، اور بہت سے آپکے گھر کھڑے اور بیٹھے تھے۔ آپ نے پہلو بدل کر چہرہ اپنے عزیز کی طرف کیا اور فرمایا: مجھے یہ بات بتاؤ جب مجھے پیشانی اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا تو یہ لوگ مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے؟ اگر مجھے پکڑ کر جہنم میں ڈالا گیا تو یہ لوگ مجھے چھڑا سکیں گے؟ پھر اپنے رب سے

التجا کرنے لگے۔

الٰہی میں ہر اس مقام پر جہاں زندگی میں کھڑا تھا اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ یا الٰہی! ہر جگہ جہاں میری آمد رفت رہی اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ یا الٰہی! ہر برا عمل جو میں نے کیا اور ہر بری بات جو میں کہی اس سے معافی کا طلب گار ہوں۔

یا الٰہی! ان تمام گناہوں کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں۔ تیری عزت کا واسطہ مجھے معاف کر دے، مجھ پہ اپنی نظر کرم فرما۔ میں گرفتار رہو کر تیرے حضور پیش کیے جانے سے پہلے ہی امن اور سلامتی کے ساتھ آپ سے ملاقات کی دلی تمنا رکھتا ہوں۔

یہ کہا اور آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔

باب نمبر۶

محدثین

اور

خوف خدا

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور خوف خدا

ا...... آئمہ اور مجتہدین میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا جو مرتبہ ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علم و فضل، طاعت و عبادت و تقوی اور پرہیز گاری سب میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ پر خوف خدا کا اتنا غلبہ رہتا تھا کہ ایک بار بازار سے گزرتے ہوئے، ایک لڑکے کے پاؤں پر آپ کا پاؤں پڑ گیا اس نے چیخ مار کر کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ یہ سن کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت مسعر بن کدامؒ ساتھ تھے، انہوں نے آپؒ کو سنبھالا اور کہا آپ کا کیا حال ہے؟ ایک لڑکے کی معمولی سی بات پر اتنا اثر کیوں ہو گیا؟

آپؒ نے فرمایا: ممکن ہے لڑکے کے منہ سے نکلنے والی بات ایک غیبی صدا ہو اور اس کے ذریعہ میری تنبیہ ہو۔

ہم اس قابل کہاں؟

۲...... حضرت امام اعظمؒ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، ایک دفعہ ملازم نے آپؒ کے سامنے تھان رکھتے ہوئے کلمہ خیر کے طور پر کہا ''اللہ تعالیٰ ہم کو جنت نصیب کرے'' یہ سن کر امام صاحب پر رقت طاری ہو گئی۔ اس قدر روئے کہ جیب و دامن تر ہو گئے۔ ملازموں کو دوکان بند کرنے کا حکم دیا اور چہرے پر رومال ڈال کر ایک طرف نکل گئے۔ دوسرے روز دوکان پر گئے تو ملازم سے فرمایا:-

بھائی ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں۔ یہی غنیمت ہے کہ ہم اللہ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔

فتویٰ نہ دینے پر مواخذہ کا خوف

۳...... ایک روز کوئی شخص آپؒ سے مسئلہ دریافت کرنے آیا، آپ نے مسئلہ بتا دیا دوسرا شخص آپ کے پاس بیٹھا تھا، اس نے کہا۔ ابو حنیفہ! خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو۔

یہ سن کر امام صاحب پر ایسا خوف طاری ہوا کہ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ کانپتے ہوئے کہا: بھائی اللہ تمہیں جزائے خیر دے، اگر مجھے یقین ہوتا کہ فتویٰ نہ دینے پر خدا مجھ سے مواخذہ نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ تو نے علم حاصل کر کے اسے چھپایا اور لوگوں کو فائدہ نہ پہنچایا تو میں ہرگز فتویٰ نہ دیا کرتا۔

خوفِ خدا نے حضرت امام کے دل میں کتنا سوز و گداز پیدا کر دیا تھا۔ کیا ہمارے آج کی مفتیان کرام ایسی بات کو برداشت بھی کر سکتے ہیں؟

ساری رات ایک آیت پڑھتے ہوئے گزار دی

۴...... زائدہ بیان کرتے ہیں میں نے ایک دفعہ حضرت امام اعظمؒ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ مجھے آپؒ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ امام صاحب نفل پڑھنے لگے میں ٹھہر گیا کہ آپ فارغ ہو لیں تو مسئلہ پوچھوں گا۔ جب آپ قرأت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے۔

قالوآ انا کنا من قبل فی اھلنا مشفقین . فمن اللّٰہ علینا و وقنا عذاب السموم.

جنتی لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس سے پہلے (دنیا میں) ہم اپنے بیوی بچوں کے درمیان (دوزخ کے عذاب سے) ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر اللہ نے ہم پر فضل فرمایا او رہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔

اس آیت کو پڑھتے ہوئے آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بار بار اسی کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور آپ کی زبان پر یہی آیت جاری تھی۔

ایک مرتبہ نماز ہی میں جب اس آیت پر پہنچے:

بل الساعة موعدهم والساعة ادهی وامر (القمر ۴۶)

بلکہ ان (کافروں) سے نمٹنے کے لئے اس وعدے کا وقت قیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔

تو خوف آخرت سے آپ پر گریہ طاری ہوگیا۔ آپؒ روتے جاتے اور اسی آیت کو دہراتے جاتے، اسی حالت میں رات گزر گئی۔

ایک آیت کی وجہ سے ساری رات متفکر

۵...... یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک ہوا۔ آپؒ نے سورۃ زلزال پڑھی، جس کے آخر میں ہے:

فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یرہ ط ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره (زالزال پاره ۳۰)

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ بھی قیامت میں اس کی جزا کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کی سزا کو دیکھ لے گا۔

لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے میں ٹھہرا رہا۔ امام صاحبؒ ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے۔ میں آپؒ کی یہ حالت دیکھ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ جب صبح کی نماز کے لئے مسجد میں گیا تو دیکھا امام صاحب ابھی تک غمزدہ بیٹھے ہیں۔ داڑھی ہاتھ میں ہے بڑی رقت کے ساتھ کہہ رہے ہیں:

اے وہ ذات جو ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر بدی کا بدلہ دے گی اپنے غلام نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھیو۔

ایک آیت پڑھنے سے بدن لرز اٹھا

۶...... ابراہیم بصریؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام صاحب نماز فجر پڑھ رہے تھے میں بھی شریک جماعت تھا۔ جب آپؒ اس آیت پر پہنچے۔

ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون.

خدا کو ظالموں کے کاموں کی طرف سے غافل نہ سمجھنا۔

تو آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ تمام بدن بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا۔

اے بھائیو!

نماز ہم بھی پڑھتے ہیں...... نماز میں قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں...... ہماری قرأت کے درمیان بھی یہ آیتیں آتی ہیں...... لیکن ہمارے اندر ذرا بھی خوفِ خدا اور خوف آخرت پیدا نہیں ہوتا...... خاصان خدا اپنے کو تو مامون نہ سمجھتے تھے...... لیکن ہم اپنے کو مامون سمجھتے ہیں؟ پیشہ ور واعظین شیطان کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کو اطمینان دلا دیتے ہیں کہ...... اطاعتِ رسول کو وعظ کہنے والے بدعقیدہ ہیں...... محبت رسولؐ ہی سب کچھ ہے اور تمہاری نجات کے لئے کافی ہے...... اور محبت رسول بھی بالکل سستی...... تک بندوں کی نعتوں اور فضائل کے من گھڑت قصوں کی مجلسیں اور نعرۂ صلوٰۃ۔

مقروض کی دیوار کے سایہ سے پرہیز

۷...... ایک شخص حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقروض تھا۔ جس محلہ میں وہ رہتا تھا وہاں آپؒ کا ایک شاگرد فوت ہوگیا۔ آپؒ اسکی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تمازت آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی، جو آپؒ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپؒ سے کہا کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں آرام فرمایئے۔ آپؒ نے فرمایا اس صاحب دیوار پر میرا کچھ قرض ہے، اس لئے میرے لئے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کمال احتیاط اور تقویٰ

۸...... ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اسکی عیادت کی اور ابھی آپ وہیں بیٹھے تھے کہ آپؒ کی موجودگی میں اس مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی۔ یہ حالت دیکھ آپ نے واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور یہ سوچا کہ یہ شخص اب تھوڑی دیر کا مہمان ہے، اسلئے اب اسکے پاس ہی بیٹھے رہنا چاہئے۔ اس مریض کے قریب ایک چراغ جل رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا اور جیسے ہی اس کا انتقال ہوا، حضرت امام ابوحنیفہؒ نے وہ چراغ بجھا دیا۔

دوسرے لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ نے چراغ بجھا دیا، حالانکہ اس وقت تو روشنی کی ضرورت تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

یہی وقت اس چراغ کے بجھانے کا تھا...... اس لئے کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا...... یہ چراغ اسکی ملکیت تھا...... اور اب اسکے انتقال کے بعد یہ چراغ اس کے وارثوں کی ملکیت میں چلا گیا ...... اور اب وارثوں کی اجازت کے بغیر...... اس کا استعمال کرنا ہمارے لئے جائز نہیں...... اسلئے میں نے یہ چراغ بجھا دیا۔

اس واقعہ سے امام صاحب کی احتیاط اور تقویٰ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا تین سال تک نہ سونا

۹...... امام اعظم کوفیؒ تین سال تک نہ سوئے...... اس عرصہ میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو ایک دن رات سے زیادہ عرصے تک بیہوش رہتے...... جب ہوش میں آتے...... تو نفس کو جھڑکتے اور کہتے اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی...... جو بارگاہ الٰہی کے شایانِ شان ہو...... جس طرح اس کا حق ہے...... اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہے گا۔

اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے اور روتے قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اگر عذاب کی آیت پر پہنچتے تو عالم تحیر میں کھڑے رہتے۔ لیکن اس طرح کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ بڑے تعجب کی بات ہوگی، اگر ابو حنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہوگی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور خشیت الٰہی

۱۰...... قبل ازیں کئی مرتبہ مختلف مقامات پر امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ذکر آیا۔ یہاں خوف الٰہی کے باب میں ان کے متعلق اتنا ذکر کرنا مقصود ہے کہ وہ جس طرح فقہ کے امام اعظمؒ ہیں۔ اسی طرح تقویٰ اور خوف الٰہی میں اپنی مثال آپؒ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ چالیس سال تک متواتر صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے رہے...... پوری رات خوف الٰہی میں روتے رہتے...... عذاب الٰہی کے متعلق کوئی آیت سن لیتے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور کبھی اپنی داڑھی پکڑ کر ایک مجرم کی طرح...... بارگاہِ الٰہی میں معافی مانگتے...... کہ الٰہی! اپنے مجرم ابو حنیفہ کو معاف کر دے...... آپؒ کا ایک مرغوب جملہ تھا...... جب روتے روتے کہیں آنسو ذار تھمتے...... تو فرماتے اگر قیامت کے دن ابو حنیفہ کو معاف کر دیا گیا...... تو یہ بڑی حیرانی کی اور تعجب کی بات ہوگی۔

اللہ اکبر! یہ ان لوگوں کی حالت ہی جن کی ساری زندگیاں بندگی واطاعت میں گزریں۔ لیکن ہم کیا ہیں؟ نہ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، اور نہ خوفِ خدا کا احساس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت ظالم، غافل اور گنہگار ہیں۔ ہماری زندگیوں کے شب و روز بغاوت، سرکشی، لالچ اور طلب دنیا جیسے شیطانی پھندوں میں الجھے ہوئے ہے۔ ہم اپنے نفس کے اسیر ہیں ان لوگوں کی بندگی اور خوف الٰہی کی یہی کیفیت انہیں حیات جاوداں عطا کر گئی۔

نقص نہ بتلانے پر تیس ہزار درہم قیمت سامان خیرات کر دیا

۱۱...... امام اعظمؒ بھی ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ اکثر شہروں میں ان کی ایجنسیاں موجود تھیں۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا اور لاکھوں کا لین دین ہوتا تھا۔ اس قدر وسیع کاروبار کے ساتھ اتنی احتیاط برتتے تھے کہ انکے خزانہ میں ایک پائی ناجائز طور پر داخل نہ ہوسکتی تھی۔ اس احتیاط کے باعث اگر کبھی نقصان پہنچ جاتا تو ملول نہیں ہوتے تھے۔

ایک دفعہ حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس خز کے تھان برائے فروخت بھیجے اور انہیں کہلا بھیجا کہ ''فلاں فلاں تھان میں عیب ہے بیچتے وقت خریدار کو دکھلا کر دینا۔

حفص کو فروخت کرتے وقت یہ ہدایت یاد نہ رہی اور عیب جتلائے بغیر فروخت کر دیا۔ امام صاحب کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ کفارہ کی اور تو کوئی صورت نظر نہ آئی کیونکہ تھان ایسا شخص لے گیا تھا جس کا اتہ پتہ معلوم نہ تھا اس لئے آپ نے ان تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب خیرات کر دی۔

سستے نہیں مہنگے دام خریدوں گا

۱۲...... ایک اور موقعہ پر امام صاحب کے پاس ایک عورت خز کا تھان برائے فروخت لائی۔ امام صاحب نے دام پوچھے تو اس نے سو روپے بتلائے۔ فرمایا کم ہیں۔ اس نے کہا تو دو سو روپے دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: تھان پانسو سے کم قیمت کا نہیں۔ اس عورت نے حیران ہوکر پوچھا: آپ ہنسی تو نہیں کرتے؟

امام صاحب نے کہا: نہیں! اور پانسو روپے دیکر تھان رکھ لیا۔ اسی دیانت و امانت نے انہیں آسمانِ شہرت پر پہنچا دیا تھا۔

مگر آج کل تو امام اعظم کے مقلد اکثر کرم خوردہ یا ناقص تھان دوسرے تھانوں میں اس طرح ملا کر لوگوں کو دیتے ہیں کہ انہیں پتہ نہ چلے۔

امام ابو یوسفؒ اور خوف خدا

۱۳۔۔۔۔۔ ہر چراغ، چراغ ہوتا ہے۔۔۔۔۔اور وہ اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن کچھ چراغ ایسے بھی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ جو صدہا چراغوں کو روشن کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ اور ہر طرف چراغاں ہی چراغاں ہو جاتا ہے۔

سراج الآئمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمانؒ ایسے ہی روشن چراغ تھے جن کی ذات بابرکات سے آئمہ و مجتہدین کا ایک خاص گروہ پیدا ہو گیا۔

حضرت قاضی ابو یوسف یعقوبؒ حضرت امام اعظمؒ کے ممتاز ترین شاگرد تھے، آپ کی پیدائش ۱۱۳ھ میں اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔۔۔۔۔ آپ کا سلسلہ نصب انصار سے مل جاتا ہے۔ غریب باپ کے بیٹے تھے۔۔۔۔۔ معاشی حالت ایسی نہ تھی جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے۔۔۔۔۔ لیکن قسمت سازگار تھی۔۔۔۔۔ حضرت امام اعظمؒ کے حلقۂ درس میں حاضر ہونے لگے۔۔۔۔۔ ان کے والد کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا۔۔۔۔۔ ابو حنیفہ ایک مالدار آدمی ہیں تم کو کیا خاطر میں لائیں گے؟

باپ کی دل شکنی سے متاثر ہو کر بیٹے نے حضرت امام اعظمؒ کے حلقہ درس کی حاضری ترک کر دی۔۔۔۔۔ لیکن حضرت امامؒ کی فیاضی کا کچھ اور ہی عالم تھا۔۔۔۔۔ وہ جس شخص میں استعداد و صلاحیت کا جوہر دیکھتے تھے۔۔۔۔۔ بڑی فیاضی سے اس کی کفالت فرماتے تھے۔۔۔۔۔ جب کئی روز ہو گئے۔۔۔۔۔ اور آپؒ نے حضرت ابو یوسف کو نہ دیکھا۔۔۔۔۔ تو ان کو بلوایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔۔۔۔۔ جب آپؒ کو ان کی معاشی تنگی کا حال معلوم ہوا۔۔۔۔۔ تو جاتے وقت ان کو سو درہم کی تھیلی دی۔۔۔۔۔ اور فرمایا یہ رقم ختم ہو جائے تو پھر مانگ لینا۔۔۔۔۔

لیکن مانگنے کی نوبت ہی نہ آتی...... سو درہم ختم ہو جانے سے پہلے ہی ان کو مزید سو درہم مل جاتے تھے...... حضرت امام اعظمؒ کی تعلیم و تربیت اور مالی کفالت نے ابو یوسف کو امام ابو یوسفؒ بنا دیا۔

یہ بغداد کے نامور خلیفہ ہارون رشید کا زمانہ تھا...... وہ خود بھی صاحب علم و فضل اور اصحابِ علم و فضل کا جوہر شناس تھا...... اس نے حضرت امام ابو یوسفؒ کو مملکت اسلامیہ کے قاضی القضاۃ کے منصب پر مامور کر دیا...... کہتے ہیں کہ آپؒ پہلے شخص ہیں...... جو اس منصب عظمٰی پر فائز ہوئے...... کتاب الخراج حضرت امام ابو یوسفؒ کی مشہور تصنیف ہے۔ جو خراج عشر، صدقہ اور جزیہ وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے...... اور ان مسائل میں سند مانی جاتی ہے...... یہ کتاب حضرت امامؒ نے خلیفہ ہارون رشید ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔

امام ابو یوسف کی علمی حیثیت

۱۴...... حضرت امام ابو یوسفؒ کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام الحدیث حضرت یحیٰ بن معین علیہما الرحمۃ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپؒ کی طاعت و عبادت کا یہ حال تھا کہ قاضی القضاۃ کے منصب کے فرائض ادا کرتے ہوئے بھی روزانہ دو سو رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی دینی و علمی خدمات کو بھی درجہ قبول حاصل تھا۔

حضرت معروف کرخیؒ نے جو اولیائے کبار میں سے تھے، حضرت امامؒ کی وفات کے بعد خواب میں جنت کا ایک عالیشان محل دیکھا۔ پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ جواب ملا، قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کا۔ پھر پوچھا یہ ان کے کس عمل کا صلہ ہے؟ بتایا گیا کہ انھوں نے علم دین کی تعلیم دی اور لوگوں کی ایذا ہی پر صبر کیا۔

خلیفہ ہارون رشید کو امام ابو یوسف کا وعظ

۱۵...... حق گوئی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں حضرت امام کا کتنا بلند مقام تھا اس کا اندازہ ان بے باکانہ مواعظ ونصائح سے ہوتا ہے جو آپ نے 'کتاب الخراج' کے مقدمے میں خلیفہ ہارون رشید کو مخاطب کر کے فرمائے ہیں:

امیر المؤمنین! میں نے یہ کتاب تیرے حکم سے اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق شرح وبسط اور تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ اب تو اس کو غور سے پڑھ اور تدبر وتفکر کے ساتھ اس کا مطالعہ کر...... تاکہ اس کتاب کے مسائل تیرے ذہن نشین ہو جائیں...... میں نے اس کتاب کو محض تیری فرمائش کے پیش نظر...... بوجہ اللہ لکھا ہے...... اور اس کے لکھنے میں...... تیری اور رعایا کی خیر خواہی...... اور نصیحت میں کسی قسم کی کوتاہی...... اور فروگذاشت نہیں کی ہے...... نیز اس کے لکھنے میں میں نے جو محنت وکاوش برداشت کی ہے...... اس کا صلہ اپنے رب سے چاہتا ہوں...... اور اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں۔

امیر المؤمنین وعظ گوئی...... درد بھری باتیں اگر تو نے اس کتاب کے مطابق عمل کیا ...... تو مجھے یقین ہے...... کہ کسی ظلم وتشدد کے بغیر...... اللہ تعالیٰ تیری آمدنی میں اضافہ کر دے گا...... اور تیری رعایا کی حالت بھی درست ہوگی...... رعایا کی اصلاح...... اور اس کی بھلائی...... اللہ کے حدود قائم رکھنے...... ظلم وتشدد سے بچنے اور اللہ کے احکام کی پابندی کرنے پر منحصر ہے۔

امیر المؤمنین! جس ذات نے حکومت کی زمام تیرے سپرد کی ہے...... اس نے تجھ پر بڑا انعام واحسان کیا ہے...... لیکن خبردار! غفلتوں اور فروگذاشتوں پر اس کی گرفت بھی بہت سخت ہے...... اس نے تجھ کو اس امت کا امیر اور حاکم بنا کر...... امارت وحکومت کو تیرے لئے ایک آزمائش بنا دیا ہے...... یاد رکھ! وہ عمارت زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہ

سکتی...... جس کی بنیاد تقویٰ اور خدا ترسی پر نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ خدائے ذوالجلال ایسی عمارت کو جڑ سے اکھاڑ کر...... اس کی تعمیر کرنے والے پر گرادے...... اور بعدازاں اسے دوسرے کے حوالے کردے...... اس لئے امت اور رعایا کے معاملات...... اور اس سے متعلق ذمہ داریوں کی ادائیگی میں...... کوتاہی کرکے اسے ضائع نہ کردے...... عمل کو روح اور قوت...... اللہ کی توفیق وتائید ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

موت سے پہلے عمل کا ذخیرہ کرلو

۱۶...... آج کا کام کل پر نہ چھوڑو...... اگر تو نے ایسا کیا تو سب کچھ ضائع کردیا...... موت امید سے پہلے آجایا کرتی ہے...... اس لئے موت سے پہلے ہی عمل کا ذخیرہ جمع کرلے...... کیونکہ اس زندگی کے بعد عمل کا موقع نہ ملے گا...... رعایا کے نگراں ومحافظ چوپایوں کی مانند ہیں...... ہر راعی کو اپنے مال کے سامنے جواب دینا ہوگا...... اس لئے مفوضہ امور میں...... حق وصداقت کے ساتھ معاملہ کر...... ان کی ادائیگی میں بے پروائی...... اور کوتاہی نہ کر...... خواہ تجھے وقت اور فرصت کم ہی ہو...... کیونکہ خدا کی عدالت میں یہ عذر قبول نہ کیا جائے گا...... قیامت کے روز خدا کے حضور وہی راعی سرخرو وسعادتمند ہوگا...... جس کو رعایا اس کی بدولت نیک بخت ہوگی...... پس اے امیر المؤمنین! تجھے چاہیئے کہ راہِ حق سے روگرداں نہ ہو...... ورنہ تیری رعایا بھی گمراہ ہوجائے گی۔

بربادی کا راستہ

۱۷...... اے امیر المؤمین! نفس کا اتباع نہ کرنا...... اور غصے سے مغلوب نہ ہوجانا...... کیونکہ یہ بربادی کا راستہ ہے...... اگر دنیا اور آخرت دونوں کے معاملات ایک ساتھ پیش آئیں......

تو آخرت کو ترجیح دینا...... کیونکہ آخرت پائیدار اور باقی ہے...... اور دنیا ناپائیدار اور فانی...... اللہ تعالیٰ کے معاملات میں نزدیک، دور...... اور یگانے اور بیگانے میں فرق نہ کرنا...... اور حق کے ساتھ فیصلہ کرنے میں...... کسی ملامت کرنے والی ملامت خاطر میں نہ لانا۔

خشیت الٰہی کا تعلق قلب سے ہے

۱۸...... امیر المؤمنین! اللہ کی خشیت کو قلب میں جگہ دینا...... کیونکہ اس کا تعلق قلب سے ہے...... نہ کہ زبان سے...... اس لئے تقویٰ اور پرہیزگاری لازم ہے...... کیونکہ تقویٰ کے بغیر خشیت الٰہی حاصل نہیں ہوتی...... اللہ سے وہی ڈرتا ہے...... جو متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے...... موت کی تیاری کر...... کیونکہ زندگی روز بروز کم ہوتی جارہی ہے...... اس سفر کے لئے تیار رہ...... جس کا راستہ برابر طے ہو رہا ہے...... اس عمل کا اہتمام کر...... جو ضائع نہ ہوگا ...... محفوظ رہے گا...... تیاری کر اس پل سے گزرنے کی...... جس سے گزرنا ناگزیر ہے...... مقام برحق ہے وہ ایک امتحان ہے...... جہاں دل ہراساں ہوں گے...... جہاں کوئی دلیل و بحث کام نہ دے گی...... جہاں خدائے قہار کی شان کبریائی ظاہر ہوگی۔

یوم آخرت کے حالت

۱۹...... تمام مخلوق خدا کے حضور جمع ہوگی...... اور اس کے فیصلے کا انتظار کرتی ہوگی...... اور اس کے محاسبہ و عذاب سے خائف و ترساں ہوگی...... خدا کا فیصلہ قطعی ہوگا...... جس میں کسی شک وشبہ اور لیت ولعل کی گنجائش نہ ہوگی...... جس نے دانستہ عمل نہیں کیا...... اس کا کیا حال ہوگا...... اس وقت جب بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے...... چہروں کا رنگ فق ہو جائے گا...... کھڑے کھڑے مدت گزر جائے گی...... حساب سخت ہوگا...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون

بے شک تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

ھذا یوم الفصل جمعکم والاولین

یہ ہے فیصلے کا دن (جس کے لئے) ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کیا ہے۔

ہزار افسوس ان فروگذاشتوں پر...... جو قابل درگذر نہ ہوں گی ...... اور ہزار افسوس اس وقت کی ندامت پر...... جب وہ کچھ کام نہ دے گی...... یہ روز شب کا اختلاف اور آنا جانا...... ہر نئی چیز کو پرانا کر رہا ہے...... بعید چیز کو قریب لا رہا ہے...... اور ہر موعودہ چیز کو بلا رہا ہے...... اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا...... وہ جلد حساب لینے والا ہے...... زندگی بہت کم رہ گئی ہے...... راہ بڑی ہی پُر خطر ہے......

دنیا فانی اور ہر شے کو فنا کرنے والی ہے...... آخرت دارالقرار ہے...... لہٰذا تو اپنے مولا سے اس حالت میں ملنے سے بچنے کی کوشش کر...... جو حد سے تجاوز کرنے والوں کی ہوگی...... اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا...... نہ کہ ان کے دنیاوی مناصب و مرتب کے اعتبار سے۔

خدا نے تجھ کو ہر ایک نیک و بد سے آگاہ کر دیا ہے...... پس تو ہوشیار رہ! غافل نہ بن...... دنیا میں تیرا وجود عبث نہیں ہے...... اس لئے تو چھوڑ نہ دیا جائے گا...... اللہ تعالیٰ یقیناً تیرے اعمال کا بھی حساب لے گا...... اور تیرے مال کا بھی...... اور تجھے اس کے سامنے ایک ایک عمل کا...... اور ایک ایک پیسے کا حساب دینا ہوگا...... پس تو سوچ کہ خدا کو کیا جواب دے گا؟...... اور اس کے لئے تیار رہ...... یاد رکھ کہ خدا کے سامنے سے کوئی شخص ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا...... جب تک اس سے پرسش نہ کر لی جائے گی۔

تین لازمی سوالات

۲۰......آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لاتزول قد ماابن ادم حتی یسئل عن ثلاث عن عمرہ فیما افناہ وعن مالہ من این اکتسبہ و فیما انفقہ وماعمل فیما علم.

جب تک انسان سے تین باتوں کا حساب نہ ہو جائے گا اس کے قدم آگے نہ بڑھ سکیں گے۔

ا......عمر کے بارے میں......اسے کس کام میں بسر کیا؟

۲......مال کے بارے میں......کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

۳......اور جو کچھ جانا......اس پر کہاں تک عمل کیا؟۔

پس اے امیر المؤمنین! ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہ...... تیرا جیسا عمل ہوگا ویسا ہی بدلہ ملے گا......تیرا اعمال نامہ پڑھ کر تجھے سنا دیا جائے گا......پس تو اپنی روداد زندگی کو......سب کے سامنے پڑھے جانے کو یاد کر...... جو اس وقت صرف تیرے اور تیرے خدا کے درمیان ہے......کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں۔

منصب قضا میں خوفِ آخرت کا احساس

۲۱...... حضرت امام ابو یوسفؒ ہادی، مہدی اور ہارون رشید تین عباسی خلفاء کے دور میں قاضی رہے۔ عہدہ قضا قبول کرنے کے باوجود انھوں نے کبھی حق وعدل سے چشم پوشی نہیں کی۔ ہمیشہ بے لاگ فیصلے کئے۔ اگر کبھی نادانستگی میں کوئی چوک ہوگئی تو زندگی بھر اس پر متاسف رہے۔ متعدد بار آپؒ نے ایک معمولی شخص کے مقابلے میں خلیفہ وقت کے خلاف فیصلے کئے اور اس کے جاہ وجلال کی قطعاً پرواہ نہ کی۔

امام ابو یوسف کی آخری گفتگو

۲۲...... مرض الموت کے ایام میں حضرت امامؒ پر عجیب رقت طاری رہتی تھی۔عہدہ قضا کی ذمہ داریوں کو انھوں نے جس دیانت داری سے انجام دیا اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔لیکن وقت آخر کہتے تھے کہ کاش میں فقر و فاقہ کی حالت میں دنیا سے چلا جاتا اور عہدہ قضا نہ قبول کرتا۔پھر بھی میں اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی فریق کی پاسداری کی ہے اور نہ میں نے کبھی یہ خواہش کی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔انتقال کے دن زبان پر یہ کلمات تھے۔

> بارِالہا! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے بندوں کے درمیان...... کسی معاملہ کے فیصلے کرنے کیلئے کبھی خودرائی سے کام نہیں لیا...... اور نہ خلافِ واقعہ کوئی فیصلہ کیا...... میں نے ہمیشہ تیری کتاب...... اور تیرے رسول کی سنت کے موافق ...... فیصلہ کرنے کی کوشش کی...... اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا...... اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام نہیں کھایا۔

تعلیم وتعلم کا سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا ایک شاگرد کو کسی مسئلہ کی تفصیل سمجھا رہے تھے ابھی خاموش نہیں ہوئے تھے کہ چند منٹ بعد آواز ہمیشہ کے لئے بند ہوگئی۔

مالی وسعت کے باوجود انکساری

۲۳...... قاضی القضاۃ ہونے کے بعد انھیں دو ہزار روپے ماہانہ تنخواہ اور سال میں لاکھوں روپے کے انعامات ہارون کے دربار سے ملتے تھے...... اس سے ان میں غرور و تمکنت کی بو نہ پیدا ہوئی...... نہ کبھی دروازے پر دربان بٹھایا...... آخر تک اپنی زندگی طالب عالمانہ رکھی...... علی بن عینی کہتے ہیں کہ...... ایک بار میں ایسے وقت میں امام ابو یوسفؒ کے پاس آیا

کہ...... مجھے گمان تھا کہ وہ آرام گاہ میں ہوں گے......اور ملاقات نہ ہو سکے گی...... میں نے اطلاع کروائی تو فوراً اندر بلالیا...... دیکھا کہ ایک علیحدہ کمرہ میں لنگی باندھے ہوئے بیٹھے ہیں......اور ان کے گرد کتابوں کا انبار ہے۔

میں نے کہا: میں تو سمجھتا تھا کہ آپؒ سے ملاقات نہ ہو سکے گی...... امام یوسفؒ نے فرمایا کہ دیکھو! اس کمرے کے چاروں طرف یہ الماریاں ہیں...... ان میں کتابیں اور کاغذات کے بہت سے پوٹ رکھے ہوئے ہیں...... یہ تمام میرے فیصلوں کی نظیریں ہیں۔ قیامت کے دن جب مجھ سے باز پرس ہوگی کہ......تم نے فیصلے کس طرح کئے......تو خدا کے حضور اس کے جواب میں یہی پیش کروں گا۔ (تبع تابعین صفحہ ۵۲)

عالمِ نزع میں توجہ وانابت الی اللہ

۲۴...... امام ابو یوسفؒ موت سے کچھ دن پہلے بیمار پڑے۔ ان کو اپنی موت کا اس سے قبل ہی کچھ اندازہ ہوگیا تھا۔ وہ برابر کہتے تھے کہ میں ۱۷ برس امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہا اور ۱۷ برس دنیا (قضاء وافتاء) کے کاموں میں۔ اب میرا وقت قریب ہے۔ علالت کے ایام میں ان پر عجیب رقت طاری رہتی تھی۔ عہدہ قضا کی ذمہ داریوں کو انہوں نے جس دیانتداری سے انجام دیا، اس کی تفصیلات آ چکی ہیں۔ لیکن آخری وقت وہ یہ کہتے تھے:

کاش! میں فقر وفاقہ کی حالت میں اسی دنیا سے چلا جاتا، اور عہدۂ قضا قبول نہ کرتا۔ پھر بھی میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی فریق کی پاسداری کی ہے اور نہ میری یہ خواہش ہوئی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔

امام شعبیؒ اپنی کتاب کفایہ میں روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو انہوں نے اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے عرض کیا:

یا اللہ! میں نے تیری کتاب...... تیرے نبی ﷺ کی سنت...... اور اقاویل صحابہؓ پر ہمیشہ نظر رکھی...... میں نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور تیرے درمیان ایک پل بنالیا ہے...... تو جانتا ہے میں نے نہ کبھی کسی قوی سے مخاصمت رکھی...... نہ ضعیف سے...... نہ قوی کی طرف مائل ہوا...... نہ ضعیف سے تنگ دل...... اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں تو تُو میری مغفرت فرمادے۔

علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت امام ابو یوسفؒ بارگاہ ربوبیت میں یوں عرض کرر ہے تھے:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے...... میں نے کسی پر زیادتی نہیں کی...... کسی پر جور نہیں کیا...... جان بوجھ کر کوئی غلط حکم...... میں نے تیری بندوں پر نہیں تھوپا...... میں نے تیری کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کو...... پیش نظر رکھ کر اجتہاد کیا...... جب کبھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی...... تو میں نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور تیرے مابین لیا...... اور امام ابوحنیفہؒ تیرے احکام سے...... مجھ سے زیادہ واقف تھے...... اور تیرے حکم کے دائرے سے کبھی باہر نہیں نکلتے تھے۔

امام شافعیؒ اور خوف خدا

۲۵...... آپؒ کی علمی جلالت شان محتاج بیان نہیں آپ کے فضائل و کمالات کے ذکر جمیل سے تاریخ کے صفحات مالا مال ہیں۔ مفصل احوال ہماری کتاب ''اولیا رجال الحدیث'' میں پڑھیں۔ امام مزنیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا اور میں نے دریافت کیا کہ اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے تو آپؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اے مزنیؒ! سنو میرا اس وقت یہ حال ہے کہ:

میں دنیا سے جا رہا ہوں...... اور دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں...... اور اپنے برے اعمال سے ملاقات کرنے والا ہوں...... اور موت کا پیالہ پینے والا ہوں...... اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں...... اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جانے والی ہے...... تا کہ میں اس کو مبارکباد دوں یا...... جہنم میں جانے والی ہے...... تا کہ میں اس کی تعزیت کروں...... پھر آپ ان اشعار کو نہایت ہی لرزہ خیز پر درد آواز میں پڑھنے لگے

ولما قسی قلبی وضاقت مذاھبی
جعلت رجائی نحو عفوک سلما

اور جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے
تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی جانب سیڑھی بنا لیا

تعاظمنی ذنبی فلما قرنة
بعفوک ربی کان عفوک اعظما

مجھے اپنا گناہ بڑا معلوم ہوا لیکن جب میں نے
تیرے عفو سے اس کا موازنہ کیا تو تیرا عفو بڑا نکلا

فمازلت واعفو عن الذنب لم تزل
تجود وتعفو منة وتکرما

تو ہمیشہ گناہوں کو معاف کرنے والا رہا اور تو ہمیشہ ہی سخاوت
کرتا رہا اور معافی دیتا رہا اپنے ہی احسان و کرم سے۔

مذکورہ بالا تقریر و اشعار کے بعد ہی آپ کا انتقال پُر ملال ہو گیا۔ (احیاء العلوم جلد ۴)

امام شافعیؒ اور خوفِ خدا

۲۶...... امام شافعیؒ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلے حصے میں لکھتے تھے، دوسرے میں نماز پڑھتے تھے، تیسرے میں سوتے تھے۔

حضرت حسین کرابیسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کچھ راتیں حضرت امام شافعیؒ کے ساتھ گزاریں، آپؒ تہائی رات تک نماز پڑھتے تھے۔ میں نے ان کو پچاس آیات سے زیادہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور اگر زیادہ پڑھتے بھی تھے تو سو آیات تک پڑھ لیتے تھے۔ آپؒ جب بھی کسی رحمت والی آیت سے گزرتے تو اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال کرتے تھے اور جب بھی کسی عذاب کی آیت سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتے اور اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے تھے۔ گویا کہ آپ نے امید رحمت اور خوف سزا دونوں کو اپنے اندر جمع کر رکھا تھا۔

ہر رات ایک ختم قرآن مبارک

۲۷...... حضرت ربیع بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ آپ وفات تک ساری رات جاگ کر عبادت میں گذارتے تھے اور ہر رات ایک ختم قرآن کریم کا کیا کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کے دل میں خشیت الٰہی

۲۸......امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ یہ آیت سنی:

هذا يوم لا ينطقون ولا يؤذن لهم فيعتذرون

اس آیت کا سننا تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

امام احمد بن حنبلؒ اور خوف خدا

۲۹...... ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے نے ان سے پوچھا ابا جان کیا معروف کرخیؒ عالم بھی تھے؟ آپ نے فرمایا جان پدر...... کان معه راس العلم خشية الله...... ان کے پاس تو علم کی جڑ تھی یعنی خدا کا خوف۔

ایک اور موقع پر حضرت امام کی مجلس میں کسی شخص نے حضرت معروف کرخیؒ کو کم علم کہا۔ آپ نے اس شخص کو جھڑک کر فرمایا: خدا تجھ کو معاف کرے، حضرت معروفؒ جن حقیقتوں سے آشنا ہیں کیا علم کا مقصد ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟

خوف جہنم سے کھانا ترک کر دیا

۳۰...... امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے خوف (جہنم) کھانے پینے سے روک لیتا ہے، جس کی وجہ سے مجھے کھانے کی خواہش ہی نہیں ہوتی۔

حضرت احمد بن حنبلؒ کی دعا

۳۱...... حضرت احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ بارخدایا! خوف کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دے۔ میری دعا تو قبول ہوگئی۔ لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری عقل ہی جواب نہ دے جائے۔ پس دعا کی کہ یا اللہ! اس دروازے کو میری تاب وتواں کے مطابق ہی کشادہ کیجئے۔ تب کہیں جا کر میرے دل کو سکون نصیب ہوا۔

مالداروں سے بچنے کا اجتناب

۳۲...... ایک مرتبہ احمد بن حنبلؒ خلیفہ متوکل کے یہاں گئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ ان

کی آمد سے ہمارا گھرانہ منور ہو گیا ہے۔ پھر امام صاحبؒ کو لباس فاخرہ پہنایا۔ امام صاحب اس وقت رونے لگ گئے اور فرمایا:-

یا اللہ! میں عمر بھر ان لوگوں سے بچتا رہا، اب وقت پیری ہے، اس وقت بھی مجھے اس ابتلا سے بچا اور آخرکار یہ کپڑے اتار دیئے۔

خوف آخرت سے روح پرواز کرنا

۳۳...... امام ترمذیؒ نے بھی بہز بن حکیم کے حوالہ سے اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ زرارہؒ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی جب اس آیت پر پہنچا۔

فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر.

جس دن صور پھونکا جائے گا پس وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔ وہ غش کھا کر گرے جب ہم نے اٹھایا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ (سنن ترمذی جلد ۱)

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

۳۴...... بادشاہ بغداد خلیفہ مہدی حج کے بعد جب مدینہ منورہ گیا اور مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو مشہور امام الحدیث ''ابن ابی ذئب'' اپنے حلقہ درس میں حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے اور پوری مسجد حاضرین درس سے بھری ہوئی تھی۔

خلیفہ کو دیکھ کر تمام حاضرین مجلس خلیفہ کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو گئے۔ مگر محدث ابن ابی ذئب بدستور اپنی حالت پر بیٹھے رہے۔ چوبدار مسیب بن زبیر نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ یہ امیر المؤمنین خلیفہ مہدی ہیں۔ اس وقت محدث ابن ابی ذئب نے عالمانہ وجاہت سے تڑپ کر فرمایا:

انما یقوم الناس لرب العالمین.

آدمی صرف پروردگار عالم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں

خلیفہ مہدی اس جواب کی جلالت سے کانپ اٹھا اور کہا کہ اے مسیب! خدا کے لئے ان کو مت چھیڑ! واللہ ان کا ایک ہی جملہ سن کر میرے سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ خلیفہ حاضری دے کر چلا گیا اور آپ پھر اپنے درس میں مشغول ہو گئے۔

سبحان اللہ! ایک حقانی عالم کی علمی جلالت کا کیا کہنا؟ اللہ اکبر

نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

اہل حجاز کے سب سے زیادہ برگزیدہ بزرگ

۳۵...... اسی طرح خلیفہ بغداد منصور جب حج کرنے آیا تو اس نے انہی محدث ابی ذئب کو غروب آفتاب کے وقت کعبہ معظمہ کے قریب بلایا۔ اس وقت ایک چوبدار مسیب کے ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے چوبدار ابن ہشیم کے ہاتھ میں لاٹھی۔ منصور نے پوچھا کہ اے ابن ابی ذئب! حسن بن زید کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عدل کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر دو تین مرتبہ یہ پوچھا کہ میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو ابن ابی ذئب نے عالمانہ وقار کے ساتھ برجستہ یہ جواب دیا:

ورب ھذہ البنیہ انک لجائر

اس عمارت (کعبہ) کے رب کی قسم ہے کہ تمہارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

یہ سن کر ربیع کے حاجب نے مارے غصہ کے آپ کی داڑھی پکڑ لی۔ اس وقت منصور نے بگڑ کر ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اے بدگندی عورت کے بیٹے...... خبردار ان کو چھوڑ دے...... تو جانتا نہیں...... ھذا خیر اھل الحجاز...... یہ تمام اہل حجاز میں سب سے زیادہ برگزیدہ بزرگ ہیں۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۳۱)

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

۳۶...... خلیفہ مہدی اور خلیفہ منصور دونوں نہایت ہی ظالم اور سفاک بادشاہ تھے۔ ایک انسان کو قتل کرا دینا ان دونوں کے نزدیک ایک مکھی یا مچھر کو مار ڈالنے سے بھی کمتر تھا۔ مگر ان دونوں سے ابن ابی ذئب بال برابر بھی مرعوب نہیں ہوئے۔ اور دونوں کہ منہ پر کلمہ حق کہہ دیا۔ اور یہ ابن ابی ذئب کی علمی جلالت کی کرامت تھی کہ دونوں ظالم بادشاہ آپ کی خداداد عالمانہ ہیبت سے مرعوب ہو کر خوف سے لرزہ براندام ہو گئے۔ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔ مگر ابن ابی ذئب کی عالمانہ جرات اور مجاہدانہ شجاعت کی داد دیجئے کہ تلوار کی دھار پر گردن رکھ کر انھوں نے کلمہ حق کہہ دیا۔ کیوں نہ ہو؟

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے دعا مانگی کہ خوف کا ایک دروازہ مجھ پر کھل جائے تو میری دعا قبول ہوگئی میں ڈرا کہ میری عقل جاتی رہے گی پھر میں نے عرض کی کہ اے اللہ! میری طاقت کے مطابق اپنا خوف مجھے عطا کر۔ پس میرا دل مطمئن ہوگیا۔

ایک عابد کو لوگوں نے روتے ہوئے دیکھا تو رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس گھڑی کے خوف سے رو رہا ہوں جب فردائے قیامت میں منادی ندا لگائے گا کہ مخلوق کے ان کو اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

امام محمدؒ اور بندگئی خدا

رات کو تین حصوں میں تقسیم کرنا

۳۷...... امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دوسرے ممتاز شاگرد اور حدیث وفقہ کے امام گزرے ہیں۔ آپ حاکمانہ منصب پسند نہ کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے عہد میں بادلِ ناخواستہ منصب قضا پر فائز ہوئے۔ نہایت صالح، عابد اور شب زندہ دار تھے۔ رات میں ایک ثلث قرآن تلاوت کر ڈالتے تھے۔ انھوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔

☆............ ایک حصہ میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ رہتا۔

☆............ دوسرے حصہ میں آرام فرماتے اور

☆............ تیسرے حصہ میں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوتے۔

شیخ عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارہا کوشش کی کہ جس خضوع وخشوع سے امام محمد معمولاً نماز ادا کرتے ہیں، میں ایک بار اس طرح پڑھ لوں۔ لیکن میں اس میں عاجز رہا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے امام محمد جیسا زاہد اور پرہیز گار نہیں دیکھا۔

امام محمدؒ اور خوف خدا

۳۸...... نہایت رقیق القلب اور آخرت کے خوف سے لرزاں رہتے تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ پر بیحد گریہ طاری ہوا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا، تو فرمایا: جس وقت میں بارگاہ قدس میں کھڑا کیا جاؤں گا اور مجھ سے سوال ہوگا کہ تمہیں اس مقام تک کون سی چیز لائی ہے؟ رضائے الٰہی کی جستجو یا جہاد فی سبیل اللہ؟ تو میں اس وقت کیا جواب دوں گا؟

امام شعبہؒ اور خوف خدا

۳۹...... ایک بار کسی پڑوسی نے ان سے کچھ مانگا۔ فرمایا: تم نے ایسے وقت میں مجھ سے سوال کیا، جب میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ اچھا یہ سواری کا گدھا لے لو۔ اس نے گدھا لینے سے انکار کیا۔ لیکن آپ کے بہت اصرار کرنے پر لے لیا۔ وہ گدھے کو لے کر تھوڑی ہی دور گیا تھا۔

امام شعبہؒ کے بعض دوستوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ سواری کا گدھا ہے۔ وہ لوگ آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ اس لئے سمجھ گئے کہ آپ نے کسی مجبوری کے باعث گدھا اس کے حوالے کیا ہے۔ انھوں نے پانچ درہم میں گدھا خرید لیا۔ پھر اسے لا کر امام شعبہؒ کو ہدیہ کردیا۔ قرآن میں ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے:

ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة.

وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

اخراجات میں میانہ روی کا درس

۴۰...... صرف خود ہی کو زہد و خاکساری محبوب نہ تھی بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص کو قیمتی کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔

آپ نے پوچھا : کتنے میں تیار ہوا ہے؟

اس نے بتایا : کہ آٹھ درہم میں۔

آپ بولے : خدا کے بندے! اللہ سے ڈرتے نہیں؟ آٹھ درہم کا صرف کرتہ پہنتے ہو؟ کیا حرج تھا اگر چار درہم کا کرتہ بنواتے اور چار درہم کسی مستحق کو دے دیتے۔

سواری اور لباس کی کل قیمت ۱۸ درہم

۴۱...... آپ کا لباس عموماً ایک کرتہ ایک پاجامہ ہوتا تھا۔ یہ چیزیں بھی نہایت سستی اور گھٹیا قسم کی ہوتی تھیں۔ ان کے ایک شاگرد سلیمان کا بیان ہے کہ ان کا پورا لباس دس درہم (دو روپیہ) سے کم کا ہوتا تھا۔ لوگوں نے ان کی سواری اور لباس کی قیمت کا اندازہ لگایا تو ۱۸ درہم (تقریباً ۵ روپے) سے زائد کا نہیں تھا۔

گھر کا کل اثاثہ ۱۶ درہم

۴۲...... وفات کے بعد جب ان کے گھر کا اثاثہ جمع کیا گیا تو صرف اتنی چیزیں نکلیں۔ ایک گدھا، اس کی زین اور لگام، بدن کا کپڑا، موزہ اور ایک جوڑا جوتا جس کی مجموعی قیمت ۱۶ درہم (پونے چار روپے) تھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے گھر میں آٹا اور پانی پینے کا برتن موجود ہے تو مجھے اور کسی چیز کے نہ ہونے کا غم نہ ہوگا۔

شاہی نذرانوں سے استغناء

۴۳...... امام شعبہؒ نے متعدد اموی اور عباسی خلفاء کا زمانہ پایا...... لیکن مملکت زہد و قناعت کا یہ تاجدار کبھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا...... خلیفہ مہدی ان کی بڑی قدر کرتا تھا...... ایک بار اس نے ان کو کچھ زمین اور تیس ہزار درہم نذر کئے...... لیکن انھوں نے نہ اس زمین سے فائدہ اٹھایا...... اور نہ اس رقم کو اپنے مصرف میں لائے...... سب کی سب رقم محتاجوں کو تقسیم کر دی...... ایک بار ان کے بڑے بھائی کو کسی جرم میں خلیفہ مہدی نے سزا دے دی...... امام شعبہؒ کو معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئے...... یہ پہلا موقع تھا جب وہ اپنے بھائی کی رہائی کے لئے دربار خلافت میں گئے۔ مہدی کو معلوم ہوا کہ آپ اس غرض سے تشریف لائے ہیں تو اسنے بلا تامل آپ کے بھائی کو رہا کر دیا۔

محمد ابن سیرین اور خوفِ خدا

۴۴...... فقہ میں امام ابن سیرینؒ کو جو مہارت حاصل تھی اس کی بنا پر حکومت نے ان کو عہدہَ قضا پر مامور کرنا چاہا۔ لیکن وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ بھاگ کر شام چلے گئے کہ اس منصب کے لئے مجبور نہ کئے جائیں۔ عرصہ بعد مدینہ واپس آئے۔ تقویٰ اور ورع کا یہ حال تھا کہ کسی مسئلے کا جواب دینا ہوتا تو ان پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے ہنستے بولتے ہوتے، اسی حالت میں ان سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جاتا تو دفعۃً انکی حالت متغیر ہو جاتی۔ کتنا خوف تھا ان کے دل میں خدا کا!

موت کے ذکر پر موت کی کیفیت

۴۵...... حضرت محمد بن سیرینؒ علم کے بھی پیکر تھے۔ ان کے اوقات کا زیادہ حصہ ذکر و عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ بایں ہمہ ان کا دل خوفِ خدا سے لبریز تھا، وہ خوش مزاج و شگفتہ رو آدمی تھے، لیکن ان کی خوش مزاجی اور شگفتہ روئی اپنے ہم صحبت ساتھیوں تک محدود تھی۔ چنانچہ ان کے ایک ہم صحبت یونس کا بیان ہے کہ جلوت میں ابن سیرینؒ کے لب ہنستے۔ مگر خلوت میں ان کی آنکھیں اشک بار ہوتیں۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ابن سیرینؒ کے ساتھ مقیم تھے، ہم دن میں تو ان کو ہنستے ہوئے دیکھتے اور رات کو ان کی گریہ وزاری کی آواز سنتے۔ موت کے ذکر سے ان پر موت کی سی حالت طاری ہو جاتی۔ زہر الاقطع کا بیان ہے کہ جب ابن سیرینؒ موت کا ذکر کرتے کہ خاصانِ خدا کے خور وخشیت کا سواں حصہ بھی نصیب ہوتا ہو جاتا تو ہماری زندگیاں سنور جائیں وائے ہماری قساوت قلبی پر۔

حرام کے شائبہ پر ۸۰ ہزار چھوڑ دیئے

۴۶...... ابن سیرینؒ لاکھوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اس میں اکثر ایسے موقع پیدا

ہوتے کہ اگر ذاتی مفاد محبوب رکھتے تو وارے نیارے ہو جاتے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ خریداروں کے مفاد کو پیش نظر رکھا۔ اور بارہا خسارہ برداشت کیا۔

ابن سیرینؒ عالم بھی تھے اسلئے ان کا عمل بھی اس کے عین مطابق ہوتا تھا۔ ایک فصل کے موقعہ پر آپ نے غلہ خرید کیا۔ جس میں ۸۰ ہزار کا نفع ہوا، لیکن بعض حالات نے ان کے دل میں یہ شک پیدا کر دیا کہ اسے جس طریق پر فروخت کیا گیا ہے۔ اس سے سود کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس پاکباز تاجر نے محض شک کی بناء پر ساری رقم چھوڑ دی۔ حالانکہ اس میں مطلق سود نہ تھا۔

ایک مرتبہ انہیں جرجرایا کی اراضی سے مالگزاری میں انگوروں کی کافی مقدار آئی کچھ لوگوں نے انکا افشردہ نکالنا چاہا، تا کہ ان کی جملہ نکاسی ہو جائے۔ ابن سیرین نے منع کیا کہ ایسا کرنے کی بجائے انہیں منقٰے بنا کر بیچو۔ لوگوں نے کہا کہ اس طرح بھی نکاسی ممکن نہیں۔ آپ نے آفشردہ نکالنے کی بجائے تمام انگوروں کو پانی میں پھینکوا کر ضائع کرا دیا، تا کہ لوگوں تک ایسی چیز نہ پہنچے۔ جو حرام شکل اختیار کر چکی ہو۔

لین دین میں کھوٹے سکے قبول کر لینا

۴۷...... لین دین کے دوران میں اکثر کھوٹے سکے لوگ دے جاتے تھے آپ کو جونہی ان کا علم ہوتا۔ انہیں علیحدہ کر کے رکھ دیتے۔ کسی خریدار کے گلے موڑھنے کی کوشش نہ کرتے۔ اور نہ ہی ان سے کوئی سودا خرید کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر ایسے پانسو کھوٹے سکے ایک جگہ جمع شدہ ملے۔ صاف دل اس قدر تھے کہ کسی دوسرے کی تجارت پر رشک یا حسد نہ کرتے تھے۔ بلکہ خود فرمایا کرتے تھے:

''میں نے بھلے بُرے کسی پر حسد نہیں کیا''۔

کیا آج کل تجارت اسی ڈھنگ سے چل رہی ہے؟ ہرگز نہیں۔ آج کل تو ذاتی مفاد پر جماعتی وقار قربان کر دیا جاتا ہے جائز یا ناجائز کی احتیاط کی بجائے جھوٹی قسمیں کھا کر خراب مال کو عمدہ ظاہر کر کے بیچا جاتا ہے۔

حضرت مسعر بن کدامؒ اور خوف خدا

۴۸...... سرزمین عراق کے ممتاز ترین علمائے حدیث میں سے تھے۔ان کی جلالت علمی اور فضل وکمال کا بڑے بڑے ائمہ ومحدثین نے اعتراف کیا ہے۔ان کی ماں بڑی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ان کی تربیت نے بیٹے کے جوہر سیرت کو غیر معمولی جلا بخشی تھی۔آپؒ کوفہ کی ایک مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔

قابل رشک ماں بیٹا

۴۹...... روزانہ کا یہ معمول تھا کہ ماں بیٹے دونوں ایک ساتھ مسجد میں جاتے...... مسعر پہنچ کر ماں کے لئے نمدہ بچھادیتے...... جس پر کھڑی ہوکر وہ نماز پڑھا کرتی تھیں...... مسعر مسجد کے گوشے میں نماز میں مشغول ہوجاتے تھے...... نماز ختم کر کے ایک مقام پر بیٹھ جاتے...... شائقین حدیث وہیں آ کر جمع ہوتے...... مسعر انھیں حدیثیں سناتے...... اس درمیان میں ان کی ماں عبادت سے فارغ ہوجاتیں...... مسعر درس ختم کر کے ماں کا نمدہ اٹھاتے اور ان کے ساتھ گھر واپس آتے......

آپ کے صرف دو ہی ٹھکانے تھے گھر یا مسجد۔کثرت عبادت سے پیشانی پر اونٹ کے گھٹے کی طرح نہایت موٹا گھٹا پڑ گیا تھا۔

رات میں عبادت کا معمول

۵۰...... روزانہ رات میں آدھا قرآن ختم کرڈالتے تھے۔ان کے صاحبزادے محمد کا بیان ہے کہ میرے والد نصف قرآن ختم کئے بغیر نہ سوتے تھے۔اس سے فارغ ہوکر

ایک چادر لپیٹ کر سو جاتے تھے۔ ایک ہلکی سی جھپکی لینے کے بعد پھر اس طرح چونک پڑتے تھے، جیسے کسی کی کوئی چیز کھوگئی ہو اور وہ پریشان ہو کر اس کو تلاش کر رہے ہوں۔ اٹھ کر وضو اور مسواک کرتے، پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا تھا مگر اس زہد و عبادت کو انتہائی پوشیدہ رکھتے تھے۔

حضرت مسعر بن کدامؒ اور فکر آخرت

۵۱...... حضرت مسعرؒ پر ہر وقت آخرت کا خوف طاری رہتا تھا۔ ان کے ایک پڑوسی کہتے ہیں کہ ایک دن آپ پر یک بیک گریہ طاری ہو گیا۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ان کی والدہ بھی رونے لگیں۔ مسعر نے پوچھا: اماں جان! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ بولیں بیٹا! تم کو روتے دیکھا اس لئے میں بھی رو پڑی۔ وہ بولے:

اماں! میں تو ان حالات کے تصور سے...... خوف زدہ ہو کر روتا ہوں...... جو کل پیش آنے والے ہیں...... اماں نے پوچھا: وہ کون سے حالات ہیں؟ یہ کہہ کر ماں کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تاکہ اس کیفیت سے ماں کو مزید صدمہ نہ پہنچے۔

جنتی ہونے میں شک نہیں

۵۲...... ابن جوزی کا بیان ہے کہ ان پر اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے غرض ہر وقت ایک رقت طاری رہتی تھی۔ معنؒ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کا ہر دن پہلے سے افضل پایا۔ وہ عبادت و ریاضت اور فضائل اخلاق کے اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ لوگ ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہ کرتے تھے۔ حسن بن عمارہؒ کہا کرتے تھے کہ اگر مسعرؒ جیسے آدمی بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے تو اہل جنت کی تعداد بہت کم ہو گی۔

حضرت مسعرؒ کا زہد وقناعت

۵۳...... زہد وقناعت اور دنیاوی سروسامان سے بے نیازی میں آپ امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔حکومت کے مناصب آپ کو پیش کیے جاتے تھے۔آپ انھیں قبول نہیں فرماتے تھے۔ابوجعفر عباسی آپ کا رشتہ دار تھا۔ایک بار اس نے آپ کو کسی مقام کا والی بنانا چاہا۔ آپ نے فرمایا:

تعجب ہے کہ تم مجھے ولایت سپرد کرنا چاہتے ہو...... جب کہ میرے گھر والے مجھے دو درہم کا......سودا لانے کے لائق بھی نہیں سمجھتے...... خدا تم کو صلاحیت دے...... ہماری قرابتداری ہے......اس لئے ہمارا حق ہے......کہ ہم بھی کچھ کہہ سکیں......ان کے اس عذر پر ابوجعفر نے ان کو اس خدمت سے معاف کر دیا۔

حضرت مسعر اور فکر آخرت

۵۴...... مرض الموت میں حضرت سفیان ثوریؒ ان سے ملنے گئے۔دیکھا کہ مسعرؒ پر گھبراہٹ اور رقت طاری ہے۔بولے آپ پر موت کی وجہ سے گھبراہٹ طاری ہے، حالانکہ میں تو ہر وقت موت کے لئے تیار رہتا ہوں اور اس وقت بھی تیار ہوں۔

مسعرؒ نے حاضرین سے کہا: ان کو بٹھاؤ، اور بولے آپ کو اپنے اعمال پر اعتماد ہے، اس لئے آپ مطمئن ہیں۔لیکن اس کے برعکس میری کیفیت یہ ہے کہ میں اپنے کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر سمجھتا ہوں اور نہیں جانتا کہ یہاں سے کس طرح اور کیسے گرایا جاؤں گا۔یہ درد ناک الفاظ سن کر حضرت سفیانؒ کی آنکھیں بھی نمناک ہوگئیں۔فرمایا آپ مجھ سے بھی زیادہ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ غمگین اور دردناک آواز سنوں، موت اور فکر آخرت کے متعلق ان کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

زمانہ اس قدر بگڑ گیا ہے کہ اس کی شیر شیرینی بھی تلخ ہوگئی ہے
لوگوں سے کوئی امید نہ رکھو تو زندگی آزادی سے گذرے گی

وہ لذتیں اور آسائشیں جو حرام ذرائع سے حاصل ہوں اور جس کے پیچھے گناہ اور لذت بھی ہوا ان کے نتائج بلآخر برے ہی نکلتے ہیں۔

حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرنی چاہیئے

۵۵...... ایک تابعیؒ ایک صحابیؓ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ صحابی ہمارے سامنے حضور اقدس ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرماتے تو اس وقت ان کا چہرہ پیلا پڑ جاتا اور بعض اوقات ان پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی کہ کہیں کوئی بات بیان کرنے میں غلطی ہو جائے۔

حتیٰ کہ بعض صحابہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے کہ حضور ﷺ نے اس طرح کی یا اس جیسی یا اس قسم کی بات بیان فرمائی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ مجھ سے بیان کرنے میں کچھ الٹ پھیر ہو گیا ہو۔ یہ سب اس لئے کرتے تھے تاکہ حضور اقدس ﷺ کی طرف کوئی بات غلط منسوب کرنے کا گناہ نہ ہو۔

اس سے ہمیں اور آپ کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات تحقیق اور احتیاط کے بغیر احادیث بیان کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ ذرا سی کوئی بات کہیں سنی فوراً ہم نے کہہ دیا کہ حدیث میں یوں آیا ہے۔

حالانکہ یہ دیکھئے کہ صحابہ کرام جنہوں نے حضور اقدس ﷺ سے باتیں سنیں۔ وہ کتنی احتیاط کر رہے ہیں۔ لیکن ہم اس میں احتیاط نہیں کرتے۔ اس لئے احادیث بیان کرنے میں ہمیشہ بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

امام ابوزرعہؒ اور خوف خدا

زبان پر آخری کلام............ لا الہ الا اللہ......

۵۶...... ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے ابوجعفر تستریؒ کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت ابوحاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان، اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

لقنوا اموا اتکم لا الہ الا اللہ

اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو

مگر ابوزرعہؒ سے شرمارہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہورہی تھی۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی...... حدثنا الضحا ر بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر...... اور اتنا کہہ کر رک گئے۔ باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن حدیث پر پہنچے۔

......من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ...... اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طائر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گئی۔ پوری حدیث یوں ہے:

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة

جس کی زبان سے آخری الفاظ...... لا الہ الا اللہ...... نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا (جواہر پارے)

☆☆☆☆☆

خوف آخرت سے لبریز دل رکھنے والے

۵۷...... ایک مرتبہ ابن السماک جو نامور محدث اور باکمال واعظ و عابد تھے، ہمارے یہاں آئے اور مجھ سے کہا کہ آپ اپنے یہاں کہ عابدوں کے عجائب مجھے دکھائیے، تو ان کو محلّہ کے ایک چھپر میں لے گیا، تو وہاں ایک آدمی ٹوکری بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھ دی کہ:

اذا لا غلل فی اعنا قهم والسلل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون (پ ۲۴ المؤمن ۷۲)

جب ان جہنمیوں کی گردن میں...... طوق اور زنجیریں ہوں گی...... وہ لوگ گھسیٹے جائیں گے...... کھولتے ہوئے پانی میں... پھر آگ میں جلائے جائیں گے۔

تو آیت سنکر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا...... پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر ہم ایک دوسرے عابد کے سامنے گئے...... تو اس کے سامنے بھی میں نے یہی آیت پڑھ دی:

ذلک لمن خاف مقامی

یہ اس کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑے دینار کو روئے۔ (یعنی مالک بن دینار مر جائے) (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۶۰)

دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک ہمسایہ کے گھر گیا، جو مرض موت میں مبتلا تھا اور گنہگار آدمی تھا، تو میں نے اس سے کہا: کیا تو خداوند تعالیٰ سے عہد نہیں کرتا کہ تو کبھی بھی گناہ نہیں کرے گا؟ ممکن ہے کہ تو اسی عہد پر مر جائے۔

مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے اندر سے ایک آواز سنی کہ اگر اس کا عہد تیرے اقرار جیسا ہو جو تو ہمارے ساتھ کرتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے تو بے فائدہ ہے۔ بلکہ اس سے اور غصہ بڑھتا ہے۔ پس مالک غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت بشرؒ اور خوف خدا

۵۸...... مشہور عالم حدیث بشر حافیؒ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو لوگوں نے اصرار کیا کہ آپؒ کا قارورہ کسی طبیب کو دکھلا کر علاج کرایا جائے۔ آپؒ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے طبیب (اللہ تعالیٰ) کے سامنے حاضر ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کی مرضی جو ہوگی وہ کرے گا۔ لیکن جب لوگوں نے انتہائی اصرار کیا تو آپ کی ہمشیرہ نے آپ کا قارورہ لوگوں کو دے دیا۔

جب قارورہ لے کر لوگ پڑوس کے ایک نصرانی طبیب کے یہاں گئے تو وہ قارورہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ قارورہ اگر کسی نصرانی کا ہے تو وہ یقیناً بہت ہی بڑا راہب ہوگا کیوں کہ اس قارورہ والے کا جگر خوف الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ اور اگر یہ قارورہ کسی مسلمان کا ہے تو یقیناً یہ بشر حافی کا ہے۔ جب لوگوں نے بتایا کہ یہ بشر حافی کا قارورہ ہے تو نصرانی طبیب بے اختیار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

حضرت بشرؒ کی کرامت

۵۹...... لوگ جب طبیب کے پاس سے لوٹے تو حضرت بشرؒ نے فرمایا تم لوگوں کا طبیب تو مسلمان ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور! آپؒ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا؟ فرمایا جب تم لوگ قارورہ لے کر مکان سے نکلے تو اسی وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے بشر! تمہارے قارورہ کو دیکھ کر نصرانی طبیب مسلمان ہوگیا۔

سن ۲۲۷ھ میں حضرت بشر کا انتقال ہوا۔ (مستطوف ج ۱ ص ۱۴۴)

حضرت اویس قرنیؒ کا خوف آخرت سے بے ہوش ہو جانا

۶۰...... ابومنذر دمشقی فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؒ جب بھونی ہوئی سریوں کو دیکھتے تو انہیں یہ آیت یاد آ جاتی ہے:

...... تلفح وجوھھم النار و ھم فیھا کالحون ......

پھر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑتے حتی کہ دیکھنے والے آپ کو دیوانہ سمجھتے (ابن ابی الدنیا وغیرہ)

حضرت ابن سیرینؒ کا بھونی ہوئی سری دیکھ کر بے ہوش ہو جانا

۶۱...... حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں حضرت صفر بن حبیب نے بتایا کہ حضرت ابن سیرینؒ ایک سریاں بھوننے والے کے پاس گذرے۔ جس نے ایک بھونی ہوئی سری آگ سے نکالی ہوئی تھی تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ

۶۲...... عبداللہ بن وہب کی موت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اصحاب حدیث نے ان سے کہا کہ ہمیں جنت اور جہنم کے احوال سنا دیجئے۔ فرمایا: میں اس کی تاب نہیں لا سکتا وہ سمجھے کہ شاید تو اضعاً کہہ رہے ہیں۔ اصرار ہوا تو بیٹھ گئے۔

جہنم کے احوال کے متعلق احادیث شروع فرمائیں تو بے ہوش ہو گئے...... لوگوں نے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ڈالیں لیکن فرق نہیں پڑا...... کسی نے کہا "جنت کے احوال کی احادیث انھیں سنا دیجئے......" وہ بھی پڑھ کر سنائی گئی لیکن ہوش میں نہیں آئے...... اور بے ہوشی کے عالم میں بارہ دن گذر گئے۔ طبیب کو بلایا گیا تو اس نے معائنہ کر کے کہا:

"ان کا دل پھٹ گیا ہے"

بے ہوشی کی حالت میں بارہ دن گذارنے کے بعد بالآخر راہی ملک بقا ہوئے۔

امام زین العابدینؒ اور خوف خدا

۶۳...... فن لغت اور ادب کے امام جناب اصمعی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں کعبہ مکرمہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین وجمیل جوان، کعبہ مکرمہ کے پردوں سے چمٹا ہوا، بہت ہی دردناک آواز سے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

الٰہی! تمام آنکھیں سو رہی ہیں...... اور ستارے غروب ہو چکے ہیں ......لیکن میرے پروردگار! تُو حی و قیوم ہے......تو نیند اور غنودگی سے پاک ہے......اے میرے مولیٰ! تمام بادشاہوں نے اپنے دروازوں کو بند کرلیا ہے...... اور اپنے دروازوں پر پہرہ بٹھا دیا ہے......لیکن تیرا دروازہ ہر سائل کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے......اے میرے مولیٰ! میں گناہگار ہوں...... میں فقیر ہوں...... میں مسکین ہوں...... میں قیدی ہوں...... میں تیرے دروازے پر...... تیری رحمت کا امیدوار بن کر کھڑا ہوں ...... پھر وہ جوان رو رو کر انتہائی رقت انگیز لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگا کہ:

ادعوک رهی و مولائی و مستندی
فارحم بکائی بحق البیت و الحرم
انت الغفور فجد لی منک مغفرة
او اعف عنی یا ذا الجود و الکرم
ان کان عفوک لا یرجوه ذو جرم
فمن یجود علی العاصین بالکرم

اے میرے رب! اے میرے مولا! اے مجھے ٹھکانہ دینے والے!
میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں......تو میری گریہ وزاری پر رحم فرما......

میں تجھے بیت اللہ اور حرم کا واسطہ دیتا ہوں...... تو بہت زیادہ بخشنے
والا ہے...... تو میرے لئے اپنی طرف سے مغفرت کی سخاوت فرما
دے...... مجھے معاف فرمادے...... اے بخشش و کرم والے......
اگر مجرم تجھ سے معافی کی امید نہ رکھے...... تو پھر کون ہے، جو
گنہگاروں پر کرم کے ساتھ بخشش فرمائے گا؟

یہ اشعار پڑھنے کے بعد، اس جوان نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ کہنے لگا:

اے میرے مولا! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے...... تو یہ تیرا مجھ پر احسان عظیم ہے...... اور اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے...... تو یہ میری جہالت ہے...... یا اللہ! تو مجھ پر رحم فرما...... اور تو مجھ کو میرے جد کریم...... اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک...... اور اپنے محبوب...... اور اپنے نبی محمد ﷺ کے دیدار سے محروم نہ فرمانا...... پھر اس جوان نے یہ مناجات شروع کردی۔

الا ایها الما مول فی کل شدة
الیک شکوت الضر فارحم شکایتی
الا یا رجائی انت کاشف کربتی
فهب لی ذنوبی کلها واقض حاجتی
اتیت باعمال قباح ردیئة
وما فی الوری خلق جنی کجنایتی

اے وہ ذات! کہ ہر مصیبت میں تجھی سے امیدواری کی جاتی
ہے...... میں تیرے ہی دربار میں اپنی تکلیف پیش کرتا ہوں......
لہٰذا تو میری التجا پر رحم فرما...... تو ہی میری امید ہے...... تو ہی میری
بے قراری کو دور فرمانے والا ہے...... لہٰذا تو میرے سب گناہوں
کو بخش دے...... اور میری حاجت کو پوری فرمادے...... میں

بہت ہی خراب اور ردی قسم کے اعمال لے کر آیا ہوں...... اور تمام
مخلوق میں...... مجھ سے بڑا جرم کسی نے نہیں کیا ہے۔

وہ جوان ان مذکورہ بالا اشعار کو پڑھتے پڑھتے ایک دم بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں دوڑ کر اس جوان کے قریب پہنچا،، تو دیکھا کہ وہ حضرت امام زین العابدین ہیں۔ میں نے فوراً ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ پر ایسی رقت طاری ہوگئی کہ میں زار زار رونے لگا۔ یہاں تک کہ میرے آنسوؤں کی دھاران کے مقدس رخسار پر گرنے لگی، تو وہ ہوش میں آ گئے۔ آنکھیں کھول کر فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ جس نے میرے مولا کی یاد میں خلل ڈالا۔

میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا! میں آپ کا غلام اصمعی ہوں۔ حضور والا آپ اس قدر گریہ وزاری فرما رہے ہیں۔ آپ تو اہل بیت نبوت میں سے ہیں اور خداوند عالم نے آپ لوگوں کے لئے قرآن مجید میں یہ بشارت عطا فرمائی ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا .

اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر پلیدی کو دور
رکھے اور تمہیں خوب پاک اور ستھرا بنادے۔

میری یہ گفتگو سن کر امام زین العابدین سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے اصمعی! کیا تمہیں خبر نہیں...... کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ہر اس شخص کے لئے بنائی ہے...... جو اس کی اطاعت کرے...... خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو...... اور جہنم! ہر اس شخص کے لئے بنائی ہے...... جو اس کی نافرمانی کرے...... خواہ وہ قریشی بادشاہ ہی کیوں نہ ہو...... کیا تم نے اس حکیم عادل کا یہ فرمان نہیں دیکھا۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسالون .

یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا تو نہ کوئی رشتے ان میں رہیں گے
نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

یحییٰ بن معینؒ اور خوف خدا

۶۴...... امام المحدثین حضرت یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) جو علم حدیث اور فنِ جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان کے بارے میں فرماتے تھے، جس حدیث کے بارے میں یحییٰ کہہ دیں کہ میں اسے نہیں جانتا! سمجھ لو کہ وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی میں ایک حدیث کے ذیل میں ان کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے:

امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:

قال عبدبن حميد قال محمد بن الفضل سالني يحيىٰ بن معين عن هذا الحديث اول ماجلس الى فقلت حدثنا حماد ابن سلمة فقال لو كان من كتابك فقمت لا خرج كتابي فقبض على ثوبي ثم قال املله على فاني اخاف ان لاالقاك قال فامليته عليه ثم اخرجت كتابي فقرات عليه.

امام عبد بن حمیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن فضلؒ نے یہ قصہ سنایا کہ یحییٰ بن معینؒ میرے پاس حدیث کی سماعت کے لئے آنا شروع ہوئے تو آتے ہی انہوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔

میں نے وہ حدیث سنانی شروع کی تو کہا کہ اگر آپ کتاب سے سناتے تو زیادہ قابل اطمینان ہوتی، میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معین نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگے پہلے مجھے زبانی ہی لکھاتے جائیں، موت و حیات کا کچھ اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں، میں آپ سے پھر مل سکوں گا یا نہ مل سکوں گا۔

حضرت محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں وہ حدیث پہلے زبانی سنائی پھر کتاب لا کر دوبارہ دیکھ کر سنائی۔

حضرت طاؤسؒ اور خوفِ خدا

۶۵ ...... حضرت طاؤسؒ بن کیسان نے سو سال سے کچھ زائد عمر پائی۔ بڑھاپے میں بھی ان کا ذہن تروتازہ رہا، فکر و دانش میں بدستور تیزی اور تازگی رہی اور گفتگو میں بے ساختگی طاقت اور روانی رہی۔

عبداللہ شامی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت طاؤس کا چرچا سن کر ان سے علم حاصل کرنے کے لئے ان کے گھر حاضر ہوا۔ پہلے میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک بڑی عمر کے شیخ برآمد ہوئے۔

میں نے انہیں سلام کہا: اور پوچھا کیا آپ طاؤس بن کیسان ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں، ان کا بیٹا ہوں۔ میں نے یہ سن کر کہا: سبحان اللہ! اگر آپ ان کے بیٹے ہیں تو وہ تو انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اپنا حافظہ کھو بیٹھے ہوں گے۔ میں تو بہت دور سے علم حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

اس نے کہا: آپ غمگین نہ ہوں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ کا حافظہ آخر دم تک خراب نہیں ہوتا۔ آپ اندر تشریف لائیں۔ ابا جان سے ملاقات کریں۔ میں اندر گیا، سلام عرض کی، اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا کہ میں بڑی دور سے چند علمی مسائل سمجھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپؒ نے فرمایا: ٹھیک ہے سوال کیجئے لیکن مختصر۔

میں نے عرض کیا میں انشاء اللہ حتی المقدور مختصر سوال کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں ابھی سوال کرنے کے لئے پر تول ہی رہا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں آپکے سامنے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کا خلاصہ نہ بیان کر دوں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں زہے قسمت ارشاد فرمائیے۔

☆......اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو کہ اس کے خوف پر کسی اور خوف کا غلبہ نہ ہونے پائے۔

☆......اور اس سے اس قدر امید وابستہ رکھو کہ یہ امید اس کے خوف پر غالب آ جائے۔

☆......اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

محدث ابوبکر بن عیاش محمد بن سوید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طاؤسؒ کے مسجد سے واپس آنے کے دو راستے ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ کہ جب یہ نماز مغرب پڑھ کر سریوں والے کا راستہ اختیار فرماتے تو شام کا کھانا کھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جب ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا جب میں سریوں کو بھونا ہوا دیکھ لیتا ہوں تو مجھ میں کھانا کھانے کی ہمت نہیں رہتی۔

ابوبکر (بن عیاش) فرماتے ہیں۔ میں نے یہ بات سریع سے پوچھی تو انہوں نے (اس کی تصدیق کرتے ہوئے) فرمایا میں نے ان کو ان بھونی ہوئی سریوں پر کھڑا دیکھا ہے (ابن ابی الدنیا وغیرہ)

دوران درس حدیث بادلوں کو دیکھ کر خوف خدا

۶۶...... ایک محدث کے بارے میں آتا ہے کہ حدیث پڑھا رہے تھے طلباء نے دیکھا کہ چہرے کا رنگ بدلتا ہے، خوف کے آثار محسوس ہوتے ہیں۔ درس کے بعد کسی نے پوچھا حضرت آج کیا بات تھی۔ فرمایا:-

تم نے نہیں دیکھا کہ جب میں حدیث کا درس دے رہا تھا۔ میرے سر پر بادل آ گئے اور مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا کہ ایسا نہ ہو اس سے پتھروں کی بارش برسا کر میری شکل مسخ کر دی جائے۔ حدیث پاک کا درس دیتے ہوئے اتنا ڈرتے تھے۔

☆☆ ۵ ☆☆

امام اوزاعیؒ اور خوف خدا

۶۷ ...... حضرت امامؒ بڑے کم گو اور سنجیدہ بزرگ تھے۔ نہ ہنسی مذاق کی بات کرتے اور نہ قہقہہ مار کر ہنستے۔ انتہائی رقیق القلب ہونے کے باوجود عام مجلس میں گریہ کو ضبط کرتے اور تنہائی میں اس طرح روتے کہ سننے والوں کو ان پر ترس آتا۔

اللہ اللہ! کیسے تھے اللہ سے ڈرنے والے اللہ کے بندگان خاص! بشیر بن منذر کہتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ شدت خشوع وخضوع کے اثر سے اندھے معلوم ہوتے تھے۔

حضرت امامؒ کا خشوع وخضوع اور سوز وگداز آخرت کے استحضار کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:-

> انسان عمر کی جتنی گھڑیاں گذار رہا ہے وہ سب قیامت میں اس کے سامنے ترتیب سے پیش کی جائینگی۔ اس لئے دنیا میں زندگی کی جو ساعت خدا کی یاد سے غفلت میں گذرے گی اس پر انسان کو سخت حسرت ہوگی۔

چند جملوں میں حضرت امام نے کتنی بڑی بات بیان فرمادی ہے لیکن ہماری سب سے بڑی بدبختی ہماری قساوت قلبی ہے جو بات خاصانِ خدا کو آٹھ آٹھ آنسو رلاتی تھی، اس بات کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ خدایا! ہمارے دلوں کو نرم کردے۔

سلامتی اور عافیت کے دس اجزاء

۶۸ ...... حضرت امام اوزاعیؒ فجر کی نماز کے بعد بات چیت نہ کرتے۔ لیکن اس حال میں کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب ضرور دیتے۔ فرمایا کرتے تھے سلامتی اور عافیت کے اجزا دس ہیں ان میں سے نو صرف خاموشی میں ہیں اور دسواں جز خلق اللہ سے بے نیازی ہے۔

سلف صالحین کا دستور

۶۹...... ایک بار ایک شاگرد سے فرمایا: جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کے لئے ہر معاملہ آسان ہو جائے گا اور جو شخص یہ سمجھ لے کہ بات چیت بھی ایک فعل ہے جس کی قیامت میں باز پرس ہوگی تو وہ زیادہ بات چیت نہ کرے گا۔

فرماتے تھے:۔

سلف صالحین کا دستور تھا کہ صبح صادق کے وقت یا اس سے پہلے ہی بیدار ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہو جاتے اور طلوع آفتاب کے بعد تک قیامت کی ہولناکی کا ذکر کرتے۔ پھر تعلیم دین کا سلسلہ شروع ہوتا۔

حق گوئی کی جرأت و بے باکی

۷۰...... ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت نے رقت قلب کے ساتھ امام اوزاعیؒ میں حق گوئی کیلئے وہ جرأت پیدا کردی تھی کہ کسی ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے میں جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔

منصور کے لئے امام اوزاعیؒ کے نصائح

۷۱...... منصور خلفائے عباسیہ میں ایک نہایت سخت گیر خلیفہ ہوا ہے۔ اس نے حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام سفیان ثوریؒ جیسے بزرگوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے تھے۔ ایک بار اس نے حضرت امام اوزاعیؒ کو خط لکھ کر درخواست کی کہ آپ مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ نے جواب میں لکھا۔

امیر المؤمنین! اپنے اوپر تقویٰ لازم کیجئے......اور تواضع اختیار کیجئے......اس کے صلے میں......خدا آپ کو اس روز بلندی عطا فرمائے گا......جس روز خدا ان متکبروں کو ذلیل کر دے گا......جو اس کی زمین پر بڑے بنتے ہیں......آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے......آنحضرت ﷺ کی قرابت......خدا کے حضور آپ کے حق سے زیادہ نہ دلائے گی۔

ایک بار خلیفہ منصور نے آپ کو دربار میں بلا بھیجا، راستے کی دوری کی وجہ سے آپ دیر میں پہنچے۔

خلیفہ نے کہا : آپ نے دیر کی ہے، میں کب سے آپ کا منتظر ہوں۔

آپ نے پوچھا : کس لئے یاد کیا ہے؟

خلیفہ نے کہا : کچھ نصیحت کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا : میں تیار ہوں بشرطیکہ جو میں کہوں اسے تم بھول نہ جانا۔

اس نے کہا : جب میں نے خود ہی آپ کو اس کے لئے تکلیف دی ہے تو آپ کے ارشادات کو کیسے بھول سکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا : آپ اسے سن تو لیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔

منصور کے حاجب ربیع کو آپ کا یہ اندازِ گفتگو نازیبا معلوم ہوا اس نے تنبیہ کرنی چاہی، منصور نے روک دیا کہا: یہ درس و موعظت کی مجلس ہے، دربار شاہی نہیں ہے۔ جب امام اوزاعیؒ کو یہ یقین ہو گیا کہ اس وقت منصور میں جذبہ نصیحت پذیری موجود ہے تو آپ نے عبرت و نصیحت سے معمور ایک طویل تقریر کی جس کا ایک ایک لفظ خوفِ خدا، اندیشہ آخرت اور تذکیر و ترہیب کے اثر میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپؒ نے فرمایا:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے...... کہ جب بندے کو خدا کے دین کی کوئی بات معلوم ہوتی ہے......اور وہ اس کو قبول کر کے......اس

کی قدر کرتا ہے...... تو وہ اس کے لئے خدا کی ایک نعمت ثابت ہوتی ہے...... اور اگر وہ اسے ٹھکرا کر اس کی ناقدری کرتا ہے...... تو وہ اس کے اوپر ایک حجت ہو جاتی ہے...... اور وہ اس طرح اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیتا ہے...... اور اپنے کو خدا کے غضب کا مزید سزاوار بنالیتا ہے...... آنحضرت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے...... کہ جو حاکم رعیت پر ظلم وزیادتی کرتا ہے...... اور خود آرام کی نیند سوتا ہے...... اس پر خدا جنت حرام کر دے گا۔

آپ کے لئے ضروری ہے...... کہ آپ لوگوں پر (خدا اور بندوں کے حقوق) نافذ کریں...... ان کے درمیان انصاف کریں...... ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں...... اور ان کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھیں...... ایسا نہ ہو کہ آپ کے دروازے پر پہرے دار ہوں...... اور لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں...... آپ کے زیر حکومت عرب و عجم مسلم و کافر سبھی ہیں...... جن میں سے ہر ایک آپ سے انصاف پانے کا مستحق ہے...... اور حال یہ ہے کہ یہاں گروہ در گروہ ایسے لوگ موجود ہیں...... جنھیں آپ سے کچھ نہ کچھ شکایت ہے...... اور جن پر آپ کی طرف سے کوئی نہ کوئی ظلم ہوا ہے۔

امیر المؤمنین! آپ سوچیں! کہ اس شخص کا خدا کے یہاں کیا حال ہوگا...... جس نے لوگوں کے چہرے خون آلود کئے...... ان کا لہو بہایا...... ان کی بستیاں اجاڑیں...... ان کو جلاوطن کیا...... امیر المؤمنین! حضرت عمرؓ میں کتنا احساس ذمہ داری تھا؟ اس بارے میں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

اگر ایک بکری کا بچہ میری دیکھ بھال کے بغیر فرات کے کنارے مرجائے تو مجھے ڈر ہے کہ اس کی باز پرس بھی مجھ سے ہوگی۔

تو پھر اس مظلوم کے بارے میں آپ سے کتنی سخت باز پرس ہوگی...... جو آپ کے سامنے عدل سے محروم رہا...... امیر المومنین! آپ پر ایک ایسی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ...... اگر وہ زمین و آسمان اور پہاڑوں پر ڈالی جاتی...... تو وہ اس کے اٹھانے سے انکار کر دیتے...... مجھ سے یزید بن یزید فقیہ شام نے بیان کیا ہے کہ...... حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو زکوۃ کی وصولی پر مقرر کیا...... کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ وہ گھر پر موجود ہے...... آپ نے پوچھا تم وصولی پر کیوں نہیں گئے......؟ تم کو نہیں معلوم کہ تمہیں اس کام کا اجر جہاد کے برابر ملے گا......؟

اس نے کہا: ایسا نہیں ہے...... مجھے یہ حدیث نبوی پہنچی ہے...... کہ قیامت کے دن ہر والی اور حاکم کو بلایا جائے گا...... اور اس کو آگ کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا ...... جس کی وجہ سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے...... اور اس کے بعد وہ پھر واپس لایا جائے گا...... اور اس سے حساب کتاب ہوگا...... اگر اس نے اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دی ہے...... تو بچ جائے گا...... ورنہ پھر وہ پل اس کو جہنم پر پہنچا دے گا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ روایت کس نے بیان کی ہے......؟ اس نے کہا ابوذرؓ اور سلمانؓ نے...... آپ ان حضرات سے ملے...... اس کے بارے میں دریافت کیا...... ان لوگوں نے اس کی تصدیق کی...... حضرت عمر نے یہ روایت سن کر ایک سرد آہ کھینچی...... اور فرمایا: افسوس! عمرؓ کو بھی اس سے گذرنا پڑے گا۔

امام اوزاعیؒ کی اس تقریر کا منصور پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ منہ پر رومال ڈال کر زار زار رونے لگا۔ اس کے گریہ نے امامؒ بھی گریہ طاری کر دیا۔ اس کے آنسو کچھ تھمے تو حضرت امامؒ نے اپنی تقریر پوری کر دی۔ آخر میں فرمایا۔

اللہ کے ہاں عزت و ذلت کا سبب

۲۷...... امیر المؤمنین! سب سے سخت چیز حق کا قیام ہے...... اور خدا کے یہاں سب سے معزز چیز تقویٰ ہے...... جو شخص خدا کی اطاعت کے ذریعہ عزت چاہتا ہے...... اللہ اسے

سر بلند کرتا ہے...... اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے...... اور عزت کا خواہاں ہوتا ہے...... خدا اسے پست و ذلیل کر دیتا ہے۔

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ تقریر کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا۔ منصور نے پوچھا کہ یہاں سے کہاں جانے کا قصد ہے؟ فرمایا: وطن! اگر آپ اجازت دیں۔ منصور نے اجازت دی اور عرض کیا کہ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایسی قیمتی نصیحتیں کیں۔ میں ان کو انتہائی خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ خدا مجھے ان پر عمل کی توفیق دے اور میری مدد کرے۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح اپنی زیارت سے مشرف فرماتے رہیں گے۔

منصور نے حکم دیا کہ آپ کی خدمت میں سفر خرچ پیش کیا جائے لیکن خرچ پیش کیا جانے لگا تو حضرت امامؒ نے انکار کر دیا فرمایا:

فما كنت لابيع نصيحتي بعرض الدنيا ولا بكها

میں اپنی نصیحت کو دنیا کی ایک حقیر متاع بلکہ پوری دنیا کے عوض بھی بیچ نہیں سکتا۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے آخری کلمات

۷۳...... یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے دادا استاذ اور کوفہ کے استاذ الفقہاء ہیں۔ عبادت، ریاضت اور خوف الٰہی میں بھی ان کا مقام بلند ہے۔ یہ اپنی وفات کے وقت رونے لگے تو کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

میں اللہ تعالیٰ کے قاصد کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ مجھے جنت کی خوشخبری سناتا ہے یا جہنم کی وعید سناتا ہے۔

یہ کلمات زبان مبارک سے نکلے اور آپ کا وصال ہو گیا۔ (احیاء العلوم جلد ۴)

چوبیس ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے والا ولی اللہ

۷۴...... بڑے پائے کے محدث اور بے حد مشہور و ممتاز عابد و زاہد تھے اور بادشاہ وقت اور

اس کے گورنر کو نصیحت کرنے میں بڑے بے نڈر تھے۔ اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی اور لڑکے سے فرمایا:-

میری پیاری بیٹی: تم کیوں ڈرتی ہو؟ کیا تم اس لئے روتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا...... اے نور نظر! تم کو کیا خبر میں نے اپنے مکان کے اس ایک کونے میں ۲۴ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ونودی)

تیس سال روزانہ قرآن مجید ختم کرنے والا شخص

۷۵...... بیٹا ابراہیم! تمہارے باپ نے زندگی بھر کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا ہے اور تیس برس سے مسلسل میں ایک ختم روزانہ قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔ خبردار! اس بالاخانے پر ہرگز تم گناہ کا کام مت کرنا کیونکہ اس بالاخانہ میں میں نے بارہ ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ یہ تقریر ختم کرتے ہی جمادی الاولیٰ ۱۹۲ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

(نودی علی المسلم)

امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں لکھا ہے:

اے برادر! دل میں خوف پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے...... کہ تم مختلف واقعات میں غور و فکر کرو...... مثلاً یہ دیکھو کہ ابلیس نے اللہ جل جلالہ کی عبادت ۸۰ ہزار برس تک کی...... اور پوری زندگی میں ایک قدم کے برابر بھی جگہ ایسی نہیں چھوڑی تھی...... کہ جہاں سجدہ ریز نہ ہوا ہو...... لیکن اس نے جب محض ایک حکم خداوندی کو پورا نہ کیا...... تو اس کی ۸۰ برس کی عبادت ٹھکرا دی گئی...... اور اسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا...... اور تا قیامت وہ ملعون و مردود قرار پایا...... اور دائمی دردناک عذاب اس کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

ربیع بن خیثمؒ اور خوف خدا

۷۶...... آپ نہایت بلند مرتبہ محدث اور مشہور ولی کامل ہیں۔ آپ نے اپنے گھر کے اندر ایک قبر بنا رکھی تھی۔ جب بھی آپ محسوس فرماتے کہ غفلت کہ وجہ سے میرا دل کچھ سخت پڑ گیا ہے...... تو آپ اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے...... اور جب تک خدا کو منظور ہوتا...... اس میں لیٹے رہتے...... پھر کہتے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے...... تاکہ میں کوئی نیک عمل کروں...... پھر خود ہی اپنے نفس کو جواب دیتے کہ...... اے ربیع! ہم نے تجھے واپس لوٹا دیا...... اب تو کوئی نیک عمل کر۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۱۲)

ربیع بن خیثم کا تعارف

۷۷...... یہ کبار تابعین میں سے تھے یہ اپنے دور میں ان آٹھ افراد میں سے تھے جن میں زہد و تقویٰ انتہا درجے کا پایا جاتا تھا۔

یہ خالص عربی تھے اور خاندانی اعتبار سے مضریہ جا کر ان کا سلسلہ نسب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل جاتا تھا۔ بچپن سے ان کی تربیت اللہ کی اطاعت کے ماحول میں ہوئی۔ لڑکپن تقویٰ کے ماحول میں گذرا۔ رات کے وقت ان کی والدہ سو جاتی صبح اٹھتی، تو کیا دیکھتی...... کہ اس کا بیٹا گھر کے ایک کونے میں ہاتھ باندھے کھڑا...... اللہ تعالیٰ سے سرگوشیاں کرنے میں محو ہے...... دنیا و مافیھا سے بے نیاز...... نماز میں مستغرق ہے...... محبت و شفقت سے بھرپور لہجے میں آواز دیتی...... بیٹے ربیع تجھے کیا ہوا؟ کیا نیند نہیں آتی......؟ میرے پیارے بیٹے اب تو سو جاؤ۔

وہ جواب دیتے اماں جان! بھلا وہ شخص کیسے سو سکتا ہے...... جس پر رات کی تاریکی چھا گئی ہو...... اور اسے دشمن کے حملے کا اندیشہ ہو...... یہ سن کر بوڑھی اماں کے آنسو بہنے لگے اور اس نے بیٹے کو دعائیں دیں۔

جسمانی جوانی کے ساتھ روحانی جوانی

۷۸...... جب حضرت ربیعؒ جوان ہوئے تو ان کے ساتھ تقویٰ بھی توانا و جوان ہوا۔ اور خشیت الٰہی کا جذبہ بھی اسی طرح پروان چڑھا۔ رات کی تاریکی میں جبکہ لوگ گہری نیند سوئے ہوئے تھے، وہ اس قدر گڑگڑاتے اور گریہ زاری کرتے کہ ان کی گھگھی بندھ جاتی۔ بوڑھی اماں کو اپنے لاڈلے بیٹے کی اس حالت پر ترس آنے لگتا اور اندیشہ جائے دروں میں مبتلا ہو کر آواز دیتی:

میرے پیارے بیٹے...... میں صدقے...... تجھے ہوا کیا ہے؟ کیا کوئی جرم کر بیٹھے ہو...... کیا کسی کو قتل کیا ہے؟ مجھے بتاؤ مقتول کون ہے...... بتاؤ کس کو قتل کر بیٹھے ہو...... تاکہ ہم اس کے ورثاء کی منت سماجت کریں ہوسکتا ہے وہ تجھے معاف کردیں...... بخدا اگر مقتول کے وارث تیری آہوں سسکیوں اور گریہ زاریوں کو دیکھ لیں...... مجھے امید ہے وہ تجھے معاف کردینگے...... اس نے کہا: اماں جان میں نے اپنے آپ کو قتل کیا ہے۔ ماں نے پوچھا کیسے؟ فرمایا گناہوں سے اپنے آپ کو قتل کیا ہے۔

حضرت ربیع بن خیثم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد رشید تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خوب صورت اور شکل وصورت میں تمام صحابہؓ سے بڑھ کر رسول ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ (خاصان خدا)

حضرت ربیعؒ کا ساری رات ایک آیت کو پڑھتے رہنا

۷۹...... عبدالرحمٰن بن عجلان بیان کرتے ہیں: میں ایک رات حضرت ربیعؒ کے پاس سویا۔ جب انہیں یقین ہوگیا کہ میں گہری نیند سوگیا ہوں۔ انہوں نے نماز پڑھنا شروع کردی اور نماز میں یہ آیت اونچی آواز میں پڑھنے لگے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات اَن نجعلهم
کالذین آمنوا وعملوا الصالحات سواء محیاهم و

مماتھم ساء مایحکمون.

وہ لوگ گمان کرتے ہیں، جنھوں نے گناہ کئے کہ ہم ان کو بنادیں گے ان لوگوں جیسا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے...... برابر ہے......ان کا جینا......اور مرنا بہت برا ہے...... جو وہ کہتے ہیں۔

وہ رات بھر نماز میں بار بار یہی آیت پڑھتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔

آگ کی بھٹی کے شرارے دیکھ کر خوف آخرت سے بے ہوشی

۸۰...... حضرت ربیعؒ کے خوف اور خشیت الٰہی کے متعلق بھی بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ان میں سے ایک واقعہ ان کے قریبی ساتھیوں نے بیان کیا۔فرماتے ہیں:

ہم دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے، وہاں ایک جلتی ہوئی لوہے کی بھٹی کو دیکھا، جس میں آگ کے شرارے اوپر اٹھ رہے تھے۔آگ میں تیزی پیدا کرنے کے لئے، پتھر کا کوئلہ اس میں استعمال کیا جارہا تھا۔جب حضرت ربیع نے آگ کا یہ منظر دیکھا، تو وہیں ٹھہر گئے۔جسم میں لرزہ طاری ہوگیا۔اس طرح کپکپائے کہ ہم گھبرا گئے۔اس منظر سے متاثر ہوکر وہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھنے لگے۔

اذا راتھم من مکان بعید سمعوالھاتغیظاو زفیرا واذلقوا فیھا مکانا ضیقا مقرنین دعوا ھنالک ثبورا.

پڑھتے پڑھتے غشی کھا کر گر پڑے۔ہوش آنے تک ہم وہیں بیٹھے رہے۔پھر ہم نے انہیں گھر پہنچایا۔

حضرت ربیع بن خشیمؒ نے اپنی پوری زندگی موت کے انتظار میں گزار دی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے ہمہ دم تیار رہے۔جب موت کا وقت قریب آیا تو ان کی بیٹی آہ و زاری کرنے لگی۔اسے روتا دیکھ کر فرمایا:

چپ کرو بیٹی!......روتی کیوں ہو...... تیرے باپ کو تو بہت بہتر چیز مل رہی ہے......پھر انکی روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور خوف خدا

زمانہ طالب علمی ہی سے استاد بن گئے

۸۱...... آپ طبقہ تبع تابعین میں نہایت ممتاز تھے۔آپ وقت کے محدثین میں شمار کئے جاتے تھے۔خلافت عباسیہ کے آغاز میں ۱۳۵ھ میں مقام بصرہ میں پیدا ہوئے۔اس وقت بصرہ علماء اور فقہاء ومحدثین کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ذہانت وذکاوت اور قوتِ حافظہ میں ابتدائے عمر ہی سے امتیاز رکھتے تھے۔اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ زمانہ طالب علمی ہی سے استاذ بن گئے تھے۔ان کے معاصرین علماء نے واضح طور پر ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔

دین ودنیا کی جامع شخصیت

۸۲...... سیرت واخلاق کے اعتبار سے بھی خصوصی شان رکھتے تھے۔مشہور محدث ابن جوزیؒ نے انھیں صاحب زہد وتقویٰ تبع تابعین میں شمار کیا ہے۔ایوب بن متوکل کہتے ہیں کہ جب ہم کو کسی ایسے شخص سے ملنے کی خواہش ہوتی، جو دین ودنیا کا جامع ہو تو ابن مہدیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

مشتبہ چیز سے بچنے کا اہتمام اور منجانب اللہ انعام

۸۳...... خوف وخشیت زہد وتقویٰ اور اندیشہ آخرت ان کی کتاب زندگی کے روشن باب ہیں۔معاملات زندگی میں ہر قدم پر حلال وحرام کا خیال رکھتے۔کسی چیز میں حرمت کا شبہ بھی ہو جاتا، تو اس کو اپنے استعمال میں نہ لاتے۔کہا کرتے تھے کہ جو چیز تم خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے چھوڑ دو گے۔خدا اس کو تمہارے پاس ضرور واپس کر دے گا۔

فرماتے ہیں: ایک بار میں نے اور میرے بھائی نے شرکت میں تجارت کی جس میں کافی نفع ہوا، مگر جب نفع تقسیم ہونے لگا تو مجھے اس مال میں کچھ شبہ پڑ گیا۔ میں اپنے حصہ سے دست بردار ہو گیا۔ خدا کی شان کہ میری زندگی ہی میں وہ تمام دولت پھر میرے اور میرے لڑکوں کے پاس آ گئی۔

وہ اس طرح کہ میرے بھائی نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی میرے تین لڑکوں سے کر دی۔ اور میں نے اپنی لڑکی کی شادی ان کی لڑکے سے کر دی۔ اتفاق سے کچھ روز بعد بھائی کا انتقال ہو گیا اور ان کے سارے مال کا وارث میرے والد اور مرحوم بھائی کی لڑکیاں ہوئیں۔ جو میرے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد والد کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ کل دولت میرے گھر میں آ گئی۔

معاہدہ کی پابندی کی خاطر مال کو لات ماردی

۸۴...... ایک بار کسی زمین کے بیچنے کا ارادہ کیا۔ فی جریب ڈھائی سو دینار میں معاملہ طے ہوا تھا۔ دلال نے آپ سے کہا کہ خریدار نے اس زمین کو ویران اور نا قابل کاشت سمجھ کر اتنی قیمت لگائی ہے۔ اگر ہم لوگ اس زمین میں کھاد وغیرہ ڈال کر اس کو قابل کاشت بنا دیں، تو اس کی قیمت فی جریب پچاس دینار سے زیادہ ہو جائے گی۔ اس طرح پوری زمین میں آپ کو چار ہزار دینار زیادہ مل جائیں گے۔

گو ایسا کرنا غلط نہیں تھا کیونکہ ابھی اس نے قیمت ادا نہیں کی تھی۔ پھر بھی انھوں نے تھوڑے سے مالی منافع کے لئے وعدہ کرنے کے بعد گاہک کو مایوس کرنا ایک بد معاملگی سمجھی۔ اس لئے دلال کی گفتگو سے بہت ناراض ہوئے۔ کہا تم چار ہزار دینار کا لالچ دیتے ہو۔ میں اس چار ہزار روپے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لا یستوی الخبیث ولا الطیب ولو اعجبک کثرة الخبیث.

حرام اور حلال مال برابر نہیں ہو سکتے اگر چہ حرام کی کثرت تمہیں کتنی ہی پسند کیوں نہ ہو۔

پھر فرمایا میں ہرگز اس سودے کو فسخ نہیں کرسکتا۔ خواہ چار ہزار کے بجائے ایک لاکھ دینار کا فائدہ کیوں نہ ہو۔

حصول ثواب آخرت کا شوق

۸۵...... ثوابِ آخرت کے حصول کا اتنا شوق تھا کہ اس کے لئے عجیب عجیب خواہشیں کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ خدا کی نافرمانی ہوگی، تو میں یہ تمنا کرتا کہ اس شہر کا ہر شخص میری غیبت کرے۔ بھلا اس نیکی سے عمدہ کون سی نیکی ہوسکتی ہے۔ جس کو اس نے نہ تو کیا ہو...... اور نہ اسے اس کا علم ہو۔ مگر قیامت کے دن حساب ہو تو اس کے صحیفۂ اعمال میں وہ نیکی موجود ہو۔

یہ اشارہ اس حدیث نبوی ﷺ کی طرف ہے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب کسی بندہ کی ناحق غیبت کی جاتی ہے تو ہر برائی کے بدلہ میں اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

عبادت میں مستعد اور سرگرم

۸۶...... عبادات میں نہایت مستعد اور سرگرم تھے۔ ان کے صاحبزادے کا بیان ہے کہ وہ اکثر اوقات پوری پوری رات نفل نماز اور تلاوت قرآن میں گزارتے تھے۔ ان کا عام معمول یہ تھا کہ ہر روز نصف قرآن تلاوت کرڈالتے تھے۔ ایک بار پوری رات جاگتے رہے۔ مگر عین صبح کے وقت آنکھ لگ گئی اور نماز فجر قضا ہوگئی۔ ان کو اس کا اتنا رنج ہوا کہ اس کی تلافی کے لئے بہت دنوں تک زمین پر پیٹھ نہیں لگائی۔

بکر بن عبداللہ مزنیؒ اور خوف خدا

۸۷...... حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ بصرہ کے علمائے تابعین میں تھے۔قبیلہ مزنیہ کی نسبت سے مزنی کہلاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔

آپؒ کے تلامذہ میں بزرگ تابعین داخل ہیں۔دوسرے علوم کے ساتھ فقہ میں خاص درک رکھتے تھے۔اپنے علم وفضل کی وجہ سے ''شیخ البصرہ'' کے لقب سے مشہور تھے۔ حکومت سے تعلق رکھنا پسند نہ فرماتے تھے۔آپؒ کے سامنے قضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا،لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔

خوشحالی وسادگی ساتھ ساتھ

۸۸...... دولت منداور خوش حال تھے اور خدا کی نعمت سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے......بیش قیمت کپڑے استعمال کرتے......طبیعت بھی بڑی نفاست پسند تھی......ایک بار چار سو درہم کا کپڑا خریدا......درزی اسے قطع کرنے کے لئے اس پر مٹی سے نشان لگانے لگا......تو روک دیا اور کافور سے نشان لگوایا......لیکن اس خوشحالی اور نفاست پسندی کے باوجود...... غریبوں میں چلے جاتے اور ان کو حدیث سناتے۔

حالت دعا میں سراپا عجز ونیاز مندی

۸۹...... دعا کی حالت میں سراپا عجز ونیاز بن جاتے۔رزق کی پراگندگی دل کی پراگندگی کا سبب بن جاتی ہے۔اس لئے دعا میں عرض کرتے:

اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے رزق عطا فرما......تاکہ میں تیرا اور زیادہ شکر ادا کروں...... مجھے اپنے ماسوا سے مستغنی کردے......

اے اللہ! نہ میری امیدیں اور آرزوئیں...... میرے اختیار میں ہیں...... اور نہ ناپسندیدہ باتوں سے...... اپنے کو روکنا میرے بس میں ہے...... دنیا میں مجھ سے زیادہ تیرا کوئی محتاج نہیں۔

خوفِ آخرت اور لوگوں کو نصیحت

۹۰...... اس دعا کے بعد اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے: اے ابن آدم! ایسی امید و آرزو نہ کر...... جو تجھے خدا سے بے خوف بنادے...... اور اپنے اوپر ایسا خوف و ہراس بھی طاری نہ کر...... جو تجھ کو خدا کی رحمت سے مایوس کردے۔

خوف آخرت کے معاملے میں آپ کی نگاہ اتنی باریک بین تھی کہ لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو...... اگر تم نے کوئی سچی بات کہی...... تو اس کا کوئی اجر نہیں ...... اور اگر غلط بات کہی...... تو قیامت میں اس کا مواخذہ ہوگا۔ ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ بصرہ میں اس قدر مقبول عام تھے کہ لوگ جنازے پر ٹوٹے پڑتے تھے۔

سالک اور عارف کا خوف

۹۱...... امام ابو محمد سہلؒ فرمایا کرتے تھے:

سالک کو نافرمانی میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا ہے...... اور عارف کفر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے۔

ان سے پہلے ابویزیدؒ نے فرمایا:

جب میں مسجد کی طرف جاتا ہوں...... تو میری کمر میں زنار (معلوم) ہوتا ہے...... اور ڈرتا ہوں...... کہ وہ مجھے کہیں گرجا...... یا آتش کدہ میں نہ لے جائے...... آخر مسجد میں داخل ہو جاتا ہوں...... تو زنار ٹوٹتا ہے...... یہ بات روزانہ پانچ بار ہوتی ہے...... یہ حال اس وجہ سے تھا...... کہ وہ علام الغیوب کی قدرت میں قلب کے سرعتِ تقلبی سے آگاہ تھے۔

امام سفیان ثوریؒ اور خوف خدا

ثوری کہلانے کی وجہ

۹۲...... حضرت امام سفیان ثوریؒ تبع تابعین میں بڑے مرتبہ کے صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ تفسیر حدیث اور فقہ سب میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور احمد بن حنبلؒ آئمہ کو آپ کے فضل وکمال کا اعتراف تھا۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کے زمانہ میں مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کے بعد کوفہ دینی علوم کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خود آپؒ کا خاندان بھی کوفہ کے علمی خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں آپؒ کی وفات ہوئی۔ آپؒ کے اجداد میں ایک شخص ثور بن منما تھا اسی نسبت سے آپؒ ثوری مشہور ہوئے۔

تیس ہزار احادیث کا حافظ

۹۳...... دین پسند ماں کی حوصلہ مندی نے ہی بیٹے کو وقت کا جلیل القدر امام بنادیا۔ آپ کے زمانے تک حدیثوں کی کتابیں مدون نہ ہوئی تھیں۔ دوسرے محدثین کو دس ہزار سے زیادہ حدیثیں یاد نہ ہوتی تھیں اور آپ تیس ہزار حدیثوں کے حافظ تھے۔ امام نے اپنے سینے کو احادیث نبوی ﷺ کا سدا بہار خیاباں بنانے کے لئے کن کن گلزاروں سے گل چینی کی ہوگی۔

سوت کات کر کفالت کرنے والی ماں

۹۴...... آپ کی معاشی حالت اچھی نہ تھی...... مگر دینی علوم کی قدر شناس اس ماں نے...... یہ کہہ کر تحصیل علم کے لئے فارغ کردیا...... کہ تم علم کے حصول میں مصروف رہو...... میں سوت کات کر تمہاری کفالت کروں گی۔

اپنے اوپر تین باتیں لازم کرلی تھیں

۹۵...... معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام نے اپنی پوری زندگی ماں کی نصیحت میں ڈھال دی تھی۔ان کی زندگی علم وعمل دونوں کا نمونہ تھی۔انھوں نے ازراہ زہدوتقوی، اپنے اوپر تین باتیں لازم کرلی تھیں۔پہلی بات یہ کہ وہ کسی سے خدمت نہ لیں گے۔دوسری یہ کہ وہ اپنے کپڑے کسی دوسرے کو درست نہ کرنے دیں گے۔تیسری یہ کہ وہ مکان بنوانے کی غرض سے کبھی اینٹ پر اینٹ نہ رکھیں گے۔چنانچہ انھوں نے اپنی زندگی میں اپنے مکان پر ایک درہم بھی خرچ نہیں کیا۔

بادشاہ کے حکم سے پہلے بادشاہوں کے بادشاہ کا حکم

۹۶...... حضرت امامؒ نے خلیفہ منصور عباسی اور مہدی کا زمانہ پایا۔یہ دونوں خلفاء آپ کے بڑے قدرداں تھے۔مگر آپؒ ہمیشہ ان سے متنفر اور گریزاں رہے۔کسی دینی ضرورت یا ان کی طلب پر ان کے پاس تشریف لے جاتے، تو انتہائی سختی سے ان کو نصیحت فرماتے۔ خلیفہ منصور آپؒ کی اس روش کی وجہ سے آپؒ کا دشمن ہوگیا۔

کیسی کیسی صورتیں ہونگی جو پنہاں ہوگئیں

۹۷...... آپؒ مکے میں تھے۔منصور حج کو روانہ ہوا تو حکم صادر کردیا کہ اس کے مکہ پہنچنے سے پہلے آپؒ کو پھانسی دے دی جائے۔حضرت امام کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپؒ نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر خدا سے دعا کی کہ وہ مکے میں داخل نہ ہونے پائے۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی دعا قبول فرمائی۔موت نے بیر میمون ہی پر منصور کا کام تمام کردیا۔

منصور کے بعد مہدی مسند نشین خلافت ہوا۔اس کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ گریز اور زجر دتو بیخ ہی کا رہا۔اس لئے اس نے بھی آپؒ کے قتل کا حکم صادر کردیا۔اسی وقت سے

آپؒ نے روپوشی اختیار کرلی تھی۔ زندگی کے آخری ایام میں بصرہ کے مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی کے مکان پر فروکش تھے۔ وہیں بحالت غربت میں وفات پائی۔

کیسی کیسی صورتیں ہونگی جو پنہاں ہوگئیں

خوف آخرت سے لرزاں وترساں

۹۸...... اس علم وفضل...... زہد وتقویٰ...... اور اس درجہ کی حق گوئی...... اور امراء وخلفاء سے بے نیازی کے باوجود...... دل ہر وقت رقت وگداز سے معمور...... اور اندیشہ آخرت سے...... لرزاں وترساں رہتا تھا...... رات کو سوتے رہتے...... کانوں میں اچانک کوئی آواز پڑ جاتی...... تو چونک اٹھتے کہ کہیں عذاب نہ ہوگیا ہو۔

اللہ اللہ! کتنا بیدار دل تھا حضرت امام کا: ایک بار زوال سے قبل نفل پڑھ رہے تھے اثنائے قراۃ میں یہ آیت آگئی:

فاذانقرفی الناقور فذالک یومئذ یوم عسیر

جس دن نرسنگھے میں پھونک ماری جائے گی یہ دن (کافروں) کے لئے بہت سخت ہوگا۔

اگرچہ یہ تنذیر وتخویف کفار کے بارے میں ہے پھر بھی آپ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ چیختے ہوئے سخت دھوپ میں نکل پڑے۔ آپ کو اپنا ہوش نہ تھا دوسرے لوگوں نے آپ کو سائے میں پہنچادیا۔

ساری رات فکرِ آخرت میں قیام

۹۹...... ایک بار آپ نے اپنے شاگرد یوسف سے طہارت کا برتن مانگا...... اور ہاتھ میں رحن لئے پوری رات گذاردی...... صبح کو شاگرد نے گم گشتی کے عالم میں دیکھا...... تو خبردار کیا...... آپ نے فرمایا...... تم نے جب سے برتن دیا...... اسی وقت سے آخرت کے انجام پر غور کررہا ہوں۔

خوف آخرت سے کلیجہ پھٹ گیا

۱۰۰...... حضرت امام کے دل میں خوف آخرت کی اتنی تپش تھی کہ اس کی سوچ کے نتیجے میں آپ کو خون کا پیشاب ہونے لگا۔ ایک بار آپ بیمار پڑے، آپ کے شاگرد آپ کا قارورہ طبیب کے پاس لے گئے۔ طبیب نے قارورہ دیکھ کر بتایا: یہ ایسے شخص کا پیشاب معلوم ہوتا ہے جس کے کلیجے کو غم نے شق کر دیا ہو۔ اس مریض کا کوئی علاج نہیں۔

شب بیداری اور گریہ وزاری

۱۰۱...... بصرہ کے محدث عبدالرحمٰن مہدی، جن کے مکان پر حضرت امام نے وفات پائی، بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی رات متواتر دیکھا کہ امام رات کے پچھلے حصے میں سو جاتے، پھر اچانک گھبرا کر ''دوزخ دوزخ'' کہتے ہوئے اٹھ بیٹھتے پھر وضو کر کے دعا مانگتے:

> اے اللہ! تو بغیر بتائے میری حاجت سے واقف ہے۔ میں عذاب دوزخ سے نجات کے سوا تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔ اے پروردگار! آخرت کی فکر نے میرے دل کو رقیق کر دیا ہے اور یہ مجھ پر تیرا بڑا فضل ہے۔
>
> اے اللہ! اگر گوشہ گیری کے لئے میرے پاس کوئی عذر ہوتا تو میں ایک لمحہ بھی لوگوں کے درمیان نہ رہتا۔

اس دعا کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ نماز میں ایسا گریہ طاری ہو جاتا کہ قرأت نہ کر سکتے اور میں شرم اور ان کی ہیبت سے ان کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا اور ان کی قرأت سننے کی کوشش کرتا تھا تو نہ سن سکتا تھا۔

کثرت سے موت کو یاد کرنا

۱۰۲...... انسان کے دل میں آخرت کا خوف پیدا کرنے والی چیز موت کی یاد ہے اور حضرت امام موت کو اس کثرت سے یاد کرتے تھے کہ آپ کے ہم نشینوں کے دلوں میں موت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

گوشہ نشینی میں عافیت

۱۰۳...... ہم اکثر سوچا کرتے تھے کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں تو جامع تھیں۔ تابعین اور تبع تابعینؒ کی زندگیاں یکسر بدل کیوں گئیں اور ان کو ہم دنیا سے متنفر و بیزار اور کنارہ کش کیوں پاتے ہیں۔ اس کی وجہ حضرت امام سفیان ثوریؒ کے ایک خط سے معلوم ہوئی جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد کو لکھا تھا جس کا ماحصل یہ ہے۔

تم جس زمانے میں ہو...... اس کے بارے میں...... رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ پناہ مانگا کرتے تھے...... کہ وہ اس زمانہ کو نہ پائیں...... اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صحبت کی وجہ سے...... انھیں جو کچھ حاصل تھا...... ہمیں میسر نہیں ہے...... پھر امور خیر میں علم کی قلت...... صبر کی قلت...... اور رفاقت کے باوجود...... فساد انگریزی...... اور دنیا کی نجات و گندگی کے...... جس زمانے کو ہم نے پایا ہے...... اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں......؟ اس لئے تم پر لازم ہے...... کہ گمنامی کی زندگی بسر کرو...... کیوں کہ یہ زمانہ گمنامی ہی کے لئے موزوں ہے۔

گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرو...... اور ان لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھو...... پہلے زمانے میں لوگ ملتے تھے...... تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے...... لیکن اب یہ بات نہیں رہی...... اس لئے نجات کا راستہ یہی ہے...... کہ ترک تعلق کے اصول پر عمل کیا جائے۔

حب جاہ سے پرہیز

۱۰۴...... خبردار! امراء کا قرب اختیار نہ کرنا...... خبردار! مبتلائے فریب نہ ہونا...... تم سے کہا جائے گا...... کہ فلاں شخص کی سفارش کرو...... مظلوم کی دستگیری کرو...... ظلم کے مٹانے کی کوشش کرو...... یاد رکھو یہ سب باتیں شیطانی فریب ہیں...... وقت کے تاجروں نے...... ان باتوں کو اپنی سرفرازی کا...... زینہ بنا رکھا ہے۔

خبردار! حکومت اور ریاست کی محبت سے بچنا...... کیونکہ اقتدار کو لوگ سونے چاندی سے بھی...... زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ حضرت ابوسفیانؒ کے اس مکتوب میں کتنی موعظتیں اور بصیرتیں ہیں۔

اقتدار جسے خیر وصلاح کا گہوارہ ہونا چاہیئے تھا...... وہ فتنہ وفساد کا مرکز بن گیا...... اور خلافت وامارت اور معاشرہ کی حالت اتنی بگڑ گئی...... کہ خاصانِ خدا کا اس کے درمیان رہنا...... فتنہ وفساد کا باعث بن گیا...... ہمارے لئے یہ بڑی سوچ کی بات ہے...... کہ یہ زمانہ کیسا ہے...... جو ہمیں ملا ہے...... اس زمانے کی حکومتوں کا کیا حال ہے...... اور مسلم معاشرے کی حالت کیسی ہے؟

دنیا دھوکہ کے سوا کیا ہے؟

۱۰۵...... حضرت سفیانؒ نے کتنے پتے کی بات فرمائی ہے کہ اقتدار زر وسیم سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے یہ ایسی کسوٹی ہے کہ ہم اس پر کس کر اچھی طرح پہچان سکتے ہیں کہ ہمارے علماء واکابر ملت میں کس کا رخ اقتدار کی جانب ہے اور کون اقتدار کی طرف سے منہ موڑے ہوئے ہے، اور دین واخلاق کی حفاظت میں سعی وکوشش کر رہا ہے؟ اور ان میں سے کون ہے جس کی ملت کو پیروی کرنی چاہیئے؟

آخری بات یہ کہ ہمارے لئے یہ کس قدر ضروری ہے...... کہ ہماری نگاہ دنیا کی دلفریبیوں...... اور رنگینیوں کے باوجود...... ایک دھوکے کے سوا ہے کیا......؟ وہ زندگی جس

کے ہوتے ہی...... سب کچھ ہے...... وہی اپنے اختیار کی نہیں...... موت تو موت ہی ہے...... ہم نے آپ نے دیکھا...... کتنے بادشاہوں اور کتنے ڈیکٹیروں سے...... ان کی زندگی ہی میں دنیا نے...... ان سے رخ پھیرلیا...... اور وہ کس طرح گولیوں کا نشانہ بنادیئے گئے...... کتنی غدار اور بے وفا ہے یہ دنیا۔

اور کمر ٹوٹ گئی

۱۰۶...... حضرت سفیان ثوریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپؒ کی کمر جوانی میں ہی جھک گئی تھی۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپؒ سے اس کی وجہ دریافت کی، تو آپؒ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ آپؒ کا ایک شاگرد بڑے عرصے سے اس موقع کی تلاش میں تھا کہ آپؒ سے اس کا سبب پوچھے۔ ایک دن اسے موقع مل ہی گیا۔ اس نے آپؒ سے پوچھ ہی لیا کہ آپؒ کی کمر جوانی میں ہی کیوں جھک گئی تھی؟

آپؒ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے بار بار اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا: پیارے بیٹے! میرے استاد محترم تھے، جو کبار علماء کرام میں سے تھے۔ میں نے ان سے کچھ علوم وفنون سیکھے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں بھی وہاں موجود تھا مجھے فرمانے لگے

سفیان! تجھے معلوم ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے...... میں پچاس سال تک مخلوق خدا کو...... اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری...... کرنے اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہا...... آج جب کہ میری زندگی کا چراغ گل ہونے کو ہے...... تو اللہ تعالیٰ نے...... مجھے اپنے دروازے سے پرے ہٹادیا...... اور کہا ہے:

تو میری خدمت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس وقت مجھے کہا جارہا ہے
کہ مجھ سے اور دور رہ تو اس دروازے میں داخل ہونے کا اہل نہیں ہے۔

میں نے جب ان کی یہ بات سنی...... تو اس کی شدت کی وجہ سے...... میری کمر ٹوٹ گئی...... کمر ٹوٹنے کی آواز اتنی اونچی تھی...... کہ وہاں پر موجود سب لوگوں نے سن لی......

میں اللہ کے خوف سے روتا رہا...... اسی ڈر کی وجہ سے گا ہے بگاہے...... میرے پیشاب میں خون آنے لگا...... اور میں بیمار ہو گیا...... جب سخت بیمار ہوا...... تو ایک نصرانی حکیم کے پاس گیا...... پہلے تو اسے میری بیماری کا کوئی علم نہ ہو سکا...... پھر اس نے زیادہ توجہ سے میرے چہرے کا جائزہ لیا...... میری نبض دیکھی...... اور کچھ دیر سوچ کر کہنے لگا...... میرا خیال ہے اس وقت مسلمانوں میں اس نوجوان جیسا...... کوئی نہ ہو گا...... کیونکہ خوفِ الٰہی سے اس کا جگر پھٹ چکا ہے۔

اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانے والا

۱۰۷...... مشہور محدث اور فقیہ حضرت سفیان ثوریؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ہم عصر اور کوفہ کے باشندہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو مسلمان بکثرت قبروں کا تذکرہ کرتا ہے وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ پائے گا...... اور جو قبروں کے ذکر...... اور ان کی یاد سے...... غافل رہے گا...... وہ اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا پائے گا۔ (احیاء العلوم جلد ۴)

ابن مسعودؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا آگ گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ ثوریؒ پر جزی وفزع کی کچھ ایسی ہی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مضر القاری نے یہ آیت تلاوت کی:

هذا كتابنا ينطق عليكم بالحق انا كنا نستنسخ
ما كنتم تعملون (پ ۲۵، ۲۰ آیت ۲۹)

یہ ہمارا دفتر ہے، جو تمہارے مقابلے میں بالکل ٹھیک بول رہا ہے
اور ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے ہیں۔

یہ آیت سن کر حضرت عبد الواحد ابن زید رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے ہوش گئے۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگے:

قسم ہے تیری عزت کی...... جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا...... میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا...... تو اطاعت پر میری مدد فرما...... اور مجھے توفیق عطا کر۔

خوف آخرت میں جان دے دی

۱۰۸...... مسعود ابن مخرمہ اپنے خوف کی شدت کی بناء پر قرآن کریم کی تلاوت نہ سن سکتے تھے جب بھی کوئی شخص ان کے سامنے ایک لفظ یا ایک آیت پڑھتا تو چیخنے چلانے لگتے۔اور کئی روز تک اسی حالت میں رہتے۔ایک مرتبہ قبیلہ خشعم کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی:

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جھنم ورداً (پ ۱۶،۹ آیت ۸۶)

جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانکیں گے۔

یہ آیت سن کر کہنے لگے میں مجرمین میں سے ہوں۔متقین میں۔سے نہیں ہوں اس کے بعد قاری سے کہا کہ اس آیت کو دوبارہ پڑھو۔اس نے دوبار تلاوت کی دوسری بار یہ آیت سنی تو بے اختیار ہو کر چیخ پڑے اور اسی حال میں مولیٰ سے جا ملے۔

آیتِ دوزخ سن کر چار ماہ صاحب فراش

۱۰۹...... یحییٰ کے سامنے جنہیں لوگ ان کے زیادہ رونے کی بنا پر بکاء کہا کرتے تھے یہ آیت پڑھی گئی۔یہ آیت سن کر چیخ اٹھے اور تقریباً چار ماہ تک صاحب فراش رہے۔بصرے کے اطراف سے لوگ ان کی عیادت کے لئے آیا کرتے تھے۔

ولو تری اذوقفو اعلی النار . (پ ۷،۹ آیت ۲۶)

آپ (اس وقت) دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے۔

امام محمد بن منکدرؒ اور خوف خدا

۱۱۰...... حضرت امام محمد بن منکدرؒ نسبتاً قریشی تھے۔ مدینہ منورہ کے صاحب افتاء تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ علم وعمل دونوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت امام مالکؒ ان کو سید القراء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ امام ذہبی نے ان کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ وہ اس پایہ کے خاصانِ خدا میں سے تھے کہ ان کو دیکھنے سے نفس اصلاح پذیر ہو جاتا تھا۔

حضرت امام مالک جیسے جلیل القدر بزرگ فرماتے ہیں کہ میں قلب میں قساوت محسوس کرتا تو جا کر محمد بن منکدرؒ کو دیکھتا، ان کے دیکھنے سے چند روز کے لئے نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا تھا۔

حضرت امام مالک کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ صحبت کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟ مولانا روم فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

اچھے اور برے ہم نشین کی عمدہ مثال

۱۱۱ عطر ساز اور عطر فروش کے پاس...... بیٹھنے والے کا لباس...... اور جسم بھی معطر ہو جاتا ہے...... اور کوئلہ کا کام کرنے والے کے پاس بیٹھنے والے کا...... جسم اور لباس

بھی......سیاہی سے محفوظ نہیں رہتا۔ اہل اللہ اور خاصان خدا کے قلب میں......ایک نور ہوتا ہے......جو ان کی آنکھوں سے......ان کے چہرے سے......ان کے ہونٹوں سے......ان کی گفتگو......اور طور طریق سے......جھلکتا رہتا ہے۔

صلحاء کی صحبت میسر نہ ہو تو ان کے حالات کا مطالعہ کیجئے اس کا بھی آپ کو اثر محسوس ہوگا اور تھوڑی دیر کے لئے سہی، آپ کے اندر اپنے متعلق ایک سوچ پیدا ہو جائے گی اور آپ کا قلب اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے گا۔

صلحاء وعباد کا ماویٰ ومخزن

۱۱۲...... حضرت امام محمد بن منکدرؒ کی ذات میں یہ تاثیر از خود پیدا نہیں ہوگئی تھی انھوں نے چالیس سال تک شدید ترین ریاضت کر کے اپنے نفس کو سنوارا اور نکھارا تھا۔

حضرت امام مالکؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن منکدرؒ عابد اور زاہد ترین لوگوں میں تھے۔ ان کی اسی عبادت وریاضت نے بقول ابن حماد حنبلیؒ ان کے گھر کو صلحاء اور عباد کا ماویٰ اور مخزن بنا دیا۔ خوفِ خدا نے ان کے دل کو اتنا گداز اور رقیق کر دیا تھا کہ تہجد میں آخرت کی تنبیہات کے متعلق آیتیں پڑھتے تو زار زار روتے۔ ایک شب اسی طرح کی گریہ وزاری کی نوبت آئی تو صبح ان کے بھائیوں نے رونے کی وجہ دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ قرات کے دوران یہ آیت آ گئی تھی۔

بدا الھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون (الزمر ۴۷)

قیامت کے روز خدا کی جانب سے لوگوں کے سامنے ایسی چیز
ظاہر ہوگی جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے۔

خوف خدا نے رقت وگداز قلب کی فطرت بنا دی تھی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان

سے حدیثیں پوچھی جاتیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔

حضرت محمد بن منکدرؒ کا بوقت رونے کا سبب

آپؒ بڑے بڑے بلند پایہ محدثین کے شاگرد اور مشہور ائمہ حدیث کے مقتدی اور استاد ہیں۔ عبادت کی کثرت اور زہد و تقویٰ میں بھی آپؒ اپنے زمانے کے بہت مشہور ممتاز عابد و زاہد ہیں۔ بوقت وفات جانکنی کے عالم میں آپؒ رونے لگے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت آپؒ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؒ نے آنسو پونچھتے ہوئے بھرائی آواز میں فرمایا:

> میں اپنے کسی گناہ یا اور کسی وجہ سے نہیں رو رہا۔ بلکہ صرف اس خیال سے مجھے رونا آ گیا کہ میں نے بہت سی باتوں کو معمولی اور حقیر سمجھا تھا۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی باتیں تھیں، تو میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں ان باتوں پر میری پکڑ نہ ہو جائے۔ اتنا کہا اور فوراً ہی وفات ہو گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۰۹)

عبداللہ بن مبارکؒ اور خوف خدا

چار ہزار آئمہ محدثین وفقہاء سے حصول علم

۱۱۳...... تبع تابعینؒ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بڑی شان کے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا وطن مرو تھا۔ جہاں آپ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے...... کتنے اندوہ غم کا مقام ہے کہ یہ قدیم اسلامی شہر آج کل کمیونسٹ روس کے قبضے میں ہے...... قدرت نے حصول علم کا ذوق ،آپ کی فطرت میں ودیعت کردیا تھا...... چنانچہ آپ ابتدائے عمر ہی سے علم وفضل کے بلند ترین مقام پر فائز ہوگئے...... خود آپکے بیان کے مطابق آپؒ نے چار ہزار آئمہ محدثین اور فقہاء ومفسرین سے استفادہ کیا...... اور ان میں سے ایک ہزار لوگوں سے حدیثیں روایت کیں...... آپؒ کے شیوخ میں حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ...... حضرت امام سفیان ثوریؒ جیسے اکابر آئمہ دین ہیں۔

جامع صفات وکمالات

۱۱۴...... علم وفضل میں آپؒ کا مقام جتنا رفیع الشان تھا، عمل میں بھی اتنا ہی بلند تھا۔ زہد وتقویٰ...... طاعت وعبادت...... خوف خدا...... اور اندیشہ آخرت...... سخاوت وفیاضی جذبہ جہاد...... غرض سبھی خصوصیات آپ کی ذات میں جمع ہوگئیں تھیں۔ آپ کی زندگی اسلام کا ایک مکمل نمونہ اور جامع مرقع تھی...... اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے...... آپ نے دنیائے اسلام کو...... اپنا عقیدت کیش اور گرویدہ بنالیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تصویر

۱۱۵...... آپ کے معاصرین بیان کرتے ہیں کہ عبادت وریاضت، زہد واتقاء اور اخلاق و کردار میں حضرت عبداللہ بن مبارک صحابہ کرامؓ کی تصویر تھے۔

سفیان بن عینیہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کے حالات پر غور کیا تو صحبت نبوی ﷺ کے شرف کے علاوہ ان میں اور ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو عبداللہ بن مبارکؒ میں موجود نہ ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ جیسے ممتاز بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے کوشش کی کہ عبداللہ بن مبارک کی طرح محتاط زندگی گذاروں مگر مجھے اس میں ان کی سی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

زہد واتقاء آپ کے صحیفہ اخلاق کا ایک نمایاں ترین باب تھا۔ آپ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی۔ جب اس کو طلبہ کے سامنے پڑھتے، تو آپ پر اس قدر رقت طاری ہوتی تھی کہ بول نہیں سکتے تھے۔ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

فضل وشرف کا سبب خشیت الٰہی

۱۱۶...... قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں سفر میں اکثر اوقات حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ رہتا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آخر ان کو کس بنا پر اتنا فضل وشرف اور قبول عام حاصل ہے...... جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں...... ہم بھی پڑھتے ہیں...... جتنے روزے وہ رکھتے ہیں...... ہم بھی رکھتے ہیں...... وہ حج کرتے ہیں...... تو ہم بھی حج کرتے ہیں...... وہ جہاد کرتے ہیں...... تو اس شرف میں ہم بھی ان سے پیچھے نہیں۔

ایک بار ہم لوگ شام جا رہے تھے...... راستہ میں رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا سب لوگ رات کو کھانا کھا رہے تھے کہ یک بیک چراغ گل ہو گیا...... ایک آدمی چراغ

جلانے کے لئے اٹھا...... چراغ جلا کر وہ واپس ہوا...... تو ہم نے دیکھا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے...... میں نے سوچا کہ اسی خشیت الٰہی کی وجہ سے ان کو یہ فضل وشرف حاصل ہے...... پھر فرماتے ہیں کہ غالباً چراغ گل ہونے پر جو اندھیرا ہو گیا...... اور اس سے ہم لوگوں پر، تھوڑی دیر کے بعد جو وحشت اور پریشانی طاری ہوئی...... اسی چیز نے ان کو قبر کی وحشت وتاریکی...... اور قیامت کی ہولناکی کی یاد دلا دی...... اور ان پر رقت کی یہ کیفیت طاری ہو گئی۔

خواہش نفس اور مشتبہ مال سے پرہیز

۱۱۷...... شام کے علاقہ میں جہاد کے لئے گئے ہوئے تھے...... دوران سفر ہی میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے...... ستو پینے کی خواہش ظاہر کی...... ایک شخص نے ستو پیش کیا...... لیکن یہ شخص خلیفہ ہارون رشید کا درباری تھا...... آپ کو اس کا پیش کیا ہوا ستو پینے میں اس بنا پر تامل ہوا کہ...... خدا جانے یہ جائز اور حلال آمدنی سے خریدا ہوا ہوگا یا نہیں......

آپ نے ستو قبول نہیں فرمایا...... وفات سے کچھ دیر پہلے آواز پھنس گئی...... آپ کو گمان ہوا کہ کہیں وقت آخر کلمہ شہادت کی ادائیگی سے محروم نہ رہ جاؤں...... اس لئے اپنے ایک شاگرد حسن بن ربیع سے کہا:

> دیکھو جب میری زبان سے کلمہ شہادت نہ نکلے، تو تم اتنی بلند آواز سے دہرانا کہ میں سن لوں، جب تم ایسا کرو گے تو یہ کلمہ خود بخود میری زبان سے جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور جا پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا خوف

۱۱۸...... حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' اسماء الرجال کی کتب میں لکھا ہے کہ یہ ایسے محدث ہیں...... ان کے بارے میں اتنے تعریفی کلمات کہے گئے کہ اتنے تعریفی کلمات کسی اور محدث کے بارے میں نہیں کہے گئے...... ایسی ہر دلعزیز شخصیت تھی کہ...... حضرت سفیان ثوریؒ جوان سے عمر میں بہت بڑے تھے...... جب ان کو دیکھتے تھے، تو ادب سے کھڑے ہو جاتے تھے...... اور فرماتے تھے کہ یہ خراسان کے محدث ہیں...... ان کا نام عبداللہ بن مبارک ہے...... یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے...... اللہ نے ان کو بڑا مقام دیا تھا۔

چالیس ہزار طلباء پر مشتمل ایک جماعت

۱۱۹...... ایک وقت چالیس چالیس ہزار طلباء ان سے بیٹھ کر حدیث پاک سنا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ساؤنڈ سسٹم تو تھا نہیں۔ جب وہ حدیث شریف سناتے تو لوگ مکبر کی طرح اسکو آگے پڑھ کر سناتے۔ جو آگے آواز پہنچانے والے تھے ان کی تعداد گیارہ سو ہوا کرتی تھی۔ اندازہ کیجئے، جس مجمع کے مکبر گیارہ سو ہوں، وہ مجمع کتنا بڑا ہوگا۔ اتنے سارے لوگوں کو حدیث کا درس دینے والے۔

اے! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما

۱۲۰...... ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا...... تو اپنے شاگردوں کو کہا: مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹا دو...... طلباء ذرا پریشان ہوئے...... وہاں کوئی نالین تو تھا نہیں...... بلکہ مٹی تھی...... جب دیکھا کہ ذرا تاخیر ہو رہی ہے...... تو دوبارہ کہا کہ مجھے زمین پر لٹا دو...... الامر فوق الادب...... طلباء نے زمین پر لٹا دیا...... جیسے ہی زمین

پر لٹایا ان کی چیخیں نکل گئیں...... انہوں نے کیا منظر دیکھا کہ جیسے ہی زمین پر لٹایا...... آپ نے اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنا شروع کر دیا...... اور اپنی ریش کے بالوں کو پکڑ کر رونے لگے اور کہنے لگے:

''اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما''۔

دمڑی کا قلم

۱۲۱...... عبداللہ بن مبارک مرو میں رہتے تھے۔ مرو خرسان کے شمال میں واقع ہے۔ اور شام سے کالے کوسوں دور ہے۔ ایک مرتبہ اپنے وطن سے وہ شام گئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب نہ راستے اچھے تھے، نہ تیز چلنے والی گاڑیاں تھیں۔ سفر کیا تھا، ایک مسلسل مصیبت۔ اس لئے سفر پر نکلنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔

عبداللہ تاجر تھے، نرے تاجر ہی نہیں، بہت بڑے عالم بھی تھے۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عمل کے بھی دھنی تھے۔ راتیں جاگ کر گزارتے اور دن میں دین کی خدمت کرتے رہتے۔ جب اعلان جہاد ہوتا تو تلوار سونت کر میدان جنت میں کود پڑتے۔ اللہ نے بہت کچھ دیا تھا۔ اس دولت کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے۔ یعنی بے دریغ اللہ کی راہ میں لٹاتے۔

چودہ ہزار درہم کا صدقہ کرنے کا عجیب واقعہ

۱۲۲...... ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا بولا حضرت! کچھ برے دن آئے ہیں، سخت پریشانی میں ہوں۔ قرض وام کر کے گھر کا چلا لیتا تھا، اب یہ بھی مشکل نظر آتا ہے کیونکہ قرض بہت بڑھ گیا ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا: کوئی بات نہیں، اللہ پر بھروسہ رکھو اور روزگار کی تلاش میں رہو۔ فی الحال میرا یہ پرچہ لے جاؤ، میرے معتمد کو دے دینا۔

وہ صاحب پرچہ لے کر معتمد کے پاس پہنچے۔ اسے پرچہ دیا، اس نے پرچہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں خاصی بڑی رقم دینے کی ہدایت تھی۔ معتمد نے ویسے ہی پوچھا: کیوں جناب کتنی رقم کی آپ کو ضرورت ہے؟ اس اللہ کے نیک بندے نے کہا: سات سو درہم کا قرض ہے۔ اس کا ذکر میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کیا تھا۔ کیوں انہوں نے یہ رقم دینے کے لئے تمہیں لکھا ہے؟

اس نے کہا ہاں! مگر تم ذرا میرا یہ پرچہ انہیں لے جا کر دینا، رقم تمہیں مل جائے گی۔ وہ پریشان حال اللہ کا بندہ معتمد کا پرچہ لے کر پھر ابن مبارکؒ کے پاس پہنچا۔ پرچہ پڑھ کر ابن مبارکؒ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ معتمد نے پوچھا تھا، یہ شخص سات سو کا مقروض ہے، آپ نے اسے سات ہزار درہم دینے کو لکھا ہے، لکھنے میں کچھ سہو تو نہیں ہوا؟

عبداللہ بن مبارکؒ بہت بڑے محدث تھے۔ انہیں آنحضرت ﷺ کی ایک ایک بات یاد تھی۔ جو رزق اللہ نے دیا تھا، وہ اس میں سے بڑی سے بڑی رقم، اللہ کے ضرورتمند بندوں پر خرچ کرنا چاہتے تھے۔ انہیں معتمد کی باریک بینی کچھ اچھی معلوم نہ ہوئی۔

جواب میں اسے لکھا کہ میری تحریر پڑھتے ہی اس شخص کو چودہ ہزار درہم دے دو! فوراً دے دو کی تاکید ہے۔ اس نے سات سو مانگے تھے، میں نے سات ہزار پیش کئے تھے۔ ظالم تم نے میری لذتِ ایمانی کو مول تول کی نذر کر دیا۔ اسے معلوم ہے کہ سات ہزار ملیں گے۔ اس لئے اب اسے چودہ ہزار درہم دو۔ یہ رقم اس کے لئے غیر متوقع ہو گی۔

وہ کہتے تھے اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص بھی کسی مسلمان کو اچانک خوش کر دے گا...... یعنی مانگنے والے کی خواہش سے بڑھ کر دے گا...... تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا...... اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں دیا ہے...... اس سے کہیں بڑھ کر لوٹا دے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون.

کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا جائے گا اس سے کہیں بڑھ کر

اسے لوٹا دیا جائے گا۔ اور اس میں ذرا کمی نہ ہوگی۔

عبداللہ بن مبارک اپنے وطن مرو سے کئی سو میل کا سفر کر کے شام گئے اور وہاں سے لوٹے تو مرو پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس کسی کا ایک قلم رہ گیا ہے۔ فوراً یاد آیا کہ یہ تو انہوں نے شام میں ایک شخص سے تھوڑی دیر کے لئے لیا تھا۔ معمولی قلم تھا۔ اس کی کوئی اہمیت نہ تھی، لیکن اللہ سے ڈرنے والے عبداللہ بن مبارک کے لئے یہ امانت لوٹانے کا مسئلہ تھا۔ فوراً سامانِ سفر درست کیا اور دوبارہ شام کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ مہینوں راہ چل کر وہاں پہنچے، اس شخص کو ڈھونڈا، وہ مل گیا تو قلم اس کے حوالے کر کے معذرت کی کہ لوٹانے میں دیر ہوگئی۔ غلطی سے یہ ان کے ساتھ مرو چلا گیا تھا اس شخص نے قلم واپس لے لیا، تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ مولا تو نے مجھے خیانت سے بچالیا۔ حالانکہ وہ قلم صرف دو دمڑی کا تھا۔

سورہ النساء میں قادر مطلق کا ارشاد ہے کہ

ان اللہ یا مر [illegible] تو د وا الا منت الی اھلھا.

(مسلمانو) اللہ رب العزت تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دو۔

چار باتیں یا چار علوم

۱۲۳...... حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک جگہ سے گزر رہے تھے۔ ایک لڑکے پر نظر پڑی جس کے چہرے بشرے سے ذہانت ہویدا تھی۔ آپؒ نے پوچھا بیٹا! کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی اپنا وقت اور عمر برباد کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا لیکن میں نے چار باتیں سیکھی ہیں۔ آپؒ نے پوچھا کونسی؟

کہنے لگا مجھے سر کا علم...... کانوں کا علم...... زبان کا علم...... اور دل کا علم...... حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔ اس نے کہا:

☆...... سر! اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کے لئے ہے۔

☆......زبان کا علم اس کا ذکر کرنے کے لئے ہے۔

☆......کان! اس کا کلام سننے کے لئے ہے۔

☆......اور دل اس کی بات بسانے کے لئے ہے۔

حضرت ابن مبارکؒ اس کے حکمت آمیز کلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس سے نصیحت کے لئے کہا اس لڑکے نے کہا آپ مجھے شکل و شباہت سے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ اگر علم اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے امید نہ رکھنا۔

تجارت ہو تو ایسی ہو!

۱۲۴...... حضرت یونس بن عبید، اللہ والے بھی تھے اور دکاندار بھی تھے۔ چادریں بیچتے۔ اگر کبھی بادل امڈ آتے تو کتنے بھی گاہک ہوتے دکان فوراً بند کر دیتے۔ ساتھی دکانداروں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ آپ گاہکوں کو واپس کر رہے ہیں۔ دکاندار تو گاہک کی تلاش میں رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا بادل ہو تو گاہک کو مال صحیح طرح دکھائی نہیں دیتا۔ اس طرح ممکن ہے کہ وہ غلطی سے عیب والا مال خرید کر لے جائے۔

اس واقعہ سے آج کل کے دکانداروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو تیز روشنیوں کے ذریعہ گاہک کو دھوکہ دیتے ہیں۔

عبداللہ بن وہبؒ اور خوف خدا

۱۲۵...... حضرت امام مالکؒ کے ارشد تلامذہ اور ان کے علم وفضل کے وارثوں میں نہایت ممتاز تھے، موطا امام مالکؒ کی تدوین کی سعادت انھیں کو حاصل ہوئی ہے ۱۲۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین قریش کے ایک خاندان بنوفہد کے غلام تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں حصول علم کی طرف طبیعت کا میلان ہوا۔

ایک لاکھ احادیث کا حافظ

۱۲۶...... امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کو ایک لاکھ روایتیں از بر تھیں وہ صرف حافظ حدیث ہی نہیں تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کی مہارت بھی رکھتے تھے۔ اس فضل وکمال کے باوجود ہمہ وقت اندیشہ آخرت سے لرزاں وترساں رہتے تھے۔ ان کے سامنے کوئی قیامت کی ہولناکی کا ذکر چھیڑ دیتا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ بسا اوقات بے ہوش ہو جاتے۔ ایک بار کسی نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

اذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنھا نصیبا من النار قال الذین استکبروا انا کل فیھا. (المومن ۴۷.۴۸)

ذرا خیال کرو...... اس وقت کا جب دوزخی...... اہل کفر دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے...... جو لوگ کمزور تھے...... وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے...... کہ ہم تمہارے تابع تھے...... اب کیا یہاں نار جہنم کی تکلیف کے...... کچھ حصے سے ہم کو بچالو گے؟ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے...... کہ

یہاں ہم سب ایک حال میں ہیں۔

آپ نے سنا تو بے ہوش ہو گئے۔ بہت دیر تک یہ حالت رہی۔ آخرت کی باز پرس کا یہی احساس تھا کہ جس کی بنا پر آپ نے کبھی امراء کی قربت گوارا نہیں کی اور جبر و اکراہ کے باوجود ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہے۔ حالانکہ بڑے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔

منصب قضا سے انکار پر گھر گرا دیا گیا

۱۲۷...... امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ عباد بن محمد والی مصر نے آپ کو بلایا اور آپ کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا۔ آپ نے کسی بہانے ان کو ٹال دیا اور چھپ گئے۔ عباد کو ان کے غائب ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے غصے میں ان کا گھر گرا دیا۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس عہدے کو قبول نہیں کیا۔

اسی مفہوم کی ایک دوسری روایت یونس بن عبدالاعلی نے بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خود خلیفہ وقت نے ان کو لکھا کہ آپ مصر میں عہدہ قضا قبول کر لیں لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا اور روپوش ہو کر گھر میں بیٹھے رہے۔

ایک دن گھر کے اندر وضو کر رہے تھے کہ اسد بن سعد آ گئے انھوں نے کہا کیا یہ بات بہتر نہیں تھی کہ آپ گھر سے باہر نکل کر کتاب و سنت کے مطابق لوگوں کے فیصلے کرتے؟ اس میں عہدہ قضاء کے قبول کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ یہ سن کر ابن وہب نے سر اٹھایا اور بولے کیا تمہاری عقل اسی قدر ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ علماء کا حشر انبیاء کے ساتھ ہوگا اور قضاۃ کا سلاطین کے ساتھ؟

اصلاح نفس کا عجیب انداز

۱۲۸...... تقویٰ و ورع کے اس بلند مرتبے پر فائز تھے کہ چھوٹی چھوٹی برائیوں کو بھی بہت بڑے گناہ محسوس کرتے تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب وہ کسی کی غیبت کرتے تو اس کے

کفارے کے لئے ایک روزہ رکھتے تھے۔ایک دن لوگوں سے کہا کہ مجھے روزہ رکھتے رکھتے ایسی عادت پڑگئی ہے کہ اب نفس کے اوپر روزہ رکھنا شاق نہیں گذرتا۔اس لئے میں نے یہ طے کیا ہے کہ اگر اب کسی کی غیبت کروں گا تو ایک درہم خیرات کروں گا۔چنانچہ ایک درہم کا صدقہ کرنا مجھ پر اتنا شاق گزرا کہ غیبت کی عادت ہی چھوٹ گئی۔

خوف آخرت جان لیوا بن گیا

۱۲۹...... طبیعت پر خوف خدا اور فکر آخرت کا جو غلبہ رہتا تھا وہی ایک دن آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔آپ نے احوال قیامت (قیامت کی ہولناکیاں) کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی ۔ایک دن کوئی شخص وہ کتاب آپ کے سامنے پڑھنے لگا۔خود اپنی ہی لکھی ہوئی کتاب کا آپ پر یہ غیر معمولی اثر ہوا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔اٹھا کر گھر لائے گئے اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

باب نمبر ۷

بادشاہ

اور

خوف خدا

عمر بن عبدالعزیزؒ اور خوف آخرت

خلفاء کے بارے میں باندی کا خواب

ا...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک لونڈی تھی۔ ایک دن سو کر جو اٹھی تو کہنے لگی: امیرالمومنین آج میں نے عجیب وغریب خواب دیکھا ہے۔ آپؒ نے فرمایا جلدی بیان کرو۔ کہنے لگی:۔

> میں نے دوزخ کو دیکھا بھڑک رہی ہے اس پر پل صراط رکھا گیا ہے اور خلفاء کو فرشتے لائے۔ پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو دیکھا کہ اسے فرشتے لائے اور حکم دیا کہ اس پر چلو وہ تھوڑی دور چلا اور گر پڑا۔

آپؒ نے فرمایا: جلدی بیان کرو۔ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی: اسکے بعد اس کے بیٹے ولید کو لایا گیا اس کا بھی وہی حال ہوا۔ پھر سلیمان بن عبدالمالک کو لایا گیا وہ بھی اسی حال سے دوچار ہوا۔

پھر آپ کو لایا گیا۔ کنیز نے اتنا کہا تھا کہ آپ نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کنیز چیختی تھی کہ بخدا میں نے آپ کو سلامتی کے ساتھ پار اترتے دیکھا وہ غریب شور مچاتی۔ لیکن آپ کا برا حال تھا۔

(یاد رہے کہ یہ خواب ہے اور خوابوں کی بنیاد پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے خوابوں کے کوئی بنیاد نہیں رکھی جاتی۔ مسلمان خلفاء کے معاملہ میں یہ عام روش ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔)

حضرت حسن بصریؒ سالہا سال نہیں ہنسے...... لوگوں نے ہمیشہ اسی کیفیت میں انہیں دیکھا...... جس کیفیت میں قیدی ہوتا ہے...... جس کی گردن اڑانے کے لئے مقتل میں لایا گیا ہو...... لوگ کہتے ہیں کہ اس عبادت وریاضت کے باوجود...... جو آپ کرتے ہیں پھر

یہ حالت کیوں؟ فرماتے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کوئی ایسا عمل دیکھا جو ہو جس کے سبب میں اس کے دشمنوں کی فہرست میں شامل ہو گیا ہوں اور فرماتے کہ تو جو چاہے کہ میں تجھ پر رحم نہیں کروں گا اور بے فائدہ اپنی جان گنواتا ہوں۔

خطرناک چار خصلتیں

۲...... جب عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار ہوئے تو لوگ ان کے واسطے حکیم لائے۔ حکیم نے ان کو دیکھا اور کہا کہ ان کا جگر خوف الٰہی کے سبب شق ہو گیا ہے۔ میں ان کا علاج نہیں کر سکتا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: اکابر کے سوا بہت کم مریض ان چار خصلتوں سے بچ سکتے ہیں۔

طمع...... جھوٹ...... شکایت...... ریا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور فکر آخرت

۳...... حضرت عمر بن عبدالعزیز جب موت کا تذکرہ ہوتا تو پرندوں کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے اور روتے۔ یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں کی ڈاڑھی پر بہتے۔ آپ ایک رات روئے تو گھر والے بھی رونے لگے۔ جب آنسو تھمے تو آپ کی بیوی فاطمہؓ نے کہا: اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں روئے؟ تو فرمانے لگے: مجھے خیال آیا کہ لوگ اللہ کے دربار سے پھر کر جنت کی طرف جا رہے ہیں اور کچھ دوزخ کی طرف۔ پھر آپ چیخے اور بے ہوش ہو گئے۔

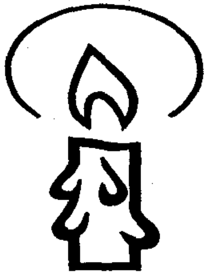
جب خلیفہ منصور نے بیت المقدس کا ارادہ کیا، تو آپ ایک راہب کے پاس ٹھہرے جس کے پاس حضرت عمر بن عبدالعزیز ٹھہرا کرتے تھے۔ اس سے کہا: ہمیں عمر بن عبدالعزیز کی کوئی عجیب بات بتاؤ جو تم نے دیکھی ہو؟

راہب نے کہا: ایک رات وہ میری اس چھت پر رہے چھت پر سنگ مرمر کی سلیں لگی ہوئی تھیں، پرنالے سے پانی کے قطرے گرنے لگے۔ میں نے جا کر دیکھا تو آپ

سجدے میں تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت فتح موصلیؒ خون کے آنسو رویا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حرم محترم فرماتی ہیں بیعت لینے کے بعد جب آپ گھر آئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا خیریت تو ہے؟ آپؒ نے فرمایا:-

> خیریت کہاں میری گردن پر امت محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، بیماری، مظلوم، مسافر، قیدی، بوڑھے، بچے، کم حیثیت، عیالدار، بے عیال غرض دنیا بھر کا بوجھ میرے سر پر آپڑا ہے۔ ڈرتا ہوں کہیں قیامت میں کسی غفلت کی بازپرس نہ ہو۔



☆☆☆☆☆☆

بادشاہ حمید بن جابر اور خوف خدا

۴...... جعفر بن محمد نصیر کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن یسار نے بتایا کہ میں ایک دن ابراہیم بن ادہمؒ کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا کہ آپؒ ایک کوہانی شکل کی قبر پر آئے۔ آپ کا دل ابھر آیا اور آنسو بہہ نکلے۔ میں نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ آپؒ نے فرمایا یہ حمید بن جابر کی قبر ہے۔ جوان (قریبی) شہروں کا بادشاہ تھا۔ یہ بادشاہ جب دنیا کے سمندر میں ڈوب چکا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے وہاں سے نکال کر رہائی عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ یہ بادشاہ ایک دن اپنے دنیوی جاہ وجلال اور عیش وسرور سے فریب کھا کر خوش ہوا اور پھر اسی مقام پر اپنے اہل میں سے پسندیدہ ہستی کے ساتھ سو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سرہانے ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں کتاب ہے۔ اس نے کتاب اس کے ہاتھ سے پکڑی اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں آب زر سے یہ سطور رقم تھیں۔

لا توثرن فانيا على باق ولا تغتون بملكك
وقدرتك وسلطانك وخدمك وعبيدك
ولذاتك وشهواتك فان انت فيه جسيم لولا انه
عديم وهو ملك لولا ان بعده هلك وهو فرح
وسرور لولا انه لهو وغرور وهو يوم له كان يوثق له
لغد فسارع الى امر الله تعالىٰ فان الله تعالىٰ قال
وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها.
السموت والارض اعدت للمتقين.

فنا ہو جانے والے کو...... باقی رہنے والے پر ترجیح نہ دو...... اپنے ملک...... اپنی

طاقت...... اپنے اختیارات...... (دست بدستہ) خدام...... (ہمہ وقت آمادہ خدمت) غلاموں ...... اور لذات وشہوات...... کی وجہ سے دھوکہ نہ کھاؤ...... کیونکہ جو کچھ تیرے پاس اب ہے...... اگرچہ مضبوط ہے...... لیکن ختم ہونے والا ہے...... اگرچہ یہ ملک ہے...... لیکن تیرے ہاتھ سے نکل جانے والا ہے...... اگر اس میں غفلت اور فریب نہ ہو...... تو پھر بادشاہت (باعث) فرحت وسرور ہے...... اگر اس کا مستقبل قید میں نہ ڈالے...... تو پھر یہ حال بڑا شاندار ہے...... پس تو اللہ کے حکم کی طرف جلدی کر...... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اور دوڑو...... ! بخشش کی طرف...... ! جو تمہارے رب کی
طرف سے ہے...... اور (دوڑو) جنت کی طرف...... جس کی
چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے...... جو تیار کی گئی ہے
...... پرہیزگاروں کے لیے۔

بادشاہ سہرایا ہوا اٹھ بیٹھا اور کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے...... میرے لیے تنبیہ اور نصیحت ہے...... پھر چپکے سے اپنے ملک سے نکل آیا...... اس پہاڑ میں آگیا...... اور اپنے رب کی عبادت کرنے لگا۔

راوی کا بیان ہے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب مجھے اس کے قصے کا علم ہوا تو میں نے اس کی طرف جانے کا قصد کیا پھر میں نے اس سے سوال کیا تو اس نے اپنے حالات سے مجھے آگاہ کیا۔ پھر میں نے بھی اپنے ابتدائی حالات اسے بتائے۔ اور میں اس کے مرنے اور اس قبر میں دفن ہونے تک اس کے پاس آتا رہا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ)

☆☆☆☆☆

موسیٰ بن محمد سلیمان ہاشمی اور خوف خدا

۵...... عبدالحمید بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن سماک ؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی اپنے باپ کا سب سے زیادہ لاڈلا...... اور فارغ البال شہزادہ تھا...... کھانے...... پینے...... پہننے...... خوشبو...... خواتین...... اور خدام ان تمام اقسام کی لذتوں سے...... اپنے نفس کی تواضع کرتا...... اپنی لذت وعیش کے علاوہ...... کسی چیز کا فکروغم نہیں تھا...... وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا......

اس کا چہرہ اپنی صفائی اور سفیدی میں قرص ماہتاب کی طرح تھا...... اور نمک آگیں سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی...... اس کے بال حد درجہ سیاہ اور گھنگھریالے تھے...... اس کی ناک بہت بلند اور خوبصورت تھی...... چشم آہو کی طرح سرگیں...... اور موٹی آنکھیں تھیں...... دیکھنے والا اس کی آنکھوں کے سحر میں گرفتار ہو جاتا...... پلکیں گھنی اور دراز تھیں...... دونوں ابرویوں ملے ہوئے تھے...... گویا قلم سے دو خط بنائے تھے...... منہ چھوٹا اور ہونٹ پتلے پتلے...... دانت چمکدار اور واضح تھے...... دانتوں کے درمیان سوراخ تھے...... شہزادہ انتہائی فصیح اللسان اور شیریں کلام تھا...... آواز میں پستی تھی...... گویا اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتیں اس کو عطا کی گئی تھی۔

عیش وعشرت سے بھرپور زندگی

۶...... اس کی اپنی جاگیر اور زمین اور قطعاتِ اراضی...... جو اسے عطا کی گئی تھی...... ان کے غلے کی سالانہ آمدنی...... تین لاکھ اور تین ہزار دینار تھی...... اور یہ ساری آمدنی عیش وعشرت میں خرچ ہو جاتی...... نفس وشباب نے اسے دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا...... اور اس کی دنیا اس کی ہر خواہش میں مددگار تھی...... شہزادے نے ایک بلند بالا محل بنا رکھا تھا......

جس میں دادِ عیش دینے کے لئے براجمان رہتا......اس کا ایک دروازہ عام گزرگاہ کی طرف کھلتا......اور ایک اسکے باغات کی طرف......وہ اپنے بلند مکان سے کبھی کبھی لوگوں کو دیکھتا۔

محل میں سنہری قبہ موتیوں سے آراستہ

۷...... محل میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا......جس میں چاندی کی میخیں تھیں......اور اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا......اور وہ قبہ سبز دیباج سے ڈھانپ دیا گیا تھا......دھنکی ہوئی ریشم سے اس کا حاشیہ بنایا گیا تھا......قبہ کے ساتھ ایک سونے کی زنجیر لٹکادی گئی تھی......جس میں جواہرات ٹانکے گئے تھے......سرخ یاقوت......سبز زبرجد......اور زرد عقیق......سے قبہ جگمگا اٹھتا......ہر موتی اخروٹ جتنا تھا۔

قبہ کے اردگرد تیس طشتیں

۸...... دروازوں پر لٹکائے جانیوالے پردوں پر......سونے کی گلکاری کی گئی تھی......قبہ کے اردگرد چاندی کے تیس طشتوں میں شمعیں رکھی گئی تھی......ہر تھال کا وزن ہزار درہم تھا......ہر پانچ طشتوں پر......ایک غلام اپنے ہاتھ میں سو مثقال سونے کی......ایک مقطعہ (نقش ونگار کا نمونہ بنانے کے لئے آلہ لیے کھڑا) تھا......ان طشتوں پر مختلف قسم کے کپڑے...... ,جواہر سے مزین ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔

شہزادہ کی مسندگاہ کا منظر

۹...... کھڑکی کے باہر دروازے پر...... چاندی کی زنجیروں کے ساتھ...... بندھے ہوئے چراغ لٹک رہے تھے...... ان چراغوں میں خالص پارے کا تیل ڈالا گیا تھا......شہزادہ خود ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا......جس پر خوبصورت اور نمایاں بنائی والا بچھونا

تھا......اس کے سر پر موتیوں سے مزین عمامہ ہوتا......قبہ میں اس کے ساتھ احباب اور اخوان تشریف فرما ہوتے......عود جلانے کے لیے انگیٹھیاں نصب تھیں......شہزادے کی خدمت میں غلام حاضر تھے......جن کے ہاتھوں میں پنکھے اور مورچھل تھے......قبہ سے باہر اس کے سامنے گانا گانیوالیاں موجود تھیں۔

جب وہ اپنے دائیں جانب دیکھتا......تو اسے کوئی گہرا دوست نظر آتا......جس سے بات کر کے اس کا دل ٹھنڈا ہوتا......اور اگر بائیں طرف دیکھتا تو کوئی بھائی......یا کوئی پیارا دوست نظر آتا......جس سے وہ محبت کرتا اور اسے پسند کرتا......ایک جانب اپنے پسندیدہ غلام نظر آتے......تو دوسری طرف مطرب اور گائیکہ لونڈیاں نظر آتیں......جو تمام کے تمام اس پر فدا تھے۔

انکے کان اپنے مالک کی آواز کی طرف متوجہ رہتے......اور نگاہیں اسکے بغیر کسی اور جانب نہ اٹھتیں......اگر وہ بات کرتا تو سب خاموش ہو جاتے......اگر وہ کھڑا ہو جاتا تو سب کھڑے ہو جاتے......اگر گانا سننے کی خواہش ہوتی......تو پردے کی طرف دیکھتا...... جب دل بھر جاتا......تو سکوت کا اشارہ کرتا......گانے والے اس کے اشارے کو سمجھتے تھے رات گئے تک یہی سلسلہ چلتا رہتا......یہاں تک کہ وہ مست و بے خود ہو جاتا......احباب اٹھ جاتے......اور وہ کسی (منظور نظر) خدمت گزار کے ساتھ......خلوت کی گھڑیاں گزارتا۔

جب صبح ہو جاتی......تو وہ شطرنج اور نرد کے کھیل دیکھنے میں لگ جاتا......اس کی محفل میں موت ......بیماری......یا غم کا ذکر تک نہ ہوتا......مگر ہر وقت فرحت و سرور اور خوشگوار......باتوں کے تذکرے رہتے......ہر روز وہ اپنے دور کی بہترین خوشبوئیں......اور عطریات سے......مشام جاں کو معطر کرتا......اسی حال میں ستائیس برس بیت گئے۔

27 سالہ عیش پرستی کے بعد

۱۰...... انہی ایام میں ایک مرتبہ رات کافی ہو چکی تھی...... اچانک اس کے کانوں میں ایک غمگین...... مگر بارعب آواز میں...... ایک اجنبی سا نغمہ سنائی دیا...... اس آواز نے اسکے دل کی تاروں کو جکڑ لیا...... اور اسے ماسوا سے بے نیاز کر دیا......

گانے والوں کو رکنے کا اشارہ کیا...... شارع عام کی طرف کھلنے والے دروازے سے...... سر باہر نکالا...... تاکہ اس دلدوز نغمے کو پھر سن سکے...... آواز کی پستی و بلندی کی وجہ سے کبھی سنائی دیتا...... اور کبھی کان منتظر رہ جاتے...... اس نے غلاموں کو حکم دیا...... کہ اس آواز والے کو تلاش کر کے لاؤ...... حالانکہ شراب اس پر اپنا اثر کر چکی تھی......

غلام اس کو تلاش کرنے لگے...... کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان جس کا جسم کمزور ہے...... گردن باریک...... ہونٹ مرجھائے ہوئے...... بال پراگندہ...... پیٹ پیٹھ کے ساتھ لگ چکا ہے...... صرف دو پرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہے...... برہنہ پا مسجد میں کھڑا اپنے رب سے محو مناجات ہے۔

عبادت الٰہی میں مست نوجوان کی شہزادے کے سامنے تلاوت اور اس کا نشہ

۱۱...... خدام اسے کچھ بتائے بغیر مسجد سے نکال لائے...... اور شہزادے کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا...... شہزادے نے اس کی طرف دیکھا......

اور پوچھا : یہ کون ہے......؟

خدام نے کہا : یہی وہ صاحب نغمہ ہے جسے تو نے سنا ہے۔

اس نے کہا : یہ تمہیں کس جگہ سے ملا ہے؟

کہنے لگے : مسجد میں کھڑا نماز ادا کر رہا تھا۔

شہزادے نے کہا : اے نوجوان! تو کیا پڑھ رہا تھا؟

نوجوان نے کہا : کلام الٰہی!

مجھے وہی نغمہ شیریں سنا،شہزادے نے کہا۔اس نے...... اعوذ بـالـلّٰـه من الشيطن الرجیم ...... پڑھااوراس کے بعد...... ان الابـرار لفی نعیم...... سے لے کر......عینا یشرب بها المقربون ......تک پڑھا

بے شک نیکوکار......راحت اور آرام میں ہونگے ...... یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پیئیں گے۔

اے فریب خوردہ شخص! تیری مجلس ...... تیرے بالا خانے......اور تیرے فرش کوان سے کیا نسبت......وہ ارائک مفروشہ......اورفرش مرفوعہ ہیں۔

......بطائنها من استبرق......جن کے استر قنادیر کے ہونگے۔

......متكئين على رفرف خضر وعبقرى حسان ......

وہ جنتی تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے......سبز مسند پر...... جواز حد نفیس...... بہت خوبصورت ہوں گے......ان میں سے اللہ تعالیٰ کے دوست......(جنت کے) دو باغوں میں......بہتی ہوئی نہروں پر جھانکیں گے۔

......فيهما من كل فاكهة زوجن.......
ان دو باغوں میں ہر قسم کے میوؤں کی دو دو قسمیں ہونگی۔

......لامقطوعة ولا ممنوعة......نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائیگا۔

......فى عيشة راضية ،فى جنة عالية......
سے لیکر......وزرابی مبثوثة......تک

پس وہ خوش نصیب......پسندیدہ زندگی بسر کرے گا...... عالیشان جنت میں......اور قیمتی قالین بچھے ہوں گے۔

فی ظلل و عيون (المرسلات : 41)اکلها دائم وظلها
تـلـك عـقـبـى الـذيـن اتـقـواوعـقـبیٰ الـكـفـريـن

النار(الرعد:35) لا ینز عنهم وهم فیه مبلسون.

پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے...... اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے...... اور اس کا سایہ نہیں ڈھلتا...... یہ انجام ہے...... ان کا جو اپنے رب سے ڈرتے رہے...... اور کفار کا انجام آگ ہے۔

ان المجرمین فی ضلل و سعر. یوم یسحبون فی النار علیٰ وجوههم ،ذوقو امس سقر.

بے شک مجرمین...... گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں...... اس روز انہیں گھسیٹا جائیگا...... آگ میں...... منہ کے بل...... اور انہیں کہا جائے گا...... چکھو اب آگ میں جلنے کا مزہ۔

شہزادے کی زندگی میں انقلاب لانے والی شام

۱۲...... ہاشمی شہزادہ اپنی جگہ سے اٹھا اور نوجوان کے گلے لگ کر رونے لگا...... اپنے ہم مشربوں سے کہا تم جا سکتے ہو...... اپنے گھر کے صحن کی طرف آ گیا...... اور اس نوجوان کے ساتھ بیٹھ گیا...... اور اپنے شباب کے دن ضائع ہونے پر رونے لگا...... اپنی ذات کے رائیگاں جانے پر نوحہ کرنے لگا...... نوجوان اس کو نصیحت کرتا رہا...... یہاں تک کہ صبح ہو گئی...... اور اس نے اپنے رب سے پختہ عہد کر لیا...... کہ آئندہ کبھی گناہ کی طرف نہیں جائے گا۔

حیات خبیثہ سے حیات طیبہ کی طرف منتقلی

۱۳...... اگلی صبح اس نے اپنی توبہ کا علان کیا...... اور مسجد میں جا کر عبادت کرنے لگا...... سونے...... چاندی...... جواہرات...... اور ملبوسات کو بیچ کر صدقہ کر دیا...... غصب شدہ جائیدادیں واپس لوٹا دیں...... اپنی تمام جاگیر...... غلام اور لونڈیاں...... بیچ کر ان کی آمدن صدقہ کر دی...... جن غلاموں نے آزادی پسند کی...... انہیں آزاد کر دیا...... کھردرا

اُونی لباس پہنا...... اور نان کھانا شروع کر دیا...... رات میں قیام اور دن میں روزے رکھنے شروع کر دیے...... یہاں تک کہ اس کے زہد کی وجہ سے...... اس دور کے صالحین اسکے پاس آتے...... اور کہتے کچھ اپنی جان پر رحم کرو...... اس سے نرمی کرو...... کیونکہ ہمارا رب بڑا کریم ہے...... وہ تھوڑے کی بھی قدر کرتا ہے...... اور زیادہ ثواب عطا کرتا ہے۔

ہاشمی شہزادہ کہتا ناصحان محترم...... من دانم کہ من آنم...... میں اپنے آپ کو جانتا ہوں...... میرا جرم بہت بڑا ہے...... میں نے رات دن اپنے مولا کی نافرمانی کی...... (یہ کہہ کر) وہ خوب روتا...... پھر مدت بعد اس نے ننگے پاؤں حج کا ارادہ کیا...... اس کے پاس ایک کھردرے کمبل...... ایک آبخورے...... اور چرمی تھیلے کے سوا کچھ نہ تھا...... یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گیا...... حج ادا کیا اور مکہ میں ہی قیام پذیر ہو گیا۔

حطیم میں شہزادے کی مناجات

۱۴...... وہ رات کے وقت حطیم میں داخل ہوتا...... اور اپنی جان پر نوحہ کرتا...... اور کہتا میرے رب! میں نے اپنی خلوتوں میں تیرا دیدار نہ کیا...... میری خواہشات ختم ہو گئیں ہیں...... اب صرف تھکاوٹ ہی باقی رہ گئی ہے...... میرے لئے تیری ملاقات کے دن ہلاکت کے سوا کیا ہے......؟ سب سے بڑی تباہی اور ندامت اس دن ہو گی...... جب سیاہ کاریوں اور شرمندگی سے بھرا ہوا...... میرا نامہ اعمال کھولا جائے گا...... بلکہ تباہی مجھ پر آپڑی...... کہ تو مجھ سے ناراض ہے۔

میں نے تیرے احسان...... اور نعمت کے بدلے...... میں تیری نافرمانی کی...... حالانکہ تجھے میرے تمام افعال کا علم ہے...... میرے آقا! تیرے سوا کس کی طرف فرار کروں...... اور تیرے سوا کس کی پناہ تلاش کروں...... میرے آقا! میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا...... کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں...... بلکہ تیری مہربانی...... اور تیرے کرم...... اور تیرے فضل کی وجہ سے...... تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش...... اور تیری رحمت کا سوالی ہوں

...... کیونکہ تقویٰ تیری طرف سے ہی ہے...... اور تو ہی مغفرت کرنے والا ہے۔

شہزادہ کی حطیم میں دردبھری آہ وبکاء

۱۵...... محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ میں ایک دن طواف کرر ہا تھا۔ کہ ایک ہاشمی نوجوان کا نغمہ شیریں اور اس کی آہ بکاہ کی آواز سنی (اس دردناک آواز نے) مجھے جھنجھوڑا اور مضطرب کر دیا۔ میں نے طواف کو وہیں چھوڑا اور حطیم میں داخل ہو گیا۔ میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے کہا:

میرے دوست تم کون ہو......؟ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں...... کہ تمھاری عمر تھوڑی ہے...... لیکن دل بہت زخمی ہے...... دکھوں اور غموں کا تجھ پر غلبہ ہے...... تیرے نوحے میں بلا کا سوز ہے...... کہ آنسو رکتے ہی نہیں...... اپنی داستان بتا تمہیں کیا ہوا ہے...... کیونکہ میں بڑھاپے کے باوجود بڑا خطا کار ہوں...... اور بہت سارے گناہ کیے ہیں۔

جوان نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا اور کہا:

کیا تو نے ہی مجھے نصیحت نہیں کی تھی...... جب میں اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا...... اور نشہ حیرت میں مست تھا...... اور تیری طرف کوئی توجہ ہی نہ دیتا تھا...... میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہوں...... جس کو آپ نے بصرہ میں دیکھا۔

(محمد بن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) نوجوان کے اس قول سے میں دہشت زدہ ہو گیا۔ میں اس کے قریب ہوا اور اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ اور کہا میرا باپ تم پر فدا تم ابوالقاسم ہو؟ مجھے اپنا قصہ سناؤ۔ اس نے مجھے تمام احوال سے آگاہ کیا اور کہا:

خدا تم پر رحم کرے...... میرے حال کو پوشیدہ رکھنا...... کیونکہ میں اپنا تعارف اور شہرت پسند نہیں کرتا...... میرے نعمتوں...... رحمتوں...... اور مہربانیوں والے مولا نے...... مجھے میری غفلت سے بیدار کر دیا ہے...... اور مجھے میرے نفس کے عیوب دکھا دیئے ہیں...... اس لیے جن حالات میں آپ نے مجھے دیکھا تھا...... میں نے وہ تمام افعال چھوڑ

دیئے ہیں...... اب میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہوں...... آپ کا کیا خیال ہے میرا رب مجھے قبول فرمالے گا...... کیونکہ مجھے خطرہ ہے...... کہ کہیں میرا مالک مجھ سے منہ نہ موڑ لے۔

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نوجوان

۱۶...... آپ فرماتے ہیں اس کی گفتگو نے مجھے رلا دیا۔ میں نے کہا: حبیبی تمہیں مبارک ہو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ کرنے والے نوجوان سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی نہیں۔ جب اس نے یہ بات سنی تو لوگوں کے ہجوم کے اندیشہ سے اپنی آواز ضبط کرلی اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اے طبیب! میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ میں اس کے پیچھے گیا یہاں تک کہ وہ باب الحنطین سے نکلا وہ میری طرف متوجہ بھی تھا اور چل بھی رہا تھا۔ اس نے اپنے پیٹ پر کوئی چیز باندھ رکھی تھی۔

وہ دروازے کے قریب پہنچا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور بیٹھ گیا۔ اور کہا، میں مدت سے تیری ملاقات کا شیدائی تھا کہ تو اپنی گفتگو کے مرہم سے میرے زخموں کا مداوا کرے۔

ظلم کرنے والوں کا عبرتناک انجام

۱۷...... میں نے کہا: اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مہربانی سے سعادتمند بنا دیا ہے...... اور تمہیں غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا ہے...... اس توفیق پر شکر ادا کر کے شاکرین میں سے ہو جاؤ...... اور تم پر اس نے جو انعام کیا ہے...... اس کی وجہ سے اسکی حمد کرنے والا بن جاؤ...... کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر عطا کرے گا...... جو تو نے اس کے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے...... ابوالقاسم موت کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنا لے...... کہ کل تیرے سامنے ایک راستہ آئے گا...... جس اللہ کے محارم سے بچنے والوں کے علاوہ...... کوئی عبور نہ کر سکے

گا......اور وہاں ایسے پل ہونگے......جن کو ظلم سے ہاتھ کھینچنے والوں کے سوا......کوئی طے نہ کر سکے گا......ظلم کرنے والے ان پلوں سے آگ میں گر جائیں گے۔

احاط بهم سرادقها وان يستغيثوا يغاثو ابماء كالمهل

يشوى الوجوه بئس الشراب وساء مرتفقاً

گھیر لیا ہے......انہیں آگ کی دیوار نے......اور اگر وہ فریاد کریں گے......تو ان کی فریاد رسی کی جائیگی......ایسے پانی کے ساتھ......جو پیپ کی طرح......غلیظ اور اتنا گرم......کہ بھون ڈلتا ہے چہروں کو......یہ مشروب بڑا ناگوار ہے......اور یہ قرارگاہ بڑی تکلیف دہ ہے۔

اللہ کے ہاں قلب سلیم کا مقام ومرتبہ

۱۸...... اپنی تیاری مکمل کرلو......اور جواب کیلئے تیار ہو جاؤ......کیونکہ تمہیں ضرور جانا ہے......اور کس کی بارگاہ میں پیش ہونا پڑیگا......؟اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں......جو ظلم نہیں کرتا...... وہ روز جزا پورا پورا بدلہ عطا کرنے والا ہے......اس دن مال......اور اولاد......کوئی نفع نہ دے گی......مگر وہی بچے گا......جو اللہ کی بارگاہ میں......قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہو جائے گا۔

ایک مسافر کا جنازہ

۱۹...... موسیٰ خاموش ہو کر یہ باتیں سن رہا تھا۔اور سوچنے والے انداز میں سر جھکائے ہوئے تھا۔میں نے گمان کیا کہ وہ میری باتیں نہیں سن رہا۔میں اس کے کمرے سے اٹھ کر آ گیا۔صبح میں اپنی ضروریات کے لیے باہر چلا گیا۔ظہر کے وقت میں طواف کر رہا تھا کہ لوگوں کو باب الصفا کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔میں نے پوچھا کیا بات ہے؟لوگوں نے کہا ایک مسافر کا جنازہ ہے۔میں نے جا کر نماز جنازہ پڑھی۔میرے دل میں کچھ کھٹکا ہوا ۔میں فوراً اس کے گھر گیا اور اس کے بارے میں پوچھا۔

گھر والوں نے بتایا اللہ تمہیں جزائے خیر دے کیا تم نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا۔ میں...... انا للہ وانا الیہ رجعون ...... پڑھا اور کہا پاک ہے وہ ذات وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ گھر والوں نے کہا کل رات تم ہی اس کے ساتھ تھے نا؟

میں نے کہا ہاں ہاں۔ انہوں نے کہا جب تم اس گھر سے نکلے تو وہ لگاتار یہی کہہ رہا تھا۔

ہائے میرا دل...... ہائے میرا دل...... میرے گناہ...... میرے گناہ......

فوادی...... فوادی...... ذنبی ...... ذنبی.

یہاں تک کہ رات گزر گئی۔ اور وہ رو رہا تھا پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ صبح ہم نے اسے نماز کے لئے جگایا تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

رب کی مغفرت اس کے لئے بہتر ہے

۲۰...... جسم و جان کی جدائی کیوقت اسے کسی نے نہیں دیکھا نہ کسی نے اس کی آنکھیں بند دیکھیں۔ (محمد بن سماک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں) میں نے ان سے پوچھا کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں وہ ایک اجنبی مسافر تھا۔ ہمارے پاس آ گیا ہم نے اس جیسا نہ دیکھا نہ سنا۔ اس کی رات، نماز پڑھنے اور اپنے گناہوں پر افسوس کرنے میں گزرتی۔ گویا یوں لگتا کہ تمام بندوں کے گناہوں کے بارے میں صرف اسی سے سوال کیا جائے گا۔ اپنی آمدن اور خوراک کے بارے میں کسی کو نہ بتاتا، نہ کسی کا احسان مند بنتا۔ میں نے پوچھا وہ کتنے عرصے سے تمہارے پاس تھا۔ انہوں نے کہا دو حج کی مدت (یعنی دو سال سے) میں نے کہا تمہاری بجائے اللہ کی مغفرت اس کے لیے بہتر ہے۔ (یعنی اگر تم نہیں جانتے تو رب تو اسے جانتا ہے)

☆☆☆☆☆☆

بنی اسرائیل کے شہزادے کا خوف خدا

۲۱...... ابن قدامہ المقدسیؒ نے اپنی تصنیف میں بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے بیٹے کا بڑا عجیب قصہ لکھا ہے۔قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے کافی لمبی عمر دی اور مال واولاد میں بھی بڑا وافر حصہ عنایت فرمایا۔اسکے لڑکوں میں سے جب بھی کوئی بڑا ہوتا تو بالوں کا بنا ہوا لباس پہنتا اور پہاڑوں پر جا کر ٹھہر جاتا اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتا۔ یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا۔اور وہ اس دار فانی سے رخصت ہو جاتا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے اسکے کئی لڑکوں کا یہی حال ہوا۔

شہزادے کی تربیت کے لئے چاردیوری کا انتظام

۲۲...... اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑھاپے میں پھر ایک لڑکا عنایت فرمایا تو اس بادشاہ نے اپنی رعایا کے سرکردہ لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا: میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور ادھر میری بڑھاپے کی حالت ہے۔اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں میرا یہ لڑکا بھی بڑا ہو کر اپنے بھائیوں کی طرز اختیار نہ کرلے۔اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میرے بعد میرا کوئی لڑکا تخت نشین نہ ہوا تو کہیں ملک میں تمہاری تباہی اور بربادی کی حالت نہ پیدا ہو جائے۔اس لئے تم ابھی سے اس کو سنبھال لو۔اور اس کے دل میں دنیا کی رغبت اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا بادشاہ بن جائے اور ملک کا نظام درست رہے اور تم تباہی سے بچے رہو۔

چنانچہ لوگوں نے بادشاہ کے حکم سے اسکی رہائش کے لئے تین تین میل لمبی چوڑی جگہ کے اردگرد دیوار بنادی اور وہاں اسکے دل بہلانے کا ہر طرح سے انتظام کیا۔چنانچہ شہزادہ اس چاردیواری میں عرصہ دراز تک رہا۔عرصہ دراز کے بعد جب شہزادے نے ہوش

سنبھالا اور بڑا ہوا تو ایک دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اس نے نظر دوڑائی تو اسے معلوم ہوا کہ اسکے چاروں طرف ایک ایسی دیوار ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں۔

چاردیواری سے باہر نکلنے کا شوق

۲۳...... اس شہزادے نے اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس دیوار کے پیچھے ایک ایسا جہان ہے، جہاں اور لوگ بستے ہیں۔اس لئے مجھے اس دیوار سے باہر نکالو تا کہ میں اور لوگوں سے ملوں اور میرے علم میں اضافہ ہو۔اس کی اس خواہش کی بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ بادشاہ اس کی یہ بات سن کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی روش نہ اختیار کرلے۔اس لئے بادشاہ نے خدمت گاروں سے کہا کہ اس کو لہوولہب اور کھیل تماشہ میں خوب مشغول کرو تا کہ اسکا یہ خیال دل سے نکل جائے۔ چنانچہ خدمت گاروں نے حکم کی تعمیل کی۔

سال گزر جانے کے بعد وہ لڑکا پھر ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوا اور تقاضا کیا کہ اس چاردیواری سے باہر ضرور نکلنا ہے۔بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔اس دفعہ بادشاہ نے شہزادے کو باہر نکلنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جلدی میں تیاری شروع کر دی گئی اور اسکو سونے ،زمرد وغیرہ کے جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہنایا گیا۔اور لوگ اسکے اردگرد جمع ہو گئے۔اسی دوران شہزادہ جا رہا تھا کہ اس کی نظر ایک مصیبت زدہ پر پڑی۔

مصیبت زدہ سے عبرت

۲۴...... شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟اس کو کیا ہوا؟ خدمت گاروں نے جواب دیا کہ یہ ایک مصیبت زدہ بیمار آدمی ہے۔

شہزادے نے پوچھا کہ یہ مصیبت اور بیماری کسی کسی کو آتی ہے یا ہر شخص کو آسکتی ہے؟ خدمت گاروں نے جواب دیا کہ ہر شخص کو آسکتی ہے۔شہزادے نے پوچھا کیا مجھ جیسے شہزادے کو بھی اس کا خطرہ ہے؟انہوں نے جواب دیا جی ہاں!

شہزادے نے کہا افسوس تمہاری اس عیش والی زندگی پر جو ایسے خطرات والی ہے۔اس کے بعد شہزادہ غمگین حالت میں واپس ہوا۔اس کی یہ حالت بادشاہ کو بتائی گئی۔بادشاہ نے کہا اسے خوب لہو ولہب اور کھیل تماشہ میں مشغول کرو تا کہ اس کے دل سے غم و حزن نکل جائے۔چنانچہ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی۔

افسوس! کوئی بھی خطرہ سے خالی نہیں

۲۵...... ایک سال گزر جانے کے بعد شہزادے نے پھر اس چار دیواری سے باہر جانے کا تقاضا کیا۔چنانچہ خدمت گاروں نے اسے پہلے کی طرح سونے اور چاندی کے زیورات پہنائے۔اور وہ شہزادہ بڑے اعزاز و اکرام سے چار دیواری سے باہر نکلا۔اسی دوران کہ شہزادہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ جا رہا تھا۔اچانک اس کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔اور اسکے منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔

شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟اور اس کو کیا ہوا؟تو انہوں نے جواب دیا کہ جی!یہ ایک بوڑھا شخص ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے اسکی یہ حالت ہوگئی ہے۔

شہزادے نے پوچھا کیا اسی کی یہ حالت ہوگئی ہے؟یا ہر زیادہ عمر والے شخص کو اس کا خطرہ لاحق ہے؟انہوں نے جواب دیا کہ جی ہر زیادہ عمر والے کو اس کا خطرہ لاحق ہے۔

شہزادے نے کہا افسوس تمہاری اس عیش والی زندگی پر جس میں کوئی شخص بھی خطرات سے محفوظ نہیں۔اس دفعہ بھی شہزادے کی صورت حال سے بادشاہ کو مطلع کیا گیا۔

آخری ملاقات

۲۶...... بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو خوب لہو لہب میں مشغول رکھو۔چنانچہ خدمت گاروں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔اور شہزادہ ایک سال کا عرصہ چار دیواری میں ہی رہا۔جب عرصہ ایک سال گزر گیا تو شہزادہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔اور چار دیواری سے نکل

کر شہر کی طرف چل پڑا۔اب کی مرتبہ بھی جب شہزادہ بازار سے گزر رہا تھا۔ تو اچانک اس نے ایک جنازہ دیکھا کہ لوگ اس کو کندھے پر اٹھائے جا رہے ہیں۔

شہزادے نے پوچھا کہ مرنا کیا ہوتا ہے؟ اور اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جنازہ شہزادے کے پاس لایا گیا۔ شہزادے نے لوگوں سے کہا اس کو بٹھاؤ۔ لوگوں نے جواب دیا کہ جی یہ تو مر چکا ہے۔ اب یہ نہیں بیٹھ سکتا۔ شہزادے نے کہا ذرا اس سے بات تو کرو۔ انہوں نے جواب دیا اب یہ بات بھی نہیں کر سکتا۔

شہزادے نے پوچھا اچھا اب تم اس کو کہاں لے کر جا رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قبرستان تا کہ اس کو دفن کریں۔ شہزادے نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ لوگوں نے جواب دیا پھر حشر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ شہزادے نے پوچھا حشر کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا:

...... یوم یقوم الناس لرب العالمین ......

جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے پیش ہونگے اور ہر
شخص کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

شہزادے نے پوچھا کیا اس جہان کے علاوہ بھی کوئی دوسرا جہان ہے؟ جہاں ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ضرور ہے۔ شہزادہ یہ سن کر گھوڑے سے نیچے گرا اور اپنے منہ پر مٹی ملنے لگا۔ اور لوگوں سے کہا:

میں جس بات سے ڈرتا تھا...... وہ تم نے ظاہر کر دی...... کتنے نقصان کی بات ہوتی...... کہ حشر کا دن آ پہنچتا...... اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی...... قسم ہے اس رب کی...... جو ہر ایک کا پالنے والا ہے...... اور مرنے کے بعد دوبارہ...... زندہ کر کے حساب لے گا...... اور ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے کا بدلہ دے گا...... کہ یہ میری اور تمھاری آخری ملاقات ہے...... اور آج کے دن کے بعد میرا...... تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

خدمت گاروں نے کہا کہ ہم تو آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ خدمت گار شہزادے کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔

خوف خدا کی وجہ سے بادشاہ خادم بن گیا

۲۷...... ملتقط میں عبدالواحد بن زید کی روایت سے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔اس کے پاس صرف پہننے کے لیے ایک جبہ اور پانی پینے کے لیے ایک مشکیزہ تھا۔اور ایک نسخہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔

جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے پاس صرف یہ دو چیزیں ہیں۔ایک جبہ اور ایک مشکیزہ اور میں قیامت کے روز ان کو بھی اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔میرے مرنے کے بعد یہ دونوں چیزیں فلاں بادشاہ کو دے دیں تا کہ وہ دنیا کے دوسرے بوجھوں کے ساتھ ان کو بھی اٹھالے۔

جب عابد فوت ہو گیا تو لوگوں نے اس عابد کی وصیت کے مطابق بادشاہ کو اطلاع کر دی کہ اس عابد نے آپ کے بارے میں یہ کہا ہے۔بادشاہ نے اس عابد کی یہ بات سن کر کہا کہ یہ عابد ایک جبہ اور ایک مشکیزہ صرف دو چیزوں کے بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے اور میں نے خوامخواہ دنیا کا اس قدر بوجھ اپنے اوپر لاد رکھا ہے۔

دل کی دنیا بدل گئی

۲۸...... عابد کی زاہدانہ حالت سے بادشاہ کے دل کی دنیا بدل گئی۔چنانچہ بادشاہ نے شاہانہ لباس اتار کر پرہیز گاروں والا جبہ پہن لیا۔اور ساتھ مشکیزہ لے لیا۔چنانچہ اب بادشاہ کی حالت بھی اس زاہد کی طرح ہوگئی کہ دنیا سے بے رغبتی اور عبادت میں محنت ومجاھدہ ۔پہلے بادشاہ تھا مگر اب وہ اللہ کی مخلوق کا خادم۔چنانچہ وہ بھی مشکیزہ بھر بھر کر لوگوں کو پانی پلاتا رہتا۔بادشاہ نے اپنی ساری زندگی اسی حالت میں گزار دی۔

شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح ابن عبداللہ الجیلی اپنی سند کیساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنالیا۔ اس شخص نے چاند کی روشنی میں بیت المقدس کی چھت پر نماز پڑھنا شروع کر دی۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اس کے کچھ کام ذکر کیے جو وہ کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ ایک رسی کے ذریعے نیچے اترا۔ بعد ازیں رسی تو اسی طرح لٹکی رہی اور وہ کہیں دور چلا گیا۔ وہ چلتا گیا یہاں تک کہ وہ مصر کے کسی دوسرے شہر میں سمندر کے کنارے کسی قوم کے پاس چلا گیا۔

اس نے دیکھا کہ وہ لوگ اینٹیں بنا رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کس طرح یہ اینٹیں بنا رہے ہیں؟ اسے بتایا گیا۔ اس نے بھی ان لوگوں کے ساتھ مل کر اینٹیں بنانا شروع کر دیں۔ اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق کھاتا۔ جب نماز کا وقت آتا وہ وضو کرتا اور نماز پڑھتا۔

ان مزدوروں نے یہ بات اپنے سردار کو بتائی کہ ہم میں ایک ایسا شخص ہے جو اس طرح کرتا ہے۔ سردار نے اس کی طرف تین بار پیغام بھیجا اس نے تینوں بار انکار کر دیا۔ پھر سردار بذات خود اپنی سواری پر اسکی طرف آیا۔ جب اس نے اسے آتے دیکھا بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ بھی اس کے پیچھے بھاگا لیکن وہ آگے نکل گیا۔

اس نے کہا اتنی دیر رک کہ میں تجھ سے بات کرسکوں۔ اس نے رک کر اس سے گفتگو کی اور اپنی داستان سنائی۔ اور کہا کہ وہ (قوم موسیٰ پر) حاکم بنایا گیا تھا اور خوف الٰہی کی وجہ سے ان سے جدا ہو کر بھاگ آیا ہے۔ سردار نے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں بھی تم سے ملنے والا ہوں۔ پس سردار بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

دونوں نے مل کر اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ مصر کے شہر رمیلہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں وہاں ہوتا تو ان کی قبریں بھی بتا دیتا، ان نشانیوں کیوجہ سے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتائی تھیں۔

خلیفہ سلیمان رو پڑا

۲۹...... خلیفہ دمشق سلیمان بن عبدالملک بڑے کروفر کا بادشاہ تھا۔اس نے ایک مرتبہ مشہور محدث امام طاؤس کو دربار میں بلایا تو امام ممدوح نے فرمایا کہ امیرالمومنین آپ کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ عذاب کس کو ہوگا؟ خلیفہ نے کہا آپ ہی بتائیں تو آپؒ نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی:

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سلطنت میں بادشاہی عطا فرمائی...... پھر اس نے ظلم کیا تو اس شخص کو قیامت کے دن...... سب سے زیادہ عذاب ہوگا۔

یہ سن کر خلیفہ لرز گیا اور چیخ مار کر رونے لگا۔یہاں تک کہ روتے روتے تخت پر چت لیٹ گیا۔اس کے تمام ہم نشین اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔

پرتاثیر وعظ ونصیحت کے لئے دو شرطیں

۳۰...... ان دونوں حکایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تقریر کی تاثیر......اور وعظ کے اثر کے لیے...... جہاں سامعین کے قلبی رجوع......اور دلی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے......وہاں مقرر اور واعظ کے لیے ضروری ہے...... کہ عالم باعمل......اور اخلاص کا پیکر ہو......اور ہر قسم کے حرص اور غرض سے......اس کا وعظ پاک ہو۔

جہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہونگی۔وہاں وعظ وتقریر کا اثر ہونا لازمی ہے۔اور اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی مفقود ہوگی۔تو وعظ کی تاثیر بھی ناپائیدار ہو جائے گی۔ہارون رشید پر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ کا اور سلیمان بن عبدالملک پر امام طاؤس کی تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ پتھر سے زیادہ سخت دل موم سے بھی زیادہ نرم پڑ گئے۔اس کا باعث یہی تھا کہ ان دونوں کو طلب صادق اور قلبی توجہ کی توفیق حاصل ہوگئی تھی۔آج کل وعظوں اور

تقریروں میں جو اثر باقی نہیں رہا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ نہ سامعین میں طلب صادق رہی اور نہ واعظین میں اخلاص عمل رہا۔ سامعین کا تو یہ حال ہے:

سجائی تو بزم واعظ نے لیکن
دلوں کی کمی ہے نگاہیں بہت ہیں

اور واعظین ومقررین کا یہ عالم ہے کہ ان کے عمل کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر یہ شعر آجاتا ہے

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا　　تقریر بہت دلچسپ بھی ہے
آنکھوں میں سرور عشق نہیں　　چہرے پہ یقین کا نور نہیں

لہٰذا ضرورت ہے کہ سامعین رجوع اللہ کے جذبے کے ساتھ طلب صادق لیکر وعظ کی مجلسوں میں تشریف لے جائیں۔ کیوں کہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرے

اور واعظین کیلیے بھی انتہائی ضروری ہے کہ جو کچھ کہیں جذبہ اخلاص کے ساتھ...... ہر قسم کے شائبہ...... حرص وغرض سے مبرا ہو کر...... للّٰہیت کیساتھ وعظ فرمائیں۔ فارسی کی مشہور کہاوت ہے کہ از دل خیزد بر دل ریزد یعنی کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ساتھ ہی علمائے سلف کی طرح عالم باعمل بن کر امت مسلمہ کو وعظ سنائیں۔ ورنہ وعظ وتقریر کی بے اثری کو دیکھ کر دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گی کہ

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی　　برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی　　فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

موت سے خوف کی وجہ

۳۱...... سلیمان بن عبدالملک اپنے دورحکومت میں مدینہ منورہ آیا اور ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ جوعلماء وقت میں سب سے بڑے عالم تھے، ان کو بلا کر دریافت کیا کہ موت سے ڈرنے کی وجہ بتائیے؟ آپ نے جواب دیا چوں کہ تم دنیا کو آباد کر رہے ہو اور آخرت کو ویران کر رہے ہو۔ لہٰذا جو آدمی ویرانے کی طرف جائے گا کیسے خوش ہوگا۔ اس کے بعد خلیفہ نے دریافت کیا کہ دنیا والے خدا کے سامنے کیسے جائینگے؟ تو جواب دیا:-

دنیا والوں کی خدا کے سامنے پیشی کی صورت

۳۲...... نیک اس طرح جائینگے ...... جیسے کوئی سفر سے واپس آ کر...... اپنے عزیزوں سے بخوشی ملتا ہے...... اور برے لوگ اس طرح ...... پکڑ جکڑ کر بلائے جائینگے ...... جیسے کوئی چور غلام گرفتار ہو کر...... اپنے مالک کے سامنے پیش ہوتا ہے۔

خلیفہ نے کہا کتنا اچھا ہوتا کہ میں اپنے متعلق جان لیتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟ تو ابو حازمؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں دیکھ معلوم ہو جائے گا۔ خداوند عالم فرماتا ہے:-

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم.

یقیناً نیک آدمی بہشت میں جائیں گے اور برے آدمی دوزخ میں۔

پھر خلیفہ نے دریافت کیا کہ رحمت خدا کس پر ہوگی۔ تو ابو حازمؒ نے جواب دیا کہ نیک کام کرنے والوں پر۔

حکیم حنین بن اسحاق

خلیفہ کی دھمکی سے متاثر نہ ہونے والا شخص

۳۳...... حکیم حنین بن اسحاق خلیفہ متوکل علی اللہ عباسی کے عہد کے ایک ممتاز ماہر فن اور حاذق طبیب تھے۔خلیفہ نے چاہا کہ ان کو اپنا ذاتی طبیب مقرر کر کے ان کی مہارت وقابلیت سے فائدہ اٹھائے۔

وہ شخصی حکومت کا زمانہ تھا۔خلفاء اور سلاطین کو اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا۔ایک شاہی طبیب سازش کا شکار ہوکر بڑی آسانی سے حکمراں کی زندگی کا خاتمہ کرسکتا تھا۔اس لئے خلیفہ نے ضروری سمجھا کہ حنین بن اسحاق کو اپنا طبیب مقرر کرنے سے پہلے ان کی اچھی طرح آزمائش کرے۔چنانچہ اس نے ابن اسحاق کو طلب کر کے ان سے تنہائی میں کہا کہ

ابن اسحاق : تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں طلب کیا ہے؟

ابن اسحاق : میں امیر المومنین کے دل کی بات کیسے جان سکتا ہوں؟

خلیفہ : میں نے تمہیں ایک خاص غرض سے بلایا ہے اور میں سمجھتا ہوں وہ ضرورت تمہیں سے پوری ہوسکتی ہے۔

ابن اسحاق : میری ہر خدمت امیر المومنین کے لئے حاضر ہے۔

خلیفہ : اسی لئے تو میں نے تمہیں طلب کیا ہے۔میرا ایک بدخواہ ہے اسے قتل کرنا خلاف مصلحت ہے،تم کوئی ایسی دوا تیار کردو کہ اس کے ذریعہ اسے ہلاک کردیا جائے۔

ابن اسحاق : امیر المومنین کا اصل مقصد بدخواہی کا خاتمہ ہے یا خود بدخواہ کا؟

خلیفہ : اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟

ابن اسحاق : میں سمجھتا ہوں امیر المومنین کا مقصد بدخواہ کی بدخواہی کا خاتمہ کرنا ہے اور اس کا بہتر طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ امیر المومنین اپنے حسن سلوک سے اپنا بہی خواہ بنالیں۔

خلیفہ : میں نے تمہیں مشورے کے لئے نہیں بلایا ہے۔اور نہ مجھے تمہاری نصیحت کی ضروت ہے۔اپنی ضرورت اور مصلحت کو میں بہتر طور پر سمجھتا ہوں، تم ایک خوشگوار مہلک دوا تیار کردو۔

ابن اسحاق : امیر المومنین! میں ایک طبیب ہوں، میرا پیشہ ایک مقدس پیشہ ہے۔میرا کام تاامکان بندگانِ خدا کی جان کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ ان کو ہلاک کرنا۔میں نے آج تک کوئی ایسی دوانہیں بنائی۔

خلیفہ : ابن اسحاق! تم میرا یہ کام کردو، میں تمہیں خلعت فاخرہ سے نوازوں گا، اور ایک لاکھ درہم نقد دوں گا۔

ابن اسحاق : امیر المومنین! آج تو میں آپ کی خوشنودی اور انعام واکرام کے لئے ایک شخص کی ہلاکت کا سامان کردوں لیکن کل خدا کو کیا جواب دوں گا؟ اور اس روز آپ کی خوشنودی اور یہ رقم میرے کس کام آئے گی؟

خلیفہ : اگر تم نے میری فرمائش کی تعمیل نہ کی تو میں پہلے تم کو قید میں ڈال دوں گا اور اس کے بعد قتل کرادوں گا۔

ابن اسحاق : مجھے دنیا میں جو مصیبت بھی برداشت کرنی پڑے اور میرا جو بھی انجام ہو اسے برداشت کرلوں گا لیکن اپنی عاقبت برباد نہ کروں گا۔

خلفاء اور سلاطین مختار مطلق ہوا کرتے تھے، ان کی مرضی کی راہ میں کون حائل ہوسکتا

تھا؟ خلیفہ نے ابن اسحٰق کو قید خانے بھجوا دیا اور قید خانے کے افسر کو ہدایت کر دی کہ قیدی کے ساتھ کوئی رعایت نہ کی جائے۔ پوری سختی سے کام لیا جائے۔ قید خانے کے افسر نے شاہی حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔

کچھ دنوں کے بعد خلیفہ نے ابن اسحٰق کو طلب کر کے پھر ان سے تنہائی میں گفتگو کی۔

خلیفہ : ابن اسحٰق! اب کیا کہتے ہو؟ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا تمہاری گردن ماردی جائے۔

ابن اسحٰق : امیر المومنین کو ہر طرح کا اختیار ہے۔ آپ جو چاہیں کریں لیکن میرے سامنے اب بھی آخرت کا سوال ہے، میں دنیا کی ہر سختی برداشت کر سکتا ہوں، لیکن اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا۔

خلیفہ : ابن اسحٰق! میں تم کو مرحبا کہتا ہوں، تم میری آزمائش میں پورے اترے۔ تم بلاشبہ ایک خداترس اور لائقِ اعتماد طبیب ہو۔ اگر تم میری ترغیب یا میری سختی سے متاثر ہو جاتے تو میں تم کو جلاد کے حوالے کر دیتا میں تمہیں اپنا ذاتی طبیب بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے تمہیں ہر طرح کی آزمائش کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری تھا۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم ہر طرح لائق اعتماد ثابت ہوئے۔

خلیفہ نے ابن اسحٰق کو خلعت فاخرہ اور ایک لاکھ درہم دے کر ان کو اپنا ذاتی طبیب بنالیا۔

عبدالملک بن مروان اور خوف خدا

۳۴...... عبدالملک بن مروان (بادشاہ) کی بات ہے کہ انہوں نے ٹھنڈا پانی پیا اور درمیان ہی میں چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا اے امیر المومنین! کس شئے نے آپ کو رلایا ہے؟ تو فرمایا روز قیامت میں پیاس کی سختی کو یاد کر لیا تھا۔ اور دوزخ والوں کو اور ان کے ٹھنڈے پانی سے روکے جانے کو بھی یاد کر لیا تھا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

یتجرعه ولا یکاد یسیغه (ابراھیم ۱۷)

دوزخی کو دوزخ میں...... ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا...... جو کہ پیپ لہو کے مشابہ ہوگا...... جس کو غایت تشنگی کی وجہ سے...... گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا...... اور غایت حرات و کراہت کی وجہ سے...... گلے سے آسانی کے ساتھ...... اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

مردِ حق اور بادشاہِ وقت

۳۵...... ایک مرد باخدا جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا اور اس نے بادشاہ کی طرف دھیان نہ کیا۔ بادشاہ اس کی بے نیازی پر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ گدڑی پوش جانور ہوتے ہیں ان کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گئی۔

بادشاہ کے تیور دیکھ کر وزیر اس فقیر کے پاس گیا اور کہا کہ اے مرد خدا! ایک جلیل القدر بادشاہ تیرے پاس سے گزرا لیکن تو نے کوئی خدمت نہ کی اور نہ آداب بجالایا۔

اس نے کہا، بادشاہ سے کہہ دو کہ خدمت کی توقع اس سے رکھے جو اس سے انعام کی توقع رکھتا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لئے ہیں نہ کہ رعیت بادشاہوں کی اطاعت کے لئے۔

تنہائی میں آہ! کون ہوئے گا انیس؟

۳۶...... بادشاہ کو فقیر کی باتیں بھلی معلوم ہوئیں، اس نے فقیر سے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگ۔ فقیر نے کہا میں یہ مانگتا ہوں کہ آپ یہاں دوبارہ تشریف لا کر مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔ بادشاہ نے کہا تو پھر مجھے کوئی نصیحت کر۔ فقیر نے کہا:

ابھی وقت ہے کہ کچھ کر لے...... کیونکہ نعمت اب تیرے ہاتھ میں ہے...... اچھی طرح جان لے...... یہ دولت اور ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے۔ اس جہاں میں ایک انگلی جل جائے...... تو رشتہ دار پوچھنے کو آتے ہیں...... اور جہاں تنہائی ہوگی...... قبر جہنم کا گڑھا بن چکی ہوگی...... نہ اپنا نہ پرایا ...... کوئی بھی کام نہیں آئے گا...... وہاں کیا بنے گا............؟

آغوش لحد میں جب کہ سونا ہوگا
جز خاک تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیس
ہم ہوئیں گے اور قبر کا کونا ہوگا

چار سوالات

۳۷...... انسان کا امتحان قیامت کے دن ہوگا۔ انسان جب تک چار سوالوں کے جواب نہیں دیں گے پاؤں ہل نہ سکیں گے۔

☆...... زندگی کیسے گزاری؟

☆...... مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

☆...... جوانی کس عمل میں صرف کی؟

☆...... علم پر کتنا عمل کیا؟

ہارون رشید اور خوف خدا

۴۸...... حج کا زمانہ تھا قیام منیٰ کی پہلی رات تھی، خلیفہ ہارون الرشید بھی حج کرنے گیا تھا اور منا میں مقیم تھا۔ اس کا وزیر فضل بن ربیع بھی ساتھ گیا تھا۔ فضل اپنے خیمے میں سویا ہوا تھا، کسی نے باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فضل کی آنکھ کھل گئی پوچھا کون ہے؟ جواب ملا امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ فضل جلدی سے باہر نکلا تو دیکھا کہ باہر خلیفہ ہارون کھڑا تھا۔

فضل نے کہا : اے امیر المومنین کیوں تکلیف فرمائی میں خود حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا : میرے دل میں ایک خلش سی محسوس ہو رہی ہے مجھے کسی باخدا بزرگ کے پاس لے چلو جو میرے دل کو تسکین دے سکے۔

فضل نے کہا : حرم پاک کے مشہور محدث سفیان بن عینیہ قریب ہی میں مقیم ہیں مرضی ہو تو ان کے پاس چلوں؟

ہارون نے کہا : ہاں ان کے پاس چلو۔

دونوں حضرات سفیان بن عینیہ کے خیمے کے پاس گئے، فضل نے دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون ہے؟

فضل نے جواب دیا، امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ ابن عینیہ جلدی سے باہر نکلے۔

بولے : امیر المومنین نے مجھے بلوالیا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا : ہم ایک خاص غرض سے آئے ہیں۔ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد،

ہارون نے پوچھا : آپ پر کچھ قرض ہے؟

ابن عینیہ نے کہا : جی ہاں!

ہارون نے فضل سے کہا: ابو العباس! ان کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دینا۔

یہ کہہ کر وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ راستے میں ہارون نے فضل سے کہا۔ مجھے تو ان سے

کوئی اطمینان قلب نصیب نہیں ہوا۔ فضل نے عرض کی دوسری طرف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی مقیم ہیں، تو ہارون نے کہا: چلو ان کے پاس چلو۔

خیمے کے پاس پہنچ کر فضل نے آواز دی، اندر سے سوال ہوا کہ کون ہے؟ فضل نے جواب دیا کہ امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ عبدالرزق بن ہمام جلدی سے باہر آئے اور

بولے : امیر المومنین طلب فرماتے، میں حاضر ہو جاتا۔

ہارون نے کہا : میں ایک مقصد سے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش کیجئے۔

اس کے بعد کچھ دیر ہارون نے ان سے بات کی، پھر پوچھا۔ آپ کچھ قرض دار ہیں؟

انہوں نے کہا : جی ہاں!

ہارون نے فضل کو حکم دیا: ان کا قرض ادا کر دیا جائے۔

دونوں باہر نکلے تو خلیفہ نے کہا ان سے بھی میری تشفی نہ ہوئی۔ فضل نے کہا: مشائخ حرم میں سے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بھی یہیں مقیم ہیں۔ ہارون نے کہا کہ ان کے پاس چلو۔

دونوں ان کے خیمے پر پہنچے تو وہ مصروف نماز تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت کو بار بار دہرا رہے تھے، انہوں نے سلام پھیرا تو فضل نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا کون ہے؟

فضل نے کہا : امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض نے اندر ہی سے فرمایا: مجھے امیر المومنین سے کیا غرض؟

فضل نے کہا : سبحان اللہ! کیا آپ پر امیر المومنین کی اطاعت واجب نہیں

حضرت فضیل بن عیاض نے دروازہ کھول دیا لیکن ساتھ ہی چراغ گل کر کے ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے۔ ہارون اور فضل دونوں اندھیرے میں ان کو ڈھونڈنے لگے۔ آخر ہارون نے ان کو پالیا۔ اس کا ہاتھ حضرت فضیل رحمہ اللہ کے ہاتھ سے ٹکرایا،

تو بولے : کتنا نرم ہاتھ اور خوش نصیب ہاتھ ہے اگر یہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے محفوظ رہا۔

ہارون نے کہا : آپ پر خدا کی رحمت ہو ہم جس غرض سے حاضر ہوئے اس

کو پورا کیجئے

فضیلؒ نے فرمایا : آپ کس غرض سے آئے ہیں؟

آپ نے خود بھی اپنی ذات پر اعتماد کر لیا ہے اور آپ کے ساتھی بھی آپ پر اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ اگر آپ ان سے کہیں کہ آپکے گناہوں کا کچھ بار اپنے اوپر لے لیں تو یہ ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ وہ جس قدر آپ سے اظہار محبت کرتے ہیں اتنا ہی دور بھاگیں گے۔

ہارون رشید کے آنسو!

۴۹...... خیمہ اسی طرح تاریک تھا..... حضرت فضیلؒ نے ایک لمحہ خاموش رہ کر پھر کہنا شروع کیا......

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو...... سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمد بن کعب القرظی اور رجاء بن الحیوٰۃ کو بلا بھیجا...... اور ان سے کہا: میں آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں مجھے کوئی مشورہ دو...... سالم نے جواب دیا:

اگر قیامت کے دن اللہ سے نجات چاہتے ہیں...... تو مسلمانوں میں جو عمر رسیدہ ہیں...... ان کو اپنے باپ کا ہم سر...... جو اوسط عمر کا ہے...... اس کو اپنا بھائی...... اور جو چھوٹا ہے...... اس کو اپنی اولاد سمجھیں...... اپنے باپ سے نیکی سے پیش آئیے...... اپنے بھائی کو رحم و کرم نوازئے...... اور چھوٹے پر شفقت کیجئے۔

رجا بن حیٰوۃ نے کہا:

اگر آپ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے

ہیں...... تو مسلمان کے لئے بھی وہی پسند کیجئے...... جو اپنے
لئے پسند کرتے ہیں...... اور جس چیز کو اپنے ناپسند کیجئے......
وہ مسلمان کے لئے بھی ناپسند کیجئے...... پھر جب چاہیں اپنی
جان جان آفریں کے حوالے کر دیجئے

پس اے امیر المومنین! میں بھی آپ سے یہی بات کہتا ہوں...... میں آپ کو اس دن سے ڈراتا ہوں...... جب بڑے بڑے مضبوط ڈگمگا جائیں گے...... اللہ آپ پر رحم کرے! کیا آپ کے ساتھی عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھیوں کی طرح ہیں...... جو آپ کو ان کی سی باتوں کی تلقین کرتے ہوں۔

یہ سُن کر خلیفہ اِتنا رویا کے اُسے غش آ گیا۔ وزیر نے حضرت فضیلؒ سے کہا: امیر المومنین کے ساتھ نرمی اختیار کیجئے۔ حضرت فضیلؒ نے ارشاد فرمایا:

ربیع کے بیٹے! تم نے اور تمھارے ساتھیوں نے امیر المومنین
کو مار ڈالا اور ہمیں نرمی کی تلقین کرتے ہو؟

خلیفہ کی طبیعت قابو میں آئی تو اس نے حضرت فضیلؒ سے درخوست کی کچھ اور فرمائیے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک گورنر نے ان سے شکایت کی...... کہ اسے اتنا کام کرنا پڑتا ہے...... کہ رات میں اسے نیند نہیں آتی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو جواب میں لکھا:

''برادر دوزخی، دوزخ میں ہمیشہ بیدار رہیں گے...... کبھی سو
نہ سکیں گے...... اسے یاد کرو! ایک دن تم کو سوتے میں جگایا
جائے گا...... اور تمہارے رب کی طرف ہنکا لے جایا جائے
گا...... تو دیکھو ایسا نہ ہو کہ تمہارا قدم اس راستے پر
ڈگمگا جائے...... اور تم عہد سے بچھڑ جانے والوں میں شمار
کیے جاؤ...... اور امید تم سے منقطع ہو جائے۔''

اس گورنر نے یہ مکتوب پڑھا تو منزلیں طے کرتا ہوا عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچ گیا۔ ابن العزیز نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ آپ کے مکتوب نے میرے دل کے پردے چاک کردیئے ہیں۔ اب میں زندگی میں کسی صوبے کی گورنری قبول نہ کروں گا۔

خلیفہ یہ سن کر زاروزار رویا اور کہا کہ کچھ اور فرمائیے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

حکمرانوں کیلئے حضور ﷺ کا نصیحت آموز ارشاد

۴۰...... امیر المومنین! حضرت رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! اے اللہ کے رسول مجھے کسی صوبے کی گورنری عطا فرمائیے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عباسؓ! ایسا نفس جسے تم زندہ اور سلامت رکھ سکو، اس حکومت سے بہتر ہے، جس کی ذمہ داریوں کا شمار نہیں۔ حکومت قیامت کے روز حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔ اس لیے حکومت کی تمنا سے دل کا دامن بچا سکتے ہو تو بچاؤ۔

خلیفہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ بولا کچھ اور فرمائیے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

اے حسین وجمیل چہرے والے! قیامت کے روز اللہ تجھ سے مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔ پس اس چہرے کو آگ سے بچا سکتا ہے تو بچا، اور زندگی کے شب و روز اس طرح گزار کہ تیرے دل میں اپنی رعایا کی طرف سے کینہ اور بغض نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کے دل میں اپنی رعایا کی طرف سے کینہ بھرا ہوا ہے، جنت کی بو بھی نہیں سونگھنے پائے گا۔

خلیفہ پھر زار زار رونے لگا اور پوچھا آپ پر کوئی قرض ہے؟ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

''ہاں مجھ پر میرے رب کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ
کرے گا، پس ہلاکت ہے میرے لیے جب تک کوئی دلیل
کام نہ دے گی''

ہارون نے کہا میری مراد لوگوں کے قرض سے ہے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ کو اتنی اجازت نہیں دی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدے کو سچ کروں اور اس کی اطاعت کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥ وما ارید
منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان الله هو
الرزاق ذوالقوة المتین ٥

میں نے جن وانس کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا
نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں...... میں نہ تو ان سے کوئی
رزق چاہتا ہوں......اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔
بلاشبہ اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا زبردست۔

خلیفہ ہارون نے کہا: یہ ایک ہزار دینار رکھ لیجئے اور اپنے اہل وعیال کے کاموں میں لائیے اور اپنے رب کی عبادت میں ان سے قوت حاصل کیجئے۔

حضرت فضیلؒ نے فرمایا سبحان اللہ! میں نے آپ کو راستی کا طریقہ بتایا اور آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں؟ یہ فرما کر حضرت فضیل بن عیاضؒ خاموش ہو گئے۔ خلیفہ اپنے وزیر فضل بن ربیع کو لے کر کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر نکل آیا اور فضل سے کہا کہ جب میں یہ کہوں کہ کسی کے پاس لے چلو تو ایسے ہی شخص کے پاس لے جایا کرو حق یہ ہے کہ سید المسلمین ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

عبداللہ بن طاؤسؒ کی مجاہدانہ جرأت

۴۱ ..... خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور نے مشہور امام الحدیث عبداللہ بن طاؤسؒ کو دربار شاہی میں بلایا، اس وقت دربار میں چند جلاد ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے۔ جو بادشاہ کے حکم سے لوگوں کا سر اڑا دیتے تھے۔ خلیفہ نے عبداللہ بن طاؤسؒ سے فرمائش کی کہ آپ اپنے والد کی سند سے کوئی حدیث سنایئے۔ اس فرمائش سے عبداللہ بن طاؤسؒ کو گویا ایک بہترین موقع ہاتھ لگا کہ خلیفہ کو اس کی بے اعتدالیوں پر کچھ تنبیہ فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت منتخب کر کے یہ حدیث سنائی:

ان اشد الناس عذاب یوم القیمة رجل اشر که الله تعالیٰ فی سلطانه فارخد علیه الجور

قیامت کے دن سب سے بڑھ کر اس شخص کو عذاب ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں سے ایک حصہ عطاء فرمائے پھر وہ ظلم کرے

خلیفہ منصور جیسے ظالم وسفاک بادشاہ کے سامنے جلادوں کی موجودگی میں عبداللہ بن طاؤسؒ کی یہ مجاہدانہ جرأت ایمانی دیکھ کر پورا دربار دہل گیا۔ اس وقت حضرت امام مالکؒ بھی دربار میں موجود تھے ان کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن طاؤسؒ کے قتل کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا کہ کہیں ان پر خون کے قطرات نہ پڑ جائیں

منصور تھوڑی دیر خاموش رہا اور دربار میں سناٹا چھا گیا۔ مگر اس خوفناک وقت میں بھی عبداللہ بن طاؤسؒ کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا اور وہ سکون واطمینان کا پہاڑ بنے بیٹھے رہے۔ پھر منصور نے عبداللہ بن طاؤسؒ کو حکم دیا کہ آپؒ ذرا دوات اٹھا کر مجھے دیجئے تو آپ نے نہایت بے رخی کے ساتھ انکار فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا:

مجھے ڈر ہے کہ تم اس دوات سے کوئی گناہ کی تحریر لکھو گے تو
میں بھی تمہارے اس گناہ میں شامل ہو جاؤں گا۔

یہ سن کر منصور مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ پھر قہر آلود نگاہوں سے عبداللہ بن طاؤس اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی طرف دیکھ کر بولا کہ...... **قوما عنی**......تم دونوں میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

عبداللہ بن طاؤس بادشاہ کے قہر وغضب سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا...... **تلک ما کنا نبغ** ......یہی تو ہماری عین مراد ہے اور اٹھ کر چل دیئے۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ اس دن سے میں عبداللہ بن طاؤس کے فضل وکمال کو مان گیا۔ (مستطرف)

تازیانہ عبرت

۴۲...... گورنروں اور بادشاہوں کے مقابلے میں یہ مجاہدانہ اعلان حق اور انتہائی بے خوفی کے ساتھ...... **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر**......کا فریضہ ادا کرنا دور حاضر کی مصلحت اندیش اور مالداروں کی چاپلوسی کرنے والے مولویوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔ غور فرمایئے کہ ان حق گو، حق شناس اور حق پرست علمائے سلف نے ظالم بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر جس طرح حق کا بول بالا کیا ہے، کیا یہ جوش ایمانی اور جذبہ ایمانی کی فراوانی، یہ سرفروشانہ استقامت واستقلال، اس حقیقت کی نشانی نہیں ہے کہ علمائے حق درحقیقت ملت اسلامیہ کی عمارت کے ستون اور حریت اسلام کی سلطنت کے تاجدار تھے۔

علماء حق کا کارنامہ

۴۳ ..... خدا شاہد ہے کہ ان علمائے حق کا کارنامہ ہے کہ آج تک بڑے بڑے ظلم وعدوان

اور ضلالت وطغیانی کے طوفان میں بھی ملت اسلامیہ کا جہاز غرقاب ہونے سے بچا رہا اور لامذہبیت اور بے دینوں کی بڑی سے بڑی خوفناک آندھیوں میں بھی نور اسلام کا چراغ روشن رہا۔ خداوند قدوس ان علمائے حق اور مردان احرار کی مقدس قبروں کو بہشتی گلزار بنائے کہ ان باخدا بزرگوں نے حریت اسلام کا جو شاہکار پیش کر دیا قیامت تک کی گردش لیل ونہار بھی اس کے نقش ونگار کو نہیں مٹا سکتی۔

ان روایتوں کے راوی ابو حفص ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ انہوں نے آخر وقت میں ایسی بات کہی ہے جس پر زندگی میں ان کا عمل نہیں تھا بلکہ ان ساری زندگی اس کا آئینہ دار تھی۔

حضرت بشر بن حارثؒ کا آخری کلام

۴۴ یہ وہی مشہور صاحب ولادیت باکرامت بزرگ ہیں جو عام طور پر بشر حافی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اتنے بلند مرتبہ محدث اور مفتی اعظم ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان کی درسگاہ کے ایک طالب علم ہیں۔

آخری عمر میں درس حدیث اور مجالس فتویٰ ختم کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ بوقت وفات جانکنی کے عالم میں ان پر بہت زیادہ مشقت اور بے قراری ظاہر ہوئی تو کسی نے پوچھا کہ کیوں، کیا بات ہے؟ کیا آپ کو زندگی سے محبت ہے اور موت ناگوار ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا:

> بھائی اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا ...... بہت دشوار معاملہ ہے...... اسے آسان نہ سمجھو ...... میں اسی لئے بے قراری میں...... پیچ وتاب کھا رہا ہوں ...... کہ یہ بہت ہی سنگین اور کٹھن مرحلہ ہے۔

یہ کہا اور ان کا وصال ہو گیا (احیاء العلوم)

ہشام بن عبدالملک اور خوف خدا

۴۵...... محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی اپنے باپ سے اور وہ سلیمان بن خالد سے روایت کرتے ہیں، حوا جو حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی...... کلام الٰہی کی قاریہ...... اشعارِ عرب کی راوی...... عقل اور علم و ادب کے زیور سے آراستہ...... ہشام نے ڈاک کے ذریعے والی کوفہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لڑکی اس کی مالکہ کی رضامندی سے ہشام کے لئے خرید لی جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک خادم روانہ کیا اور جلدی کی تاکید کی۔

پیغام ملنے پر والی کوفہ نے بڑھیا سے وہ لڑکی دو لاکھ درہم اور ایک باغ پانچ سو مثقال سالانہ پیداوار دینے والا بطور قیمت دے کر خرید لی۔ پھر دوشیزہ کو تیار کر کے ہشام کی طرف بھیج دیا۔ ہشام نے اسے ایک خالی کمرہ مہیا کیا۔ جس کو بہترین فرش سے مزین کیا گیا تھا۔ اس کی خدمت کے لئے لونڈیاں حاضر رہتیں۔ زرق برق لباس، عمدہ زیورات اسے پیش کئے گئے۔

موت نصیحت کے کافی ہے

۴۶...... ایک دن ہشام اس کے ساتھ ایک مخصوص بالکونی میں خلوت گزیں ہوا۔ معطر ماحول میں شیریں انداز میں تبادلہ گفتار ہوا۔ بادشاہ بہت مسرور تھا اور خوشیاں اس پر اٹد پڑ رہی تھیں۔ یکا یک کہیں سے چلانے کی آواز آئی، ہشام نے جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ لوگوں کا ہجوم ہے اور ان کے آگے ایک جنازہ ہے۔ جنازے کے پیچھے خواتین نوحہ کناں ہیں۔ ان میں سے ایک رونے والی کہہ رہی تھی:

لکڑیوں پر اٹھائے جانے والے پر میں قربان...... جسے
مردوں کے دیس بھیجا جارہا ہے...... جسے تنہا قبر میں رکھ دیا

جائے گا...... جو لحد میں اجنبی کی طرح اقامت پذیر رہے گا۔

اے جانے والے! کیا تو ان میں سے ہے...... جن کا جنازہ اٹھانے والوں کو...... (مرنے والا) کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو...... یا ان میں سے ہے...... جن کا جنازہ اٹھانے والوں کو...... (مردہ) کہتا ہے...... مجھے کہاں لئے جا رہو...... مجھے واپس لے چلو۔

ہشام کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور لذت عیش بھول کر کہنے لگا:

...... کفیٰ بالموت واعظاً...... موت کی نصیحت ہی کافی ہے۔

(ہشام کی منظور نظر) غضیفر نے کہا اس نوحہ کرنے والی نے تو میرے دل کی رگیں کاٹ دی ہیں۔ ہشام نے کہا معاملہ بہت سنجیدہ ہے۔ اس نے خادم کو بلایا اور بالکونی سے اتر کر چلا گیا۔ غضیض اس جگہ سو گئی خواب میں ایک آنے والا آیا اور کہا:

تو اپنے حسن کی فریب خوردہ...... اور اپنے نخروں سے غافل کر دینے والی ہے...... اس وقت تیرا کیا بنے گا...... جب صور پھونکا جائے گا...... اور قبریں کھول دی جائیں گی...... بارگاہ رب ذوالجلال میں...... کھڑے ہونے کے لئے مردے نکل آئیں گے...... اور انہیں اعمال گزشتہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عیش وعشرت کی زندگی سے عبادت الٰہی کی طرف

۴۷...... وہ ڈری ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی، پانی پیا پھر ایک خادمہ کو بلا کر پانی منگوایا اور غسل کر کے کھردری اور پرانی چادر اوڑھی اور اسے درمیان سے دھاگے کے ساتھ باندھ لیا، قیمتی لباس اتار دیا۔ ہاتھ میں عصا اور گلے میں زادِ راہ والا برتن باندھ لیا اور ہشام کی مجلس میں آ گئی۔ ہشام اسے پہچان نہ سکا۔ اس نے کہا میں تیری لونڈی غضیض ہوں۔ ایک ڈرانے والا میرے پاس آیا ہے اور اس کی وعید نے میرے حواس کو جھنجوڑ دیا ہے تم مجھ سے فائدہ اٹھا

چکے ہو، اب مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد کر دو۔

ہشام نے کہا دونوں (جہانوں کی) لذتیں جدا جدا ہیں اور تم اپنی فکر میں ہو۔ جاؤ میں نے تمہیں لوجہ اللہ آزاد کیا۔ پھر ہشام نے پوچھا کس جگہ جانے کا ارادہ ہے؟ لڑکی نے کہا بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ ہے۔ بادشاہ نے کہا جاؤ کوئی تم پر اعتراض کرنے والا نہیں۔ وہ دارالخلافہ سے یوں نکلی کہ وہ دنیا سے بیزار اور آخرت (کی فکر سے) سرشار تھی۔ سیدھی مکہ پہنچی اور بیت اللہ کے قرب میں رہ کر دن کو روزہ رکھتی اور رات قیام میں گزارتی۔ قوت لایموت کے لئے سوت کات کر گزارہ کرتی۔ شام کے وقت طواف کرتی پھر حطیم میں جا کر کہتی:

اے میری تمناؤں کے مرکز...... (میرے اللہ) تو ہی میرا ساز وسامان ہے...... مجھے مایوس نہ لوٹانا...... میری آرزو پوری فرما دے...... میری آخرت کو بہتر بنا دے...... اور مجھے اپنی جناب سے وافر (اجر) عطا فرما۔

وہ اسی طرح مجاہدہ نفس میں مشغول رہی، یہاں تک کہ گردش لیل ونہار نے اس کی جلد کا رنگ بدل دیا۔ کثرت قیام نے اس کا جسم لاغر کر دیا اور کثرت آہ وگریہ نے اس کی آنکھوں کی چمک چھین لی (سوت کاتنے والے چرخے کے) تکلے نے اس کی انگلیاں زخمی کر دیں۔ اسی حال میں اپنے رب سے جاملی۔ رحمۃ اللہ علیہا

سلیمان بن عبدالملک اور خوف خدا

۴۸...... خلیفۃ المسلمین سلیمان بن عبدالملک بیت اللہ کی جانب پڑاؤ کیے ہوئے اسے شوق بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے دربان سے کہا کسی جید عالم کو بلا لائے تا کہ وہ ہمیں ان مبارک دنوں کی مناسبت سے حج کے مسائل بتائے۔ دربان حجاج کرام سے امیر المومنین کی خواہش کے مطابق کسی جید عالم کے متعلق پوچھنے لگا۔

اسے بتایا گیا کہ طاؤس بن کیسان اس دور کے فقہاء و علماء کے سردار ہیں۔ دعوت وارشاد کے میدان میں اس کا انداز سب سے زیادہ دلپذیر ہے۔ آپ بے فکر ہو کر اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

دربان نے جناب طاؤس کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مؤدبانہ التماس کی کہ امیر المومنین نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ آپ بغیر کسی تاخیر کے دربان کے ہمراہ امیر المومنین کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

آپ کا نظریہ یہ تھا کہ ہر مبلغ پر لازم ہے کہ دعوت وارشاد کے لئے ہر مناسب موقع کو غنیمت جانے اور اسے کسی صورت ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور انہیں اس بات پر پختہ یقین تھا کہ وہ بات سب سے افضل ہے جو کسی بادشاہ کو درست کرنے کے لئے اسے ظلم و جور سے باز رکھنے کے لئے یا اسے اللہ کے قریب کرنے کے لئے کی جائے۔

حضرت طاؤس دربان کے ہمراہ چلے، جب وہ امیر المومین کے پاس گئے اسے سلام کہا تو اس نے والہانہ استقبال کیا اور بڑی عقیدت سے سلام کا جواب دیا۔ اور نہایت ہی عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا پھر وہ آپ سے حج کے مسائل دریافت کرنے لگا۔ اور بڑے ادب واحترم سے ان کے جوابات سننے لگا۔

حضرت طاؤس کی سلیمان بن ملک کو نصیحتیں

۴۹...... حضرت طاؤس فرماتے ہیں، جب میں نے محسوس کیا کہ امیر المومنین اپنا مقصد حاصل کر چکے ہیں اور اب کوئی سوال باقی نہیں رہا تو میں نے اپنے دل میں سوچا یہ ایک ایسی مجلس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے سربراہ مملکت کو کوئی نصیحت کیوں نہیں کی۔ یہ سوچ کر میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

اے امیر المومنین! جہنم کے گہرے گڑھے میں...... کنوئیں کی منڈیر پر ایک پتھر تھا وہ اس میں گرا......اور ستر سال میں کنوئیں کی تہ تک پہنچا...... اے امیر المومنین! کیا تم جانتے ہو......جہنم کا یہ ہولناک کنواں...... اللہ تعالیٰ نے کس کے لئے تیار کر رکھا ہے......اس نے جواب دیا، مجھے علم نہیں...... پھر اس نے جھنجھلاتے ہوئے دریافت کیا ......آپ ہی بتائیں......وہ بھلا کس لئے تیار کیا گیا ہے؟ فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے یہ کنواں...... اس شخص کے لئے تیار کیا ہے...... جسے اس نے مسلمانوں کا حکمران بنایا......لیکن اس نے اپنی رعایا پر ظلم وتشدد کیا۔

یہ سن کر خلیفہ سلیمان کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح پرواز ہوا چاہتی ہے وہ زار وقطار رونے لگا اور رونے کی وجہ سے اس قدر ہچکی بندھی ہوئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب ان کا آخری وقت ہے۔ اس حالت میں میں نے اسے چھوڑا اور واپس آ گیا۔ وہ مجھے واپس ہوتے ہوئے دیکھ کر جزائے خیر کہہ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ہشام بن عبدالملک اور خوف خدا

۵۰...... جب ہشام بن عبدالملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا تو حضرت طاؤس بن کیسان نے اسے حق نصیحت ادا کرتے ہوئے کئی مواقع پر مومنانہ جرأت وبصیرت کا ثبوت دیا۔ جو ہر خاص وعام میں مشہور ومعروف ہوا، ان جملہ واقعات سے یہ واقعہ پیش خدمت ہے۔

جب ہشام حج کرنے کی غرض سے بیت اللہ پہنچا۔

حرم میں بیٹھے ہوئے اس نے اپنی حکومت کے ان ذمہ دار افسران سے کہا جو مکہ معظمہ میں متعین تھے کہ کسی صحابی رسول علیہ السلام کو ڈھونڈ کر لائیں۔ انہوں نے کہا امیر المومنین صحابہ کرام تو یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اب تو ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ تو اس نے کہا تابعین میں سے کسی کو لے آئیں۔

ہشام بن عبدالملک اور حضرت طاؤس کی نوک جھونک

۵۱...... حضرت طاؤس بن کیسانؒ کو اس کے پاس لایا گیا جب آپ اس کے پاس آئے تو اپنا جوتا اس کے تخت کے ایک طرف اتار دیا۔ اسے سلام کہا اور امیر المومنین کے لقب سے اسے یاد نہ کیا بلکہ سیدھا اس کا نام لے کر مخاطب ہوئے اور اس کی اجازت لئے بغیر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ہشام کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

اس نے اس طرز عمل کو شاہی دربار کے آداب کے منافی سمجھا اور درباریوں کی موجودگی میں، اسے اپنی بے ادبی اور گستاخی گردانا۔ لیکن اس نے بیت اللہ کی حرمت کے پیش نظر اس غصے کا اظہار نہ کیا، بلکہ نہایت ہی دھیمے انداز میں کہا:

اے طاؤس ایسا کرنے پر آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ آپؒ نے فرمایا میں نے کیا کیا ہے؟ خلیفہ کو پھر غصہ آیا اور کہا: تم نے میرے تخت کے ایک جانب جوتے اتارے

اور شاہی دربار کے آداب کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور پھر تم امیر المومنین کہہ کر سلام نہیں کیا: مزید برآں تم نے میرا گستاخانہ انداز میں نام لیا اور کنیت بھی نہ لی پھر تم بغیر میری اجازت کے بیٹھ گئے۔ حضرت طاؤس نے بڑے ہی نرم اور دھیمے انداز سے فرمایا:

جہاں تک تیرے تخت کے نزدیک جوتے اتارنے کا تعلق ہے ذرا میری بات دھیان سے سنو! میں روزانہ پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے جوتے اتارتا ہوں اس نے آج تک نہ مجھے ڈانٹا ہے اور نہ ہی آج تک کبھی وہ مجھ سے ناراض ہوا۔

اور یہ بات کہ میں نے آپ کو امیر المومنین پکار کر سلام نہیں کیا تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ کی امارت پر تمام مسلمان متفق نہیں۔ رہی یہ بات کہ میں نے تمہارا نام لیا اور کنیت سے نہیں پکارا تو سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب انبیاء کو نام لے کر پکارا ہے جس طرح کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

یا نوح...... یا داؤد...... یا یحییٰ...... یا موسیٰ...... یا عیسیٰ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے پکارا ہے۔ جیسا کہ...... تبت یدا ابی لهب و تب...... سے ظاہر ہے۔

اور یہ بات کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر ہی بیٹھ گیا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں تو اس شخص کو دیکھ لیں جو خود بیٹھا ہو اور دوسرے لوگ دست بستہ اس کے ارد گرد کھڑے ہوں۔ مجھے ناگوار گزرا کہ آپ وہ شخص ہوں جسے اہل جہنم میں شمار کیا جائے۔

ہشام کو حضرت طاؤسؒ کی نصیحت

۵۲...... ہشام نے یہ سن کر شرمندگی سے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جہنم میں لمبے اور موٹے ستونوں کی مانند خوفناک سانپ ہوں گے اور خچروں کی مانند بچھو جو ہر اس حکمراں کو ڈسیں گے جو اپنی رعایا میں انصاف نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھے اور چلے گئے۔

عجیب وغریب آدمی

۵۳...... عثمان بن عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ابا جان کے ساتھ ہشام بن عبدالملک کی ملاقات کے لئے اپنے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر دارالحکومت دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا آدمی موٹی اور کھردری قمیض پہنے ہوئے بوسیدہ جبہ زیب تن کئے ہوئے اور معمولی سی ٹوپی سر پر پہنے سیاہ رنگ کے گدھے پر سوار خراماں خراماں دمشق کی جانب رواں دواں ہے۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنے ابا حضور سے پوچھا: یہ عجیب وغریب آدمی کون ہے؟

ابا جان نے کہا: خاموش رہو یہ فقہائے حجاز کے سردار عطاء بن ابی رباح ہیں۔ جب وہ ہمارے قریب آئے تو ابا جان گھوڑے سے اتر کر ان سے بغل گیر ہوئے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے حال دریافت کیا۔ پھر دونوں اپنی اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سوئے منزل چل دیئے۔ یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کے محل کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے۔ ابھی وہاں پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اندر سے بلاوا آ گیا۔

میرے ابا جان اور ان کے ساتھی بزرگ مفتی اعظم مکہ عطاء بن ابی رباح اندر تشریف لے گئے اور میں وہیں کھڑا رہا۔ جب دونوں بزرگ دربار سے باہر آئے تو میں نے ابا جان سے پوچھا امیر المومنین سے ملاقات کیسی رہی؟

ہشام بن عبدالملک کو عطاء بن ابی رباح کی نصیحت

۵۴...... فرمانے لگے کہ جب امیر المومنین ہشام بن عبدالملک کو پتہ چلا کہ باہر محل کے دروازے پر عطاء بن ابی رباح کھڑے ہیں تو فوراً انہیں اندر آنے کی دعوت دی گئی۔ بخدا مجھے بھی انہیں کی وجہ سے دربار میں جانے کا موقع ملا۔

انہوں نے امیر المومنین کو نصیحتیں کیں:

امیر المومنین ! ہر وقت اپنے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو...... یاد رکھو تجھے اکیلا پیدا کیا گیا...... تم اکیلے ہی مرو گے...... اور اکیلے ہی تجھے قبر سے اٹھایا جائے گا...... اللہ کی قسم کوئی بھی ان درباریوں سے...... تمہارے ساتھ نہ ہوگا۔

شاہی ہدیہ قبول کرنے سے انکار

۵۵...... ہشام بن عبد الملک سر کو جھکائے ہوئے زار وقطار رونے لگے۔ اسے روتا ہوا چھوڑ کر حضرت عطاء بن ابی رباح وہاں سے اٹھ کر چل پڑے۔ اور میں بھی ساتھ ہولیا۔ جب ہم محل کے دروازے پر پہنچے تو ایک آدمی بھری ہوئی تھیلی لے کر آیا اور عطاء بن ابی رباح سے کہا یہ آپ کے لئے امیر المومنین نے بھیجی ہے قبول کیجئے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟

عرض کیا کہ اس کا تو مجھے بھی علم نہیں۔ امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں ۔فرمانے لگے افسوس! صد افسوس! میں نے یہ باتیں کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کے لئے نہیں کی تھیں اور ساتھ ہی یہ آیت تلاوت کردی۔

وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی اللہ رب العالمین

اس پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو پروردگار عالم پر ہے۔

یہ کہا اور تھیلی لینے سے انکار کرتے ہوئے محل سے باہر آ گئے۔

بخدا یہ امیر المومنین کے پاس گئے اور پھر وہاں سے اٹھ کر آ گئے اور وہاں سے ایک قطرہ تک پانی کا نہ پیا۔

☆☆☆☆☆☆

بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا پر نماز نہ چھوڑی

۵۶...... اکبر کے زمانہ میں عمدۃ الملک نظام الدین شہباز خان (اصلی نام شہر اللہ)لاہور کے نامی امیر الامراء تھے۔اکبری دربار میں جو نت نئے خانہ بر انداز شریعت احکام جاری ہوتے امراء کو ناچار ان کی پابندی کرنی پڑتی

☆......مثلاً داڑھی منڈانا......

☆......کان چھدوانا......

☆......شراب پینا......

☆......مہر میں لفظ مرید کندہ کرانا......

اور بہت سی خرافات......آئین دربار کا لازمہ تھے۔

لاہور کے اس بہادر خدا پرست نے بایں ہمہ قرابت شہنشاہی ان میں سے ایک بات کا بھی اتباع نہ کیا اور مراسم نامشروع کے اجراء کی تعمیل میں کبھی بادشاہی احکام اور ناخوشی کی پرواہ نہ کی۔

المشاہیر میں بحوالہ ماثر الامراء آپ کے اتباع سنت اتقاء و پرہیز گاری کے بہت سے واقعات درج ہیں۔لکھا ہے کہ ایک دن بادشاہ قریب نماز عصر شہباز خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے فتح پور سیکری کے تالاب پر چہل قدمی اور ہوا خوری میں مصروف تھا۔حکیم ابو الفتح وحکیم علی گیلانی وغیرہ چند امرائے سلطانی کچھ فاصلے پر کھڑے باہم کہہ رہے تھے کہ اگر آج اس شخص کی نماز قضا نہ ہوئی تو جانو پکا دیندار ہے ورنہ ریا کار......

غرض جب وقت نماز اخیر ہونے لگا بادشاہ کے خوف ولحاظ پر خدا کے خوف ولحاظ کو ترجیح دی اور نماز کی اجازت چاہی۔بادشاہ نے کہا قضا پڑھ لینا وقت تنگ ہو گیا ہے۔

شہباز خان نے جان لیا کہ بادشاہ نماز نہیں پڑھنے دے گا۔یکایک بادشاہ کے

ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور رومال بچھا کر جھٹ نیت باندھ لی۔

ناچار بادشاہ خاموش ٹہلنے لگا۔ حکیم علی گیلانی اور دوسرے ندمائے سلطانی نے نواب کی اس حیرت انگیز جرأت وجسارت پر ہزار آفریں کہی۔ نواب شہباز خان کی شوکت وامارات اوران کے تقرب سلطانی کو دیکھو اور پھر اس پر غور کرو کہ وہ فانی دنیا کے ان تمام مٹ جانے والے اسباب کو ٹھوکر مار کر خدا کی جناب میں حاضر ہوتا ہے اور سر نیاز جھکا دیتا ہے۔

ہمارے امراء واغنیاء کبھی پارٹیوں سے ناغہ نہ کریں گے۔ خواہ ایک کیا ساری نمازوں کا وقت غل غپاڑے ہی میں بسر ہو جائے۔ کیسے مستقل مزاج ومقبول تھے وہ اسلاف جن کے آج ہم ایسے خلف ہیں کہ ان سے نسبت دیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔



نوجوان بادشاہ اسمٰعیل زنگی کا واقعہ

۵۷...... سلطان اسمٰعیل زنگی رحمۃ اللہ علیہ...... حلب کا بادشاہ...... عمر کتنی ہے؟ انیس سال انیس سال کیا عمر ہوتی ہے؟ انیس سال کا نوجوان بادشاہ ...... حلب کا مطلق العنان بادشاہ...... سلطان اسمٰعیل زنگی رحمۃ اللہ علیہ...... تکلیف ہوگئی ...... درد قولنج میں مبتلا ہوگیا...... بڑا سخت درد ہوتا ہے...... بڑی تکلیف دہ بیماری ہوتی ہے...... اللہ سب بیماروں کو ...... ہر بیماری سے شفاء عطاء فرمائے۔ حکماء کو بلایا، شاہی طبیب آگئے۔ علاج بتلاؤ!

بادشاہ سلامت! اس کا علاج ہے...... شراب کے چند گھونٹ...... شراب کے چند گھونٹ پی لو...... یہ گرہ کھل جائے گی...... اور تمہیں شفاء ہو جائے گی...... ورنہ تو ممکن نہیں کہ تم بچ بھی سکو...... موت واقع ہو سکتی ہے...... درد قولنج بڑا شدید ہوتا ہے۔

اسمٰعیل زنگی اس درد کی وجہ سے بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے۔ اور عمر کتنی ہے؟ انیس سال ...... انیس سالہ نوجوان...... اور معمولی آدمی بھی نہیں...... بادشاہِ وقت...... اب حکماء سے جب یہ بات سنی تو پھر علماء کو بلایا...... وہ تشریف لائے۔

بستر مرگ پر حکم الٰہی کو پورا کرنے کی فکر

۵۸...... حضرات علماء کرام! آپ میری حالت دیکھ رہے ہیں...... بستر مرگ پر پڑا ہوں ...... کوئی پتہ نہیں کس وقت موت آجائے...... حکماء نے علاج تجویز کیا ہے شراب کے چند گھونٹ...... شریعت محمدیہ اجازت دیتی ہے کہ میں شراب پیئوں...... نوجوان بادشاہ...... بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے...... موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے...... علماء سے پوچھتا ہے کہ حضرات علماء کرام بتلاؤ! شریعت کیا کہتی ہے؟ علماء نے اجازت دی کہ شریعت نے اجازت دی ہے کہ جان بچانے کے لئے تم پی سکتے ہو...... شریعت کا حکم ہے:۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم (بقرہ ۱۷۳)

حالت اضطراری میں...... انسان کے نلئے جائز ہو جاتا ہے...... موت جب سامنے نظر آرہی ہو...... تو ایسا کام کر گذرے...... اللہ سے معافی بھی مانگتا رہے...... تو جائز ہے۔

اب علماء کی طرف سے بھی جائز ہو گیا...... بستر مرگ پر بھی پڑا ہوا ہے...... پھر پوچھتا ہے...... حکماء سے ...... مجھے یہ بتاؤ! کیا میرے شراب پینے سے...... یہ درد یقیناً ٹھیک ہو جائے گا......؟ انہوں نے کہا:۔

نہیں یہ تو ایک علاج ہے، ہو سکتا ہے تم ٹھیک ہو جاؤ...... ہو سکتا ہے تم ٹھیک نہ ہو...... یہ بھی ہو سکتا ہے تم شراب بھی پیو...... اور مر بھی جاؤ۔ یہ تو ایک علاج ہے...... علاج کے اندر بیماری بڑھ بھی جاتی ہے...... شفاء بھی ہو جاتی ہے...... آدمی مر بھی جاتا ہے۔

موت قبول کر لی مگر شراب منہ سے نہ لگائی

۵۹...... اب جب یہ بات ہو گئی تو وہ نو جوان بادشاہ کیا کہتا ہے؟

اے علماء! اے مفتیان کرام! اے حکماء! اے اطباء! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسمٰعیل زنگی جب اپنے رب کے حضور پیش ہو تو اس کے منہ سے شراب کی بد بو آتی ہو؟ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میں جب اپنے رب کے سامنے پیش ہوں اور اللہ پوچھے کہ تو دنیا میں کیا کر کے آیا؟ اور میرے منہ سے شراب کی بد بو آتی ہو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا ۔موت منظور ہے، اس کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

اپنی تاریخ اٹھا کر دیکھو بادشاہ اسی درد قولنج سے فوت ہو گیا۔ شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ تو ایسے شخص کو اللہ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کریں گے۔

وشاب نشا فی عبادة الله

وہ نو جوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گذار دی

یمن کے بادشاہ کی توبہ اور خلوت نشینی

۶۰...... روایت ہے کہ زمانہ گذشتہ میں یمن کے دو بادشاہوں میں لڑائی ہوئی۔ایک غالب ہوا اور دوسرے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔اس خوشی میں مجلس تیار کی گئی اور دربار منعقد ہوا اور لوگ مبارک بادی کے واسطے آنے لگے۔تخت آراستہ کیے گئے۔ سواری بادشاہ کی جارہی تھی کہ راستہ میں ایک شخص نے جسے لوگ دیوانہ کہتے تھے کھڑے ہوکر یہ اشعار پڑھے۔

تمتع من الایام ان کنت حازماً　　فانک فیها بین ناه وآمر
فکم ملک قدزکم التراب فوقه　　وعهدی به بالامس فوق المنابر
ا[illegible] کنت فی الدنیا بصیرا فانما　　بلاغک منها مثل زاد المسافر
اذا ابقت الدنیا علی المرء دینه　　فما فاته منها فلیس بضائر

دنیا سے اگر تو عقلمند ہے تو نفع حاصل کر...... کیونکہ اس میں امر کرنے والے بھی ہیں......اور منع کرنے والے بھی ہیں...... بہت سے بادشاہوں کے اوپر......مٹی کے ڈھیر لگ گئے ہیں......جنہیں کل ہی ہم نے منبر پر دیکھا تھا......اگر دنیا میں تو بصیر اور سمجھدار ہے......تو تجھے مسافر کی ضرورت کے مطابق حاصل کرنا چاہیے......اگر دنیا آدمی کے دین کو باقی رکھے......پھر جو کچھ بھی فوت ہو جائے...... یہ ضرر نہیں ہے۔

یہ سنکر بادشاہ نے کہا سچ کہتا ہے۔اسی وقت اپنے گھوڑے پر سے اترا اور اپنے ساتھیوں کو وداع کر کے ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ساتھیوں کو قسم دی کہ کوئی اس کے پیچھے نہ چلے اور یہی حالت اخیر تک اس کی رہی اور ایک مدت تک ملک یمن بادشاہ سے خالی رہا۔حتیٰ کہ امن کے واسطے بادشاہ نیا تلاش کیا گیا۔

ہندو بادشاہ کا قبول اسلام اور خوف آخرت

۶۱ ...... قوم ہنود کا ایک بوڑھا بادشاہ تھا جو سلطان محمود کے لشکر کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ سپاہی اسے سلطان محمود کے پاس لے گئے اور بالآخر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ چنانچہ وہ درویش اور پارسا ہو گیا اور ہر دو عالم سے بے نیاز ہو گیا اور دنیا جہاں سے قطع تعلق کر کے ذکر وفکر میں مشغول ہو گیا۔ رات دن گریہ وزاری کرتا رہتا تھا۔ اس کا دن، رات سے اور اس کی رات، دن سے دشوار تر تھی۔ یعنی وہ رات دن روتا رہتا تھا۔ جب اس کی گریہ وزاری حد سے زیادہ ہو گئی تو سلطان محمود کو اس کی خبر پہنچ گئی۔

چنانچہ سلطان محمود نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا شاید تم بادشاہی کے چھن جانے کے غم سے روتے رہتے ہو۔ اس لئے میں تمہیں پہلے سے سو گنا زیادہ مملکت دینا چاہتا ہوں۔ آخر تم بادشاہ ہو اور تمہارے لئے اس طرح رونا دھونا ٹھیک نہیں ہے۔ اس (سابقہ) ہندو بادشاہ نے کہا:

اے بادشاہ! میں حکومت کے چھن جانے کی وجہ سے نہیں روتا...... بلکہ میں اس لئے روتا ہوں ...... کہ اگر کل بروز قیامت...... مجھ سے یہ سوال کیا گیا...... کہ اے بدعہد! اور بے وفا آدمی! تو نے میری خدائی میں ظلم کا بیج کیوں بویا......؟ اور جب تک ہم نے سلطان محمود کو لشکر دے کر...... تجھ پر حملہ آور نہیں کرایا...... اس وقت تک تو نے ہمیں کبھی یاد نہیں کیا تھا...... یہ تیری وفاداری تو نہیں ہے...... اگر تو اس وقت میری یاد کر لیتا...... تو لشکر تیرا ہی ہوتا...... اور تو خدا کے لئے ہوتا...... اور اب مجھے یاد کرتے ہو...... جبکہ میں نے تم پر سلطان محمود کی فوج کو حملہ آور بنا کر بھیجا۔

اے بندے! بتا میں تجھے اپنا دوست کہوں یا دشمن......؟ میں کب تک تجھ سے وفا کرتا رہوں گا......؟ اور تو مجھ سے بے وفائی کرتا رہے گا...... حالانکہ وفاداری کا تقاضا یہ نہیں ہے...... جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس طرح خطاب فرمایا...... اور یوں مجھ سے سوال کیا تو پھر میں اپنی بے وفائی کا کیا جواب دوں گا......؟ اور اس وقت میں اپنی ندامت اور شرمساری کا کیا علاج کروں گا......؟ الغرض اے جوان بادشاہ! مجھ بوڑھے کا رونا دھونا اس وجہ سے ہے...... اور بادشاہی کے چھن جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔

اے مخاطب! انصاف اور وفاداری کی باتوں کو سنو...... اور نیکی کے دیوان سے سبق حاصل کرو...... اگر تم وفادار ہو...... تو راستے پر چلنے کا پکا ارادہ کر لو...... ورنہ بیٹھ جاؤ...... اور یونہی ٹامک ٹوئیاں نہ مارو...... جو وفا کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے...... اسے جوانمردی کے باب میں درج نہیں کیا جاتا۔

بادشاہ کی تجویز پر وزیر اعظم کا اختلاف

۶۲...... سلطان الپ ارسلان بغداد کا ایک نیک دل فرماں رواں تھا۔ اسے اپنے اعزہ واقربا ءکو جو وظیفے دینے پڑتے تھے ان سے سرکاری خزانے پر بڑا بار پڑ رہا تھا۔ سلطان نے سوچا دوسرے لوگوں کی بجائے اگر وظیفہ یاب شہزادوں کو اضلاع کی حکومتوں پر مامور کر دیا جائے تو سرکاری خزانے کا بار کچھ کم ہو جائے۔ اس اعتبار سے تجویز معقول تھی۔

سلطان نے اس تجویز کو اپنے مشیروں کے سامنے پیش کیا، سب نے تائید کی، مگر سلطان کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے کوئی رائے ظاہر نہ کی۔ سلطان سمجھ گیا کہ وزیر اعظم اس تجویز سے متفق نہیں ہے۔ مگر اس نے لوگوں کے سامنے اسکو کریدنا مناسب نہ سمجھا۔ علیحدگی میں اس سے بات کی، مگر وزیر اعظم نے پھر بھی کھل کر اپنی رائے ظاہر نہ کی جب سلطان نے بہت اصرار کیا تو اس نے حضرت شیخ عمرو بن عمید اور خلیفہ منصور عباسی کا حسب ذیل واقعہ بیان کیا۔

نیکی، انسانیت اور عدل وانصاف کی جان

۶۳...... خلیفہ منصور عباسی نے خلافت کے بڑے بڑے عہدوں پر اپنے خاندان کے لوگوں کو مامور کر دیا تھا...... وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کی بنا پر اپنے کو ہر گرفت سے محفوظ سمجھتے تھے...... اس لئے لوگوں پر ظلم وتشدد کرتے رہتے تھے...... مظلوم ومقہور فریاد کرتے تو ان کی شنوائی نہ ہوتی...... خلیفہ منصور اپنے اعزہ واقرباء کی کھلی ہوئی بدعنوانیوں اور زیادتیوں کو بھی نظر انداز کر دیتا۔

شیخ عمرو بن عمید بغداد کے ایک ممتاز بزرگ تھے۔ جن کا خلیفہ منصور بھی احترام

کرتا تھا۔لوگوں نے ان سے فریاد کی، شیخ نے منصور کو مظلوموں کی طرف توجہ دلائی، لیکن اس نے کوئی پروانہ کی، شیخ دل برداشتہ ہو کر حجاز چلے گئے۔اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

جب کافی عرصہ گزر گیا اور شیخ واپس نہ آئے تو منصور نے ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور کہلایا میں بڑی بے چینی سے آپ کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوں۔مگر شیخ نے واپسی سے انکار کر دیا۔خلیفہ کو ان کے انکار پر بڑا تعجب ہوا، اس نے اپنے ایک خاص معتمد کو شیخ کے پاس بھیجا تا کہ وہ یہ معلوم کرے کہ شیخ اپنے وطن بغداد سے اتنے بیزار کیوں ہیں

قاصد کے دریافت کرنے پر شیخ نے کہا:

میں ضعف قلب اور رقت طبع میں مبتلا ہوں ...... بغداد میں مظلوم میرے پاس آتے ......اپنی مظلومیت کی روداد سناتے ......میں خلیفہ کو دادرسی کی طرف توجہ دلاتا ......تو وہ توجہ نہ کرتا ...... میرے لئے یہ صورت حال نا قابل برداشت ہوگئی ہے...... اور میں بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا...... جو شخص ظلم کے دفع کرنے پر قادر ہونے کے بعد دفع نہ کرے......وہ قیامت کے روز مواخذہ میں گرفتار ہوگا......اور اس سے چشم پوشی کرنے والا اپنی چشم پوشی کی سزا پائے گا...... اور مجھے ترک وطن گوارا تھا...... مگر یہ گوارا نہ تھا کہ میں قیامت کے روز......چشم پوشی کی پاداش میں پکڑا جاؤں۔

شیخ عمرو بن عمید کے اس جواب سے خلیفہ منصور بہت متاثر ہوا۔اس نے شیخ سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ مظلوموں کی فریادرسی کے متعلق بے اعتنائی سے کام نہ لے گا۔سلطان الپ ارسلان خاموشی کے ساتھ واقعہ سنتا رہا۔

نظام الملک واقعہ پورا کر چکا تو سلطان بولا، شیخ عمرو بن عمید خدا کے نیک بندے تھے اور اس نے شہزادوں کو حکومت پر مامور کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔خدا ترسی اور خوف آخرت ہی نیکی اور انسانیت اور عدل اور انصاف کی جان ہے۔جب یہ چیزیں مرجاتی ہیں تو نیکی انسانیت اور عدل وانصاف سب کی موت ہو جاتی ہے۔

تہجد گزار بادشاہ اور معجون کا عجیب واقعہ

۶۴...... سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی بڑا عابد اور متقی تھا۔ اس نے شاہی حرم میں قرآن مجید کی حافظہ کنیزوں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ ہر کنیز روزانہ قرآن مجید ختم کر کے بادشاہ کی پوشاک پر دم کرے...... اس کے بعد بادشاہ پوشاک زیب تن کرتا...... سلطان شب بیداری اور نماز تہجد کا کبھی ناغہ نہ ہونے دیتا...... اس نے اہل حرم کو تاکیدی حکم دے رکھا تھا...... کہ اسے تہجد کے لئے بہر قیمت جگا دیا جائے...... اگر وہ بیدار نہ ہو تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں...... اسے زور سے جھنجھوڑا جائے...... اگر اس پر بھی وہ نہ اٹھے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔

ایک بادشاہی طبیب نے سلطان کے لئے معجون تیار کی۔ طبیب نے اس کی تیاری پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا تھا۔ سلطان نے طبیب کو حکم دیا کہ اس میں شامل اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ طبیب نے شامل اجزاء کے نام لینے شروع کئے۔ جب سلطان نے طبیب سے ایک نشہ آور چیز کا نام سنا تو کہا یہ معجون میں استعمال نہیں کر سکتا، معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔ ایک مقرب نے عرض کی جہاں پناہ! اس معجون پر بے حد خرچ ہوا ہے اس لئے یہ بہتر ہوگا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرما دیں۔

سلطان نے جواب دیا: جو چیز میں اپنے لئے ناجائز سمجھتا ہوں، کسی دوسرے کے لئے کیونکر جائز سمجھ سکتا ہوں (تاریخ فرشتہ)

میں جہنم کا ایندھن نہیں بننا چاہتا

۶۵...... سلطان نورالدین زنگی علیہ الرحمتہ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ایک مرتبہ ان کی اہلیہ محترمہ نے ان سے کہا: آپ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنایا ہے اور حال یہ ہے کہ آپ کے اہل وعیال تنگدستی اور غربت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔فرمایا میں نہیں چاہتا کہ ناجائز ذرائع سے خود عیش وعشرت کی زندگی بسر کروں یا اہل وعیال کو عیش کراؤں۔

ان کی اہلیہ نے عرض کی کم ازکم اتنا انتظام تو کردیں کہ بچوں کی روٹی کپڑے کا گذارہ ہوتا رہے۔آپ نے فرمایا حمص میں میری تین دوکانیں کرایہ پر دی ہوئی ہیں وہ میں تمہاری ملکیت میں دیتا ہوں، ان کی سالانہ آمدنی [illegible] دینار ہے تم اس سے گذارہ کرو۔کچھ عرصہ کے بعد ان کی اہلیہ نے پھر خرچ کی تنگی کی شکایت کی۔سلطان نے فرمایا:

جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے تم کو دے دیا...... باقی جو کچھ تم میرے پاس دیکھتی ہو...... اس میں مرا کچھ حصہ نہیں ...... یہ سب عوام کا ہے...... میں صرف منتظم...... محافظ...... اور امین ہوں...... میں اس میں سے تمہیں کچھ نہیں دے سکتا ......تمہاری خاطر میں جہنم کا ایندھن نہیں بننا چاہتا۔

(تاریخ فرشتہ)

☆☆☆☆☆